

سینس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دلونا

انٹرایسواں حصہ

PDFBOOKSFREE.PK

سپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

PDFBOOKSFREE.PK

دیوتا

اٹھائیسواں حصہ

داوی: — فرہاد علی تیمور

مصنف: — محی الدین نواب



کتابیات پبلی کیشنز ۰ پوسٹ بکس نمبر ۲۳-کراچی-۱

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک ملکہ مافی اور مسراشی نژاد می مشہور
روزنامہ میں مندرجہ بالا واقعہ کرلیا اور جب جاہا کی حکومت دی۔ خیال خوانی میں
ایک نیا جہان معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانی طبع کی فنون کاری
اس کی شہرت جہاں دانگ پھیل چکی ہے۔

میلونا

شہی تارا اپنے باپ اور بھائی کے سامنے پستی مارے بیٹھی ہوئی
تھی آنکھیں بند کیے بولتی جاری تھی اور وہ دونوں خاموشی اور
سنجیدگی سے سن رہے تھے۔ شہی تارا کی پیش گوئی کا یہی انداز ہوتا
تھا۔ وہ کانڈ پر لکھ کر بتاتی تھی یا زبان سے بولتی تھی اور تمام حالات
حقائق کو پورے ذرا مانی انداز میں پیش کرتی تھی۔
پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ باپ کو دیکھ کر کہا ”باپو! میں
ان ہی حالات کے پیش نظر پیش گوئی کرتی ہوں کہ دھنیت رائے
کل یہاں نہیں آئے گا۔ وہ حراست میں ہے اس پر قتل کا مقدمہ
چلتا رہے گا اور میری یہ پیش گوئی بھی درست ہوگی کہ آپ کو باقی
تین لاکھ روپے نہیں ملیں گے۔“

پھر وہ بھائی کو دیکھ کر بولی ”شہی تارا کی جان! بھائی سرنا! اتنے بچ
کما تھا کہ شیلہ کے ستارے بڑے بھٹی مان ہیں۔ دھنیت رائے ہار
جائے گا اور پچہ شیلہ کو مل جائے گا۔“

پہلے سرنا نے کہا ”میری آنکھ کا تارا! اتنے جو روداد سنائی
ہے اگر وہ درست ہے تو شیلہ کو اب طلاق بھی نہیں ہوگی۔ دھنیت
رائے کے چھائی چڑھنے کے بعد وہی اس کی دولت اور جائیداد کی
مالکہ ہوگی۔“

باپ سرکھائے ایک بڑے سے کانڈ پر آڑی ترچھی لکیریں
مٹاتا تھا۔ سنسکرت کے شبد اور کچھ ہندی اعداد لکھتا جا رہا تھا۔
وہ دونوں ہاتھ جو ذکر بولی ”باپو! شاکرین“ آپ جانے بھی میں
بچپن سے ہی ایسی ہوں۔ بہت کم بولتی ہوں جو کہ دیا اس سے آگے
نہیں کہوں گی۔“
باپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ”جگ جگ جو! آج تم

لے دل خوش کروا۔ اب میں چاہتا ہوں تم دونوں اس علاقے سے باہر نکلو۔ تم لوگوں نے یورپ اور امریکا کا مختصر سا سفر کیا ہے۔ اب دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھر گھر کی سرکرو۔ زمانے کے سرود گرم کو اور لوگوں کی محبت اور مٹائیوں کو سمجھو۔ دشوار گزار مہرلوں سے گزرو اور نجیات کی بجٹی میں پچتے پچتے کھنکھن بن جاؤ۔

پے پے سرنا اگرچہ ٹپلی جیتی کا علم حاصل نہیں کر سکا تھا تاہم ایک ٹھنڈا اور چند منوں تک سانس روکنے کی مشقوں نے اس میں آتما جیتی پیدا کر دی تھی۔

اس کے باپ سرنا مہاراج نے اپنے بیٹے کو ایک برس کے لیے تبت کے اسی لاسہ مندر میں مہلا کے پاس بھیجا تھا جہاں سے بعد میں مرنا نے آتما جیتی حاصل کی تھی۔ دونوں بن بھائی علم ہزار و غیر معمولی صلاحیتوں میں بے مثال اور ناقابل شکست تھے۔ اس چھوٹے سے سرنا ٹاؤن سے نکل کر گھر گھر کی سرکرتے رہے تھے۔

دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ شی تارا اپنے ٹپلی جیتی کے علم کو اور پے پے سرنا اپنی آتما جیتی کو شی الامکان چھپائے رکھے گا۔ وہ دونوں بھی مصیبت کی گھڑی میں اپنے غیر معمولی علم کے ذریعے خاموشی سے اپنا جہاڑ کریں گے اور عام انسانوں کی طرح دوستوں اور دشمنوں کو پرکھتے رہیں گے۔

دونوں نے پانچ برسوں تک خاندانہ بدوشن جیسی زندگی گزاری اس دوران ان کے باپ سرنا مہاراج کا رمانت ہو گیا۔ انہوں نے امرار اور خاموشی کے پردوں میں نہ کہڑی بڑی بین الاقوامی سطح کی خطرناک ٹھیکوں سے گھر کی پھر اچھا خاصا تجربہ حاصل کر کے روپوش ہو گئے۔ خطرناک قسم کے قاتلوں، دہشت گردوں اور استغلوں کو بھی کاٹ چٹا چٹا پھر ان کی نگاہوں سے بھی اوجھل ہو گئے۔

وہ دونوں میرے اور سونیا کے پیچھے بھی رہے۔ پارس اور ملی تیور کے متعلق بھی معلومات حاصل کرتے رہے۔ انہیں کسی حد تک معلومات حاصل ہوتی رہیں لیکن ہم سے کبھی سامنا نہیں ہوا۔ محل نے سمجھایا، اگر وہ کسی طرح بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہو جائیں تو شاید وہ میرے پورے خاندان کو قریب سے دیکھ سکیں گے۔

اس مقصد کے لیے وہ بابا صاحب کے ادارے کے دروازے پر آئے۔ سیکورٹی افسر نے پوچھا "کیوں آئے ہو؟ کس سے ملنا چاہتے ہو؟" پے پے سرنا نے کہا "ہم بدھ مت کے پیرو ہیں۔ یہاں اسلام قبول کرنے آئے ہیں۔ اور یہ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

سیکورٹی افسر نے فون پر رابطہ قائم کیا۔ کچھ باتیں کیں پھر ان دونوں سے کہا "آؤ فون پر بات کرو۔"

شی تارا نے کہیں میں آکر ریسور ہیرا لیا اسے کان سے لگا کر کہا۔ "مہتمم! میرا نام شی تارا ہے۔ میں اپنے بھائی پے پے سرنا کے ساتھ آئی ہوں۔ ہم اسلام قبول کر کے اس ادارے میں تعلیم حاصل کرنا اور یہاں کے باطل میں رہنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "یہی نہیں خدا کا ایک عاجز بندہ ہوں۔ میرا نام علی اسد اللہ تہمزی ہے۔"

وہ آواز سننے ہی ان کے دماغ میں ہنچ پھٹی۔ لیکن کچھ میں نہیں آیا کہاں پہنچ گئی ہے۔ اس کے چاروں طرف نوری نور تھا۔ ایک عجیب سی مست کرنے والی خوشبو کا احساس ہو رہا تھا۔ دھڑکیں کی طرح پھیلنے ہوئے نور میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ انہی بزرگ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے "یہی! جب متعل واڑھ نکل آئے تو پہلی آٹا۔ بھائی کے ساتھ جتنی جلدی ممکن ہو اس علاقے سے دور پہل جاؤ۔"

خاموشی چھائی۔ آواز کم ہو گئی۔ شی تارا نے چونک کر دیکھا نہ نور تھا نہ خوشبو تھی۔ وہ کہیں میں ریسور پکڑے گھڑی ہوئی تھی اور وہ ریسور بھی خاموش تھا۔ اس نے اسے کیڑیل پر رکھ دیا۔ کہیں سے باہر آگئی۔ بھائی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی فون پر بات نہیں ہوئی۔ میرے اندر کوئی بول رہا تھا۔ اس کی آواز کی محاسن اور لہجے کی دھمک سے اب تک میرا دل دھڑک رہا ہے۔

وہ کار میں آکر بیٹھ گئی۔ پے پے سرنا نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے پوچھا "واپس کیوں جا رہی ہو؟ کیا انہوں نے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی؟ کچھ تو بولو۔"

"بھائی سرنا! اس ادارے میں کوئی مہاکائی ہے۔ اس نے شاید سمجھ لیا ہے کہ ہم جی جی اسلام قبول کرنے نہیں آئے ہیں۔ جھوٹ بول کر ادارے میں رہنا چاہتے ہیں۔"

"کیا وہ مہاکائی ٹپلی جیتی جانتا ہے؟ وہ تمہارے دماغ میں آیا تھا؟"

"وہ آؤ تمہیں سانس روک لیتی۔ میں خود اس کے دماغ میں گئی تھی۔ یہ کوئی روحانیت کا عمل ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا اپنی! جب عقل واڑھ نکل آئے تو پہلی آٹا۔ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مہاکائی ہمارے فراڈ کو سمجھ گیا ہے۔"

دونوں وہاں سے نکام ہو کر چلے گئے۔ انہوں نے پچھن سے اب تک یہ سمجھا تھا کہ ناکائی کو دل سے حلیم کروا۔ اسے حلیم کرو گے تو ناکائی کے صحیح اسباب سمجھ میں آئیں گے اور اگلی کا میانی کے راستے ہموار ہوں گے۔

پھر انہوں نے دوسرا طریقہ کار اختیار کیا۔ وہ مختلف ہسپو

کوئی ان جو اہرات کو اپنی ملکیت کہنے کی ضد کرے گا تو زندگی کی ملکیت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

پے پے سرنا نے کہا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب کوئی تمہارے جو اہرات پر اعتراض کرے گا تو تم نکل کر ٹپلی جیتی کا مظاہرہ کرو گے۔"

"کوشش کروں گی کہ یہ علم ظاہر نہ ہو۔ ظاہر ہو گا تو کسی دشمن سے تو عمل کا خوف نہیں رہے گا۔ اب ہم نے اپنے اطراف فواد کی دیوار میں کھڑی کی ہیں اور بڑے بڑے ممالک کی اور خطرناک ٹھیکوں کی گزندوں سے محفوظ ہیں۔"

"بھئی! بن کی خوشی میری خوشی ہے۔ تم جو چاہو وہ کرو۔ مگر ایک دن اور مہر کرو۔ میرے گرد و مہلا کا رمانت ہو چکا ہے۔ ہم ایک دن کے لیے تبت کے شہر لاسہ جائیں گے۔"

لندن اور شکار میں ان کے دو ذاتی طیارے اور دو بلی کا پڑ اور تین اسپینڈلوش تھیں، لیکن لندن کے طیارے اور بلی کا پڑ کو صرف یورپ کے چند شہروں تک پرواز کی اجازت تھی۔ اسی طرح شکار کے طیارے اور بلی کا پڑ صرف امریکا کی حدود میں پرواز کر سکتے تھے۔ دیے وہ بن بھائی کسی کی اجازت کے محتاج نہیں تھے۔ شی تارا نے حلقہ افسران کے اندر پہنچ کر لندن سے تبت تک لمبی پرواز کا اجازت نامہ حاصل کر لیا۔

وہ لاسہ پہنچے۔ مہلا کا کار کیا کر رہا تھا۔ پے پے سرنا نے گرد و مہلا کی آتما جیتی کے لیے پوچا بات کی۔ اسی مندر اور دوسرے کے نیچے تپا کا پچھلے دنوں ایک امریکی دہشت گرد مرنا آئی تھی۔ اس نے مہلا سے آتما جیتی کا علم حاصل کیا تھا۔ پھر ان کی دشمن بن گئی تھی۔ اس نے گرد و مہلا کے تمام شکار دلوں کو ہلاک کر دیا۔ وہ گرد و مہلا کو بھی قتل کرنا چاہتی تھی لیکن عین وقت پر ایک انجینی نے آکر ان کی جان بچالی۔

پے پے سرنا نے پوچھا "وہ انجینی فرشتہ کون تھا؟" "میں ذاتی طور پر اسے نہیں جانتا اور نہ ہی گرد و مہلا نے اس کا کبھی ذکر کیا تھا، لیکن مرستے سے انہوں نے اپنی خواہش بیان کرتے ہوئے کہا کہ میرے تمام شکار دلوں سے کہہ دینا، ایک ٹپلی جیتی جانتے والا فریاد ملی تیور کا گھر پر قرض ہے اس نے مرستے میری جان بچائی تھی۔ لہذا میرے شکار دلوں کی کم از کم ایک بار فریاد کے کسی آؤ وقت میں ضرور کام آئیں۔"

اپنے انجینی گرد و مہلا کی یہ کیا سننے کے بعد شی تارا نے کہا۔ "ہمیں روانگی سے پہلے پھر ایک بار فریاد اور اس کے فیملی میرز کی جنم کنڈلی پڑھنا چاہیے۔"

وہ دونوں میرے اور میرے بیویوں اور بچوں کی جنم کنڈلی بہت پہلے پانچے تھے اور اسے پڑھ کر پائوس ہو چکے تھے، کیونکہ ہمارے ستارے ان سے نہیں ملتے تھے۔ اور اس لیے ہمارے مزاج ان

مُترا افرادِ فِلی میٹھی جانتے تھے اس کے باوجود نہیں کیا۔ دنیا کے نمایاں میرے وجودِ اہرات سے نہیں نکالے، اور ہم نے دشمنوں کے لیے ان کی طرح جگہ جگہ خبیہ اڑے نہیں۔
ب کا ادراہ پناہ گاہ تھی۔

اگر بچے بڑے سرتاسر کما جائیں کہ وہ دولت کا ذخیرہ نہ کرے تو وہ
کبھی باز نہ آئے۔ شہی مارا ہیرے جو اجرات پر جان دیتی تھی اور ان
کے مختلف خفیہ اڈوں سے چا چلتا تھا کہ آئندہ وہ بہت ہی خطرناک
تعلیم کی صورت میں ابھرنے والے ہیں۔

ہمارے اور ان دونوں کے راستے مختلف تھے اور جہاں بھی یہ راستے ملتے تھے، وہاں سے نہیں تھے، ٹکراتے تھے۔ اب بے پے سرتا کے گردوپے نے مرے سے حکم دیا تھا کہ فردوسے دوستی کی جائے۔ اگر گردوپے کو ہماری جنم کنڈی معلوم ہوتی تو وہ بھی اپنے شاکر دوں کو اسیا حکم نہ دیتے، لیکن تیرے مکان سے نکل چکا تھا۔ گردوپے اپنا حکم واپس لینے دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے تھے۔ اب ہر حال میں ان کی اسیا کا بن کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

دووں بن بھائی نے ہر ایک بار جاری جنم کنڈلی دیکھی اور
اپنی جنم کنڈلی کے حوالے سے پیش آنے والے حالات پڑھ کر
نار کے ستارے پہلے بھی کہہ رہے تھے اور اب بھی سمجھا رہے
تھے کہ وہ فریاد کی جلی ملی قدم نہ رکھے۔ اسے بے شمار فائدے پہنچیں
گے لیکن ایک بہت بڑا نقصان ہوگا۔ وہ دھرم سے بے دھرم
ہو جائے گی۔ اپنا دھرم چھوڑ کر ایک دن اسلام قبول کر لے گی۔
پہلے پڑھنے لکھنے کا تہیاری بننا! اہم ذات کے برہمن ہیں۔

اگر برہمن اپنا دھرم چھوڑ دے گا تو ہندو جانی کا کیا بنے گا؟
 ”ہمیں تو بے دھرم ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب اس
 فیملی سے دور رہ کر ہمیں آرام سے جی رہی ہوں تو مجھے ان
 مسلمانوں کے پاس جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔“
 ”لیکن ادھر جانے کا کوئی بھانپا ہوا جاتا ہے۔ کیا ہم گردلو
 کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے؟“

”پینک کریں گے گردو پلے آخری سانسوں میں کہا تھا کہ ان کے شاگردوں کو کم از کم ایک بار فرادو کی کسی مصیبت میں کام آنا چاہیے۔ اس لیے بھائی سرنا اذکیک بار اس کے کام آجا۔ اس کے بعد اس سے دور ہوا۔“

”ہنسنا! جو میرے دل کی بات کہہ رہی ہے۔ میں یہی کہوں گا۔
میرا خیال ہے تجھے لندن واپس مانا جاوے۔“
”نہیں! میری خوش دودیا کہتی ہے کہ فریاد کا بیٹا پارس مجھ پر
اشارہ انداز ہوگا۔ اس میں کوئی ایسی مصلحت ہے جس سے وہ جوان
لڑکوں کو متاثر کرتا ہے۔ اگر میں خود کو بھانے کی کوشش نہیں

کہوں گی تو تیار ہو جاؤں گی اور اس کا مذہب قبول کر لوں گی۔ اس سے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ ہے۔
 ”راستہ بتا، ہم جان دے کر بھی اس کی کبفیت سے نجات حاصل کریں گے۔“

”جان ہمیں نہیں اسے دنا ہوگی۔ اگر وہ مر جائے یا ہم اسے قتل کر دیں تو ہمیشہ کے لیے میرے بے دردم ہونے کا اندیشہ ختم ہو جائے گا۔ وہی ایک ایسا ہے جو میری زندگی میں بہت بڑی تبدیلی لاسکتا ہے۔ وہ نہیں بے وقتاً تبدیلی کا خطوط کھل جائے گا۔“

”پھر تو مطمئن ہو جاؤ، وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔“

”تمیں‘ میوڑی دوتا کے مطابق وہ میرے انھوں سے مرے گا۔ جس طرح وہ میرے لیے منکس ہے اسی طرح میں اس کے لیے منکس ہوں۔ اگر میں اس علاقے میں رہوں جہاں وہ رہتا ہے اور کبھی کبھی میرا سایہ اس پر پڑتا رہے تو ایسے میں براہ کی تین تیرہ اور تیس تاریخیں اس کے لیے منکس ہوں گی۔ ان تاریخوں میں اس پر قحطان حملہ کا سایہ ہوگا۔“

بڑے خطرناک لوگوں کو خاک میں ملایا ہے۔ لیکن یہ فرادی فیملی کا معاملہ ہے۔ اس فیملی کے کسی بھی فرد کو ہاتھ لگانا گویا موت سے مصافحہ کرنا ہے۔ اس لیے میں ہر مرحلے پر میرے ساتھ رہوں گا۔“

یہ انسان بھی کیا چیز ہے۔ اپنی بھاکے لیے دوسرے کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ وہ دونوں اپنے گرو کی آگیا سے کسی موقع پر میری جان بچانا چاہتے تھے اور اپنے دھرم پر قائم رہنے کے لیے میرے بیشک کی جان لہا چاہتے تھے۔ باپ سے دوستی اور بیٹے سے دشمنی ملے کر کچھ تھے۔

وہاں کے فیور نے مرثیٰ کی ایک تصویر ہے پے مرثیٰ کو دیا۔
 جس سے بولا ”فرادے گرو دیو کی جان چھائی تھی اور مرثیٰ کو اپنے
 ساتھ لے گیا تھا۔ اگر یہ اب تک فرادے کے ساتھ ہے تو ہم اس کے
 ذیلیے پاس تک بھی پہنچ سکیں گے۔“
 وہ مرثیٰ کی تصویر دیکھتے ہوئے بولی ”اس نے اتنا حلقی حاصل
 کی ہے میں اس کے اندر جانا چاہوں گی تو یہ سانس روک لے
 گی۔“

”پہلے میں سراغ لگاتا ہوں۔ یہ تو معلوم ہو کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے۔“

وہ دونوں مندر کے ایک مہمان خانے میں تھے۔ شی مارا نے
 اٹھ کر کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ بچے کے سر پہ
 فرش پر چادروں شانے چت لیٹ کر آتما گھتی کے مترجاپ کرنے
 لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ ہونٹ
 ساکت ہو گئے اور پورا جسم اک لاش کی مانند بے حس و حرکت

ہو گیا۔ اس کی آتما مرنا کے پاس پہنچی تھی۔ دو ہفتے میں پہلا شریک
 خفیہ ہائش گاہ میں آئی اور وہاں آتما مرنا کے ذریعے میں پہنی خود
 نہیں تھی۔ آتما کے ذریعے پہلا شریک اور جان لیوا کو روک دے تھی۔
 پہلا لیوا فوجی گاڑی کے درمیان چلا ہوا اس ہائش گاہ سے
 باہر آیا اور ایک کار میں بیٹھ گیا۔ اس کے آگے پہچے فوجی گاڑیاں
 تھیں۔ مرنا کی آتما وہاں سے دور ایک کار میں آئی۔ اس کار میں
 لیوا بیٹھ گاڑی چلائی ہوئی تھی۔

اس کے بعد وہ آتما مرتے کے جسم میں داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی بے پروا کی انتہا بھی اس کمرے میں ہو گئی۔ مرتے فرشتے پریشہ کنی تھی۔ اس کے اندازے سے جا مل رہا تھا کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ خیال خوانی میں کہاں پہنچی ہوئی ہے۔ ایک اندازہ تھا کہ وہ کانواڈا کے ذریعے لبرڈا کے بحر الکاہل کے کنارے پہنچے۔

ہے۔ وہ لہوڑا کو میرے دماغ میں آنے سے روکنے کے لیے کانوڈا
کے پاس جا رہی ہے۔

ہے بے سرنہ لے سوجا "شی تارا لبوڈا کے پاس جائے گی تو وہ سانس روک لے گا۔ اس کی بیٹی کے دماغ میں وہ کبھی معلوم کر سکتی ہے کہ مرنا کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

میں نے کہا کہ میں اس سے پہلے مل گیا ہوں۔
 وہاں موجود تھی، اور اس کے اندر رہ کر جو کچھ بول رہی تھی اس
 سے اس کے خطرناک ارادوں کا اندازہ ہوا تھا۔
 پھر اندازہ درست نکلا۔ لیڈا سرکاری عہدیداروں کے
 خصوصی رپورٹ سے ایک خصوصی طیارے میں کہیں جانے والا
 تھا۔ جی نے اطمینان اس کے سامنے پہنچ کر اسے گولی مار دی۔ یہ
 چوکا دینے والی حرکت تھی۔ شی نارا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ
 وہ جلیلی ہتھی کے اتنے بڑے پہاڑ کو گرا دے گی۔

سرتانے مہنا کے کرے میں اگر دکھا۔ وہ فاحشانہ انداز میں
 قہقہے لگادی تھی، کچھ کستی بھی جا رہی تھی۔ وہ اپنے جسم میں داپس
 آیا۔ آنکھیں کھول کر فرش پر سے اٹھتے ہوئے بولا ”یہ قہقہے کیوں
 لگادی ہے؟“

شی تارا نے قتل کی تمام رد وادنا کر کہا ”وہ فرہاد کے ساتھ اس مندر سے گئی تھی۔ اگر وہ تاشقند میں ہے تو فرہاد بھی وہیں ہو گا۔“

اس کے ساتھ نہیں ہے۔ دیکھو ہم ابھی تاشقند چلیں تو مرنا کو
 ٹھپ کر سکتے ہیں اور فردا کو بھی تلاش کر سکتے ہیں۔“
 وہ مندر کے صمان خانے سے باہر آئے۔ شی تارا نے کہہ
 ”مرنا نے اتنے بڑے شخص کو قتل کیا ہے اس قتل کی کوئی خاص
 وجہ ہوگی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس معاملے میں فردا اس کی پشت
 پناہی کر رہا ہو۔“

”ایسا ہو سکتا ہے۔“
وہ دونوں ملیرے کے پاس آکر رک گئے۔ سرانے کہا ”ایک
آئیڈیا ہے۔ تم لمبوا کی بیٹی کانودا کے چور خیالات پڑھ کر کچھ
معلوم کر سکتی ہو۔ اس کے شوہر بی بی تھمال سے بھی بہت کچھ
معلوم ہو سکتا ہے۔“

وہ طیارے کے اندر آئے۔ سرتانے پائلٹ کی سیٹ سنہال لی۔ شی تار نے اپنی اپنی کھول۔ اس میں کئی کمبیشن اور چھوٹے بڑے ریکارڈرز تھے۔ ان کمبیشن میں بہت سے ٹیلی بیٹھی جانے والوں کی اور دیگر اہم شخصیات کی آوازیں بھری ہوئی تھیں تاکہ کبھی کسی کی آواز اور لحاظ دینے سے تو کمبیشن سن کر یاد آجائے۔

اس نے ایک کیسٹ کے ذریعے کانوٹا اور تھمال کی آوازیں پھر ریکارڈر کو آف کر دیا۔ یہ جانتی تھی کہ تھوڑی دیر پہلے مرہٹا کی موجودگی کے باعث کانوٹا نے سانس نہیں روکی تھی۔

[illegible]

اب کاٹوانا اسے داغ میں محسوس کرتے ہی بھاگ دے گی۔
اس نے یہ سوچ کر قہر مال کو آڑیا تو اس کے داغ میں جگہ مل گئی۔ وہ اسپتال میں تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ نادانستگی میں مرنا کا محسوس اور تابعدار ہیں۔ جب مرنا فرماؤ کہ زخمی کر کے اس کے داغ پر قبضہ جاری تھی تو قہر مال بھی وہاں سمورا کے داغ میں تھا۔

شی آزار نے اس سے آگے قہر مال کے خیالات نہیں پڑھے۔ یہی بات چھوٹا دینے کے لیے کافی تھی کہ مرنا نے فرماؤ کہ زخمی کیا ہے اور اس کے داغ کو کھڑو کر دیا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی شی آزار نے وہ کیسٹ دیکھا مڑ میں لگایا جس میں میری آواز تھی۔ اس نے سپراسٹر کے ریکارڈ دوم سے میری اور میرے خاندان کے تمام افراد کی آوازیں بڑی رازداری سے حاصل کی تھیں۔

اس نے میری آواز سنیں۔ پھر بڑی آسانی سے میرے داغ میں آگئی۔ پہلے تو وہ اس کا سیاہی پر حیران ہوئی پھر خوشی سے چیخ کر بولے۔ ”بھائی سر! میں فرماؤ علی بیورو کے داغ میں پہنچ گئی ہوں۔“
علیہ نفعاً میں پرواز کر رہا تھا۔ وہ دینا اسکرین کے پار بالوں کو دیکھتے ہوئے بولا ”بھائی کی جان! مجھے یقین نہیں آتا ہے کیا سچ کہہ رہی ہو؟“

”بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے لیوڈا کے داماد کے خیالات پڑھے تھے۔ چلا چلا کر مرنا نے سمورائی ایک آڈا کار کے ذریعہ فرماؤ کہ زخمی کیا ہے۔ بس انا معلوم ہوتے ہی میں فرماؤ کے اندر پہنچ گئی ہوں۔“

”تو پھر ایک لمحہ بھی ضائع نہ کر۔ فرماؤ کہ جتنے چور خیالات پڑھ سکتی ہے، جتنی کمزوریاں معلوم کر سکتی ہے فوراً یہ ساری معلومات حاصل کر لے۔“

وہ میرے خیالات پڑھنے لگی۔ اس وقت لٹی میری حفاظت کے لیے موجود تھی تاکہ کوئی مجھ پر تخریبی عمل نہ کر سکے۔ جب مرنا نے میرے پاس آکر کہا کہ وہ لیوڈا کو قتل کر چکی ہے اور اب کوئی اسے تخریبی عمل سے نہیں روک سکے گا تو لٹی نے راجت کی تھی۔
مرنا لیوڈا کو کامیابی سے قتل کرنے کے بعد میرے داغ میں ناکام ہو رہی تھی۔ فتنے میں مجھے مار ڈالنا چاہتی تھی لیکن اس سلسلے میں بھی مایوسی ہوئی۔ سلمان نے میرا لہجہ اختیار کر کے اس کے داغ کو اپنے قابو میں رکھا تھا اور اسے وارننگ دی تھی کہ وہ باہر نکلتے کے اندر ازبکستان سے باہر نہیں جائے۔

یوں میرے چور خیالات پڑھنے سے شی آزار کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کوئی بھی نیلی بیٹی جانے والا میرا لہجہ اختیار کر کے مرنا کے داغ میں پہنچ سکتا ہے۔ وہ خوش ہو کر بولی ”بھائی سر! ایک اور کامیابی۔ میں مرنا کے ہی داغ میں جا سکتی ہوں۔“
”میری بہن! تو کمال کر رہی ہے اب دیر نہ کر! پاس کے متعلق معلوم کر۔“

میری سوچ نے اسے بتایا کہ وہ ازبکستان میں ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کس شہر میں ہے۔ شی آزار نے میری سوچ میں کہ ”مجھے پاس کے متعلق لٹی سے پوچھنا چاہیے۔“
میں نے اس تحریک پر لٹی سے پوچھا ”وہ بولی ”ہمارا بیٹا سرور میں بار بار اور جی کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ آپ کے زخمی ہونے کی اطلاع پانے کے بعد یہاں آتا ہے۔“

یہ سن کر شی آزار کی معلومات پر اضافہ ہوا کہ بار بار اور جی سرور میں ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بار بار کا آپریشن ہوا ہے اور جی کیس میں دوپوش ہے۔ وہ سن بھائی تقریباً دو گھنٹے میں تاشقند پہنچے۔ شی آزار نے سرور کے دوران میرے اندر وہ کہ معلوم کیا کہ سرور بیبا صاحب کے ادارے میں ہے اور وہاں بننے والی ہے۔

رسوئی کے متعلق معلوم ہوا، وہ بھی ازبکستان آنے والی تھی۔ شاید ابھی ہے۔ وہ ایک طویل عرصہ تک گوشہ گمانی میں رہی تھی اور جناب علی اسد اللہ حمزہ کے سامنے میں روحانیت سے بھرپور زندگی گزار رہی تھی۔ رسوئی کے متعلق یہ قیاس آرائی تھی کہ وہ نیلی بیٹی کے علاوہ روحانی علوم سے بھی مالا مال ہو چکی ہے۔ علی کے متعلق پتا چلا کہ وہ اسرائیل میں ایک گولڈن بریج یودی بن کر تمام گولڈن بریج کو دھوکا دے رہا ہے اور ایک گولڈن بریج کا داماد بھی ہو چکا ہے۔

میری دماغی کمزوری کے باعث میرے خاندان کے ہر فرد کا کھم کھٹا جا رہا تھا۔ شی آزار نے میری سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ سلوانز عرف سپرا دارم راصل ہماری سونیا ٹانی ہے۔

یہ بہت برا ہوا تھا۔ ہمارے ایسے راز عیاں ہو رہے تھے جو کے انکشاف سے میرے بچوں کو جانی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اب بھی معلوم ہو رہا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے دماغوں میں کن کا ورڈز کے ذریعے آتے ہیں۔

انہوں نے تاشقند پہنچنے کے بعد ایک دیکھن کار کرائے، حاصل کی۔ سرنا نے کہا ”ہم اس علاقے میں جا سکتے ہیں جہاں میرا آتما مرنا کو دیکھ چکا ہے۔“
”یہ بہت برا شہر ہے، تم اس علاقے کو کیسے وصول ہو گے؟“
”ہاں! اس کی رہائش گاہ کے باہر توڑے قافلے پر ایک شاہراہ ہے۔ اس شاہراہ کے ایک چوراہے پر باہر چوک لکھا ہوا ہے۔“

وہ باہر چوک کا پتا پوچھتے ہوئے اس رہائش گاہ تک پہنچ گئے شی آزار نے کہا ”وہ یہاں سے جا چکی ہے۔“
”جتنے کیسے معلوم ہوا؟“
”میں ابھی بتا چکی ہوں کہ فرماؤ کا لہجہ اختیار کر کے مرنا کے داغ میں جانے لگی ہوں۔ وہ اس وقت پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے کر ازبکستان کی طرف جانے والی ہے۔ سلمان۔“

اسے وارننگ دی ہے کہ وہ ازبکستان چھوڑ کر نہ لگی تو دنیا چھوڑ کر جاتا ہوگا۔“
وہ دونوں سفارت خانے کا پتا پوچھتے ہوئے اس سفارت کے پاس آئے۔ مرنا دو ایک فنٹ ہاتھ پر کھڑی ہوئی کسی ٹیلی کا انتظار کر رہی تھی۔ شی آزار نے گاڑی سے اتر کر کہا ”میں کچھ ضروری شاپنگ کر کے سیدھی اپنے خیارے کے پاس آؤں گی۔ تم مرنا کو کنپ کر کے اصرار نہ جانا۔“

وہ گاڑی آگے بڑھا کر مرنا کے پاس جا کر کر گیا۔ یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ایک انجینی نے کس طرح مرنا کو اپنی گاڑی میں لفٹ دی تھی اور پھر دوست بن کر اسے لین دینا تھا کہ فرماؤ اور اس کے دوسرے ساتھی نے اسے ازبکستان سے بھاگ سکیں گے اور یہی اسے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔

مرنا گاڑی کی گچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ گئی تھی۔ وہ آتما لٹی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میری توانائی بحال ہونے تک کس طرح میری حفاظت کی جا رہی ہے اور پاس اس شہر میں کیا کرنا پھر رہا ہے۔

ادھر شی آزار ایک رستوران میں جا کر بیٹھ گئی تھی اور کافی کا آؤر دے کر سوچ رہی تھی کہ پاس کا سراغ کیسے لگائے اور کیسے اسے ٹرپ کر کے قتل کرے۔ فی الحال میں ہی ایک ذریعہ تھا۔ وہ میرے داغ میں آکر پھر کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی لیکن خیال خدائی نہ کر سکی۔ ایک شخص اس کے سامنے میز کے دوسری طرف آکر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اسے ناکاری سے دیکھ کر بولی ”کیا بات ہے؟“

وہ مسکرا کر بولا ”اچھا جب حسن ہے۔ تمہارے چہرے کے نقوش ایسے جاذب نظر ہیں کہ نظرسیمیا سے ہٹا نہیں چاہتیں۔“

وہ افراد اس انجینی کے پیچھے آکر کھڑے ہو گئے۔ شی آزار نے پوچھا ”کیا یہ بھی میرے دیوانے ہیں؟“

”دیوانہ صرف میں ہوں۔ ان میں سے ایک میرا دایاں اور دوسرا بایاں باز ہے۔“

وہ بولی ”تو راتھ کر اپنے دائیں ہاتھ سے دائیں پیچھے کو اور بائیں ہاتھ سے بائیں پیچھے کو مارو۔“

یہ کتنے ہی اس نے داغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اچانک ہی اٹھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی پٹائی کرنے لگا۔ وہ دو کھلا کر پوچھ رہے تھے ”یہ کیا کر رہے ہو؟ ایک حینہ کے کتنے سے ہماری انٹل کر رہے ہو۔ ہم کتنے ہیں ہاتھ دوک لوہ دیکھو“ آخری بار سمجھاتے ہیں ہاتھ دوک لوہ۔“

اس کا داغ اور دونوں ہاتھ قابو میں نہیں تھے اس لیے نہیں رک رہے تھے۔ تب اس کے دونوں ساتھی غصے میں اس پر پل پڑے۔ رستوران میں اچھا خاصا ہنگامہ ہو گیا۔ پولیس کے آنے تک وہ عاشق اپنے ساتھیوں سے اچھی طرح مار کھا کر زخمی ہو گیا۔

ایک نوجوان نے پولیس افسر سے کہا ”یہ فتنے بد معاش ہیں۔ یہ بے چاری آئی یہاں اپنی بیٹی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ اسے پھینچ رہے تھے۔“
شی آزار نے نوجوان کو گھور کر دیکھا۔ وہ ابھی بیس برس کی تھی اور وہ بے وقوف سا نوجوان اسے آئی کہ رہا تھا۔ پولیس افسر نے بھی اسے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا ”سزا تمہاری بیٹائی درست ہے؟ اس کس لڑکی کو آئی کہ رہے ہو؟“

نوجوان نے انھیں بھڑا کر شی آزار کو دیکھا۔ پھر جب سے ٹیک ٹیک کر اپنی آنکھوں پر پڑھائی۔ پھر ہر امت سے کہا ”وہ سوئی مجھے افسوس ہے کہ تم جوان ہو۔“

شی آزار نے پوچھا ”کیا تجھے میرے جوان ہونے پر افسوس ہے!“

”نہیں! شاید یہ غلط کہہ گیا۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ تم ٹیک کے بغیر آئی دکھائی دیتی ہو۔ اکثر عورتیں ٹیک اپ کے بغیر بھی آئی دکھائی دیتی ہیں۔ کیا تم نے ٹیک اپ کیا ہے؟“
”تو کھڑا ہوا ہے میں بیٹی ہوئی ہوں۔ تجھے دیکھنے سے گردن دکھ رہی ہے، بیٹھ جا۔“

وہ بیٹھا۔ مگر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر قدام کر بولا ”مار ڈالوں گا! شیطان کے بچے تجھے مار ڈالوں گا۔“

شی آزار نے اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی تھی اور وہ سانس روک کر اچھل پڑا تھا۔ کسی شیطان کے بچے کو خسر دیکھا رہا تھا۔ بولی ”یہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ یہ شیطان کے کہہ رہا ہے؟“

وہ بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے سر قدام کر بولا ”اب سے پہلے دو بار ایسا ہو چکا ہے۔ وہ میرے اندر کچھ بولنا چاہتا ہے۔ میں سانس روک لیتا ہوں تو وہ ایسے چپ ہو جاتا ہے جیسے بھاگ گیا ہو۔“
”وہ کون ہے؟“

”مجھے کیا معلوم۔ اس نے پہلی بار کہا تھا سانس مت روکو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ تمہیں نے سانس روک لیا۔“
”تجھے اس کی بات سننا چاہیے تھا۔“

”میں بھی می سوچتا ہوں کہ اب آگے کا تو اس کی بات سنوں گا مگر نہ جانے کیوں بے اختیار سانس رک جاتی ہے۔“
”تو کوشش کرے گا تو سانس لیتا رہے گا اور اس کی باتیں سننا رہے گا۔“

”ہاں! میں چاہتا ہوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔ مگر سوچتا ہوں وہ کوئی شیطان ہے۔ اس لیے اس کے آتے ہی سانس رکھنے لگتی ہے۔ اگر وہ میرے اندر زیادہ دیر بولے گا تو میری سانس بجھنے کے لیے رک جائے گی۔“
”تو نہیں مرے گا۔ اسے آنے دے۔“

”اچھی بات ہے، وہ آئے گا تو آئے گا۔“
وہ کانی لے کر آیا۔ وہ بولی ”اے صاحب کے لیے بھی کافی لاؤ۔“

وہ بولا ”نہیں، میں کافی نہیں چاہتا۔“
”پھر کیا ہے گا؟“

”میں تو دودھ چاہتا ہوں۔“

”یہ تو تجھے دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ تو دودھ چاہتا ہے۔“

اس نے دیکھ کر دودھ لانے کو کہا پھر اس کے جاتے ہی انہی جوان کے دماغ میں آگئی۔ نوجوان نے اسے ہاتھ کا اشارہ کیا پھر سرگوشی میں کہا ”اے لڑکی! وہ میرے اندر آیا ہے۔ آئے دوں؟“
وہ خود اس کے اندر تھی۔ باہر سے مسکرا کر بولی ”اے آئے دے۔ اس سے باتیں کہ پہلے خاموش رہتا اور انتظار کرتا کہ وہ کیا کہتا ہے۔“

شی آتا رہا اسے خاموش رہنے اور انتظار کرنے کے لیے کہا تاکہ وہ اتنی دیر میں اس کے چہرہ خیالات پر نہ کر اس کی اصلیت معلوم کر سکے۔

وہ بھلا کیا معلوم کرتی۔ بہت عرصے پہلے پارس جب بابا صاحب کے ادارے میں قحط جناب علی اسد اللہ خیرپری نے روحانی عمل سے اس کے دماغ میں بندش کی تھی جس کے نتیجے میں کوئی اس کے دماغ کی نہ تک نہ پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی چہرہ خیالات پر نہ سکتا تھا۔

ابھی اچھا گھنٹا پہلے وہ رستوران کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اسی رستوران والی عمارت میں سفارت خانہ تھا جہاں مرزا اپنے پاسپورٹ وٹھو کے لیے گئی تھی۔ سلمان نے اس سے کہا تھا ”بیٹا! میں توڑی دیر کے لیے ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ میری دہائی تک مرنے کی عمر آئی کرو۔ وہ پاسپورٹ حاصل کرنے کے بعد اس ملک سے باہر نہ جانے تو اسے جانے پر مجبور کرو۔“

پارس اس عمارت کے سامنے اپنی کار میں تھا اور دیکھتا جہاں تھا کہ مرزا اس عمارت سے نکل کر اڑ پورٹ جاتی ہے یا نہیں؟

وہ عمارت سے باہر آکر ٹیکسی کے انتظام میں فٹ پاتھ پر کھڑی ہو گئی تھی۔ تب پارس نے دیکھا۔ اس سے توڑی دور ایک وکیل کار کی تھی اور اس میں سے ایک نہایت سی حسینہ ڈیڑھ باہر آئی تھی۔ اس نے بہت سی دلکش انداز میں ساڑی پہنی ہوئی تھی۔ اپنے پستانوں سے ہندوستانی لگتی تھی۔ پارس صرف دیکھنے کی حد تک دلچسپی لیتا لیکن دلچسپی اس لیے بڑھ گئی کہ وہ وکیل کار وہاں سے آگے بڑھ کر مرنے کے سامنے رک گئی تھی اور وہ اس میں بیٹھ کر جاری تھی۔

یہ یقین کی حد تک اندازہ ہوا کہ اس گاڑی والے سے اور اس حسینہ ڈیڑھ سے مرزا کا کوئی تعلق ہے یا کسی مقصد سے تعلق پیدا کیا جا رہا ہے۔ مرنے کی حد تک ساتھ جا چکی تھی۔ اسے توڑی دیر

بعد سلمان قابو میں کر سکا تھا۔ پارس وہ ڈیڑھ کے پیچھے پر گیا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ اسے اور اس گاڑی والے کو مرنے سے کیا دلچسپی ہے۔

پھر رستوران میں بھڑا ہوا تو وہ ایک احمق نوجوان بن کر شی آرا کے سامنے گیا۔ اب وہ اس کے خیالات پر تھی وہی اور وہ اپنی سوچ میں کہ رہا تھا۔ میرا نام پر قوی راج ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں پر قوی راج اور سنجوکتا کی محبت کی داستان درج ہے۔ میں بھی سوچتا تھا کہ میں پر قوی راج ہوں اور کسی سندر سنجوکتا سے محبت کر کے شادی کروں گا اور اپنے بچوں کے نام پر قوی راج اور سنجوکتا رکھتا رہوں گا۔ یہ نسل اتنی آگے بڑھے گی کہ ہندوستان کے ہر گھر میں پر قوی راج اور سنجوکتا نظر آتے رہیں گے۔ کیا میں اس لڑکی سے پرچوں کہ یہ میرے بچوں کی ماں بنے گی یا نہیں؟

شی آرا کو شرم آئی۔ خدہ بھی آیا۔ یہ بڑا اشت کرتے ہوئے بولی ”تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ ناقد میں کیا کر رہے ہو؟“

وہ چونک کر میز پر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا ”اے، جس میں پتا ہے وہ جو میرے اندر آکر بولتا تھا۔ وہ آج عورت کی آواز میں بول رہا ہے۔“

”بھولے۔۔۔ وہ جو پوچھ رہا ہے یا پوچھ رہی ہے؟ اس کا جواب دے۔۔۔“

”کچھ سمجھے بغیر کیسے جواب دوں؟ پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی آواز کیسے بدل گئی ہے، اور اگر بدل گئی ہے تو کیا نہیں بھی بدل گئی ہے؟ پتا نہیں وہ حوس سے عورت بننے کے بعد کیسا لگتا ہو گا۔۔۔ لگتی ہوگی؟“

وہ چکر بولی ”تو احمق سے بھی زیادہ احمق ہے۔ وہ میرا بھی لگتا ہو گا یا لگتی ہوگی؟“ تب اس سے کیا لیتا ہے۔ وہ تیرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔“

”جب وہ میرا یا میری کوئی نہیں ہے تو میں اس کے سوالوں کے جواب کیوں دوں۔“

وہ تھک کر بولی ”جیوں میں پوچھتی ہوں، کہاں سے آیا ہے؟“
”ماں کے پیٹ سے۔“

”میں یہ گرم کافی تیرے منہ پر پیچک دوں گی۔ سیدھی طرح جواب دے۔“

”کیا یہ سیدھا سا جواب نہیں ہے۔ کیا ہم ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ”ٹھیک ہے، یہ جواب بالکل صحیح ہے کہ کہاں پیدا ہوا تھا؟ مقام پیدا اس کہاں ہے؟“

”میراثی ہو۔“
وہ غصے سے جج کر کھڑی ہو گئی۔ رستوران میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کچھ گھڑور دل والے تھے۔ وہ بھی گھبرا کر کھڑے

ہو گئے۔ توڑی دیر پہلے بھڑا ہوا تھا۔ لوگوں نے سمجھا پھر کچھ ہوا ہے۔ نچوڑا ہوا آیا۔ پریشان ہو کر بولا ”میں اس اب کیا ہو گیا؟“
وہ خدہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس کو کہید کر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اب بچتا رہی تھی کہ کیوں بچ رہی؟ خدہ برداشت کرنے کی تو یوں قاشا نہ بنی۔

وہ بچکاتے ہوئے بولی ”کچھ نہیں، وہ بات یہ ہے کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا پاس اچھا کچھ میرے پاؤں پر آگیا۔ میں سمجھی چلا تھا۔ کیا ہے۔ میں بچ رہی ہوں۔ اس لیے بچ رہی۔“

غیر نے رستوران میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا ”میں محضت چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں نے مس کی باتیں نہیں لیں۔ دنیا کی تانوں سے لیسو خواہن چو ہے سے ڈرتی ہیں۔ آپ حضرات ایڑی ہو کر بیٹھ جائیں۔“

وہ بھی پارس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی ”اس کی اصلیت کیسے معلوم کروں کہ یہ محضت نہ کرے؟ مجھے خدہ نہ آئے اور میں نارل نہ کر سب کچھ معلوم کر لوں۔“

وہ بولا ”مجھے تم سے مل کر بہت دکھ ہوا ہے۔ تم بہت جھوٹی ہو۔ میرا پاس تمہارے پاؤں کے اوپر نہیں آیا تھا۔ تم چو ہے سے نہیں ڈرتی ہو۔ بھگوان جھوٹ بولنے والوں کو زک میں پھنچاتا ہے۔“

”اے! تو مجھے صحت نہ کرنا اور نہ ہی خدہ دلاتا۔ مجھ سے بچی اور سیدھی بات نہیں کرے گا تو میں یہ پیالی تیرے سر پر توڑ دوں گی۔“

”تم کسی لڑکی ہو؟ خود جھوٹ بولتی ہو اور میرے جج پر جج پڑتی ہو۔ میری کچھ میں نہیں آتا کہ جج کیسے بولوں اور جھوٹ بولنا مجھے آتا نہیں ہے۔“

”میں تجھ سے جج سنتا چاہتی ہوں۔ کوئی تیرے دماغ میں کیوں آتا ہے؟“

اسی وقت سلمان آیا۔ پارس نے چپکے سے کہا ”کل، امیرے سامنے ایک خیال خدائی کرنے والی بیٹھی ہے۔ یہ مجھے میرے دماغ میں آئے آپ دو چار فقرے ادا کر کے چلے جائیں۔“

”بیٹے! میں نے کتنے کیا ہوں کہ مرزا ہمارے ہاتھوں سے نکلے کی کوشش کر رہی ہے۔ آتا تھی کے ذریعے تم آپ بیٹے کو نقصان پہنچانے کی ضرورت کوشش کرے گی۔“

”ٹھیک ہے، میں پچوٹیں سمجھ گیا ہوں۔ مرزا اس لڑکی کے ایک ساتھی کے ساتھ گئی ہے۔ میں اسے باتوں میں ابھار رہا ہوں۔ آپ اس کے پیچھے ہمارے دو ایک جاسوس لگا دیں۔“

یہ کہنے ہی اس نے چونک کر غلام دیکھا۔ پھر آہستگی سے کلمہ ”اے لڑکی! وہ پھر میرے اندر آیا ہے۔ موی آواز میں بول رہا

ہے۔ تم بھی آجاؤ۔“
وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر دماغ میں آگئی۔ اس خیال خدائی کرنے والے انہی کو سنتا اور سمجھتا چاہتی تھی کہ وہ کون ہے؟ اس جگہ میں یہ بھول گئی کہ اس کی خیال خدائی کی صلاحیت ظاہر ہو رہی ہے۔ سلمان نے اتنی دیر میں پارس کا عارضی نام معلوم کر لیا تھا۔ اس نے کہا ”اے ۳ پر قوی راج! کیوں اس لڑکی پر مرنا ہے۔ یہی سنجوکتا نہیں بنے گی۔ تو احمق ہے مگر فلاں ہے۔ دھنوں کی ہڈیاں توڑ دتا ہے اس لیے میں تجھ سے کام لیتا چاہتا ہوں۔ اس کام کے بدلے تجھے بہت دولت مند بنا دوں گا۔ میں ایک گھنٹہ بعد آؤں گا۔ جب آؤں گا تو سانس نہ روکتا۔“

سلمان خاموش ہو گیا۔ پارس غلام میں یوں نکلا ہا بھیے دماغ میں اس کے بولنے کا انتظار کر رہا ہو۔ شی آرا بھی اس کے دماغ سے نکل کر اس کی آنکھوں کے سامنے اگلیاں نہاتے ہوئے بولی۔ ”غلام کیا تک رہا ہے۔ وہ تیرے اندر سے جا چکا ہے۔“

پارس نے پوچھا ”تم نے پوری طرح یقین کر لیا ہے کہ وہ جا چکا ہے؟“

”ہاں، جب وہ کہہ چکا ہے کہ ایک گھنٹہ بعد آئے گا تو پھر وہ جا چکا ہے۔“

”یعنی تم بھی ٹپل بیٹھی جاتی ہو؟“
وہ چپ رہی۔ توڑی دیر سے گھورتی رہی پھر بولی ”ہاں جاتی ہوں تو نے اس سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ وہ تجھ سے کیا کام لیتا چاہتا ہے؟“

”جب مجھے اس کا کوئی کام نہ پتا تھا تو میں نے یہ کیوں پوچھا؟“
”کیا تو جج جج اتنا قوتور ہے کہ ہڈیاں توڑ دتا ہے؟“

”کیا تم نے ایسے شے زور نہیں دیکھے ہیں؟“
وہ بڑے غصے سے بولی ”میرا بھائی اتنا شے زور ہے کہ جس کھائی کو پکھلایا ہے اسے تو زکری چھوڑا ہے۔“

”بھائی کا نام کیا ہے؟“

”بچے ہے۔۔۔“ وہ نام بتاتے بتاتے رک گئی پھر گھور کر بولی ”غیر دارا مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔“

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس نے پوچھا ”کیا جا رہی ہو؟“
”نہیں ابجو! داؤد سوم سے آئی ہوں۔“

وہ جانے لگی۔ سوچنے لگی ”اے نوجوان! پر قوی راج کو داؤد کزوری میں جلا کر بغیر سولت سے چہرہ خیالات نہیں پڑھ سکوں گی۔ پھر یہ کہ اس کے دماغ پر قبضہ نہ کرنا یہ بھی معلوم کرنی رہوں گی کہ اس کے اندر کون انہی آتا ہے اور اس سے کیا کام لیتا چاہتا ہے؟“

وہ کچن میں آکر وہاں کے انچارج سے بولی ”میں نے بہت دیر پہلے اپنے ساتھی کے لیے دودھ کا آڈر دیا تھا۔ یہاں کی سروس اتنی بوس کیوں ہے؟“

”سورہی مس“ میں ابھی بھیجا ہوں۔“
 وہ دواہن بکن کے باہر آئی اور انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر میں ایک دینار ایک نرے پر دودھ اور چینی وغیرہ لے کر بکن سے نکلا۔ شی نارائے اسے روک کر پوچھا ”مجھے پچانتے ہو؟“
 ”میں مس ابیہ دودھ آپ کی میز پر لے جا رہا ہوں۔“
 اس نے دینار کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ اپنے پر س میں سے ایک ننھی سی شیشی نکالی پھر اس میں سے چند قطرے دودھ کے پیالے میں نکال دیے۔ اس کے بعد شیشی کو پر س میں رکھتے ہوئے دینار کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے سر کو زار جھک کر سوچا ”ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟“
 وہ بولی ”کیا تم نشہ کرتے ہو؟“ ابھی مجھ سے بولتے بولتے کہاں گم ہو گئے تھے؟“
 ”چنانچہ دھمکے ہو۔۔۔۔۔“
 وہ بات کاٹ کر بولی ”چھا اچھا“ نشہ کرو یا جنم میں جاؤ پہلے یہ دودھ میز پر لے جاؤ۔“
 دینار آگے بڑھ گیا۔ وہ پیچھے پیچھے اطمینان سے چلتی ہوئی آئی۔ دینار دودھ اور چینی رکھ کر چلا گیا۔ وہ اپنی کرسی پر بیٹھ کر بولی ”یارے دودھ پیچھے اتھری خوراک آگئی ہے اسے لی۔“
 وہ دودھ میں چینی ملائے ہوئے بولا ”ایک کپ تم بھی پی لو۔“
 ”میرے دودھ کے دانت ٹوٹ چکے ہیں۔ میں گوشت کھاتی ہوں اور دھنوں کی بیٹیاں پیتی ہیں۔ یہ دودھ تجھے مبارک ہو۔“
 اس نے پیالہ اٹھا کر ایک گھونٹ پیا۔ وہ دوا اتنی تیز اور زوردار تھی کہ دو گھونٹ میں اسباب کو کمزور کر دیتی، لیکن یارس نے چار گھونٹ پی لے۔ شی نارائے اٹھ کھڑی اسے اسے ٹھول رہی تھی۔
 وہ پیالے کو میز پر رکھتے ہوئے بولا ”دودھ کا مزہ کچھ نیا نیا سا ہے۔“
 وہ بولی ”تمہری طبیعت تو ٹھیک ہے؟“
 ”ہاں طبیعت کو کیا ہو گا۔ دودھ پینے سے توجان بنتی ہے۔“
 ”تو پھر جاننا دو اور پیتا جا۔“
 وہ پیالہ اٹھا کر پیتے لگا۔ شی نارائے پڑھان ہو گئی۔ اس نے سوچا تھا کہ شکار دو چار گھونٹ پی کر دودھ چھوڑ دے گا، لیکن وہ پیتا جا رہا تھا۔ کسی کمزوری کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ اور وہ پورا پیالہ اس کی جان بھی لے سکتا تھا۔
 اس نے آزمائش کے طور پر اس کے دماغ میں آٹا چھلکا۔ اسے دودھ پیچے پیٹے ٹھکا لگا۔ منہ میں بھرا ہوا دودھ شی نارائے کے چہرے پر پکڑا رہی کی طرح آکر پھیل گیا۔ وہ کھاتے ہوئے بولا ”تم میری دشمن ہو۔ تم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ پیچھے وقت دماغ میں آدکی اور میں بے اختیار سانس روکوں گا تو مجھے ٹھکا لگے گا۔“
 اس نے حسین کھڑے پر دودھ کی کٹلی کی تھی۔ شی نارائے کو بہت

خبر آتا تھا، لیکن وہ سائی کے آٹھلے سے چوصاف کرتے ہوئے سوچ رہی تھی ”واقعی میری عقلی ہے۔ جب یہ پیالہ منہ سے نکالیں تب مجھے اس کے اندر جانا چاہیے تھا، لیکن یہ کتنی حیرانی کی بات ہے۔ کئی بار کی زوردار آزمودہ وہ اس پر اثر نہیں کر رہی ہے۔ یہ بالکل نارمل ہے۔“
 وہ پیالہ خالی کر کے کھڑا ہو گیا۔ شی نارائے پوچھا ”کیا ہوا؟ کیا تمہری طبیعت خراب ہو رہی ہے؟“
 وہ حیرانی سے بولا ”میری کچھ میں نہیں آتا۔ تم میری طبیعت کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟ میں بالکل ٹھیک ہوں۔“
 وہ پڑھان ہو کر اسے دیکھتے ہوئے بولی ”ہاں ٹھیک ہے، تجھے ٹھیک سی رہنا چاہیے۔ مگر کھرا کیوں ہے؟ کہاں جا رہا ہے؟“
 ”دودھ دینے جا رہا ہوں۔“
 ”دودھ دینے؟“ اس نے حیرانی سے پوچھا۔
 ”میرا مطلب ہے فائلت جا رہا ہوں۔“
 وہ چلا گیا۔ وہ اسے دیکھتی رہی جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی ”میں نے دنیا کو گم لی۔ مگر ایسا سر تھامنے والا آدمی پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔ آخر میں کیسے معلوم کروں کہ یہ آخر کیا بلا ہے؟“
 اس نے اوپر دیکھا جدھر وہ کھڑا تھا۔ پھر سوچنے لگی ”یہ احمق ہے، مگر کام کا آدمی ہے۔ تب ہی کوئی اس کے دماغ میں آگرا سے دولت کا لاغ دے رہا ہے۔ یہ میرے بھائی جیسا قد اور ہڈیاں ہے اس میں کچھ اور بھی غیر معمولی خوبیاں ہیں۔ یہ بھی غیر معمولی اور ناقابل یقین بات ہے کہ میری دوا اس پر بڑے اثر رہی۔“
 اوپر مسلمان نے پارس کے پاس آکر کہا ”مرتا ہمارے ہاتھ سے تقریباً نکل چکا ہے۔ وہ چالیس منٹ سانس روکتی ہے لیکن ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میں کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوششیں کر چکا ہوں۔ تمہارے پیانے کہا ہے کسی بھی اجنبی سے دور رہو۔ یہ لڑکی جو رستوران میں ہے اسی کا کوئی سامی مرتا کو کسی طرح تقویت پہنچا رہا ہے۔ اس لڑکی سے دور رہ کر اس کی مگرانی کرو۔ دیکھو یہ کہاں جاتی ہے۔ ہمیں یقین ہے یہ جہاں جائے گی وہاں ہمیں مرتا نظر آئے گی۔“
 پارس رستوران کے پچھلے دروازے سے نکل کر دور کھڑی ہوئی اپنی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں سے رستوران کا دروازہ کھاتی دیتا تھا۔ شی نارائے اندر بیٹھی ہو رہی تھی۔ پھر اس نے ایک دینار کو بلا کر کہا ”میرا سامی تھی بیوی دیر سے فائلت گیا ہوا ہے۔ ذرا جا کر دیکھو اور اسے بلاؤ۔“
 دینار وہاں سے گیا۔ وہ دینار کے دماغ میں رہ کر خود ہی فائلت میں پہنچی۔ اسے کہیں پر تھوڑی راج نظر نہیں آیا۔ اس نے دینار کو رستوران کے دوسرے حصوں میں گھما پھرا کر اسے تلاش کیا مگر تلاش ناکام رہی۔ وہ کافی اور دودھ کا بل ادرا کے باہر آگئی پھر فٹ

پاؤں پر پہنچ کر جیسی کا انتظار کرنے لگی۔ اس نے ایک بار دور کھڑی ہوئی پارس کی کار کو بھی دیکھا۔ کار کے شیشے ڈارک تھے۔ اس لیے اسٹریٹک سیٹ پر بیٹھا ہوا پارس نظر نہیں آیا۔
 پھر وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جانے لگی۔ بھائی سرنائے کہ بجلی جی کہ شاپنگ کر کے جلدی آئے گی، لیکن شاپنگ بھی نہ کر سکی۔
 تھوڑی رات نے اسے الجھا دیا تھا۔ وہ اسے شرمیں ضرور تلاش کرتی لیکن وقت نہیں تھا۔ وہ ان پورٹ کے اس حصے میں پہنچ گئی جہاں سے چارڑھ ہمارے پرواز کرتے تھے۔
 بے پے سرنائے اسے دیکھتے ہی پوچھا ”بھائی کی جان! تو کہاں رہ گئی تھی اور تھوڑی دیر نہ آئی تو میری آتما تیری تلاش میں نکل پڑتی۔“
 ”بھائی سرنائے آج میں نے ایک عجیب و غریب فوجوان سے ملاقات کی ہے۔ وہ اچانک ہی کہیں چلا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی نے اسے اغوا کیا ہو۔ کوئی ٹیلی فنی جانتے والا اس سے کوئی کام لیتا چاہتا تھا۔“
 ”تو کس پکڑوں میں پڑ گئی تھی؟ کیا اس ٹیلی فنی جانتے والے نے تیرے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا ہو گا؟“
 ”نہیں، میں نے اس جوان کے دماغ میں گھس کر باتیں سنی تھیں۔ وہ انجینی ٹری جیتی جانتے والا مجھے ایک عام سی لڑکی سمجھ رہا تھا۔“
 ”چلو ٹھیک ہے۔ پرواز کا وقت ہو چکا ہے۔“
 وہ ہمارے کی طرف جانے لگے۔ شی نارائے پوچھا ”مرتتا کہاں ہے؟ آخریت ہے؟“
 ”ہمارے میں اب تک خبریت سے ہے۔ وہ بتا رہی تھی کہ وہ بیوی دیر تک آتما ٹھکی کے ذریعے فراہ اور پارس کو دیکھتی رہی ہے لیکن خود خوفزدہ ہے۔ آخر تک سانس روکتی رہے گی۔ دشمن کسی وقت بھی اس کے اندر زلزلے پیدا کر سکتے ہیں۔“
 ”اسے بچائے رکھنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم تیری عمل کے ذریعے اس کا برین واش کر کے فراد کے تیری عمل کو مٹا دیں۔“
 بے پے سرنائے ایک آفیسر کے پاس آکر دوا لگی کے کاغذات پر دو خط لکے پھر بن کے ساتھ ہمارے میں آیا۔ وہاں مرتتا بیٹھی ہوئی تھی۔ سرنائے اس سے بن کا تعارف کرایا مرتتا اسے دیکھ کر چونک گئی۔ پھر بے پے سرنائے بولی ”تمہاری یہ بن ابھی میرے دشمن کے ساتھ کی۔“
 سرنائے پوچھا ”یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟“
 ”جی کہہ رہی ہوں۔ میری آتما پہلے فراہ کے پاس گئی تھی۔ پھر پارس کے پاس گئی۔ وہ ایک رستوران میں تمہاری بن کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔“
 بھائی نے پوچھا ”کیا تم رستوران میں تھیں؟“
 ”ہاں مگر وہ پارس نہیں پر تھوڑی راج تھا۔“

مرتتا نے کہا ”یہ تم یقین سے نہیں کہہ سکتیں۔ میں یقین سے کہتی ہوں کیونکہ اسے ابھی طرح پچاتی ہوں۔“
 ”کیا یہ بھی یقین ہے کہ تو نے مجھے پارس کے ساتھ دیکھا ہے؟“
 ”ہاں وہ تم ہی تھیں۔ تم نے اس کے دودھ میں دوا ملائی تھی اور اس نے وہ سارا دودھ پی لیا تھا۔“
 شی نارائے کہ پاس بیٹھ کر بولی ”پھر تو تو درست کہہ رہی ہے۔ وہ گاؤں میں اتنی دیر سے اسے احمق سمجھ رہی تھی اور وہ مجھے احمق بنا رہا تھا۔“
 پھر وہ بھائی کا ہاتھ تھام کر بولی ”میری جو ٹش دیتا ہے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اس قدر مکار اور غیر معمولی ملاحظہ رکھنے والا دشمن ہے۔ بھائی سرنائے میں مکاروں کی مکر مسلمان نہیں بخوں گی، ہاں دھرم نہیں چھوڑوں گی۔“
 ”میری باری بن! میری آنکھوں کا تارا! موت تجھے نہیں ان باپ بیٹے کو آئے گی۔“
 مرتتا نے کہا ”وہ باپ بیٹے مجھے بھی مسلمان بنانا چاہتے تھے لیکن میں عیسائیت پر قائم رہی۔ کیا پارس ہمیں مسلمان بننے پر مجبور کر رہا ہے؟“
 شی نارائے کہا ”پارس سے میری باقاعدہ جان بچان نہیں ہے۔ یہ تو میں نے جو ٹش دیا ہے معلوم کیا ہے کہ وہ میری زندگی میں آئے گا تو میں اپنے دھرم سے ہٹ جاؤں گی۔“
 سرنائے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی تھی۔ ہمارے دن دے پر دوڑنا ہوا فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ جب اس کی پرواز ہوا ہو گئی تو سرنائے کہا ”مگر میری بن کتنی ہے پارس رستوران سے کہیں چلا گیا تھا۔ تیری آتما نے اسے کہیں جاتے دیکھا ہو گا۔“
 ”ہاں وہ رستوران کے پچھلے دروازے سے نکل کر شاہراہ پر آیا تھا۔ وہاں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پارس اس کی اسٹریٹک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میری آتما اس کا پچھا کرنے کے لیے کار کے اندر جانا چاہتی تھی مگر نہ جاسکی۔“
 سرنائے پوچھا ”کیوں نہ جاسکی؟ آتما کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی۔ تجھے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔“
 ”ہینگ ہمارے گرد و پھیرا ملا۔ نے ہمیں یہی بتایا تھا لیکن سرفد کے ایک اسپتال میں میری آتما کے سامنے رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی۔ وہاں بار بار آبرین کے بعد زہر علاج تھی۔ ہم کی ٹیلی فنی جانتے والے اسے اپنی معمول بنانا چاہتے تھے۔ لیکن اچانک اس پیار لڑکی نے سانس روک کر ہم سب کو دماغ سے نکال دیا۔“
 مرتتا نے ایک ذرا توقف سے کہا ”جب مجھے اس کے دماغ سے لکھنا پڑا تو میں آتما ٹھکی کے ذریعے اس کے کمرے میں گئی۔ وہاں بار بار کے سرنائے ایک حسین دینار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے سے نور برس رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی جبکہ آتما کو کوئی

دیکھ نہیں سکتا۔

شی تارائے پوجا ہو گیا وہ بھی کسی کی آتما تھی؟

”ہاں ایسی ہی کوئی چیز تھی۔ اٹلی کی اشار سے مجھے کمرے سے باہر جانے کو کہہ رہی تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ اس کے اس انداز میں کیسا رعب اور دبدبہ تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے کوئی پراسرار قوت دکھا دے رہی ہے۔ میں آپ ہی آپ اس کمرے کے باہر چلی گئی۔“

سرنے کا ۳۳ کا مطلب ہے ہماری آتماؤں کے سامنے بھی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔“

”ہاں میں یہی بتانے جا رہی تھی کہ میں پارس کی کار کے اندر نہ جا سکتی۔ وہی وہ بیڑہ جو بارہا کے سہانے نظر آتی تھی، پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی اور مجھے گھور کر اشارے سے دور رہنے کا حکم دے رہی تھی۔ اس بار بھی میں بے اختیار دوڑ پھری گئی۔ پھر اس طیارے میں اپنے جسم کے اندر واپس آ گئی۔“

شی تارائے پریشان ہو کر کہا ”بھائی سرنے! یہ پارس تو ہماری توقع سے زیادہ خطرناک اور ناقابل شکست ہے۔ کوئی آتما اس کی باڈی کا ڈھ ہے۔ اب کچھ میں آتا ہے کہ اعلیٰ کمزوری کی دوا لے اس پر اثر کیوں نہیں کیا۔ اس آتما نے دو اکو بے اثر بنایا ہوگا۔“

سرنے کا ”نہیں نہیں! یہ بچکانہ بات ہے۔ آتما ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتی۔ وہ نہ سن سکتی ہے نہ اپنی آواز سن سکتی ہے اور نہ ہی دنیا کی کسی چیز کو چھو سکتی ہے۔ پھر وہ دو اکو کیسے بے اثر بنائے گی۔“

”پھر اس پر اثر کیوں نہیں ہوا؟“

مرنے کا ”میں بتاتی ہوں۔ وہ زہریلا ہے۔ اس پر کسی سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔“

شی تارائے سہم کر پوچھا ”کیا واقعی وہ زہریلا ہے؟“

”ہاں جس پر زہر اثر نہ کرتا ہو اس پر تمہاری دوا کیا اثر کرے گی۔“

وہ بولی ”بھائی سرنے! تو جانتا ہے میں نے بڑے بڑے شہ زوروں کو مٹی چٹائی ہے، لیکن یہ تو انسان نہیں ناگ ہے۔ مجھے اس سے ہزاروں میل دور لے جا۔“

”تارائے! میری جان ہے۔ تجھ پر ذرا بھی آج نہیں آئے گی۔ یہی تو آزمائش کا وقت ہے کہ تو کتنی دلیر ہو سیا اور غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ کیڑوں کوڑوں کو مارا تو کیا مارا۔ دلیری اور چالاکی تو یہ ہے کہ سانپ کو اس کے چپن سے پکڑ کر اس کا سارا زہر نکالو اور اسے ایک بے ضرر پکھوے کی طرح ربک ربک کر مرنے کے لیے چھوڑ دو۔“

”میں دراصل اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ وہ بھوہیا ہے آئندہ بھی سامنا ہو گا تو کیسے بچاؤں گی؟“

مرنے کا ”میں تمہیں بتاتی ہوں کہ کیسے بچاؤں گی اس کی سب سے بڑی بچان یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سانپ کی طرح کھلی رہتی ہے۔ وہ کلک نہیں جھپکے۔ کبھی کبھی جھپک بھی لیتا ہے۔“

”وہ مائی گاڈ! اب مجھے یاد آتا ہے۔ واقعی اس کی آنکھیں عجیب تھیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ اس میں کوئی غیر معمولی بات ہے مگر یہ بات اس وقت کچھ میں نہیں آتی تھی۔“

”اس کی دوسری بچان یہ ہے کہ کوئی بھی معرود اس پر اثر نہیں کرتی ہے۔ چونکہ زہریلا ہے اس لیے کئی بول شراب اسے چلا دو نہ نہیں ہوگا۔“

پے پے سرنے کا ”مرنے! تو نے اس کی یہ دو بڑی نشانیوں تاکر ہمارے لیے سوئیں پیدا کر دی ہیں۔ وہ کینت میرے لیے بہت بڑا چیلنج بن گیا ہے۔“

شی تارائے کا ”تیرے لیے وہ خواہ کتنا ہی چیلنج بن جائے لیکن جو قتل و قح کے مطابق وہ میرے ہاتھوں سے مارا جائے گا اور بھائی سرنے! پارس کی تین ٹیموں آئندہ میں سے کل ایک ٹیموں دن ہوگا۔ کل تیرا تاریخ ہے۔ میں اس کے آس پاس رہوں گی تو اس کی موت بن جاؤں گی۔“

وہ بولا ”اس لیے ہم سرفردہ جارہے ہیں۔ ہم کوئی ذریعہ اختیار کر کے اسے سرفردہ کر دیتے ہیں یا پھر تاشقند جاسکتے ہیں۔“

مرنے کا پوچھا ”کیا تمہارا علم نجوم کتا ہے کہ جس میں پارس کے آس پاس رہنا چاہیے؟“

”ہاں میں دور رہوں گی تو تین تیرہ اور تیس تاریخیں اس کے لیے ٹیموں نہیں رہیں گی۔“

”لیکن اس کی ایک خطرناک صلاحیت ہے جو ہم سب کے لیے تشویش ناک ہے۔“

”کیا اس کی اور بھی کوئی خطرناک صلاحیت ہے؟“

”ہاں وہ ایک بار جس کے ساتھ تھوڑا وقت گزار لیتا ہے اس کے بدن کی سبک یاد رکھ لیتا ہے۔ پھر ہزاروں سوپ میں رہو وہ بدن کی سبک سے پہچان لیتا ہے۔“

”بے شک تم اس کے ساتھ خاصا وقت گزار کر آئی ہو۔“

”اے بھگوان! یہ تو پکا شیطان ہے۔ جو قتل و قح کتنی ہے کہ اس کے قریب رہوں گی تو تین تیرہ اور تیس کی تاریخیں اس کے لیے عذاب جان بن جائیں گی۔ اور اس کی شیطانی خصلت دھمکی دے رہی ہے کہ کسی بھی ٹیم میں رہوں گی تو قریب آتے ہی وہ مجھے پہچان لے گا۔“

سرنے کا ”واقعی قدر کی بیزا پھیری بہت مشکل سے کچھ میں آتی ہے۔ اب یہ بات کچھ میں آ رہی ہے کہ وہ تین ٹیموں تاریخیں صرف اس کے لیے ہی نہیں تیرے لیے بھی جان کا عذاب رہیں گی۔“

پھر اپنے باپ سرنے مارج کو یاد کرتے ہوئے بولا ”باپ نے

اپنی زندگی میں بیش گولی کی تھی کہ ہمارے راستے فرادے بالکل مختلف ہیں۔ میں ان سے دور رہنا چاہیے ان کا دشمنی منہی پڑے گی اور دوسری سے دھرم بھوت جائے گا۔“

شی تارائے کا ”پاپے صاف طور سے نہیں بتایا تھا کہ کس طرح دھرم پر بات آئے گی۔ یہی دیکھنا ہے بتایا ہے۔ بھائی سرنے! فرادہ کی عمری میں دلدل ہی دلدل ہے۔ ہمیں بہت ذہانت سے بڑی جھجکی سے اور نہایت سکون سے بیٹھ کر ایسے طریقہ کار اور حکمت عملی کا تعین کرنا ہو گا جس پر عمل کرنے کے دوران کامیابی ہو یا ناکامی ہر صورت میں ہمیں ہمسائی اور دفاعی نقصان نہ پہنچے۔ ہماری صلاحیت کی حفاظت پہلے ہونی چاہیے۔“

”میری سرنے! دشمنوں کو ہٹوا دینے سے وہ خواہش پر چھا جاتے ہیں۔ اگر ان کی کمزوریوں کو نقصان میں رکھیں تو کامیابی کا تعین بھی ہوتا ہے اور حوصلہ بھی بڑھتا ہے۔ یہی آتما ہفتی کے ذریعے فرادہ پارس پہلی تیور اور سونیا ٹانی و فیو کی مصروفیات ہم سے چھپی نہیں رہتی ہیں۔ ان کے بہت سے اہم راز بھی ہمیں معلوم ہو چکے ہیں۔ ان سے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی ہماری پوزیشن بہت مضبوط ہو چکی ہے۔“

وہ سرفردہ پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے دوا کے زرفشان کے کنارے ایک بڑا سا کچ کرانے پر حاصل کیا۔ شی تارائے خیال خونی کے ذریعے کہا ”بھائی سرنے! پہلے اس مرنا کا برین واش کرنا چاہیے۔ ورنہ دشمن اس کے دماغ میں آکر ہماری یہ بائبل گاہ معلوم کر لیں گے۔“

وہ دونوں مرنے کے ساتھ ایک کمرے میں آئے۔ پے پے سرنے نے کہا ”مرنے! یہاں ستر لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا برین واش کر دوں گا۔“

وہ ستر بیٹھ گیا۔ سرنے کا ”فہرما! لینے سے پہلے اعصاب کمزوری کی دوا پی لے۔ ابھی تارائے کر آ رہی ہے۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”جب میں برین واشنگ کے لیے راضی ہوں تو مجھے کمزور کیوں کرنا چاہتے ہو؟“

”تو کمزور رہے گی تو ہمارے عمل کے دوران کسی طرح کا اعتراض مزاحمت نہیں کرے گی۔“

”یعنی کوئی ایسا عمل کرنا چاہے جو جس پر مجھے اعتراض ہو سکتا ہے۔ مجھے بحث کے لیے ابھارنا چاہتے ہو؟“

”مضمحل بحث میں وقت ضائع نہ کر۔“

شی تارائے کا اس میں شہرت لے آئی۔ مرنا بہتر سے اٹھ کر بولی ”نہیں! یہ میں نہیں ہوں گی۔“

پے پے سرنے نے ایک لمبا چوڑا رسید کیا۔ وہ ایسا فلاوی ہاتھ تھا کہ ہلکے سے طے پڑ کر آگیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھا سا چمکیا۔ وہ بہتر پر گر پڑی۔ سرنے اس پر جگ کر صرف دو انگلیوں سے اس کے جیزوں کو دبا دیا۔ ایسی سخت انگلیاں تھیں کہ منہ

کھل گیا۔ شی تارائے کھلے ہوئے منہ میں شہرت اڑنے لگے۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی غصہ لپی رہی تھی کیونکہ منہ بند نہیں کر سکتی تھی اور سانس لینے کے لیے اس دوا کو قلع سے نیچے اتارنا پڑا تھا۔ پھر دونوں ہنسنے لگے اسے چھوڑ دیا۔ فلاوی طے پنے کی تکلیف ابھی کم نہیں ہوئی تھی کہ کمزوری غالب آئے گی۔ وہ غصہ سے کرا رہے ہوئے بولی۔

”آتما میں ایک دلدل سے نکلے کے لیے دوسری دلدل میں دھن رہی ہوں۔ اود گاڈ! مجھے دشمنوں سے کب نجات ملے گی؟ کیسے نجات ملے گی؟“

نجات کے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ شی تارائے اس کے اندر پہنچ کر اسے گری خند سلا دیا پھر نوبی عمل کے ذریعے سب سے پہلے میرے نوبی عمل کے اثرات کو ختم کیا پھر اسے اپنی اور اپنے بھائی سرنے کی معمول اور ابھار دیا۔ اس کے بعد اسے نوبی خند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

جب وہ خند سے بیدار ہوئی تو ان ہنسنے بھائی کی پوری طرح گھوم اور ابھار میں چلی تھی۔ شی تارائے کا ”مرنے! تو نے فرادہ کی دفاعی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے خاندان کے تمام افراد کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ معلومات مجھے بھی حاصل ہو چکی ہیں۔ اب یہ تاکر تو قتل تیور کو کس طرح ٹپ کر سکتی ہے۔“

مرنے کا ”سونیا ٹانی ہی علی تیور کے ساتھ مل ایب میں ہے۔ ایک کو چھاننے سے دونوں ہی چپس جائیں گے۔ میں وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں جا سکتی ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ آؤ گی؟“

وہ مرنے کے اندر آکر اس کے ذریعے ایک اعلیٰ حاکم کے پاس پہنچی۔ یہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ کارمن ہی دراصل علی ہے۔ لیکن سونیا ٹانی کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ شاید آتما ہفتی کے ذریعے کچھ معلوم ہو سکا تھا۔ شی تارائے اور مرنے نے ایک سیاسی رسالے میں اسرائیل کے ایک حاکم کی تصویر دیکھی۔ مرنے نے آتما ہفتی کے طریقے پر عمل کیا۔ پھر اس کی آتما اس اسرائیلی حاکم کے پاس پہنچی۔ اس طرح شی تارائے اس حاکم کے دماغ میں آ گئی تھی۔ اس نے حاکم کو علی کی بائبل گاہ کی سببت جاننے پر مجبور کیا۔

مرنے اس حاکم کی کارمن علی کی بائبل گاہ تک پہنچی۔ اس کے ذریعے سیکورٹی افسر کو دیکھا اور شی تارائے اس سیکورٹی افسر کی آواز اس حاکم کے ذریعے سنیں۔ پھر اس افسر کو کسی کام کے بارے میں علی کے پاس لے گئی۔ یوں مرنے نے کارمن کا مینی علی کا موجودہ چھوڑ دیا۔

یہ بیان کر چکا ہوں کہ مرنے نے علی کو اسرائیلی حکام اور گولڈن برنز کے سامنے کتنے جھنجھڑوں سے بے نقاب کرنے کی کوشش کی تھی اور کام رہی تھی۔ علی اس ملک سے باہر جا چکا تھا اور علی سے پہلے ٹانی وہاں سے جا چکی تھی۔ اگر مرنا اور پے پے سرنے ٹانی کے

صورت آشنا ہوتے تو آتما حقیقی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ جاتے۔ دیسے امید تھی کہ جلد ہی کسی کو آلا کارینا کا ثانی عرف سلوانہ پیرادام تک پہنچ جائیں گی۔

مرتا نے پے پے سرتا سے کہا "میں نے اپنی زندگی میں سب سے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ فرہاد کو تھیر کیا تھا اور میری سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ مجھے تھیر کیا تھا اسی کی معمول اور تابعدار بن کر رہتی آئی تھی۔"

سرتا نے کہا "ہمیت بڑی کامیابی کے بعد ناکامی برداشت نہیں ہوتی۔"

وہ بولی "میں دشمنوں کو اپنے دماغ سے بھگانے کے لیے تمہاری تکنیکیں سیکھتی ہوں۔ مجھے کتیرے کاکھ تو فائدہ پہنچا ہے۔"

"کیا یہ فائدہ ہے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی تمہارے اندر نہیں آسکیں گے۔ تم ان کے مظالم سے محفوظ رہو گی؟ ان کے احکامات کی پابندی نہیں کرو گی۔"

"میں نے تمہاری تابعداری صرف اپنی حفاظت کے لیے نہیں کی ہے۔ میں فرہاد کو غلام بنانا چاہتی ہوں۔ میں نے اس ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کے لیے تمہارے پاس بنادلی ہے۔"

"تم اس سلسلے میں جو کرنا چاہو گی، تمہاری طرف سے پابندی نہیں ہوگی۔ ہمارا مجبور تعاون رہے گا، لیکن فرہاد اور اس کی فیملی کے سامنے میرا اور میری بہن کا نام نہ آئے۔ یہ سبھی نہ معلوم ہو کہ درپردہ ہم دشمنی کر رہے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "وہ دونوں سے دشمنی پڑا ہوا ہے۔ اس کے ٹیلی جیسی جاننے والے ساتھی اس کے دماغ میں جو ہیں سمجھنے پہرا نہیں دیتے ہوں گے۔ کبھی وہ دماغی طور پر تیار نہ ہوگا ایسے وقت تم کامیاب ہو سکتی ہو۔"

مرتتا نے میرا دھیان کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی "اس کینت کی دماغی توانائی بحال ہو گئی ہے" اب وہ کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"نایوس کیوں ہوتی ہو۔ اس پر غالب آنے کا پھر کوئی راستہ نکل آئے گا۔ اسے یہ تو تباد کہ تم کا کام ہوئی ہو تو وہ بھی تمہارے دماغ میں آئے میں ناکام رہے گا۔"

وہ پھر میرے پاس آئی۔ میں نے پوچھا "کون ہے؟ کوڈروڈ بتاؤ؟"

"میں تمہیں دماغی توانائی کی بحالی پر مبارکباد دینے آئی ہوں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مج سے پہلے نجات حاصل کروں گا اور ہر حال میں خیال خوانی کے ذریعے سوینا کو اذان سنائے جاؤں گا۔"

"میں مانتی ہوں" تم نے جو کہا تھا، وہی پیش آیا۔ تم میرے

جی کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ بالکل خما ہوا گیا تھا۔ اگر کسی دوسرے ملک میں ہوتا تو ختمی سے نہ گھبرا لیکن ازبکستان میں ٹیلی جیسی جاننے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ ابھی اسے لبرڈا کی موت کی خبر نہیں ملی تھی۔ فذا سیلا خطو پراسر سے تھا۔ دوسرا مجھ سے اور پارس و دھیو سے اور تیسرا مرتتا سے تھا۔ اس فہرست میں شی تارا کا اضافہ ہو گیا تھا۔ جس سے وہ ابھی سے خبر تھا۔ دانشمندی یہ ہوتی کہ وہ یہ ملک چھوڑ کر چلا جائے یا کم از کم سرحد سے نکل جائے لیکن برا ہو سکتی خانہ خراب کا جو اسے خراب کر رہا تھا۔ وہ بار بار کا دیوانہ تھا۔ اس کے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس لیے زندگی کو داؤ پر لگا کر دشمنوں کے شرمیں چھپتا پھر رہا تھا۔ کسی ایک جگہ مستقل رہائش نہیں رکھتا تھا۔ جگہ بدلتا رہتا تھا۔ اپنے قریب آنے والوں کو پریشان ہو کر دیکھتا تھا کہ کوئی دشمن کسی جیس میں نہ آ رہا ہو۔

وہ اسپتال جا کر بار بار کو ایک نظر دیکھتا چاہتا تھا۔ آپریشن کے بعد وہ جب تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہی وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس جانا نہ پھر ایک دن اچانک سی تجزائی طور پر بار بار کو توانائی حاصل ہوئی اور اس نے سانس روک کر دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ اپنے عاشق کو بھی دماغ سے نکال دیا تب سے اس نے کئی بار اسے قتل کیا "پلیز بار بار! افسر شوک دو مجھے اپنے دماغ میں آئے ہو کر۔"

لیکن وہ سانس روک لیتی تھی۔ اسے اس بات کا فائدہ تھا کہ اس کا آپریشن کیوں کر لایا گیا۔ وہ ٹوٹی بنا نہیں جاتی تھی اور جی ایک حوصلے سے اس کے پیچھے بڑا ہوا تھا کہ قدرت نے اسے لڑکیوں جیسا حسن دیا ہے لیکن اُدھر کار رکھا ہے نہ اُدھر کا تو اسے اُدھر کار ہو جانا چاہیے۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا اور وہ اسے دھتکار دیتی تھی۔

جی نے جب دیکھا کہ وہ راضی نہیں ہو رہی ہے تو اس نے ایک دن اسے دھوکے سے اصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا پھر اسے غریبی عمل کے ذریعے اپنی معمول بنالیا۔ معمول بننے کے بعد اسے یاد نہیں رہا کہ جی نے اس پر عمل کیا ہے۔ چنانچہ کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش ہو گئی تھی کہ اسے آپریشن کرانا چاہیے۔ لڑی بنا چاہیے اور جی سے شادی کرنا چاہیے۔

اس طرح وہ ایک کامیاب آپریشن کے مرحلے سے گزر گئی۔ ڈاکٹر انڈری کی رپورٹ تھی کہ وہ عمل لڑی بن چکی ہے۔ جی کی بد قسمتی تھی کہ بار بار کے ساتھ کوئی مجبور ہو گیا اس کی دماغی توانائی بحال ہوئی اور دماغ سے جی کا کیا ہوا غریبی عمل مٹ گیا اسے معلوم ہو گیا کہ جی نے دھوکے سے اسے معمول اور تابعدار بنالیا تھا اور اس کے مزاج کے خلاف آپریشن بھی کر چکا تھا۔

اب وہ مگر کا تھا نہ کھات نہ کھات۔ بار بار پاس آئے نہیں دیتی تھی اور وہ دور جانا نہیں چاہتا تھا۔ جیس بدل کر اسپتال کے چکر

لگا تھا۔ اسپتال کے اندر جا کر مشق کو دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ دشمنوں کا اندیشہ تھا۔ کوئی بھی کس سے ٹپک کر اسے دھج سکتا تھا اور وہ دماغی طور پر کسی کا ظالم نہیں بننا چاہتا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ مجبور سے وصال کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس کے نام ایک محبت بھرا خط لکھا۔ اپنی غلطیوں کی معافی مانگی اور اپنے اطراف پھیلے ہوئے خطرات کا ذکر کیا۔ اسے سمجھایا کہ وہ خطرات کو نظر انداز کر کے اسے ایک نظر دیکھنے آتا ہے۔ اسپتال میں داخل ہو گا تو بھٹ جائے گا۔ اس لیے اسپتال کی سخت چترلی عمارت کو دیکھ کر چلا جاتا ہے۔ روزی ہوتا ہے اور جب تک اس کا دیر نہیں ہوگا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

جی نے یہ خط لکھ کر ایک خاتون کے دماغ پر قبضہ بحال کیا اور اس کے ذریعے یہ محبت نامہ بار بار تک پہنچایا۔ اس نے خط میں لکھ دیا تھا کہ ٹھیک پندرہ منٹ بعد یعنی چار بجے اس کے دماغ میں آئے گا اس امید پر کہ وہ سانس نہیں روکے گی۔

وہ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد کھڑی ہوئی۔ وہ خاموش رہی۔ اس نے کہا "میں تمہاری اس مہربانی اور محبت کو نہیں بھولوں گا۔"

"محبت نہیں" صرف مہربانی کو۔ میں تمہاری دیر کے لیے مہربان ہوں پھر سانس روک لوں گی۔ جو کہتا ہے جلدی کہہ کر دفع ہو جائے۔"

"ایسی سختی دکھا کر میرا دل نہ توڑو۔ میری غلطی کی بڑی سے بڑی سزا دو مگر اپنے سے دور نہ کرو۔"

"سب سے بڑی سزا تو سزا موت ہوتی ہے۔"

"میں مہربانوں کا تو تم سے محبت کرنے کے لیے زندگی کمال سے لاؤں گا؟"

"مگر مجھ سے بچ چکے محبت کرتے ہو تو تمام عمر میرے تابعدار رہ کر محبت کرو۔"

"میں تو پہلے ہی تابعدار تھا اسلئے بھی رہوں گا۔"

"مگر پھر کوئی دوا لکھا کر دماغی کمزوری میں مبتلا ہو جائے۔ میں تمہارے دماغ میں اگر غریبی عمل کروں گی اور تمہیں پکا تابعدار بنالوں گی۔"

"پلیز بار بار! ایسا نہ کو۔ میں نے تمہاری محبت سے مجبور ہو کر ایک غلطی کی۔ تم اس غلطی کو مجھ پر نہ دہراؤ۔"

"میں اسی شرط پر محبت کروں گی کہ چنانچہ کے ذریعے تم میرے تابعدار بن جاؤ۔ یہ ایسی سزا ہے جسے پانے کے بعد میری محبت بھی پاسکو گے۔"

"میری جان! میری محبت اور دیوانگی کو سمجھو۔ مجھ دیوانے کو اتنی بڑا سزا نہ دو۔"

"اب میں سانس روک رہی ہوں۔ رات کے دس بجے تمہارے دماغ میں آؤں گی۔ مجھے غریبی عمل کرنے دو گے تو دوستی آگے بڑھے گی۔ ورنہ کبھی میرے پاس نہیں آسکو گے۔ رات دس

مجھے تک سوچنے کا بہت وقت ہے، جاؤ اور فیصلہ کرتے رہو۔“
اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ باقی طور پر حاضر ہو گیا۔
سر پہلے کہ سوچنے کا کیا کرے؟ کیا ایک نو آموز لڑکی کا غلام بن جائے؟

کچھ روز پہلے مرنا نے ایک آواز کا رے ذریعے جبری سے رابطہ کیا تھا وہ بھی یہی کہہ رہی تھی کہ وہ دشمنوں اور خاص کر فرہاد سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو خونی عمل کے ذریعے اس کا تابعدار بن جائے۔

اگر وہ لیڈو یا سپراٹر کے پاس جاتا تو وہ بھی اسے اپنا غلام بناتے۔ میرے متعلق بھی اس کا یہی خیال تھا۔ دشمنوں سے بھری اس دنیا میں ایک بارہا اس کی دوست تھی اب وہ بھی اسے غلام بنانا چاہتی تھی۔

وہ اسپتال کے سامنے ایک دکان کی دیوار سے ٹک لگائے کھڑا تھا اسے کہیں جانا نہیں تھا۔ کہیں بھی جانا تو مجبور کے لیے ہی سوچتا۔ اسی لیے اس کے اسپتال کے سامنے کھڑا دواؤں کو یوں تک رہا تھا جیسے آوارہ گویہ نظر آ رہی ہو۔

ایک گھنٹے بعد شام کے سائے گہرے ہونے لگے وہ اسی طرح چکر بابت بنا کھڑا رہا اور سوچتا رہا۔ ایسے وقت مرنا آئی۔ جبری نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی خوش ہو کر پوچھا: ”کون بارہا! یہ تم ہو؟ تم میرے پاس آئی ہو؟“

مرنا نے فوراً ہی بارہا کا جواب دیا کہ ”ہاں میں ہوں۔“
وہ یوں ”میرا دل کتا ہے تم نے مجھے معاف کر دیا ہے۔“

”ہاں معاف کر دیا ہے۔ آگے بولو۔“
”میں تمہاری ایک جھلک دیکھنے کو ترس گیا ہوں۔ ایک بار تمہارے سامنے آکر دل چیر کر دکھانا چاہتا ہوں کہ تمہارا کیا دیوانہ ہوں۔“

”میں بھی تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس اسپتال سے گھبراہلی ہوں تم انتظار کرو میں باہر آ رہی ہوں۔“
”کیا ڈاکٹر جیسے آنے دے گا؟“

”میں اجازت لے کر نہیں، خیال خدائی کے ذریعے ڈاکٹروں اور نرسوں کو دھوکا دے کر آؤں گی۔“

وہ خوش ہو کر بولا ”اوہ میری جان بارہا! تم میرے لیے بہتر سے اٹھ کر آ رہی ہو۔ میں خوشی سے ہانگ ہو جاؤں گا۔“
”تم انتظار کرو۔ میں کمرے سے نکل رہی ہوں۔“

وہ اسپتال کی طرف نظریں جمائے آنے والی کا انتظار کرنے لگا۔ مرنا نے سنا کہ دماغ میں آکر کہا ”وہ پیراڈاؤز تک اسٹال کی دیوار سے ٹک لگائے کھڑا ہے۔“

وہ بہن بھائی اسپتال کے آس پاس آنے جانے والوں کو تاڑ رہے تھے۔ جس پر شبہ ہوتا تھا اس سے کسی ہمارے ہاتھیں کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جاتے تھے پھر پائوس ہو جاتے تھے انہیں جبری

نہیں مل رہا تھا۔ جب مرنا نے نشانہ دہی کی تو اس نے چونک کر جب اسٹال کی سمت دیکھتے ہوئے شی آرا سے کہا ”مرنا کہہ رہی ہے۔ وہ جو وہاں دیوار سے ٹک لگائے کھڑا ہے وہی جبری ہے۔“

شی آرا نے کہا ”میں اسے جبری دیر سے دیکھ رہی ہوں وہ بت بنا کھڑا ہوا ہے۔ میں سوچ رہی رہی تھی کہ اس کے اندر پہنچا جائے۔“
”تو وہاں جا کر کتابیں اور رسالے دیکھنے کے بجائے اس پر نظر رکھ میں گاڑی لے کر آ رہا ہوں۔“

وہ چلی گئی۔ سنا تیزی سے چلتا ہوا پارکنگ ایریا میں گیا پھر وہاں سے گاڑی ڈرائیو کرنا ہو ایک اسٹال کے سامنے آکر گر کر پڑا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں ایک انجنیئر کی منہ شیشی اور سرنگ کی ہوئی تھی۔ اس نے سرخ میں دو بھری۔ پھر اسے لے کر گاڑی سے باہر آیا۔ انجینئر سے چلتا ہوا جبری کے سامنے پہنچا تو اس نے کرا کر دیکھا۔ سنا نے کہا ”تو کسی مجرم کی طرح خوفزدہ ہے اور میں تجھے خوف سے نجات دلانے آیا ہوں۔“

یہ کہتے ہی اس نے گردن دھج لی۔ جبری کو اپنی گردن پر وہ اتنی گرفت یوں لگی جیسے وہ چپا ہو اور شیر کے پنجے میں آ گیا ہو۔ سنا نے گردن کے پاس ہی سوئی پوسٹ کر دی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ ڈھیلا پڑ گیا۔ سنا اسے سارا دے کر وہاں سے چلا آ ہوا گاڑی کے پاس لایا۔ راہ گیر سوائے ٹھکڑوں سے دیکھ رہے تھے۔ شی آرا نے کہا ”یہ میرا ایک عزیز ہے اس پر بھی کسی دہ دہ پڑنا ہے۔“
ایک شخص نے کہا ”سامنے اسپتال ہے، اسے لے چلو۔“

وہ بولی ”نہیں، ہم اسے فلیڈ ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں۔“
وہ جبری کے ساتھ کچھ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سنا نے گاڑی اشارت کی پھر ڈرائیو کرنے لگا۔ شی آرا نے جبری کے دماغ میں آکر کہا ”میں تیرے پاس پہنچی ہوں اور دماغ کے اندر بھی ہوں۔ سنا ہے تو ٹیلی ویشن جیسے جاننے والے دشمنوں سے بہت ڈرتا ہے۔“

وہ کمزوری کے باعث کمری سانس لینے ہوئے بولا ”میں تمہارے قبضے میں ہوں۔ اب نجات ممکن نہیں ہے۔ مجھ پر ایک مہربانی کرو۔ تھوڑی دیر کے لیے واپس اسپتال کے سامنے چلو۔ میری بارہا مجھ سے ملنے کے لیے آنے والی ہے۔ مجھے وہاں نہیں دیکھنے کی توجہ دے گا۔“

مرنا نے بارہا کے لیے جسے کہا ”کیا تو مجھے پہچان رہا ہے؟“
وہ خوش ہو کر بولا ”میری جان! میری بارہا! اچھا ہوا تم انہیں دیکھو میں تمہارے پیار کی دیوانگی میں دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا ہوں۔“

”گھڑے! میں مرنا ہوں۔ تمہاری بارہا کے لیے جسے میں بول رہی ہوں۔ اس سے پہلے بھی اسپتال کے سامنے بارہا نے تجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ وہ تو اپنے بیڑ پر بیڑی ہے۔“ اسے باہر کی خبر نہیں ہے۔“
جبری نے فکرت خوردگی سے ایک آہ بھرتے ہوئے آنکھیں

بند کر لیں۔ شی آرا نے کہا ”مرنا! تو نے ایک اچھی حکمت عملی سے جبری کو پہچانا ہے۔ ہماری ٹیم میں خیال خدائی کرنے والوں کی تعداد دیکھ رہی ہے کیا تو بارہا کو بھی منہ پر کھینچ سکتی ہے؟“
وہ بولی ”بہتر پڑی ہوئی مریض کو شکار کرنا نہایت آسان ہوتا ہے، لیکن مجھے میں نہیں آتا کہ بارہا کے ساتھ کیا معجزہ ہو گیا ہے اسے تو آہستہ کے بعد کم از کم ایک ماہ تک گزار رہا تھا لیکن اس نے ایک ہی دن میں توانائی حاصل کر لی۔ اب وہ کبھی نہیں اندر آئے نہیں دیتی ہے۔“

”تو اتنا گھٹتی کے ذریعے جاسکتی ہے۔“
”میں بہت پہلے ایک پلنگہ تھی۔ تمہیں اور سنا کو بتا چکی ہوں کہ ایک حسین و شریفہ میرا راتہ روکتی ہے۔“
”مجھے بات ہے، ابھی جاری ہوں۔“

وہ کالج کے ایک کمرے میں بیٹھ ہوئی تھی۔ اس نے پہلے سوچا تھا کہ پارس کے پاس جا کر معطوم کرے گی کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ پھر اس نے سوچا ”وہ ضرور ہمارے پیچھے سرحد کی طرف آ رہا ہوگا۔ یہاں پہنچنے میں وقت لگے گا اس لیے پہلے جبری کی خبر لینا چاہیے۔ اب وہ جبری کو شی آرا کے حوالے کر چکی تھی۔ شاید بارہا کے تعلق سے بھی ایسی ہی کامیابی خدہ رہن جاتی۔ لہذا اس نے اتنا فکری کا طریقہ استعمال کیا پھر اسپتال کے اندر بارہا کے کمرے میں پہنچ گئی۔“

پھر وہ خوب صورت دیوار تھی، دی پیلے دن کی طرح منظر تھا بارہا بہتر پہنچ ہوئی تھی اور وہ حسین و شریفہ اس کے سرہانے کھڑی ہوئی تھی۔ مرنا کی آتما کو گھور کر دیکھ رہی تھی اور ہاتھ کے اشارے سے اسے باہر جانے کا حکم دے رہی تھی۔

اس کی آتما کمرے سے نکل گئی۔ اپنے جسم میں واپس آگئی۔ وہ بہتر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشانی سے سوچنے لگی۔ آخر وہ کون ہے؟ کسی پُر اسرار وقت ہے کہ اس کا حکم سمجھتی ہی میری آتما ہماک آتی ہے؟



یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے، جب میری عارضی موت کے دوران رسوئی کو سپراسٹر نے اغوا کر لیا تھا۔ اس وقت کے سپراسٹر نے اس کا برین وائش کر لیا تھا۔ میرے دونوں بیٹوں اور میری پوری فیملی کے خلاف اسے دشمن بنانے کی کوشش کی تھی، لیکن میرا ایک بیٹا جان پر کھیل کر اپنی ماں کو سپراسٹر کی قید سے چھڑا لیا تھا۔ تب سے رسوئی بلا صاحب کے ادارے میں گوشہ نشین ہو گئی تھی۔ گوشہ نشینی کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک تو وہ ذاتی طور پر ٹوٹ پھوٹ تھی تھی۔ ہمیں اچھی طرح پہچانتی نہیں تھی۔ ہم باہر کی سی ہو گئی تھی۔ اسے ادارے کے اسپتال میں کئی ماہ تک زیر علاج رکھا گیا۔ جب وہ داخل ہو گئی تو جناب علی احمد اللہ حمزوی نے کہا ”بھئی!

صرف جسم اور دماغ صحت مند رہے تو انسان پوری طرح صحت مند نہیں کھاتا۔ اصل چیز ایمان کی صحت مندی ہے۔ اپنے خیالات کو جس قدر پاکیزہ رکھو گی ایمان اسی قدر مستحکم ہوگا۔“

وہ سر جھکا کر بولی ”تھکن حالات نے مجھے بڑے زخم پہنچائے ہیں۔ میں تھک گئی ہوں، تنہائی، خاموشی اور سکون چاہتی ہوں۔“

”تم جو چاہتی ہو، بے تکان بولتی جاؤ۔“
”مجھے زندگی سے بہت محبت تھی۔ میں مرنا نہیں چاہتی تھی اب زندگی سے بے زار ہوں، مرنا چاہتی ہوں۔ کیا ایسی زندگی ممکن ہے کہ دنیا والوں سے میرا کوئی تعلق نہ رہے۔ اپنیوں سے کوئی رابطہ نہ ہو اور میں غلط خدا کی خدمت کرتے کرتے میرا دل اور مرتے دم یہ یقین ہو کہ خدا مجھ سے خوش ہے؟“

”بے شک، اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے ایسی زندگی گزارنی جاتی ہے کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو کہ میں دنیا والوں سے دور اس حجرے میں اللہ اللہ کرتا ہوں۔ دنیا کے زیادہ سے زیادہ علوم میں بیٹھ کر حاصل کرتا ہوں۔ بتاؤں کی تبادرواری اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے باہر نکلتا ہوں۔ پھر اس گوشے میں چلا آتا ہوں۔“

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا ”جو بوندے دنیا سے مال و دولت اور انعام و اکرام نہیں چاہتے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور روحانیت کا اعلیٰ درجہ حاصل کرتے ہیں۔“

”مجھے مال و دولت، انعام و اکرام اور تعریف و توصیف نہیں چاہیے۔ میں تنہائی کے لیے ایسا ہی ایک گوشہ چاہتی ہوں۔“
”گوشہ تو کہیں بھی مل جائے گا، لیکن عبادت مستقل مزاجی سے کرنا اور ریاضت کے سخت مراحل سے گزرنے کا بہت دشوار ہوتا ہے۔“

”اگر آپ میری راہنمائی فرمائیں گے تو دشواریاں آسان ہوتی رہیں گی۔“

اس دن سے وہ جناب علی احمد اللہ حمزوی کے حجرے میں دن رات حاضری دینے لگی۔ ان سے دین و ایمان کا درس لینے لگی۔ وہ صبح منہ اندھیرے بیدار ہوتی تھی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز پڑھتی تھی پھر دوڑ لگاتی تھی۔ کھلی فضا میں ورزش کرتی تھی۔ صبح ایک کھٹا اور شام کو ایک کھٹا پوکا کی مشقیں کرتی تھی۔ ایک ہوتی ہے ”ظاہری تربیت جو دماغ کو روشن کرتی ہے اور ایک ہوتی ہے باطنی تربیت جو انسان کو اندر سے صاف کرتا اور پاکیزہ بناتی رہتی ہے۔ وہ دونوں طرح کی تربیتیں حاصل کر رہی تھی۔

بہت عرصہ پہلے سونائے بابا فرید واسطی کے حجرے میں دن رات رہ کر ایسی ہی تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ حالات نے رسوئی کو بھی ایسی ہی خوش نصیبی عطا کی تھی۔ وہ بھی حمزوی صاحب کے سامنے میں روحانیت کے مدارج سے گزر رہی تھی۔ وہ فرماتے تھے ”مدح کا کوئی جہانی خاکہ نہیں ہوتا، اس کی آنکھیں

اور کان نہیں ہوتے۔“ لیکن آتما ہستی کا بیان کسے والے کہتے ہیں
 رسوئی سے لگا کر آتما ہستی کے بارے میں کہہ سکتی ہے۔
 ”ہننا! جب قدرت کے کسی عہد کو ایمان کی انتہائی گمراہی
 سے سمجھتے ہیں تو تمام الفاظ میں کہتے ہیں کہ ہماری مدح اس عہد کو
 دیکھ رہی ہے یا پاری ہے۔ ہندو دھرم میں اور دوسرے مذاہب میں
 کہتے ہیں کہ مدح جسم سے نکل کر ستر کرتی ہے اور اپنے مطلوبہ
 مقامات تک جا کر واپس جسم میں آتی ہے اور اس دوران ساری دنیا
 کو دیکھتی اور سمجھتی ہے۔“
 ”اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟“
 ”مدح ایک ہی بار جسم سے جدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد جسم
 کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ پھر اس جسم میں مدح واپس نہیں
 آتی۔ اگر آسکتی تو آتما ہستی حاصل کسے والے بھی نہ مرتے اور
 قیامت تک باقی رہتے جبکہ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی
 ہے۔“

انسانی عقل ایک حد تک دین اور دنیا کو سمجھتی ہے۔ جب
 آٹھ دیکھتی ہے تو عقل حلیم کرتی ہے۔ لیکن مومن کی آٹھ نہ دیکھے
 تب بھی وہ ذرے ذرے میں مہیوہ ہستی کو حاضر و ناظر آتا ہے۔ یہ
 محض عقیدہ نہیں ہے۔ عقیدہ تو کسی بھی شیطانی موڈ پر کمزور پرسکنا
 ہے۔ لیکن وہ علم جو عقل کی حد سے نکل کر روحانیت کے دائرہ کار
 میں پہنچتا ہے اور عالم کو آگاہی دیتا ہے وہ آخری سانس تک کمزور
 نہیں پڑتا۔

سال دو سال چار سال گزرتے جا رہے تھے۔ وہ روحانیت کے
 علوم اور آگاہی کے مدارج سے گزرتی جا رہی تھی اور سمجھتی جا رہی
 تھی کہ جناب علی امجد اللہ تہریزی جیسے عالم اور دین دار بزرگ کیسے
 کیسے حیرت انگیز کشف و کمال کے مالک ہوتے ہیں۔ ہماری دنیا میں
 خدا کے ایسے برگزیدہ بندے موجود ہیں جو آٹھوں کی بصیرت سے کم
 اور مدح کی بشارت سے زیادہ دیکھتے ہیں۔ کسی ایک مقام پر پہنچ کر
 دنیا کے آخری سرے تک کسی مطلوبہ قصص کی خبر لے آتے ہیں۔
 جناب تہریزی صاحب نے جب یہ دیکھا کہ رسوئی کی عبادت اور
 مباحث میں کمال ہو رہی ہے تب انہوں نے روحانی طریقہ کار کے
 بعض معاملات میں اسے رازدار بنایا۔ وہ تجربے میں پیٹھے پیٹھے
 رسوئی کو ساتھ لے کر روحانیت میں ڈوبتے تھے اور اسے علم
 بصیرت دیتے تھے۔ دیکھو جینی! تمہارا بیٹا علی وہاں۔ تمہاری ہونے
 والی بوٹائی کے ساتھ جیت میں ہے اور بدترین ساقیہا ڈوک کو
 اس کے حیرت ناک انجام تک پہنچانے کے لیے طلسم کدے میں
 داخل ہو رہا ہے۔

پہلے علی پر ذرا بھی مصیبت آتی تھی تو رسوئی کی مٹا رہے جاتی
 تھی۔ جناب تہریزی صاحب نے ابتدائی مراحل میں رشتوں کی
 محبت کا خاتمہ کیا تھا اور سمجھا تھا۔ محبت صرف خون کے اور زبان

کے رشتوں کے لیے نہ ہو۔ پوری خلق خدا کے لیے ہو، اور محبت
 کسی کے لیے بھی ہو اس میں جذبات کی شدت نہ ہو۔ شدت جب
 بھی ہو تو اپنے مہیوہ ہستی کے لیے ہو۔
 یہی وجہ تھی کہ اس نے بیٹے کو خطرات سے کھیلے دیکھا لیکن
 اس کے لیے پریشان نہیں ہوئی۔ خدا پر اس قدر اعتماد ہو کہ بچائے
 والا صرف وہی ہے اور اسے والا بھی صرف وہی ہے تو ایمان کی
 اس پختگی کے بعد میں کی پیشانی پر اولاد کے لیے شکن نہیں پڑتی۔
 جناب تہریزی صاحب فرماتے تھے، ہم ساری دنیا کو قوت
 روحانی سے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ یہ بھی آگاہی ملتی ہے کہ آئندہ کیا
 ہونے والا ہے لیکن ہماری زبان خاموش رہتی ہے۔ یہ ہم نہیں
 ہے کہ ہم کسی بندے کو پیش آئے۔ کسی مصیبت سے آگاہ کریں
 کیونکہ وہ بندہ اپنے عمل کے برعکس ملے مطابق اس مصیبت کی
 طرف جا رہا ہوتا ہے۔“
 ”لیکن حضور! آپ نے بہت سے بندوں کو مصیبتوں سے بچایا
 بھی ہے۔“

”جیک! ایسے بندوں کو بچایا ہے جس سے آئندہ اچھائی کی توقع
 ہے۔ تم بھی کیا کوئی۔“ سر قد میں بار بار اور چری دو ٹیلی ویشن
 جانے والے بندے ہیں۔ بار بار آپریشن کے نتیجے میں مکمل لڑکی
 نہیں بننا چاہتی تھی۔ تہریزی نے اسے دھوکا دے کر لڑکی بنادیا۔ میں
 نے اس معاملے میں مداخلت نہیں کی۔“
 ”آپ نے مداخلت کیوں نہیں کی؟“

”یہی قدرت کا فضا تھا۔ قدرت کے کسی کام میں مداخلت
 نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی آگاہی اب ہمیں بھی مل کرے گی، اور
 کسی کو آنے والی مصیبتوں سے نجات دلانے کا جذبہ خود تمہارے
 اندر پیدا ہوگا۔ اسی لیے تمہارے اندر سے دنیاوی جذبات ختم کیے
 گئے ہیں تاکہ آئندہ تمہارے اندر روحانی جذبے کی تحریک پیدا ہوئی
 نہ ہے۔“

پھر انہوں نے فرمایا ”بارہا کے کمزور دماغ میں دوستوں اور
 دشمنوں کی آمدورفت شروع ہونے والی ہے۔ تہریزی بھی جلد ہی
 دشمنوں کی گرفت میں آئے والا ہے۔ تم بارہا کی حفاظت کو کی؟
 لیکن تہریزی کو نظر انداز کر دو کیونکہ بارہا کے مقدور میں راستی اور
 نیکی لکھی گئی ہے تہریزی کے مقدور میں خواری ہے۔“

جناب تہریزی صاحب نے اس کا نام آئندہ فرما رکھا۔ وہ ایک
 طویل عرصے تک گوشہ نشین رہنے کے بعد پہلی بار میدان عمل میں
 یوں آئی کہ اس کی آمد کا علم مجھے اور میرے بیٹوں کو بھی نہ ہو سکا۔
 پہلی بار مرنے آتما ہستی کے ذریعے اسے بارہا کے سرانے
 دیکھا۔ وہ آئندہ فرما کی مدح نہیں تھی کیونکہ جب وقت وہ بارہا کے
 سرانے دیکھی گئی انہی حالت میں وہ تہریزی صاحب کے تجربے کے
 اندر زندہ جسم کے ساتھ موجود تھی۔

بارہا کے سرانے نور کا وہ خاکہ تھا جسے آئندہ فرما نے

روحانیت کی قوت سے ہزاروں میل دور قائم کیا تھا اور مرنے کے
 دماغ میں یہ خیال پیدا کیا تھا کہ بارہا کے سرانے ایک حسین و شیزہ
 ہے۔
 مرنے کو بھی دو شیزہ اس لاری پھیلی بیٹ پر نظر آئی تھی جس کی
 اینٹریک بیٹ پر پاس بیٹھا ہوا تھا۔ تہریزی بار جب مرنے کے جزی
 کو سرا اور شی تارا کے ہتھ میں پھنسا تو بارہا کو بھی نہ سچ کرنے
 سکی۔ اس بار بھی اس نے بارہا کے سرانے اسی دو شیزہ کو دیکھا۔ وہ
 دو شیزہ پہلے کی طرح اسے بارہا کے کمرے سے باہر جانے کا حکم دے
 رہی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ آئندہ فرما کو ایسی روحانی قوت حاصل ہو گئی
 تھی کہ اس کے سامنے ملنے جیتھ کا کلمہ محض دنیاوی نہ کیا تھا۔ وہ
 روحانی قوت سے سانس روکنے والوں کے دماغ میں بھی پہنچ جاتی
 تھی اور انہیں احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس نے مرنے کے دماغ میں
 بھی یہ بات عقل کو دی تھی کہ اس کی آتما ہستی کو ایک نورانی دو شیزہ
 نظر آئے گی وہ اشاد میں ہو بھی حکم دے گی مرنے اس پر فوراً عمل
 کرے گی۔ یہ باتیں اس کی نادانگی میں عقل ہوتی ہی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ اسے بارہا اور پاس کے پاس وہ دو شیزہ نظر
 آتی تھی اور دو شیزہ کا اشاد دیتے ہی اس کی آتما ہماگ گئی تھی آئندہ
 نے مرنے کے ذریعے پے سے سرا اور شی تارا کو بھی دیکھا تھا اور ان
 دونوں کی صلاحیتوں اور قوتوں سے آگاہی حاصل کی تھی۔

مرنے بارہا کے کمرے سے ناکام ہو کر جسمانی اور دماغی طور پر
 اپنی جگہ حاضر ہوئی تو آئندہ اس کے دماغ میں آگئی۔ مرنے خیال خوانی
 کے ذریعے سرانے کے پاس جا کر کہہ رہی تھی ”شاید ہم بارہا کو ٹپ
 نہیں کر سکیں گے۔“

اس نے پوچھا ”کیا پھر وہی رکاوٹ ہے؟“
 ”ہاں! پتا نہیں وہ کسی مدح یا قوت ہے۔ وہ مجھے واپس جانے
 کا اشارہ کرتی ہے اور میں فوراً ہماگ آتی ہوں۔“

”کیوں کن ای غیر معمولی قوت ہے جو تجھے ہماگنے پر مجبور
 کر دیتی ہے؟“

”میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ تم آتما ہستی کے ذریعے جا کر دیکھ
 لو۔“

سرا اور شی تار نے شر کے ایک دور افتادہ ویران سے
 علاقے میں ایک اور مکان کے رانے پر حاصل کیا تھا۔ وہ تہریزی کو ٹپ
 کر کے وہاں لے آئے تھے۔ شی تارا ایک کمرے میں اس پر غریبی
 عمل کر رہی تھی۔ سرا دوسرے کمرے میں تھا۔ وہ ستر لٹ کر
 مرنے سے بولا ”میں اپنی آتما کو اسپتال کے کمرہ نمبر دو سو دو میں
 پہنچا رہا ہوں۔ تو مجھ سے ایک منٹ بعد رابا کر۔“

مرنے پہلی گئی۔ وہ آٹھیں بند کر کے آتما ہستی کے طریقہ کار پر
 عمل کرنے اور ایک مخصوص منظر کا باج کرنے لگا۔ چند سیکنڈ کے
 بعد ہی پتا چلا کہ وہ سانس روک کر آتما کو باہر لانا چاہتا ہے مگر

نہیں سکا۔ سانس روکنے ہی اندر بے چینی سی پیدا ہوئی ہے۔ صرف
 اتنی ہی نہیں وہ غریبی اٹنے سیدھے پڑھ رہا ہے۔
 وہ آٹھیں کھول کر ہمت کو کھینچے گا۔ سوچنے گا ”یہ کیا ہو رہا
 ہے؟ کیا میں منظر اور طریقہ کار بھول گیا ہوں؟ کیا میری یادداشت
 کمزور ہو گئی ہے؟“

ایک منٹ بعد مرنے نے ٹپ کر پوچھا ”بارہا کے پاس گئے تھے؟“
 ”جیسے جا آتا میری آتما باقی نہیں آ رہی ہے۔“
 ”کیا کہہ رہے ہو؟“

”جیک کہہ رہا ہوں۔ کبھی منظر بھول جاتا ہوں، کبھی سانس روکتا
 ہوں تو گھبراہٹ اور بے چینی ہی ہوتی ہے۔“

”کیا تمہارے دماغ میں کوئی عقل پیدا کر رہا ہے۔“
 ”کیا کیوں کرتی ہے۔ اب میں ذرا دیکھنے تک سانس روک
 لیتا ہوں۔ میرا دماغ فواد ہے۔ یہاں کوئی عقل پیدا کرنے لگی تھی
 کے ذریعے نہیں آسکا۔ میرے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں بن
 سکتی۔“

”جب میری آتما کے سامنے وہ رکاوٹ بن جاتی ہے تو پھر
 تمہارے سامنے رکاوٹ کیوں نہیں بن سکتی۔ ہو سکتا ہے وہ ابھی
 تمہارے پاس موجود ہو اور تمہاری آتما کو جسم سے باہر آنے سے
 روک رہی ہو۔“

وہ آٹھ کر بیٹھ گیا چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا ”یہاں کوئی
 نہیں ہے۔ اگر وہ نظر نہیں آتی ہے تو پھر ہماری جیسی آتما ہے۔“
 ”ہمیں یہ عہد معلوم کرنا چاہیے کہ آخر وہ کیا ہے؟ یہ رکاوٹ
 دور نہ ہوئی تو ہم دوسرے معاملات میں بھی پھپھوتے رہیں گے۔“
 ”میں اپنی بن کے لیے فکر مند ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ کل جو
 نخوس آئندہ ہے وہ صرف پاس کے لیے نخوس ہو، وہ میری شی
 تارا کے ہاتھوں مارا جائے۔“

”اور اس کا سیالیاں کے لیے لازمی ہے کہ اس رکاوٹ بننے والی
 ہستی کا سراغ لگایا جائے۔ دیے ایک بات ہے ابھی تم بارہا کے
 پاس جانے کی کو خوش کر رہے تھے تو اس ایک منٹ میں میری آتما
 پاس کے پاس گئی تھی۔ وہاں مجھے روکنے والی وہ دو شیزہ نظر نہیں
 آئی۔ میں نے دیکھا پاس کا میں ستر کر رہا ہے۔ یعنی وہ اسی شرکی
 طرف آ رہا ہے۔“

”ایکڑی موت آتی ہے تو وہ شرکی طرف آتا ہے۔ کل تھو
 نارنگ کو شی تارا کا سیالیاں نہ ہوئی تو میں پاس کو بے موت باروں
 گا۔“

وہ ایسا کہتے وقت بھول رہا تھا کہ تین تہہ اور تین تہیں تاریخیں
 صرف پاس کے لیے نہیں تھیں شی تارا کے لیے بھی نخوس تھیں۔
 کوئی ضروری نہیں کہ نخوس دوسم سے کوئی ایک ہو۔ نخوس
 دونوں کے سر آسکتی تھی۔

میں بستر سے اٹھ گیا کیونکہ وہ کانٹوں کا بستر میں چکا تھا جب تک زخمی حالت میں وہاں لیٹا رہا، دشمن میرے دماغ میں اگر طرح طرح کی معلومات حاصل کرتے رہے۔ انہوں نے میرے اور میرے خاندان کے افراد کی تمام کرداریاں معلوم کر لیں، اور اس میں شبہ نہیں تھا کہ ان کا پلڑا ہماری ہو گیا تھا۔ وہ کسی وقت بھی ہم میں سے کسی کے خلاف کچھ بھی کر سکتے تھے۔

یعقوب ہوائی نے کہا "دوست! یہ کیا کرتے ہو؟ جسیں بستر سے اٹھنا نہیں چاہیے، خبر کا زخم اٹھایا، بھرا نہیں ہے۔" میں نے عبت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرے یار! تم نے خوب دوستی بھائی ہے۔ دن رات میرے بستر سے لگے رہے۔ میری فکر نہ کرو، آؤ ذرا آؤ تنگ ہو جائے۔"

وہ مجھے علاج کے لیے فرغانہ کے ایک اسپتال میں لے آیا تھا اور میری بڑی خدمت کی تھی۔ ہم اسپتال سے باہر آئے۔ اس نے اپنی کار کی اسٹیرنگ میٹ سیٹھالی۔ میں اس کے برابر بیٹھ کر بولا "اسپتال کی چار دیواری میں ٹھکنی سی ہو رہی تھی، میرا مشورہ ہے، تاشقند چلو۔" لیکن ڈرائیو کے دوران میں ذرا خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

وہ سمجھ گیا کہ راستے میں اسے کچھ بولنا نہیں چاہیے۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔ مجھے یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ جناب علی اسد اللہ تجزیاتی بڑی خاموشی سے دوکانی طریقہ کار کے مطابق ہمارے لیے کچھ کرتے رہے ہیں اور میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ آتم فراد (رسوئی) دعائیت کے کس درجے تک پہنچی ہوئی ہے وہ ازبکستان میں ہے۔ تجزیاتی صاحب کے ہی تجربے میں کہ مرہزادوں میں دور دور ہمارے دلوں کے لیے آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔

جو دعائیت میں کمال حاصل کر لیتے ہیں ان کے ہونٹوں پر چپ کی ٹمر لگ جاتی ہے۔ آتم کو بھی یہی تاکید کی گئی تھی کہ اپنے شہر سے اپنے بچوں سے اور دیگر احباب سے کوئی رابطہ نہ کرے اور نہ ہی کسی ذریعے سے اپنی مصروفیات ظاہر کرے۔ بس چپ چاپ نیکیاں کرتی رہے۔

میں دج بھی کہ مجھے اور میرے بچوں کو آتم کی طرف سے حاصل ہونے والے کسی تعاون کا علم نہیں تھا۔ اس کے تعاون سے ہمیں اتنی ہی فائدہ پہنچ رہا تھا جتنا کسی غائبانہ ادا سے پہنچتا ہے۔ آتم ابھی صرف بار بار اور پارس کی گھرائی کر رہی تھی اور انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش میں مصروف تھی جبکہ دشمن علی اور ثانی کے خلاف بھی اقدامات کے منصوبے بنا رہے تھے اور وہ مسلمان، سلطانہ اور علی کے خلاف بھی حملاً آرائی کر سکتے تھے۔

مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مرنا ہے پے سرنا اور دشمنی تمارے دل چکی ہے ابھی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ ان کی دوست ہے یا نابعدار؟ بہر حال میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تاشقند پہنچ کر سرحد کے

لے عزم سڑکوں کا کیونکہ وہ تینوں دشمن وہیں تھے۔ فی الحال میں نے کافی کی خبر لی۔ اس کے پاس پہنچنے کی گورڈز ادا کیے "دی نیڈر انزنگ سن سونیا ثانی (ڈیا ابغرا) ہوا آفتاب سونیا ثانی! میں ہوں تمہارا بابا!"

وہ خوش ہو کر بولی "بابا! آپ کو پھر سے خیال خوانی کرتے دیکھ کر خوش ہو رہی ہے؟ زخم کیسا ہے؟"

"خاصا بھرا گیا ہے" میں سانس روکنے کے معاملے میں بھی نارمل ہوں۔ "تمہیں یہ اندازہ ہو چکا ہوگا کہ دشمنوں نے میرے چور خیالات کے ذریعے تمہاری اصلیت معلوم کر لی ہوگی۔"

"ہاں بابا! اس بات کا انفاہیں ہے کہ دشمن مجھے سونیا ثانی کی حیثیت سے پہچان گئے ہیں۔ اب یہ سپرائزنگ اور یہاں کے اعلیٰ حکام کو میری اصلیت بتائے اور انہیں مجھ سے بدظن کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔"

"یعنی ابھی کوشش شروع نہیں کی ہے۔"

"میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے وہ حکومت اور فوج کے اہم افراد کو خاموشی سے میرے خلاف ورغلا رہے ہوں اور ملٹری انٹیلیجنس والے بڑی رازداری سے یہی گھرائی کر رہے ہوں۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔ اب تو میں مرنا کے خیالات بھی نہیں پڑھ سکتا۔ وہ میری گرفت سے نکل کر پے پے سرنا اور دشمنی تارائی پناہ میں چلی گئی ہے۔"

"یہ پے پے سرنا اور دشمنی تار میرے لیے نام ہیں۔"

"میرے لیے بھی سننے ہیں ان کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن مرنا نے ان کے پاس پناہ لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ دونوں زبردست ہیں اور آئندہ ہمارے مقابلے میں اسے تحفظ دینے رہیں گے۔"

"اس سے ظاہر ہوتا ہے بابا کہ ان دونوں نے مرنا کا بہن واں کیا ہے یعنی وہ دونوں ٹیلی بیسی اور چٹانم جانتے ہیں۔"

"ٹینگ ان میں غیر معمولی ملاجعتیں ہوں گی۔"

وہ بولی "بابا! میرے کرے میں ایسے انتظامات ہیں کہ میں جب چاہوں سپرائز سے اعلیٰ حکام سے اور اعلیٰ فوجی افسران سے رابطہ کر سکتی ہوں۔ ابھی میرے کمپیوٹر کا ایک نسخہ سامنے بلب اسپارک کر رہا ہے۔ آپ ذرا خاموش رہیں گے۔"

وہ کمپیوٹر آہٹ کرنے لگی۔ دوسری طرف سے سپرائزات مطالبہ کر رہا تھا۔ کمپیوٹر اسکرین پر لکھا ہوا تھا "ہیلو سپرائز! میں سپرائز تم سے مخاطب ہوں۔ ان لحاظ میں تمہارے بچے کو نیچوں نے چاندوں طرف سے گھیر لیا ہے۔ تشویش کی بات نہیں ہے، ہم صرف اپنا شبہ دور کرنا چاہتے ہیں۔"

ثانی نے کمپیوٹر خیر کے ذریعے پوچھا "مجھ پر شبہ کی وجہ کیا ہے؟"

تجزیاتی جواب نظر آیا "میک با معلوم ہستی ہمارے حکام اور فوجی افسران کو بار بار کہہ رہی ہے کہ تم ہماری سلوان سپرائز میں ہو بلکہ مسلمان واسطی کی بیٹی اور بابا فرید واسطی مرحوم کی نوای سونیا ثانی ہو۔"

ثانی نے جواب دیا "مجھے ہنسی آ رہی ہے لیکن آپ کمپیوٹر کے ذریعے میری ہنسی سن سکیں گے۔ آپ متعلقہ افسران سے کہہ دیں کہ میرے بچے کا دروازہ کھلا ہے، وہ یہاں آکر ہر طرح اپنی تسلی کر لیں۔"

"سپرائز نے کہا "میں اور لیوڈا! جسیں بیٹی کہتے رہے ہیں۔ بے چارہ لیوڈا نہیں رہا۔ مجھے شبہ ہے کہ مرنا تمہارے خلاف سازش کر رہی ہے، جس میں بھی قسم کے ہیں کردار بنا جاتی ہے۔"

"آپ مرنا کو اپنی چال چلے دیں۔ اسے میرے سلسلے میں ٹانگی ہوگی۔"

"مرنا نے اسرائیل میں ایک بڑا کامد انجام دیا ہے اس نے فریاد کے بیٹے علی تیمور کو وہاں بے نقاب کیا ہے۔ وہ وہاں کارمن ہیرالڈ کے نام سے کولڈن برین بنا ہوا تھا۔"

"میں سمجھ گئی۔ ہمارے امریکی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران یہ سوچ رہے ہیں کہ جب مرنا نے وہاں علی کو بے نقاب کیا ہے تو مجھے بھی ٹانگی کئے میں کسی حد تک درست ہوگی۔"

"ہاں بیٹی! انہیں اپنی تسلی کر لیتے دو۔"

"مجھے انکار نہیں ہے لیکن آپ غور کریں جو افسران مجھے چیک کرنے آ رہے ہیں، وہ کس حد تک قابل اعتماد ہو سکتے ہیں۔ کیا مرنا ان میں سے کسی کے اندر چھپی نہیں ہوگی۔"

"تمہارے پاس جو افسران آئیں گے وہ یوگا کے ماہر ہوں گے۔"

"انگل لیوڈا کی بیٹی جو راجوری بھی یوگا جانتی تھی کسی کو داغ میں آئے نہیں دیتی تھی۔ پھر مرنا نے کس طرح اس کے ذریعے اس کے باپ کو قتل کیا؟"

"درست کہی ہو۔ ہم یوگا جاننے والے افسران پر بھی بھروسا نہیں کر سکتے۔ تم ہی تاؤم پنے اکابرین کی تسلی کیے کریں؟"

"آپ اکابرین سے سوال کریں کیا جان لیوڈا کی طرح سپرائز سلوان کو بھی ایسی ہی احکام اندھی موت کے حوالے کیا جائے؟ اگر وہ ایک چاہتے ہیں تو میں اپنی موت کا خلعو مول لے کر یہاں آئے والے افسران کا سامنا کروں گی اور سامنا کرنے سے پہلے فون پر ہر افسر کی آواز سن کر ان سب کی دفاعی توانائی کا تعین کروں گی۔"

"مجھے بات ہے میں تمام اکابرین سے گفتگو کرنے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔ ابھی آرام کرنا سوا رہا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ثانی نے کمپیوٹر کو آف کرنے کے بعد مجھ سے کہا "بابا! میرے پاس جو افسران آئے والے ہیں اگر آپ ان کے

دماغوں میں مرنا کا لوجہ اختیار کر کے جائیں اور کوئی افسران سن نہ سکے تو ہمارے سامنے وہ آلا کار ظاہر ہو جائے گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا لیکن ضروری نہیں کہ وہ مرنا کے آلا کار ہوں۔ وہ بے پے سرنا اور دشمنی تار کے بھی آلا کار ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ دونوں بھی ٹیلی بیسی جانتے ہیں تو ہمیں ان دونوں کا لوجہ لوجہ معلوم نہیں ہے۔ ہم ان کے کسی آلا کار کے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"یہ لوگ ضرور مجھے چیک کریں گے اور شبہ دور ہونے تک مجھ سے مطمئن نہیں رہیں گے۔ مجھے ان افسران کے سامنے جانے کا خطرہ مول لینا پڑے گا۔"

"گھنٹی بات نہیں، خلعو مول لو۔ ہم تمام ٹیلی بیسی جاننے والے تمہارے پاس موجود رہیں گے۔ میں جا رہا ہوں جیسے ہی وہ افسران آتا چاہیں تم ہمیں بلا لیتا۔"

میں واپس آیا۔ یعقوب ہوائی آرام سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ میں نے کہا "یار! تم بھر ہو رہے ہو۔ میری موجودگی میں بھی تھا ہو۔"

"میں یہ دیکھ کر خوش ہو رہا ہوں کہ تمہاری دفاعی توانائی بحال ہو گئی ہے۔ اب کوئی دشمن تمہارے دماغ کے اندر نہیں آسکے گا۔"

"ہاں خدا کا شکر ہے کہ میں اس پیلو سے محفوظ ہوں، لیکن میں تمہاری پورتن کی بات کر رہا تھا۔ اگر سڑک کے دوران تمہاری تھائی اور پورتن دور ہو جائے تو مجھے دعا میں دو گے۔"

"میری ساری عمر کی دعائیں تمہارے لیے ہیں لیکن میری تھائی دور کرنے کے لیے مجھ سے باتیں کرتے رہو گے تو تمہارے اہم معاملات کا کیا ہوگا؟"

"بھئی تھائی میں نہیں گھنٹی عورت دور کرے گی۔"

وہ ہنسنے ہوئے بولا "میں مذاق کرتے ہو؟"

میں نے دور دیکھا اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا "آگے بس اسٹاپ پر کچھ لوگوں کے ساتھ دو خائن نظر آ رہی ہیں وہاں گاڑی روک کر کالی نہیں گے اور دیکھیں گے ان میں سے کوئی تمہیں لٹ

دیتی ہے یا نہیں؟"

اس نے بس اسٹاپ کے قریب ایک اسٹیک بار کے سامنے گاڑی روک دی پھر کہا "یار! اسیں جو تے نہ کھلو ایٹنا۔"

"دو چار جوتوں کا خلعو مول لینے سے ہی عورت ملتی ہے۔"

"جائے دو" اسی لیے میں نے آج تک شادی نہیں کی۔ جو لڑکیاں مجھے پسند کرتی تھیں وہ مجھے پسند نہیں تھیں اور جو مجھے پسند تھیں ان کے سامنے مذا بیان کرتے وقت سیٹلوں پر نظر نہ جاتی تھیں۔"

ہم کار سے اتر کر بار کے اوپن کاؤنٹر پر آئے کافی کا آرڈر دیا پھر وہاں کے ہاؤس مین کے ساتھ کچھ دیکھنے لگے۔ ایک مسٹر خانوٹ

ہمارے پاس آئی۔ اس کی عمر پچاس برس سے کم نہ ہوگی لیکن جوان لڑکیوں کی طرح جیتے ہوئے رنگوں کا لباس پہنا تھا۔ چہرے پر چہرے سے زیادہ ایک نظر آتا تھا اسے دیکھتے ہی یعقوب ہمدانی نے منہ پھیر لیا۔

شامت آئی ہے تو منہ پھیرنے سے واپس نہیں جاتی۔ وہ اس کے سامنے آکر کاغذ پر کھینچی کر ایک اداسے ناز سے بولی "بیوہ مسٹر کالجٹ!"

وہ بیوہ "سوری میرا نام کالجٹ نہیں ہے۔"
"نام کوئی ساہو، تمہاری طرح بیٹھا ہوگا۔"
"میڈم! میں فری ہونے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم مجھے میڈم کہہ رہے ہو؟ کیا میں اتنی عمر والی ہوں کہ میڈم نظر آ رہی ہوں۔ اپنی آنکھوں کا علاج کراؤ، ٹیک گلاؤ۔"
میں نے کہا "ہمدانی! بہت افسوس کی بات ہے۔ تم ایکہ میں بائیس برس کی دو تیرہ کو میڈم کہہ رہے ہو۔"

وہ خوش ہو کر میری طرف پلٹ گئی پھر بولی "تم باذن اور قدر دان ہو۔"

بوڑھی جوانی مجھ پر مہمان ہونا چاہتی تھی، میں نے فوراً ہی اسے پھر ہمدانی کی طرف مہمدا۔ اسے بولنے پر مجبور کیا "دیکھو تمہارا ساقی کتنا باذن ہے۔ کیا واقعی تمہاری نظر گم رہی ہے؟"

ہمدانی نے کافی کاگ اٹھا کر کہا "میرا ساقی سادوں کا اندھا ہے اسے ہر عورت بری بھری نظر آتی ہے۔ پلیر تم اس کی طرف گھوم جاؤ۔"

وہ غصے سے بولی "گھوم جاؤ کا کیا مطلب ہوا؟ کیا میں کسی پر بھی گنو ہو جاتی ہو۔ مسٹر ہمدانی! میں نے تمہیں مل دیا ہے تمہارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"
"مجھے تمہارے ساقی نے تمہیں مخاطب کیا تھا۔ آؤ ہم قدم سے قدم ملا کر دنیا کے آخری سرے تک چلیں۔"

"میں پیدل کیوں جاؤں جبکہ میرے پاس گاڑی ہے۔"
"ہاں میں بھول گئی تھی، میں تمہاری گاڑی میں لفٹ لینے آئی ہوں۔"

"میں عمر اور وزن کے حساب سے لفٹ دیتا ہوں۔ تمہارا وزن اگر ڈیڑھ من سے زیادہ ہو گا اور عمر پچاس برس سے کم ہوگی تو گاڑی بچکر ہو جائے گی۔"

"میرا وزن زیادہ ہے نہ عمر اور یہ کیا بات ہوئی کہ گاڑی بچکر ہو جاتی ہے۔ میں پورے بائیس برس کی ہوں۔"
"لفٹ لینا چاہتی ہو تو عمر بچ کر بڑھاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔"
"اگر بائیس کی ہو تو دوڑ لگانے سے سانس نہیں پھولے گی۔"
"میں خواہ مخواہ دوڑ کیوں لگاؤں؟"

"خواہ مخواہ نہیں، مجھے محبت سے ایک پھول پیش کرو۔ وہ سامنے گاڑوں میں پھول کھیلے ہوئے ہیں لیکن خروپک ہے کہ دوڑ کر جاؤ دوڑ کر آؤ۔"

وہ ہچکچا لے گئی۔ بائیں ہاتھ دوڑ لگانے سے بچنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے اندر دوڑنے کی تحریک پیدا کی تو وہ دوڑنے لگی۔ وہ گاڑوں ایک فرلاک کے فاصلے پر تھا۔ ہمدانی نے کہا "بھانگو یہاں سے۔"

میں نے کہا "آرام سے کالی پیو۔ وہ دوڑنا نہیں چاہتی تھی میں نے اسے دوڑایا ہے۔ وہ گاڑوں تک پہنچنے کے بعد پھول توڑنے کے قابل نہیں رہے گی۔"

ہم نے کافی قسم کی ٹیل ادا کیا پھر ہاں سے کار کی طرف آئے لیکن قریب پہنچ کر ٹھک گئے۔ اگلی سیٹ پر ایک حینہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے میں دیکھ کر پوچھا "کیا یہ تمہاری گاڑی ہے؟"

ہمدانی نے کہا "اشفاق سے ہماری ہے کیا تم اپنی کچھ کر بیٹھ گئی ہو؟"

"یہ میری بری عادت ہے۔ میں ہر جگہ کو ہر شخص کو اپنا کچھ لیتی ہوں۔ تم دونوں مجھے اپنے ہی لگ رہے ہو، آؤ بیٹھ جاؤ۔"

میں نے ہمدانی کو دیکھا، وہ بیوہ "آسان سے گرے مجبور میں اگلے ایک سے بچھا چھڑا دو دوسری آگئی۔"

میں نے کہا "آئے دو، یہ دیکھو بے حد خوب صورت اساتر ہے۔ جب میں ساتھ ہوں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کم آن۔"

وہ انشیرٹک سیٹ پر چلا گیا۔ میں جھجھلی سیٹ پر بیٹھ کر اس حینہ کے خیالات پڑھنے لگا۔ میں نے اپنی زندگی میں اس دنیا کے بڑے بڑے دماغوں کو پڑھا ہے، لیکن ایسا دماغ پہلی بار پڑھنے کو ملا۔

وہ سوچ رہی تھی "میں کوئی پاگل کی پٹی تو نہیں ہوں کہ کل کی بات آج اور صبح کی بات شام کو بھول جاؤں۔ اس دنیا میں کون نہیں بھولتا لیکن کوئی اپنے مطلب کی بات نہیں بھولتا۔ مجھے بھی اپنے مطلب کی بات یاد ہے۔ میں اپنا دل سے آزادی حاصل کرنے کے لیے بھاگی تھی۔ پھر یاد آیا کہ رقم کے بغیر نہ کھانے کا نہ کپس جانے کے لیے گاڑی ملے گی لیکن یہ گاڑی مل گئی۔"

گاڑی مل جانے پر وہ خوش ہو کر قہقہہ لگنے لگی۔ ہمدانی نے چونک کر پوچھا "کون سا لینڈ یا گیا؟"

میں نے کہا "یہ صبح سے بھوک ہے اس کے لیے سینڈویچز اور کوئی ذرک لے آؤ پھر آگے چلو۔"

وہ کار سے نکل کر اسٹینک باری کی طرف گیا۔ وہ میری طرف پلٹ کر بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ مجھے بھوک لگی ہے لیکن جب بھوک برداشت نہ ہو تو دلی یاد آ جاتی ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"
"آں؟" وہ سوچنے لگی "میرا نام کیا ہے؟ کیا نام یاد رکھنا

دوسری ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر ضروری ہوتا تو مجھے نام یاد دیتا ہے ہاں وہ لوگ مجھے کچھ کہہ کر پکارتے تھے۔ ہاں کچھ یاد آ رہا ہے۔"

"ہاں؟ سوچو کے اندر ہاتھ ڈال کر اپنی شرت پر لگے ہوئے سچ دکھاتے ہوئے بولی "یہ ہے نام، وہ لوگ مجھے سیون کہتے تھے۔"

نمبر سیون اور نمبر آؤ۔ اب نمبر سیون اور نمبر آؤ۔ اس پر بڑا سا میں نے اس کے ہاتھ سے سچ لے کر دیکھا۔ اس پر بڑا سا بات کا ہر کندہ کیا ہوا تھا اور ایک دماغی اسپتال اور پاگل خانہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "میں

چٹال میں کتنے دنوں سے ہوں۔"
اس کی سوچ نے کہا "میں کتنے دنوں سے ہوں؟ کیا دن رات کا سناپ کرنے سے عمر کم ہو جاتی ہے یا زندگی طویل ہو جاتی ہے؟ اگر

یہ کچھ نہیں ہوتا ہے تو دن میں اور سال گزرنے کا فائدہ کیا ہے؟" میں نے حیرانی سے سوچا "اس سے پہلے وہ بھولے اور یاد کرنے کے موضوع پر سوچ رہی تھی اور اب وہ دن رات کی کتنی کے خلق سوچ رہی تھی۔ ہر بار اس کے سوچنے کا انداز قفسانہ رہا۔

لوئی اس کے خیالات سے گھبرا کر اس کی پاگل یا نیم پاگل نہیں کے

ا۔ آخر یہ کیا چیز؟

میں نے دماغ کی پیچ پیچ کر اس کی جھجھلی زندگی کے حلقوں طوم کرنا چاہا تو بڑی حیرانی ہوئی۔ اس کی یادداشت کا خانہ خالی تھا

سچ سے اب تک کی بائیں یاد نہیں کہ وہ کس طرح دماغی اسپتال سے نکل کر آئی تھی اور کہاں کہاں بھٹکی رہنے کے بعد ماری گاڑی میں آکر بیٹھی ہوئی تھی۔ آج صبح سے پہلے کی کوئی بات

سے یاد نہیں رہی تھی۔

یعقوب ہمدانی اس کے لیے کھانے کا سامان لے آیا۔ وہ خوش ہو کر کھانے لگی۔ اس نے کار اشارت کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "دوست کیا تم نے اس کا نام معلوم کیا ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "میں اس کے سامنے کچھ بولنا نہیں چاہتا اس لیے تمہارے اندر ہو جوں رہا ہوں اسے سن کر بدحواس نہ ہو جانا۔"

"کیا تم مجھے بھول سمجھ کر ڈرا رہے ہو۔ اگر اسے خوف لگے گا تو کتبہ بھی میں ڈرے والا نہیں ہوں۔"

"شاباش! جو تمہارے پہلو میں بیٹھی ہوئی ہے، پاگل خانے سے بھاگ کر آئی ہے۔"

اس نے گھبرا کر پیچ مارے ہوئے گاڑی روک دی۔ ایک سو نظر

س پر ڈالی جو کھانے میں مصروف تھی۔ قہقہہ چراتے ہوئے بولی "کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا سینگ نکل آئے ہیں؟"

"نہیں۔ نہیں بس یوں ہی دیکھ رہا ہوں۔"

وہ بولی "کسی کھانے والے کا منہ نہ کھانا دیکھ رہا ہے۔"

"اگر درست کتنی ہو۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"کلی سیون۔"

"کلی سیون، خوش نصیبی کا سات نمبر ہے۔ یہ نام تو نہیں ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"
"نام تو خاصا بڑا ہے، تم مجھے ہمدانی کہہ سکتی ہو۔"
"یہ ہمدانی کیا ہوتا ہے؟"
"ہمدان ایک علاقے کا نام ہے۔ اس کے حوالے سے میں۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "جب یہ کسی جگہ کا نام ہے تو تمہارا نام کیسے ہوا؟ تم آوی ہوا علاقہ؟"

"میں بس نام نہیں ہے، دراصل میرا نام یعقوب ہے۔"

"یعقوب کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہ دراصل ایک پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔"

وہ بولی "کیا تم پاگل ہو؟ میں تمہارا نام پوچھ رہی ہوں اور تم کسی دوسرے کے والد کا نام بتا رہے ہو۔"

وہ مجھے دیکھ کر بولا "اس کی باتوں میں ہوش مندی بھی ہے اور کچھ الٹی مطلق بھی۔ مجھے تو یہ پاگل نہیں لگتی۔"

وہ بولی "تمہارے دماغ میں یہ بات کیسے آئی کہ میں پاگل لگتی ہوں؟"

ہمدانی نے گاڑی آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "تمہارا یہ سچ بتا رہا ہے کہ تم میٹل اسپتال سے آئی ہو۔"

اس نے کہا "یہ سچ بتائیں رہا ہے تو کھانا ہے۔ یہ تو بے زبان ہے۔ بتائے گا کیسے؟ تم دونوں مجھے پاگل سے لگتے ہو۔"

میں نے کہا "ہمدانی! تمہیں بائیں کرنے کے لیے ایک ہم سفر کی ضرورت تھی تو ضرورت پوری کرو۔ میں ذرا سونا چاہتا ہوں۔"

"خود را رہا تم سو نہیں سکتے۔ معلوم تو ہو یہ مصیبت کہاں تک ہمارے ساتھ رہے گی۔"

وہ بولی "اے! تم مصیبت کے کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں کہہ رہا ہوں۔ زندگی گزرتی گزرتی والی کو مصیبت کہتے ہیں۔"

وہ بولی "کیا کسی نے تمہیں دنیا میں آنے کے لیے کہا تھا؟ کبھی نہیں۔ تم تو زندگی پیدا ہو کر دنیا والوں کے گدے پڑ گئے ہو، کیا تم بھی مصیبت ہو۔"

وہ بیوہ "میں زندگی نہیں آیا ہوں۔ میری ماں چاہتی تھی، میرا باپ چاہتا تھا کہ میں اس دنیا میں آؤں۔"

"تمہارے ماں باپ نے تمہیں پیدا ہونے سے پہلے کیسے دیکھ لیا تھا اور کہ یہ کہا تھا کہ تم آؤ۔ تمہاری ماں کے پیٹ سے میں آنکتی تھی۔ یہ جو پیچھے بیٹھا ہے، یہ بھی آسکا تھا۔ کسی جان بچان کے بغیر آنے والے کو پرن بلایا مسمان کہتے ہیں۔ تم ماں باپ سے

جان بچان کا بغیر زبردستی کیوں آگئے۔
 وہ پریشان ہو کر بولا "مجھے صاف کوہ میری ماں اعلیٰ سے
 دنیا میں آگیا۔ اتنا تارے تجھے جانا کہاں ہے؟"
 "کیا تم بتاتے ہو کہ تمہیں جانا کہاں ہے؟"
 "ہم اتنا متاثر ہو رہے ہیں۔"
 "موت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ جہاں جا رہا ہے وہیں پہنچے
 گا۔ ہم سب اپنی اپنی منزل سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ جسے منزل سمجھتے ہیں
 اوپر چڑھتے ہیں۔ راستہ بدل دیتی ہے۔"
 "تم بھی فلسفوں کی طرح بولتی ہو۔ کبھی پہنچی ہوئی اللہ کی
 بندی تھی ہو۔"
 "میں اللہ کی بندی ہوں کیا تم نہیں ہو؟"
 "پلٹ کر ایسا سوال مارتی ہو کہ جواب ہو جانا ہوں۔ بھائی
 فرما دیا تم ہی س۔ سے ہار گئے ہو۔"
 اس وقت ثانی بھلا رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے
 ہوائی سے کہا "میں بہت اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ مجھے
 مخاطب نہ کرنا۔ یہ لگی سیون پوچھنے کی تو کہہ دینا میں سورا ہوں۔
 اس کے ساتھ اچھو کے تویہ اور ابھائے گی۔ بہتر ہے محبت اور
 دوستی سے پیش آتے رہو۔"

پھر میں نے باری باری سلمان، لیلیٰ اور جو جو کو ثانی کے داغ
 میں بلایا۔ ثانی نے کہا "میں پراسرار سے اطلاع دی ہے کہ فوج اور
 اٹلیہنس کے چار افسران مجھے چپک کر آ رہے ہیں۔ وہ پہلے فون
 پر مجھے سے گفتگو کریں گے۔"
 اسی وقت فون کی گھنٹی بجے لگی۔ ثانی نے ریسیور اٹھا کر کہا
 "ہیلو؟"
 دوسری طرف سے کسی نے کوڈرز ادا کیے پھر کہا "ہارام!
 میں اٹلیہنس کا ڈائریکٹر جنرل ہوں رہا ہوں۔ آپ کے بچنے کے
 احاطے میں موجود ہوں۔ ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ ملاقات کی وجہ تو
 آپ جانتی ہیں۔"
 "بلیز ایک منٹ ہولڈ کریں۔"
 پھر ثانی نے کہا "پاپا! آپ ڈائریکٹر جنرل کے داغ میں
 باتیں۔"
 میں نے اس کے پاس جانا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔
 دوسری بار مرنا کالب دلجو اختیار کیا۔ پھر کیا تب بھی اس نے یوگا
 کا مظاہرہ کیا۔ میں نے فانی کو صورت حال بتائی۔ وہ فون پر بولی "ہیلو
 میں مطمئن ہوں۔ آپ تھا اندر آکر ڈرائنگ روم میں شریف
 رکھیں۔"
 اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ دوسری بار پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس
 بار اٹلیہنس کے شیپے سے فٹنل رکھنے والے پناہ نام کے ایک ماہر
 نے رابطہ کیا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ لوگ ثانی پر غوثی عمل
 کر کے اس کے اندر سے اس کی اصلیت انکشاف چاہتے ہیں۔ ایسے

طریقہ کار سے ثانی یقیناً بے نقاب ہونے والی تھی۔
 سلمان نے اس کے داغ میں جانا چاہا تو کمانی ہوئی۔
 لہجہ اچانک سے باوجود ثابت ہو گیا کہ وہ پناہ نام کا ماہر دشمنوں کا
 کار نہیں ہے۔ ثانی نے اسے بھی تما اندر آکر ڈرائنگ روم
 بیٹھنے کو کہا۔ تیسری بار فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے فون پر رابطہ
 اس بار لیلیٰ کی پھر دیا جس نے، لیکن مرنا کالب اختیار کرتے
 اس کے داغ میں جگہ مل گئی۔

ثانی یہ صورت حال معلوم کر کے جان بوجھ کر انجان بن گیا
 اس اعلیٰ افسر کو اور اس کے بعد رابطہ کرنے والے ایک اعلیٰ
 کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دی۔ پھر اس نے مجھ سے
 "پاپا! مرنا کو خوش قسمتی ہے کہ ہم اس کے آلا کار کو سمجھ نہ
 پائیں گے۔ اب بتائیں کیا ارادہ ہے؟"

میں نے اسے سمجھا دیا کہ ہمیں کرنا کیا ہے۔ اس کے
 اس نے کمپیوٹر کے ذریعے پراسرار سے کہا "میں چاروں افسران
 سے مطمئن ہوں۔ وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ پھر مجھ میں خدشہ ظاہر
 کر چکی ہوں۔ مرنا بہت متاثر ہے۔ میرے خلاف کوئی ایسا چال
 چل سکتی ہے جس کی ہم توقع نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر زندہ بچا کر
 خوش نصیب کمپلائن کی دوند آپ کو آخری سلام کرتی ہوں۔"
 "میں بیٹی سلوان! ایسی بات نہ کہو۔ میں تمہیں کچھ نہ
 ہونے دوں گا۔ اس وقت تمہارے بچنے کے اندر کے تمام خیر
 دی کیمرے اور ریکارڈز آن ہیں۔ ہمارے گارڈز چکے ہیں۔ خدا
 مجھ کو سارا اور چاہا۔"

وہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگا
 اس کے ہاتھ میں ایک بھرا ہوا رو اور تھا۔ ہم میں سے کوئی تب
 لے کر دشمنوں کے سامنے بھی نہیں جاتا، لیکن میری بلا ٹانگ
 مطابق یہ ضروری تھا۔
 وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ وہ چاروں اٹھ کر کھڑے
 ہو گئے۔ ثانی نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "آ
 افسر ہے کہ میں رو اور لے کر ملاقات کرتے آئی ہوں۔ کیا
 حضرات کو اعتراض ہے؟"

ایک نے کہا "تم اپنے یقینی حتمیہ کے لیے کچھ بھی کر سکتی
 دیے ہم سب سنتے ہیں۔ اول تو کوئی دشمن نیلی جیتی جانے
 ہمارے داغوں میں نہیں آسکتا۔ اگر دشمن کو کسی چالاکی سے
 گا تو ہمیں نتائج دیکھ کر آلا کار نہیں بتا سکتے گا۔"

وہ بولی "ہم سب اسی حد تک سوچتے ہیں جہاں تک عقل
 کرتی ہے۔ بعض اوقات دشمنوں کی عقل ہماری حد سے نا
 ہماری توقع سے زیادہ کام دکھا جاتی ہے۔"

میں ان کی باتوں کے دوران اس افسر کے داغ میں تھا جو
 کی سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس وقت مرنا بھی
 موجود تھی اور میری موجودگی سے بے خبر خود کو تما سمجھ کر

پاپ میں تھا کہ بھرا اور اسے ہونٹوں میں دبا کر
 چھپے ہی ہونٹوں میں اسے دباؤ گئے، ٹھیک آنکھوں کے
 سامنے تھا کہ ٹھیک کی جگہ ایک سرخ نشان ابھرنے کا اس نشان
 سے سرورام کی پیشانی کا نشانہ لے کر پھونک مارا۔ ایک زہریلی
 سونے ٹھیک سرورام کی پیشانی پر پڑا۔ وہ بچا ہوا ہے۔ کم آن وقت
 خالص نہ کر۔"

اعلیٰ افسران جب سے پاپ اور تھا کہ کوئی ڈیٹا نکالے گا۔ میں
 نے ثانی کے پاس آکر کہا "اس افسر کی اسونگ پاپ میں زہریلی
 روکنے کو تو میں اور میرے ساتھی بھی اس افسر کو روک کر مرنا
 کے قاتلانہ حملے کو ناکام بنا سکتے تھے لیکن وہاں ڈراما پلے کرنا
 ضروری تھا کیونکہ جگہ جگہ دی کیمرے آن تھے اور ہم چاہتے تھے
 ثانی پر ہونے والے قاتلانہ حملے کی ویڈیو ریکارڈنگ ہو جائے۔"

لیکی ہوا۔ چھپے ہی اس افسر نے پاپ کو ہونٹوں سے لگنا چاہا
 ثانی نے جگہ کے سے بغیر رو اور سے نشانہ لیا اور گولی چلا دی
 غماش کی آواز کے ساتھ گولی اس کے شانے کی مٹی توڑ دی ہوئی
 گزر گئی۔ پاپ فرخ پر گرا اور باقی افسران دور بھاگتے ہوئے کھنکھنے
 لگے "خوفناؤ پلینڈ ڈونٹ شٹ" آخر بات کیا ہے؟"
 فائرنگ کی آواز سننے ہی ثانی کے تمام مسلح گارڈز دوڑتے
 ہوئے اندر آ گئے تھے اور ان تمام افسران کو نشانہ بن کر رکھ رہے
 تھے۔ سیکورٹی گارڈز کہہ رہا تھا "آپ تمام افسران ہمارے لیے محترم
 ہیں۔ پھر بھی ہماری مادام کے حکم کے بغیر کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ
 کرے۔"

چند لمحوں میں سب کے سب ساکت ہو گئے۔ جو جہاں تھا وہیں
 بت بن کر رہ گیا۔ ثانی نے بلند آواز سے کہا "ہمارے معزز حکمران
 فوج کے اعلیٰ افسران اور پراسرار! آپ سب ہی دی اسکرین پر ہمیں
 دیکھ رہے ہیں۔ یہ اعلیٰ افسر جسے میں نے زخمی کیا ہے مجھے قتل کرنا
 چاہتا تھا۔ ابھی آپ کے سامنے اقبال جرم کرے گا۔"

پھر وہ زخمی افسر بولی "میں زبان سے بتاؤں کہ وہ آلا قتل
 کہاں چھپایا ہے۔ اگر بولے میں ذرا بھی دیر کی تو دوسری گولی
 تمہاری گھوڑی میں سوراخ کھودے گی۔"

وہ جلدی سے بولا "تم۔۔۔ نہیں گولی نہ چلاتا۔ اس پاپ کے
 اندر ایک زہریلی سونے ہے۔ اسے استعمال کرنے کا ایک مخصوص
 طریقہ ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مادام سے میری کوئی دشمنی
 نہیں ہے۔ کوئی میرے داغ میں ٹھس ہوئی تھی۔ مجھے قتل کرنے پر
 مجبور کر دی تھی۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کب اور کیسے میرے
 اندر آئی تھی اور کس طرح مجھے اپنا تہیادار بنا لیا تھا۔"

ثانی نے کہا "پاپ کے اندر سے وہ زہریلی سونے نکال کر
 دکھاؤ۔"

وہ حکم کی قیبل کھلے گا۔ زہریلی سونے نکال کر دکھائے گا۔ ان

تمام متاعری کی ویڈیو ریکارڈنگ ہو رہی تھی۔ ثانی نے اٹلیہنس کے
 ڈائریکٹر جنرل سے کہا "آپ اس پاپ اور سونے کو اپنی تحویل میں
 لے کر ان کی میڈیکل رپورٹ حاصل کر لیں۔"

پھر وہ ایک طرف خلا میں دیکھتے ہوئے بولی "میرے ملک کے
 تمام اکابرین مجھے دیکھ رہے ہیں اور میری آواز سن رہے ہیں۔ میں
 ان کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ میں سرورام کے عہدے سے
 استعفا دینے جاری ہوں۔ آئندہ میں کوئی چھوٹا بڑا عہدہ قبول نہیں
 کروں گی۔ اگر مجھ پر شبہ ہے کہ میں سرورام سلوان نہیں بلکہ سونیا
 ثانی ہوں تو مجھے اس ملک سے نکال دیا جائے۔"

پھر اس نے سیکورٹی افسر سے کہا "معزز افسران کو بچنے کے باہر
 پہنچاؤ۔ تمہارے سوا کوئی اندر نہیں آئے گا۔"

وہ ڈرائنگ روم سے چلتی ہوئی بند روم میں آ گئی۔ میں نے کہا
 "بیٹی! استغافہ سے والی بات صرف دشمنی تک رہے۔ تمہیں یہاں
 بدستور سرورام بن کر رہنا چاہیے۔"

"میں پاپا! میں صرف غصہ دکھا رہی ہوں۔"

کمپیوٹر سے رابطہ کرنے کے لیے اشارہ موصول ہونے لگا۔
 اس نے اپنے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر پراسرار کی تحریر
 ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "سرورام سلوان! تمہارا ناراض ہونا بجا
 ہے۔ ابھی تم سے ذرا بھی چوک ہوئی تو ہم لیوڈا کی طرح تم سے بھی
 عزم ہو جاتے۔ میں اس ملک کے تمام اکابرین سے تمہارے لیے
 قائل کر رہا ہوں اور تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ استعفا پر گزرتے۔
 اگر تم نے ایسا کیا تو میں بھی پراسرار کا عہدہ چھوڑ دوں گا اور یہ بات
 میں تمام اکابرین سے کہہ رہا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں، آپ مجھے بہت چاہتے ہیں لیکن میں اسی
 شرط پر موجود عہدے پر رہوں گی کہ مجھ پر شبہ نہ کیا جائے اور شبہ
 ہو تو مجھے ملک بدر کر دیا جائے۔ اس کے سوا کوئی تیسری بات میرے
 لیے قابل قبول نہیں ہوگی۔"

"تم جو چاہتی ہو، وہی ہوگا۔ آئندہ کوئی تمہیں چپک کر
 نہیں آئے گا۔ اگر دشمنوں نے نیلی جیتی کے حربے استعمال کر کے
 ہمارے اکابرین کو تمہاری مخالفت پر مجبور کیا تو میں تمہیں چور
 راستے سے اس ملک سے باہر بھیج دوں گا۔ تم غصہ تو کہ دو اور
 آرام کرو۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ لیلیٰ، سلمان، جو جو اور میں نے اطمینان کا
 اظہار کیا۔ اب ثانی کے لیے خطہ نہیں رہا تھا۔ دشمنوں کی اب
 کوئی چال ثانی کے خلاف کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔

میں ذاتی طور پر کار کی بجلی سیٹ پر حاضر ہو گیا۔ اگلی سیٹ پر
 وہ مصیبت بیٹھی ہوئی تھی۔



صرف مرنا ہی نہیں، مٹی مارا بھی اس فوجی افسر کے داغ میں

سرتانے کا "ماتنا" ہوں وہ بڑی ذہانت اور حوصلے والے لوگ ہیں۔ ان سے کمرانے کی ابھی ابتدا ہوئی ہے اور ابتدا ہی میں مجھے یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ ہم ان کے مقابلے میں ذہانت سے کام نہیں لے رہے ہیں۔"

”میں تیری مالکہ ہوں اور تو میرا غلام میری مرضی کے بغیر
 خیالِ خونی نہیں کرے گا۔ چھپ کر بار بار کے پاس جانا چاہے
 میری غلامانہ ذہیت سوچ کی پرواز کو میرے پاس لے آیا کرے گی۔“

وہ لوگوں کو خوب شکر ہو سکتے ہیں۔ شی تارا کے لیے کوئی خطرہ ہے وہ ساری دنیا پر حکومت کرے گی لیکن ایک قیامت ہے۔

اس کی گمرانی نہیں کرتی ہوگی۔“

کی عدم موجودگی میں بارہا اور بارہا کے پاس جاسکتے ہیں۔
 مٹی تارے پوچھا "یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ ہستی ان کے
 قریب موجود ہے یا نہیں؟ اس کے آنے جانے کا نام نیکل معلوم
 ہوتا ہے۔"
 سرنے نے کہا "مرتا! تو ابھی آتما ہستی کے ذریعے پارس کے
 پاس جاسی بارہا کے پاس جاتا ہوں۔ یوں وقفے وقفے سے آتے
 جاتے رہیں گے تو ہمیں اس پراسرار ہستی کا نام نیکل معلوم
 ہو جائے گا۔"
 انہوں نے کھانے سے فارغ ہو کر کچھ دیر آرام کیا پھر مرتا
 اپنے کمرے کا اور سرنے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے بستر
 پر لیٹ گئے۔ آتما ہستی کے طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے اپنے جسم
 سے اور اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل گئے۔
 مرتا خیم زدن میں پارس کے پاس پہنچی تھی۔ وہ ایک فور اشار
 ہوٹل کے کمرے میں تھا اور وہ ہوٹل اس رہائش گاہ سے صرف
 سو کر کے فاصلے پر تھا اور وہ اپنے سرنے نے قیام کیا تھا۔
 پارس ایک پبلک پرائیویٹ ہوا "آرٹھیا پشیا ہوا تھا اور غلامیں
 یوں تک رہا تھا جسے کسی خیال خوانی کرنے والے کی باتیں اپنے
 داغ میں سن رہا ہو۔
 یہ اچھا موقع تھا کہ مرتا اپنی آتما جسم میں واپس لے آتی اور
 خیال خوانی کے ذریعے پارس کے داغ میں آسانی سے پہنچ جاتی وہ
 اسے محسوس نہ کرنا کیونکہ پہلے سے کوئی اس کے اندر موجود تھا
 جس کی باتیں سننے وقت وہ غلامیں تک رہا ہے۔
 اس طرح دو فائدے حاصل ہوتے ایک تو وہ پارس کے ساتھ
 ہونے والی رپورٹ محسوس کر معلومات میں اضافہ کرتی۔
 دوسرے داغ میں دیر تک رہ کر کچھ اور چور خیالات بڑھ لیتی۔
 قسمت ساتھ دینی تو موقع پاکر اس کے اندر زلزلہ بھی پیدا کر دیتی۔
 اب تو وہ میرے اور میرے بیٹوں کے معاملات میں قسمت پر ہی
 بھروسہ کر کے لگی تھی۔ اپنی پند انکی مکاری کام نہیں آ رہی تھی۔
 وہ فوراً اپنے بند کمرے میں اپنے جسم کے پاس آئی پھر ٹھنک
 گئی۔ اس کا جسم بستر پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس کے
 پاس وہ نورانی دھنیزو بھی ہوئی تھی۔ مرتا نے سوچا کہ یوگا کا عمل
 ختم کرے تاکہ آتما جسم میں آئے اور وہ سانس لینا شروع کرے۔
 وہ سانس نہ لے سکی۔ آتما کو اپنے جسم کی طرف آنے کا
 راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ جدھر سے آتما چاہتی تھی اور فوراً حائل
 ہو جاتا تھا۔
 اس نے کئی سمت سے اپنے جسم میں آنے کی کوشش کی لیکن
 ناکام ہوئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی "کیا کروں؟ اپنے بدن میں کیسے
 جاؤں؟ میں نے بھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا نور میری آتما کا راستہ
 یوں روکے گا کہ میرے لیے زندگی کے دروازے بند ہو جائیں
 گے۔"

وہ ایک لاش کی طرح پڑے ہوئے جسم کو دیکھ رہی تھی۔ ابھی
 اس جسم کو زندگی ملنے کی امید تھی کیونکہ وہ چالیس منٹ تک سانس
 روک لیتی تھی۔ اس عرصہ میں وہ جسم کے اندر آکر سانس لے سکتی
 تھی ورنہ چالیس منٹ کے بعد بیٹھ کے لیے دم بھاری رہ جاتا۔
 بہت بری طرح بھڑکنی تھی۔ ابھی آتما منٹ گزرے تھے
 بیس منٹ رہ گئے تھے۔ ان گزرتے ہوئے لمحات میں زندگی بھی مل
 سکتی تھی اور موت بھی۔
 یہ بات یقین کی حد تک سمجھ میں آچکی تھی کہ وہ نور سے
 تک پہنچنے نہیں دے گا۔ اس سلسلے میں پہلے سرنے سے مدد حاصل
 کرنا چاہیے۔
 پہلے سرنے آتما ہستی کے ذریعے دارالافتا کے اس کمرے میں
 گیا تھا جہاں بارہا آرام کر رہی تھی۔ اس نے دیکھا وہ ایک سبزا
 لیٹی ہوئی تھی اور تمام رات کے وقت اسپتال میں ویرانی کی
 تھی۔ مریضوں اور عبادت کرنے والوں کی آمد رفت نہیں تھی۔
 اسپتال کا مختصر سلسلہ تھا تو بارہا اسے بالکل صاف تھا۔
 وہ وہاں جا کر بارہا کو کھڑو دیکھ کر اس کے داغ پر قبضہ جاسکتا۔
 اور اسے آسانی سے اپنی رہائش گاہ میں لاسکتا تھا۔ سب سے زیادہ
 اطمینان کی بات یہ تھی کہ وہ نورانی دھنیزو پراسرار ہستی دے رہی تھی۔
 وہ اسپتال سے واپس ہو گیا۔ اپنے بند کمرے میں اپنے سانس
 جسم کے پاس آیا مگر ٹھنک گیا۔ اس کا جسم ایک لاش کی طرح بستر
 پڑا ہوا تھا اور بستر کے پاس ایک نورانی بزرگ بیٹھے ہوئے تھے
 بے شک وہ شبہ وہ جناب علی احمد اللہ حمزوی تھے۔
 سرنے نے آتما ہستی سے اپنے جسم میں آتما جاہا لیکن نور کی ایک
 کرن حائل ہو گئی۔ راستہ نہ کر گیا۔ اس نے دوسری سمت سے
 چاہا۔ اس سمت میں بھی نور کی چادر تھی ہوئی تھی۔
 اس نے اپنے جسم میں داخل ہونے کے لیے کئی طرح
 چننے کیے اور ناکام ہوتا رہا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا "میں کیا کروں؟
 اپنے بدن میں کیسے جاؤں؟ یہ بزرگ کون ہیں جو میرے اور نور
 کے درمیان موت بن کر کھڑے ہوئے ہیں؟"
 وہ بڑبڑھ کھٹکے تک سانس روکے گا مادی تھا۔ یعنی بڑبڑھ کھٹکے
 زندگی رہ گئی تھی۔ اس مختصری مدت میں جسم سانس لینا تو نہ
 ہوئی ورنہ موت۔
 وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ کیا کرے؟ اس وقت مرتا
 آتما نظر آئی۔ وہ سرنے سے مدد مانگنے آئی تھی اسے اشارہ
 اپنے ساتھ چلے کو کہہ رہی تھی۔ وہ اپنے جسم کو چھوڑ کر نہ جاتا
 اس خیال سے گیا کہ شاید کہیں سے کوئی مدد حاصل ہو اور جسم
 جگہ مل جائے۔
 اس نے مرتا کے بند کمرے میں آکر دیکھا وہاں بستر پر
 جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس جسم کے پاس بیٹھی
 آتما فریاد کو وہ پہچان نہیں سکتے تھے۔

سرنے نے مرتا کی آتما کو اشارے سے کہا کہ اپنے جسم میں
 آتما ہے۔ اس نے اشارے میں جواب دیا کہ وہ نورانی بزرگ راستہ
 روک رہا ہے۔
 وہ مرتا کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا پھر نورانی بزرگ کی
 طرف اٹھ اٹھا۔ اشارے کی زبان میں سمجھا کہ یہ بزرگ بھی
 میرا راستہ روک رہے ہیں۔
 وہ دونوں گھبرا کر اپنی رہائش گاہ سے باہر آگئے۔ زندگی کی
 طرف لوٹ آنے کی کوئی تدبیر بھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ ایک
 طرف سے اشاروں میں پوچھ رہے تھے کہ کیا کرنا چاہیے؟ کیا
 دوسرے وقت کوئی ان کے کام آسکتا ہے؟
 پھر سرنے نے مرتا کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا وہ دونوں وہاں سے
 چلے اور ایک جگہ پہنچے یہ لاسہ کے مندر میں گردو پھلا مد کے
 گیا تھا جہاں بارہا آرام کر رہی تھی۔ اس نے دیکھا وہ ایک سبزا
 لیٹی ہوئی تھی اور تمام رات کے وقت اسپتال میں ویرانی کی
 تھی۔ مریضوں اور عبادت کرنے والوں کی آمد رفت نہیں تھی۔
 اسپتال کا مختصر سلسلہ تھا تو بارہا اسے بالکل صاف تھا۔
 وہ وہاں جا کر بارہا کو کھڑو دیکھ کر اس کے داغ پر قبضہ جاسکتا۔
 اور اسے آسانی سے اپنی رہائش گاہ میں لاسکتا تھا۔ سب سے زیادہ
 اطمینان کی بات یہ تھی کہ وہ نورانی دھنیزو پراسرار ہستی دے رہی تھی۔
 وہ اسپتال سے واپس ہو گیا۔ اپنے بند کمرے میں اپنے سانس
 جسم کے پاس آیا مگر ٹھنک گیا۔ اس کا جسم ایک لاش کی طرح بستر
 پڑا ہوا تھا اور بستر کے پاس ایک نورانی بزرگ بیٹھے ہوئے تھے
 بے شک وہ شبہ وہ جناب علی احمد اللہ حمزوی تھے۔
 سرنے نے آتما ہستی سے اپنے جسم میں آتما جاہا لیکن نور کی ایک
 کرن حائل ہو گئی۔ راستہ نہ کر گیا۔ اس نے دوسری سمت سے
 چاہا۔ اس سمت میں بھی نور کی چادر تھی ہوئی تھی۔
 اس نے اپنے جسم میں داخل ہونے کے لیے کئی طرح
 چننے کیے اور ناکام ہوتا رہا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا "میں کیا کروں؟
 اپنے بدن میں کیسے جاؤں؟ یہ بزرگ کون ہیں جو میرے اور نور
 کے درمیان موت بن کر کھڑے ہوئے ہیں؟"
 وہ بڑبڑھ کھٹکے تک سانس روکے گا مادی تھا۔ یعنی بڑبڑھ کھٹکے
 زندگی رہ گئی تھی۔ اس مختصری مدت میں جسم سانس لینا تو نہ
 ہوئی ورنہ موت۔
 وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ کیا کرے؟ اس وقت مرتا
 آتما نظر آئی۔ وہ سرنے سے مدد مانگنے آئی تھی اسے اشارہ
 اپنے ساتھ چلے کو کہہ رہی تھی۔ وہ اپنے جسم کو چھوڑ کر نہ جاتا
 اس خیال سے گیا کہ شاید کہیں سے کوئی مدد حاصل ہو اور جسم
 جگہ مل جائے۔
 اس نے مرتا کے بند کمرے میں آکر دیکھا وہاں بستر پر
 جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس جسم کے پاس بیٹھی
 آتما فریاد کو وہ پہچان نہیں سکتے تھے۔

ہماری دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ آدمی سانس روک کر
 عارضی طور پر مرنا ہو اور اپنی روح کو ساری دنیا کی سیر کرانے کے
 بعد پھر ہی اٹھتا ہو۔
 یہ جو تم ابھی لاسہ کے مندر گئے تھے یہ جو میں پارس سے یہاں
 پہنچا ہوں وہ تو یہ ہماری تمہاری روح نہیں ہے۔
 یہ روح کی وہ توانائی ہے جو ہزاروں میل کی دوری تک دیکھتی
 ہے پارس کی کئی دی کمرے کے سامنے ایک کھٹ کھٹنے والا آواز
 ازبکستان کے ہرنی دی اسکرین پر دیکھا جاتا ہے۔
 فرق یہ ہے کہ اسکرین کے کردار کو ہماری ظاہری آتما دیکھتی
 ہے اور روحانی کردار کو صرف باطنی آتما دیکھ پاتی ہے۔ ہم نے تم
 نے روحانیت میں کمال کا درجہ حاصل کیا اس لیے بصارت سے
 نہیں بصیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔
 وائس آف امریکا سے نشر ہونے والی آواز ازبکستان میں سنی
 جاری ہے۔ اسی طرح روحانی توانائی سے تم میری آواز اپنے داغ
 میں سن رہے ہو۔
 سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ روح کا تماشا نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟
 یہ روحانی نیکل دیکھیں جو صرف عبادت اور ریاضت سے
 حاصل ہوتی ہے اور اس کے لیے بائیرنگی لازمی ہے۔
 سرنے ہماری روحانی قوت محدود ہے اور محدود رہے کی کیونکہ
 تمہاری بائیرنگی محدود ہے۔ سوائے مسلمانوں کے دنیا کی کسی قوم میں
 استقامت والی بائیرنگی نہیں ہے۔ ایسی طہارت کا سبق ہمیں روح کی
 بائیرنگی تک لے جاتا ہے اور روح ہمیں لامحدود توانائی تک لے
 جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے سامنے سانس لے رہا ہوں۔
 تم اور مرتا ہمارے سامنے سانس لینے کے قابل نہیں رہے ہو۔
 سانسوں کا لین دین قادر مطلق کی مرضی سے جاری رہتا ہے۔
 ہمیں حکم تھا کہ صرف اتنی دیر تمہارے سانسوں کو روکیں پھر مردوں
 رہنے دیں۔ سو وہ وقت گزر گیا۔ ہم جارہے ہیں۔ خدا تمہیں عقل
 اور ایمان دے۔
 دوسرے ہی لمحے میں سرنے بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور مرتا اپنے بستر
 پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ دونوں کو یوں لگا تھا جیسے ایک خواب تھا
 جو ٹوٹ گیا ہے اور آتما کھل گئی ہے۔
 انہوں نے گہری دیکھی۔ پتا چلا تقریباً آٹھ گھنٹے تک سانس
 رک رہی تھی۔ مریتا اپنے کمرے سے نکلی اور سرنے کے کمرے میں
 آکر کہا "مائی گاڈ! مجھے تو یقین ہو چلا تھا کہ تم بھی زندگی کی طرف
 لوٹ کر نہیں آسکیں گے۔"
 سرنے گہری سنجیدگی سے سوچے ہوئے ہوا "آج ہم قسمت سے
 مل گئے، آتما کیا ہوگا؟"
 وہ بولی "ہم دیوار پر زور سے گیند نہ ماریں تو وہ گیند پلٹ کر
 ہماری طرف نہیں آئے گی۔ اگر ہم فرار سے اور اس کے تمام
 احباب سے دور رہیں، ان پر پھرتہ پھینکیں تو جو اب ہمیں وہ لوگ بھر

”نہیں ماریں گے۔“
 ”یہ ہے تو دشمنی کی بات لیکن میں موبوں شدہ زور ہوں یہ میرے لیے دشمن کے سامنے کھٹنے کھٹنے والی بات ہوگی۔ مروجہ میدان جنگ میں ہوتا ہے تو شکست کھا کر میدان سے نہیں بھاگتا بلکہ شکست کی وجہ معلوم کرتا ہے۔ اپنی کڑوہوں کو دور کرتا ہے۔ آج ہم ہمارا لشکر میں پھنس گئے تھے۔ آئندہ نہیں پھنس گے۔“
 ”وہ یوں جو حاکم ہمارے لیے جس جسم کے پاس بیٹھا تھا، وہ کمرہ رہا تھا یہ آتا وقتاً کچھ نہیں ہے، بلکہ روحانی ٹیلی بیٹھی ہے اور وہ مسلمان تم سے اور مجھ سے زیادہ اس روحانی ٹیلی بیٹھی میں باورِ نقل ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ آئندہ بھی ہماری آتما ہستی کے لیے براہِ لبم بنے گا۔ اگر وہ آئندہ ہمارے سانس روکنے کے دوران آئے گا تو پھر ہمیں دوبارہ سانس لینے نہیں دے گا۔ وہ اولڈ مین ہمیں مار ڈالے گا۔“

”یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے کہ وہ بار بار ہمیں ٹپ کرتا رہے گا۔ میں مانتا ہوں اس کی آتما ہستی زیادہ ہے۔ اگر میں آتما ہستی کے ذریعے فریاد اور اس کے کسی رشتے دار کے پاس نہ جاؤں تو وہ یوں زحما میری سانس روکنے نہیں آئے گا لیکن میں جسمانی طور پر فلواد ہوں فریاد اور اس کے بیڑوں کو کیلے کپڑوں کی طرح نچوڑ سکتا ہوں۔ ایسے کا زبردستی وہ یوں زحما روحانی ٹیلی بیٹھی جانے والے امیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔“

”ہمیں شی تارا کو اس موجودہ تجربے کے متعلق تفصیل سے بتانا چاہیے۔“

”میری بہن میرے داغ میں موجود ہے، سب کچھ سن رہی ہے اور کچھ رہی ہے۔ یہ بتاؤ تمہارے پاس کئی قسمیں؟“
 ”ہاں میں تو بتانا بھول گئی، یہ جو سامنے ہوئیں گے اس کے ایک کمرے میں پارس موجود ہے۔“
 ”وہ چمک کر کھڑا ہو گیا، کیا واقعی؟“

”میں کچھ کہہ رہی ہوں۔ ہمیں یہی بتانے اپنے جسم میں داییں آتما چاہتی تھی مگر اس نورانی دوشیزونے راستہ روک لیا تھا۔“
 ”سرنے کا“ وہ گاؤں دشمن ہمارے اس قدر قریب ہے اور ہم اب تک اس سے غافل رہے۔“

”شی تارا نے پوچھا ”مرتا کیا پارس تمہیں موجودہ طبع میں بچاتا ہے؟“

”نہیں اس نے یہ موجودہ سہو پ نہیں دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ہم میں سے کسی کو نہیں پہچان رہا ہے۔ یونہی اتفاقاً سامنے والے ہوئیں گے۔“

”کیا وہ تھا ہے؟“
 ”بالکل تھا ہے۔ جب میں وہاں گئی تو اس کمرے میں کوئی دوسرا نہیں تھا۔“

”کرا نہیں تھا؟“

”عمری اوسون۔“

”وہ جو تے پینتے ہوئے بولا ”میں ابھی اس سے نمٹ لوں گا۔“
 ”بھائی سرن! استادن کی چال کے خلاف نہ چل۔ تو اسے جان سے نہیں مار سکے گا۔“

”میں جانتا ہوں۔ اسے جان سے نہیں ماروں گا صرف اپنا ہتھکڑی چھوڑوں گا۔ گھڑی دیکھو رات کے بارہ بج کر پانچ منٹ ہو چکے ہیں۔ اس کی محسوس تیرہ تاریخ شروع ہو چکی ہے۔“
 ”ہاں اس لحاظ سے اس کی شامت آسکتی ہے۔ تو ہماری پہاڑ ہے پارس کو پھنس کر رکھ دے گا۔“

”وہ جاتے ہوئے بولا ”میری داییں میں خواہ کتنی ہی درجہ ہو جائے تو میرے داغ میں خیریت معلوم کرنے نہ آتا۔ تیرے آنے سے دشمنوں کے لیے میرے داغ کا روزہ کھلا رہے گا۔“
 ”بھائی سرن! تو قریب ہی جا رہا ہے داییں میں درجہ نہیں ہوتی۔“

”چاہیے۔“
 ”میری بہن! اگر وہ جان چھڑا کر بھاگے گا تو اس کا تعاقب کرنے کے لیے مجھے دور جانا ہی ہوگا۔ سرن! میری بہن کو لے جاؤ میرے آنے تک اسے اپنے ہی پاس سلاتا۔ میرے لیے خواہ مخواہ جاگنا۔“

”وہ جانے لگا۔ شی تارا اور مرنا اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہیں چونکہ ہوئیں سامنے ہی تھا اس لیے سرن کا ڈی نہیں لے گیا۔ شی تارا نے کہا ”مرنا! مجھے خیر نہیں آئے گی۔ جیسی سے کو کافی بنائے۔“

”مرنا نے جی کو بلا کر کافی بنانے کا حکم دیا۔ شی تارا سامنے ہوئیں کی تیری منزل کی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی اسی منزل کے کرا نہیں سات میں پارس ہے۔ آج رات گزر چکی ہے۔ وہ سو رہا ہوگا دیسے جاگتا بھی ہوگا تو فرق نہیں پڑے گا۔ میرا بھائی سوئے ہوئے شیر کو جگا کر کھا کر رہا ہے۔“

”پھر وہ سوچنے کی لیکن یہ باپ بیٹے خواہیں پرچھے رہتے ہیں۔ سب ہی کہتے ہیں اور ان کی ہنسی بھی کتنی ہے کہ یہ کبھی آسانی سے قابو میں نہیں آئے، لیکن یہ تو بہت آسان سالک رہا ہے۔ بس اس کمرے میں جاتا ہے اور اس خطرناک نوجوان کو تو چھوڑ کر آجاتا ہے۔“

”مرنا نے پاس آکر پوچھا ”ہوئیں کی طرف ایک تک رہی ہو؟“
 ”وہ ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی ”پارس اور میری منزل میں ہے۔ ابھی اس کے ٹوٹے پھوٹے کی خوشخبری ملے گی۔“
 ”نہیں شی تارا! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میں مانتی ہوں تمہارا بھائی پہاڑ ہے مگر پارس بھی فلواد ہے۔ پھر یہ کہ وہ طاقت سے زیادہ مکاری سے کام لیتا ہے۔ میں اس کی رنگ رنگ سے واقف ہوں۔“

”ہاں تو اس کے ساتھ دن اور راتیں گزار چکی ہے۔ اس نے

”جے پسنایا تھا یا خود پھنس گئی تھی؟“
 ”میں ہی روانی ہو گئی تھی۔ جے پوچھو تو آج بھی اس کے سامنے کوئی دوسرا موڑ نہیں کرنا۔“

”اس میں ایسا کیا بات ہے؟“
 ”اس کے چار میں، اس کی قربت میں، ذہری کشش ہے۔ ایک بار اس کا زہر میں کوں میں دوڑ جائے تو بار بار آرزوئیں اس کی پکارتی رہتی ہیں۔ شی تارا تم نے اسے رستوران میں بڑی دیر تک قریب سے دیکھا ہے۔ کیا اس کی خوردنی مٹا نہیں کرتی ہے؟“

”وہ نہ پھیر کر بولی ”وندہ“ ابھی میرا بھائی اس کی خوردنی کو مٹا دینا چاہتا ہے۔“
 ”میں ملا کر آنے والا ہے۔“
 ”اس کی بات ختم ہوتے ہی دور سے سرن آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ دونوں دوڑتی ہوئی اس کی طرف جانے لگیں۔ شی تارا دوڑتی ہوئی بولی ”بھائی سرن! جلدی بول! لاپرواہیہ؟“

”وہ قریب آتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو فضا میں لراتے ہوئے بولا ”میری بہن! بھلا تیرا بھائی کبھی میدان ہار سکتا ہے۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کی ٹیڈاں تو زدی ہیں“ اسے اپنا چبایا ہے۔“
 ”بہن خوشی سے دوڑتی ہوئی بھائی سے جا کر پلٹ گئی۔ مرنا نے کہا ”مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ سرن! تم نے کس سے چارے کو اپنا بنا دیا ہے؟“

”پارس کو اور کس کو؟“
 ”تم نے اسے کچھ پچھو؟“

”تو نے بتایا تھا کہ وہ کرا نہیں عمری اوسون میں ہے۔“
 ”یہ میں نے رات کے دس بجے کہا تھا۔ کنکنا وقت گزر چکا ہے۔ ہو سکتا ہے پارس وہاں سے چلا گیا ہو اور دوسرا مسافر وہاں آیا ہو۔“

”مرنا! تو نے اور بھی پہچان بتائی تھی کہ وہ زہر ہلا ہے اور کئی بوتل شراب پینے کے بعد بھی اسے نش نہیں ہوتا ہے۔“

”وہ بولی ”ہاں یہ پارس کی پہچان ہے۔“
 ”تو پھر مجھ سے غلطی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دیکھا، وہ زہر ہلا جو ان بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سرہانے دایں صبر سائڈ کے دو چارے رکھے ہوئے تھے۔ فرش پر شراب کی دو خالی بوتلیں پڑی ہوئی تھیں۔“

”اوہ سرن! وہ زہر ہلا تو ہے مگر اپنے ساتھ سائڈ کے چارے نہیں رکھا ہے۔ دو خالی بوتلیں کا مطلب ہے نہیں ہے کہ وہ بوتلیں اس نے خالی کی ہوں گی۔“

”شی تارا نے کہا ”تم دونوں اتنی بحث کیوں کر رہے ہو۔ ابھی پارس کے داغ میں چل کر دیکھ لیتے ہیں۔“

”وہ مرنا کے داغ میں آئی۔ مرنا پارس کے داغ میں پہنچ گئی۔ پھر دوسرے لیے دایں آئی۔ پارس نے سانس روک لی تھی۔ شی تارا نے کہا ”بھائی سرن! تو دھوکا کھا گیا ہے۔ وہ تو صحیح

”سلامت ہے اس نے اپنے داغ سے نہیں بھاگا ہے۔“
 ”اس کا مطلب ہے میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ ہوئیں گا کرا چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔ آخر ان کمزوروں کو خطرات سے اٹھانی کیسے ہو جاتی ہے؟“

”شی تارا“ دایاں گاؤں ”کتنی ہوئی ایک کری پر بیٹھ گئی۔ سرن نے پوچھا ”کیا ہوا؟“

”ہو گا کیا؟ تو سوچے کچھ بغیر اسے اپنا چہانے چلا گیا۔ یہ بات ہم میں سے کسی نے نہیں سوچی کہ روحانی ٹیلی بیٹھی جاننے والی دوشیزہ اور بوڑھے نے تمہاری آتما ہستی والی مصوفیات دیکھی تھیں۔ انہوں نے پارس کو بتایا ہوگا کہ ہم نے اسے اسے ہوئیں کے کمرے میں دیکھ لیا ہے وہ اسی وقت ہوئیں چھوڑ کر چلا گیا ہوگا۔“

”سرن نے کہا ”واقعی ہم نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔“
 ”اب ایک اور تشریح کا پہلو ہے۔ ان روحانی ٹیلی بیٹھی جاننے والوں نے پارس کو ہماری یہ رہائش گاہ بھی بتادی ہوگی۔ اب یہ اندیشہ رہے گا کہ وہ ہوئیں چھوڑ کر دور نہیں گیا ہے بلکہ ہمارے بیٹھنے کے آس پاس ہی کہیں ہماری آگ میں ہے۔“

”وہ سب آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دم سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس لمحے سے ان کا سکون رخت ہو گیا۔ کوئی دروازے کی طرف گیا، کوئی کھڑکیوں کی طرف۔ وہ سب باہر نیم تاریکی اور نیم روشنی میں دور تک دیکھنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی آگ میں رہنے والا پارس نظر آجائے گا۔“

”جی مگر اگر کم کافی لے کر آیا۔ شی تارا نے وہ ٹرے اٹھا کر پیچک دی گھسے سے بولی ”یوٹان سنس! یہاں جان پر پتی ہوئی ہے اور تجھے کھانے پینے کی سوجھ رہی ہے۔“

”پہلے پے سرن نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ”کیا بھول گئی؟ ہمارے باپ کو اور کرودو کا پہلا سبق ہے کہ غصہ کرنے والا عقل سے خالی ہو جاتا ہے۔ دھیر نہ رکھ اور غصہ تو کھ دے سکون سے سوچنا شروع کر دے کہ پارس کوئی آتما نیلا نہیں ہے۔ انسان کا بچہ ہے۔ انسانی چالیں چلے گا۔ دیوی دیوتاں والا جان لیا حربہ استعمال نہیں کرے گا۔ تو بذات اور علم و ہنر میں اس سے کم نہیں ہے اور بذات اسے کہتے ہیں جو غصے کے وقت سکون سے سوچنے کا عمل سکھاتی ہے۔“

”بھائی بولنا بہن شانت ہوتی رہی۔ پھر وہ مسکرا کر اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے بولی ”میرے بھائی جیسا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ جیسی ایک بات سے میرے اندر حوصلے بھر جاتے ہیں۔ میرا سکون برباد کرنے والے شیطان کے بچے سے میں نمٹ لوں گی۔“

”وہ پھر کھڑکیوں اور دروازوں کے پاس جا کر باہر دور تک دیکھنے لگے۔ مرنا نے شی تارا سے کہا ”تم کتنی ہو، وہ تمہارا سکون برباد کر رہا ہے۔ زور خور کو، وہ تو شاید تم بہن بھائی کو ابھی طرح جانتا بھی نہیں ہے۔ اس نے کبھی تم سے جھگڑ نہیں کی۔ کبھی دشمن کا

روئے اختیار نہیں کیا۔

”کیا یہ دشمنی نہیں ہے وہ ہمیں اندیشوں میں اور اضطراب میں مبتلا کر رہا ہے۔“

”وہ نہیں کر رہا ہے تم خود مضطرب ہو رہی ہو۔ ہو سکتا ہے وہ کہیں دور آرام سے سو رہا ہو۔ میں اس پورے خاندان کو جانتی ہوں۔ وہ لوگ کبھی خواہ مخواہ کسی پر حملہ نہیں کرتے۔ جب تک پارس کو چھڑا نہیں جائے گا تب تک وہ ہم سے دور رہے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہے گا کہ ہم سے باخبر رہنے کے لیے ہماری نگرانی کرنا رہے گا۔ ہماری رہائش گاہ کے اطراف اس کے آدمی ہوں گے۔ وہ خود کہیں آرام سے سو رہا ہو گا۔“

سرنا نے کہا ”مرتا! تیری بات سمجھ میں آتی ہے۔ جب ہم نے ابھی تک اس کا کچھ لگاؤ نہیں ہے اور اس نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے تو وہ خواہ مخواہ ہم پر حملہ نہیں کرے گا۔ ہمارے اور اس کے درمیان دشمنی کی کوئی بنیادی وجہ نہیں ہے۔“

شی تارائے کہا ”وہ جہد ہے۔ دراصل وہ ہمارا دشمن نہیں ہے ہماری جو شہادت دیتا ہے ہمیں اس کا دشمن بنادیا ہے۔ ہماری دلیا کتنی ہے کہ وہ آئندہ میری زندگی میں انقلابی تبدیلیاں لانے کا جو ہمارے دھرم کے خلاف ہوں گی اور یہ معلوم ہوتے ہی ہم اس کے خلاف ہوتے ہیں۔“

”جوش و خروش ہمیں سے شروع ہوئی ہے اور ہم سے شروع ہونی سے میں میری بستی ہماری مجبوری ہے۔ اگر ہم دوستی کریں گے تو اس کے خاتمے سے نقصان اٹھائیں گے۔“

”بہتر ہے کہ دشمنی کی جائے نہ دوستی۔ میرے ستارے کتنے ہیں اگر میں اپنی پسند کے کسی نوجوان سے شادی کرلوں تو ایک خوشحال گھریلو زندگی گزاراؤں گی۔ میری شادی ہوتے ہی پارس کی کلا ٹل جائے گی۔“

”میری بہن! ہم نے غیر معمولی علوم حاصل کرنے کے لیے بچپن سے محنت اور کڑی مشقت کی ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ تو کمال گھریلو زندگی گزار کر اس دنیا سے چلی جائے۔ جب ہماری دنیا نے ہمیں پارس کی تین منوس تاریخیں بتادی ہیں تو پھر فکر کریں کرتی ہے۔ وہ تیرے ہاتھوں مرے گا اور ضرور مرے گا۔“

”بھائی! سنا! اکل کی منوس تاریخ میں میری چال کامیاب نہیں ہوگی۔ مجھے اس سے دور رہنا چاہیے۔ کیوں نہ میں دس دن کے لیے لندن چلی جاؤں۔“

وہ کچھ دیر سوچ کر بولا ”میں کبھی اپنے سے تجھے جدا نہیں کرتا لیکن تیرے آرام اور سکون کے لیے راضی ہوں۔ ان دس دنوں میں یہ اطمینان رہے گا کہ تو محفوظ ہے۔ میں یہاں اس عرصے میں پارس کو صحیح سلامت نہیں رہنے دوں گا۔ اس کے باپ کا پتا ٹھکانا بھی۔ علوم کرلوں گا۔“

وہ ٹیلی فون کے پاس آکر بیٹھتی ہوئی بولی ”میں ابھی انرپورٹ

کے متعلقہ افسران سے کہتی ہوں کہ صبح چھ بجے اپنے ذاتی میارے میں لندن جاؤں گی۔ وہ لوگ اس سلسلے کے ضروری کاغذات تیار رکھیں گے۔“

اس نے فون کرنے کے لیے ریسیور اٹھایا پھر کہی گئی۔ باہر گاڑیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سرنا نے تیزی سے گاڑی کے پاس آکر باہر دیکھا پھر کہا ”فکر کی بات نہیں ہے۔ پولیس والے ہیں۔“

اس نے دروازے کے پاس آکر اسے کھولا۔ دو پولیس افسر اور پانچ سپاہی تھے۔ سب کے سب قد آور پهلوان دکھائی دیتے تھے۔ ان کے لباس کے لوگ صحت مند اور قد آور ہوتے ہیں۔ ایک افسر نے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ سرنا کی سمجھ میں نہیں آیا۔ دوسرے افسر نے انگریزی میں کہا ”یہ پوچھتا ہے تم لوگ کون ہو کہاں سے آئے ہو؟“

سرنا بتانے لگا کہ وہ لندن سے آئے ہیں اور ان کا ایک ذاتی طیارہ انرپورٹ پر موجود ہے۔ شی تارائے تمام ضرور کاغذات لاکر دکھائے۔ افسر نے ان پر سرسری نظر ڈالی پھر کہا ”تم سب امن پسند اور شریف دکھائی دیتے ہو لیکن ہوٹل کے ایک دیگر نے بیان دیا ہے کہ واردات کے بعد ایک شخص اس جگہ میں آیا تھا۔“

شی تارائے پوچھا ”کیسی واردات؟“

”کسی ظالم نے کمرانہ نبر تھری اد سینوں کے ایک مسافر کے دونوں ہاتھ توڑ دیے ہیں۔“

سرنا نے کہا ”لیکن میں تو شام سے اپنے بیٹے کے اندر ہوں۔ باہر نہیں گیا۔ اس واردات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے نہ ہی مجھے کسی سے دشمنی ہے۔“

شی تارا اور مرنا بھی اس کی حمایت میں بولنے لگیں پھر شی تارائے افسر کو اپنے قابو میں رکھنے اور اپنا حمایتی بنانے کے لیے خیال خوانی سے کام لیا۔ افسر نے ایک دم سے سانس روک کر حیرانی سے دوسرے افسر کو دیکھا پھر مقامی زبان میں بولنے لگا۔ دوسرا افسر بھی جواب میں کچھ بول رہا تھا۔ پھر اس نے گھونسا دکھاتے ہوئے سرنا سے کچھ کہا۔ سرنا نے پوچھا ”آپ لوگ مجھے میں کیا کہہ رہے ہیں، پلیر انگریزی میں بولیں۔“

انگریزی جاننے والے افسر نے کہا ”ہمارے ملک میں ٹیلی بیٹھی جانے والے دھڑا دھڑلے آ رہے ہیں۔ قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔ تم بھی ٹیلی بیٹھی جانے ہو یا تمہاری عورتیں جاتی ہیں۔“

”یہ غلط ہے، ہم یہ علم نہیں جانتے ہیں۔“

”کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں۔ ابھی میرے دماغ میں گڑبڑ ہوئی تھی پھر میں سانس روکنے کے بعد نارمل ہو گیا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟“

شی تارائے کہا ”ہم خود پریشان ہیں۔ کوئی ٹیلی بیٹھی جانے والا

ہمارے دماغوں میں بھی آکر ہمیں پریشان کر رہتا ہے۔“

افسر نے کہا ”میں تو کوئی بھی پریشان کر سکتا ہے۔ تم حسین ہو، جوان ہو لیکن مجھے کیوں کر رہا ہے؟ خیر جھوٹو۔ کام کی بات ہے سسر مرنا کہ ابھی تمہیں اسپتال چلنا ہو گا۔“

”اسپتال کیوں؟“

”جس کے دونوں ہاتھ توڑے گئے ہیں وہ اسپتال میں ہے۔ اگر وہ جیسے دیکھ کر یہ بیان دے کہ تم نے یہ کلم نہیں کیا ہے تو فوراً رہا کر دیے جاؤ گے ورنہ حالات کے اندر۔“

اس نے اپنی بہن کو پریشان ہو کر دیکھا۔ بہن نے سوچ کے ذریعے کہا ”ہاں پانچ تھے بچپان لے گا۔“

سرنا کی سوچ نے کہا ”اس کے باوجود مجھے جانا ہو گا۔ ہم اپنے بچاؤ کے لیے قانون کے خلاف کوئی حرکت کریں گے تو بات بڑھ جائے گی۔“

”فکر نہ کر میرے بھائی! میں بھی ساتھ چلوں گی۔ بات بگڑے گی تو ہم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے کام لیں گے۔“

افسر نے پوچھا ”تم دونوں انہیں کیوں لڑا رہے ہو؟ کیا رشتہ ہے تمہارا۔“

”بہن بہن بھائی ہیں۔“

”عجب ہے! میں نے پہلے بار اس رشتہ کو آنکھ لڑاتے دیکھا

”بہن۔“

شی تارائے کہا ”میں اپنے بھائی کے ساتھ چلوں گی۔“

افسر نے مرنا کی طرف اشارہ کر کے پوچھا ”یہ کون ہے؟“

سرنا ڈرا بچھٹایا بولا ”یہ۔۔۔ میری بیوی ہے۔“

اس نے جبری کی طرف اشارہ کر کے پوچھا ”یہ کون ہے؟“

”یہ ہمارا لازم ہے۔“

”بیٹے کے اندر اور کون ہے؟“

”اور کوئی نہیں ہے ہم صرف چار ہیں۔“

”ٹھیک ہے، یہ مکان لاک کر دو اور سب کے سب گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔“

انہوں نے حکم کی قیبل کی۔ انہیں اطمینان تھا کہ پولیس کو رشوت وغیرہ دے کر جان نہ چھڑا سکے تو پھر غیر معمولی صلاحیتوں کو آزمائیں گے۔ وہ سب گاڑی کے بیچھے بیٹھے تھے۔ اگر بیٹھ گئے۔ دو سپاہیوں نے دروازہ بند کر کے اسے لاک کر دیا۔

اندر بیٹھنے کے بعد پتا چلا کہ وہ چاروں طرف سے بند ہو گئے ہیں۔ ڈرائیونگ سیٹ اور ان کے درمیان ایک لوہے کی چادر تھی۔ دائیں بائیں کی آہنی چادروں میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ جھٹ پراک تھا سبیل روشن تھا۔ اس کی مدد ہم روشنی میں سفید دھواں سا پھیل رہا تھا۔ تب پتا چلا کہ وہ جال میں جھنسن گئے ہیں۔

دھواں بڑھتا اور پھیلنا جا رہا تھا۔ پے پے سرنا نے غراتے

ہوئے پوری قوت سے دروازے کو ٹکڑا کر مارا۔ وہ طاقت اور ذہل ڈول میں بائیں جیسا تھا۔ دروازہ لڑکھن فولادی ٹائٹل نہیں سکتا تھا۔ منتقل تھا مکمل نہیں سکتا تھا۔

پھر کچھ کرکڑے کی زیادہ مہلت نہیں ملی۔ وہ دھواں سرنا جیسے ہاتھی کو اعصابی کرکڑوں میں جھٹکا رہا تھا۔ شی تارا اور مرنا ایک دوسرے سے لپٹ کر سیٹ پر سے پیچھے لڑکھ گئی تھیں۔ جبری بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب سرنا بھی غافل ہو گیا تو پتلی نے کہا ”بیٹا دھواں خارج کر۔ کام ہو چکا ہے۔ پچھلا روشن دان کھول دو۔“

پارس نے اپنی ای کی دلیات پر عمل کیا۔ وہ اور اس کے ساتھ آنے والے پولیس کی دویاں انا رکھے تھے۔ وہ گاڑی وہاں سے لے کر پلے گئے۔



کوئی دن برا نہیں ہوا اور کوئی تاریخ منکس نہیں ہوئی۔ ہمارا عمل اسے اچھا یا منکس بنانا ہے یا پھر سیڑیوں کی گردش اور ستاروں کی چال پر پیش گوئی کرتی ہے کہ بدتر یا بہتری پیش آنے والی ہے۔ بہتر عمل سے بدتر حالات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

اور یہ تو سرنا اور شی تارا کی جو شہادت دیتا ہے پہلے ہی بتادیا تھا کہ تین تیرہ اور تیس تاریخیں اگرچہ پارس پر بھاری پڑنے والی ہیں تو ان کا رد پٹل شی تارا پر بھی پڑے گا۔

بچاؤ کی ایک صورت جو شہادت دیتا ہے بتائی تھی کہ شی تارا پارس سے دور رہے اور اسے قریب آنے کا موقع نہ دے لیکن ٹھیک آدھی رات کو جب باہر تاریخ تیرہ میں بدل گئی تھی تب سرنا نے پارس کو اپنا بیٹا بنانے کے ارادے سے ہوٹل کا رخ کیا تھا۔

جناب علی اسد اللہ حیرتی نے پہلی سے رابطہ کر کے بتادیا تھا کہ سرنا، شی تارا، مرنا اور جبری ہوٹل کے سامنے والے بیچھے میں ہیں۔ پہلی نے پورٹ پارس کو دی۔ اس نے فوراً کمر تبدیل کر لیا۔ پھر اس کے بعد وہی ہوا جو ان کی جو شہادت دیتا تھا کہ تیرہ تاریخ کو کوئی بھول چوک ہوگی تو یہ تاریخ شی تارا کے لیے بھی منکس ثابت ہوگی۔

بہر حال تیرہ تاریخ کی وہ صبح طلوع ہو گئی۔ سب سے پہلے پے سرنا کی آنکھ کھلی۔ وہ ابتدائی چند لمحات میں خالی الذہن رہا۔ نگاہوں کے سامنے ایک دیوار نظر آ رہی تھی وہاں تیرہ کا ایک بڑا سا ہندسہ لکھا ہوا تھا۔

اس ہندسے کو پڑھتے ہی بیک وقت شی تارا اور پارس کی یاد آئی۔ وہ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تب پتا چلا کہ وہ کرکڑائی سردی میں تنگا ہے۔ صرف ایک لنگوٹ نے اس کی شرم رکھی ہوئی ہے۔

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے سینے پر اور پشت پر بھی تیرہ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اور وہ فٹ تھا۔ پھر کھڑا ہوا یہی طرے ہوٹل کا کمر تھا۔ دائیں بائیں کبھی آگے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ صبح کا وقت تھا ہار کیہ برائے نام تھے اور جو بھی تیرہ وہ اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے گزر

اپنا نام تک یاد نہیں ہے۔

وہ بولا ”جناب! ایک آخری مہربانی کریں۔ میرے ساتھ ازپورٹ چلیں۔ وہاں چارٹڈ طیاروں کے شعبے سے میری سچائی کا ثبوت مل جائے گا۔“

”تم تو جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنا نام اور ذاتی طیارے کا لائسنس نمبر بتا دو۔ میں ابھی فون کے ذریعے تصدیق کروں گا۔“

”میں آپ کو کیسے سمجھوں کہ مجھے اپنا نام، نمبر اور اپنا سب کچھ یاد ہے لیکن یہ سب کچھ زبان پر لانے تک بھول جاتا ہوں۔“

”تمہاری یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ کسی کی عقل حلیم نہیں کرے گی کہ اپنا اور اپنے باپ کا نام بھی حافظے سے زبان تک نہیں آ رہا ہے۔“

ایک سیانی نے کہا ”سرا! یہ زبان سے بول نہیں سکتا مگر کاغذ پر لکھ دیتا ہے۔“

افسر نے کہا ”یہ اچھا پوائنٹ ہے چلو کاغذ ہار لکھو۔“

اس کے سامنے کاغذ اور قلم رکھا گیا۔ وہ قلم پکڑ کر سونے لگا۔

اپنا نام پے پے سرا اچھی طرح یاد تھا اس نے فوراً ہی لکھ دیا ”سر نے پتا۔“

افسر نے اسے پڑھ کر پوچھا ”یہ کس قسم کا نام ہے؟ کیوں ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو؟“

وہ بولا ”پلیز میری دی آخری بات مان لو۔ ازپورٹ چلو۔“

”اچھی بات ہے۔ یہ آخری موقع ہے دہا ہوں چلو۔“

سر نے ایک ٹیک میں اپنا ایک چوڑا اور تمام دھول رکھے پھر ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا۔ راستے میں افسر نے کہا۔

”تم بہت ہی قد آور اور خوب صورت کسرتی جسم کے مالک ہو۔ میں تم سے متاثر ہوں اس لیے اتنی بھاگ دوڑ کر رہا ہوں ورنہ تم اب تک حوالات میں ہوتے۔“

”میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں۔ جلد ہی میرے حالات سازگار ہوں گے پھر میں تمہیں اس شکر کا سب سے دولت مند شخص بتا دوں گا۔“

”ایسی باتیں نہ کرو۔ رشوت کی بو آتی ہے۔“

وہ ازپورٹ کے اس شعبے میں پہنچے جو چارٹڈ طیاروں کے لیے مخصوص تھا۔ پولیس افسر نے وہاں کے انجنائر سے پوچھا ”کیا آپ ان صاحب کو پہچانتے ہیں؟ ان کا ایک ذاتی طیارہ کسی ٹیئرڈ میں ہے۔“

انجنائر نے سر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا ”مجھے یاد پڑتا ہے انہیں کہیں دیکھا ہے میٹر آپ کا نام کیا ہے؟“

افسر نے کہا ”ان کے ساتھ پرانم ہے۔ یہ اپنا نام بھول گئے ہیں۔ آپ کے بیٹے میں چند ذاتی طیارے ہوں گے۔ آپ ان طیاروں کے کاغذات نکال کر دیکھیں۔ ان میں سے کسی ایک

طیارے کے کاغذات میں ان کی تصویر ضرور ہوگی۔ اس تصور حوالے سے کاغذ پر ان کا نام لکھا ہوگا۔“

انجنائر نے ایک فائل نکال کر افسر کو دیتے ہوئے کہا ”یہ خود ہی چیک کر لیں۔ فی الوقت تین عدد ذاتی ازپورٹ طیارے ہیں ان تینوں کے کاغذات اس فائل میں ہیں۔“

افسر نے فائل کھول کر دیکھی۔ سر ابھی جب کہ دیکھنے میں باقی تین کماں ہیں؟

پہلے ہی کاغذات پر پے پے سرا اور شی تارا کا نام لکھا ہوا تھا خوش ہو کر بولا ”آفسر! یہی ہے میرا نام اور یہ۔۔۔ یہ میری نام ہے۔“

افسر نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا ”پانگوں جیسی حرکت نہ کرو۔ پے پے سرا اس شخص کا نام ہے جس کی یہ تصویر ہے۔ بل ڈکر نامہ انجام نہیں داتا تھا۔ ذاتی طیارے سے تعلق رکھنے والے کاغذات پر سرنا کا، وہ میرے لیے بالکل بے کار تھا۔ سلمان نے اس کا پرین واش لیکن میں نے ایک اجنبی شخص کی تصویر وہاں گلوادی تھی اور کے اسے ٹیلی جیسی کے علم سے خالی کر دیا تاکہ کوئی دشمن اسے کی تصویر ضائع کرادی تھی۔ ایسی صورت میں یہ کوئی تسلیم بھی ہمارے خلاف استعمال نہ کر سکے۔ پھر اس کے امریکا واپس کر پے پے سرا اس کا نام ہے۔“

وہ بولا ”میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میرا نام پے پے سرا ہے۔ تیسری مرتبہ تھی۔“

میرے طیارے کے کاغذات ہیں۔“

انجنائر نے پوچھا ”آفسر! آپ کس پائل کو پکڑ کر لے کر آئے ہیں؟“

”ہاں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ پائل ہے اور میرا وقت بھٹے ہی چیل کل گئی وہ زمین پر تھی نہ آسمان پر بلکہ فضا میں معلق کر رہا ہے۔“

پھر وہ فائل بند کرتے ہوئے بولا ”ایک اور آخری منزل۔ ایک بہت اونچے درخت کی شاخ پر رہتی بندھی ہوئی تھی اور ہوں۔ ذاتی طیارے کے کاغذات پر پے پے سرا کے دستخط پڑ رہے تھے۔ پے پے سرا کی طرف آنے لگی تو اس نے سادہ کاغذ لو اور وہی دستخط کر کے دکھاؤ۔“

سر نے کاغذ قلم لیا۔ جو دستخط وہ برسوں سے کرتا آ رہا تھا۔ پھر بھول رہی تھی اس لیے دور تک دیکھ رہی تھی۔ دور لگاؤ کا اس کے ذہن میں نقش تھا لیکن قلم لے کر کاغذ پر ہتھکتے ہی سہرا کے نظر آ رہے تھے۔

یاد نہیں آیا کہ دستخط کس حرف سے شروع کرے اور کس حرف سے ختم ہو۔“

پولیس افسر کرسی سے اٹھ کر انجنائر سے بولا ”مجھے اٹلی کا چھٹا کر دیکھنے لگے۔ پھر اس درخت کے قریب آنے لگے۔“

پولیس افسر کرسی سے اٹھ کر انجنائر سے بولا ”مجھے اٹلی کا چھٹا کر دیکھنے لگے۔ پھر اس درخت کے قریب آنے لگے۔“

وہ سرنا کے ساتھ ازپورٹ سے باہر آیا پھر بولا ”ہمارا“

وہ سرنا کے ساتھ ازپورٹ سے باہر آیا پھر بولا ”ہمارا“

وہ سرنا کے ساتھ ازپورٹ سے باہر آیا پھر بولا ”ہمارا“

وہ سرنا کے ساتھ ازپورٹ سے باہر آیا پھر بولا ”ہمارا“

طیارے کے کاغذات میں ان کی تصویر ضرور ہوگی۔ اس تصور حوالے سے کاغذ پر ان کا نام لکھا ہوگا۔“

انجنائر نے ایک فائل نکال کر افسر کو دیتے ہوئے کہا ”یہ خود ہی چیک کر لیں۔ فی الوقت تین عدد ذاتی ازپورٹ طیارے ہیں ان تینوں کے کاغذات اس فائل میں ہیں۔“

افسر نے فائل کھول کر دیکھی۔ سر ابھی جب کہ دیکھنے میں باقی تین کماں ہیں؟

پہلے ہی کاغذات پر پے پے سرا اور شی تارا کا نام لکھا ہوا تھا خوش ہو کر بولا ”آفسر! یہی ہے میرا نام اور یہ۔۔۔ یہ میری نام ہے۔“

افسر نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا ”پانگوں جیسی حرکت نہ کرو۔ پے پے سرا اس شخص کا نام ہے جس کی یہ تصویر ہے۔ بل ڈکر نامہ انجام نہیں داتا تھا۔ ذاتی طیارے سے تعلق رکھنے والے کاغذات پر سرنا کا، وہ میرے لیے بالکل بے کار تھا۔ سلمان نے اس کا پرین واش لیکن میں نے ایک اجنبی شخص کی تصویر وہاں گلوادی تھی اور کے اسے ٹیلی جیسی کے علم سے خالی کر دیا تاکہ کوئی دشمن اسے کی تصویر ضائع کرادی تھی۔ ایسی صورت میں یہ کوئی تسلیم بھی ہمارے خلاف استعمال نہ کر سکے۔ پھر اس کے امریکا واپس کر پے پے سرا اس کا نام ہے۔“

وہ بولا ”میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میرا نام پے پے سرا ہے۔ تیسری مرتبہ تھی۔“

میرے طیارے کے کاغذات ہیں۔“

انجنائر نے پوچھا ”آفسر! آپ کس پائل کو پکڑ کر لے کر آئے ہیں؟“

”ہاں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ پائل ہے اور میرا وقت بھٹے ہی چیل کل گئی وہ زمین پر تھی نہ آسمان پر بلکہ فضا میں معلق کر رہا ہے۔“

پھر وہ فائل بند کرتے ہوئے بولا ”ایک اور آخری منزل۔ ایک بہت اونچے درخت کی شاخ پر رہتی بندھی ہوئی تھی اور ہوں۔ ذاتی طیارے کے کاغذات پر پے پے سرا کے دستخط پڑ رہے تھے۔ پے پے سرا کی طرف آنے لگی تو اس نے سادہ کاغذ لو اور وہی دستخط کر کے دکھاؤ۔“

سر نے کاغذ قلم لیا۔ جو دستخط وہ برسوں سے کرتا آ رہا تھا۔ پھر بھول رہی تھی اس لیے دور تک دیکھ رہی تھی۔ دور لگاؤ کا اس کے ذہن میں نقش تھا لیکن قلم لے کر کاغذ پر ہتھکتے ہی سہرا کے نظر آ رہے تھے۔

یاد نہیں آیا کہ دستخط کس حرف سے شروع کرے اور کس حرف سے ختم ہو۔“

پولیس افسر کرسی سے اٹھ کر انجنائر سے بولا ”مجھے اٹلی کا چھٹا کر دیکھنے لگے۔ پھر اس درخت کے قریب آنے لگے۔“

پولیس افسر کرسی سے اٹھ کر انجنائر سے بولا ”مجھے اٹلی کا چھٹا کر دیکھنے لگے۔ پھر اس درخت کے قریب آنے لگے۔“

وہ سرنا کے ساتھ ازپورٹ سے باہر آیا پھر بولا ”ہمارا“

وہ سرنا کے ساتھ ازپورٹ سے باہر آیا پھر بولا ”ہمارا“

وہ سرنا کے ساتھ ازپورٹ سے باہر آیا پھر بولا ”ہمارا“

وہ سرنا کے ساتھ ازپورٹ سے باہر آیا پھر بولا ”ہمارا“

پہنچ سکوں۔“

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی ”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں! یہ خواب ہے۔ میں سو رہی ہوں۔“

”تم لٹک رہی ہو۔“

وہ زور زور سے ہنسنے لگی ”سرنا! تم کہاں ہو؟ شی تارا! تم نے مجھ پر عمل کیا تھا پھر کوئی دوسرا میرے اندر کیسے آسکتا ہے؟ میرے پاس آؤ، مجھے یقین دلاؤ کہ میں خواب دیکھ رہی ہوں۔“

”اپنی انگلی داغوں تلے لکھ کر دیکھو۔“

میں نے اسے مجبور کیا۔ اس نے ایک انگلی کو داغوں کے درمیان لاکر چبا ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی تکلیف سے چیخیں مارنے اور ترہنے لگی۔ ترہنے کے باعث فضا میں بھولنے لگی۔ میں نے پوچھا ”یقین! کیا کہ جاگ رہی ہو اور موت کی گود میں بھول رہی ہو؟“

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی ”ہاں ہاں، یقین آیا۔ آپ میرے پیلا۔۔۔۔۔“

میں نے اس کے داغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ استغاثی تکلیف کی شدت سے صلیق چھاڑ کر چیخنے لگی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ بالکل نیم مردہ سی ہو رہی تھی۔

دو افراد اوجھڑ گئے تھے اور شاخ سے رسی کھول کر اسے

نہن پر پٹیا رہے تھے۔ ایک اسپرٹس اور پولیس کی گاڑی بھی آگئی تھی۔ اسپتال پہنچتے تک دائمی تکلیف کسی حد تک دور ہو گئی تھی۔ ایک ڈاکٹر اسے اینڈ کر رہا تھا۔ میں نے کہا ”تم نے اپنی گندی اور دوغلی زبان سے مجھے پایا کہ کہ مخاطب کیا تھا اس لیے میں نے تمہارے داغ میں ڈرلر بیدا کیا۔ آئندہ کبھی کوئی رش جوڑنے کی حماقت کرو گی تو بیشک کے لیے دائمی مرلیفہ یادوں گا۔“

وہ عاجزی سے بولی ”میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گی مگر آپ سے معافی مانگتی ہوں کہ۔۔۔“

میں نے کہا ”آپ کیوں کہ رہی ہو؟ تم تو مجھے دائمی طور پر کمزور بنانے کے بعد خفارت سے تو کہا کرتی تھیں۔ میں نے تمہیں اسی وقت سمجھایا تھا غور نہ کرو، کبھی سرخیا ہو گا تو پھر آپ کو کبھی۔“

”بے شک آپ نے سمجھایا تھا۔ میں تو اب معافی مانگنے کے قابل بھی نہیں رہی ہوں۔“

”اور میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔“

وہ رونے لگی۔ اگرچہ تھپول تھی، فلوادی ارادے رکھتی تھی لیکن نجات کا راستہ نہ پا کر آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ میں اس کے داغ سے چلا گیا۔ ڈاکٹر نے اسے ایک انجکشن لگایا تھا۔ کیپول اور گولیاں کھانے کو دی تھی۔ پھر پولیس افسر نے یہ کہہ کر چلا گیا کہ وہ بیان لے سکتا ہے۔

افسر نے اس کے قریب کرسی پر بیٹھ کر پوچھا ”میڈم! تم کون ہو

نے کہا ”چائیں“ میں نے کن یا گھوں کو مکان کرائے پر دیا ہے۔ اگر تم دونوں شرافت سے میاں بیوی بن کر نہیں رہو گے تو میں تم میں سے کسی کو میاں رہنے نہیں دوں گا۔“ وہ بھی بڑبڑا ہوا چلا گیا۔ سرتانے کہا ”چائیں کیوں یہ لوگ ہمیں میاں بیوی کہہ رہے ہیں۔ یہ مالک مکان کہتا ہے کہ تم بھی اسی مکان میں رہتی ہو۔“

”درست کہتا ہے مگر تمہاری بیوی نہیں ہوں۔“
”ہو یا نہیں“ آئندہ میاں رہنے کے لیے ہمیں یہی رشتہ ظاہر کرنا ہو گا ورنہ یہ ہمیں میاں رہنے نہیں دے گا۔“
”یہ تو میں شام کو سوچوں گی۔ ابھی اپنے ساتھی کو تلاش کرنے جاری ہوں۔“

سرتانے دوا زہ لاک کرتے ہوئے پوچھا ”تمہارا ساتھی کون ہے؟“

اسے سرتا کا نام معلوم تھا مگر وہ نام زبان پر لاتے لاتے بھول گئی۔ اس نے کہا ”میرا داغ گم ہو گیا ہے۔ اپنے ساتھی کا اور اپنا نام جانتی ہوں مگر یہ نام تانے سے پہلے بھول جاتی ہوں۔“

”کیسی میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میں اپنا اور بن کا نام جانتا ہوں مگر کسی کو بتا نہیں سکتا۔ ہم دونوں ایک جیسے پر اہم ہیں۔“

وہ دونوں برطانوی سے سوچتے رہے پھر سربراہ کا رد و خلت سنوں میں جانے لگے۔ ان کی منزل ایک سی تھی اور ایک دوسرے کے سامنے تھی لیکن وہ منزل پھوڑا جھٹکتے جا رہے تھے۔

○☆☆○

لپٹنے والی شہر تارا کو قابو کیا تھا۔

پہلے ہم شہر تارا اور پے پے سرتا کو نہیں جانتے تھے۔ جب مرہٹا ان کی پناہ میں گئی تب ہمیں ان کے نام معلوم ہوئے لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کیسے کیسے غیر معمولی علوم کے حامل ہیں۔ جناب علی اسد اللہ تیریزی اور آئندہ افراد کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ وہ روحانی ٹیلی بیجی جانتے والے اور نہ معلوم کس قدر دنیا جہاں کی معلومات رکھتے تھے اور ہماری لاعلمی میں بدی کی قوتوں سے لڑتے رہتے تھے۔ لیکن ہمیں ان کے متعلق اسی وقت بتاتے تھے جب بتانا بہت ضروری ہوا تھا۔

جب لپٹنے والے اپنے عمل کے ذریعے شہر تارا کو اپنی معمول بنایا تب پتا چلا وہ دونوں بن بھائی ہالہ کی زانی سے آئے ہیں۔ بھائی فواد ہے۔ آتما لکھی حاصل کر چکا ہے دونوں بن بھائی علم نجوم اور قیافہ شناسی میں مہارت رکھتے ہیں۔ بن چالاک ہے اور ٹیلی بیجی جاتی ہے۔

ان دونوں نے چھ برسوں میں اپنی دولت جمع کر لی تھی جسے شمار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ بہرے جو اہرات کی دیوانی تھی۔ لندن کی ایک خفیہ پناہ گاہ کے خانے میں دنیا کے نایاب، بہرے موتی چھپا کر رکھتی تھی۔ دونوں نے اس عرصے میں بڑے بڑے ممالک کے اہم

راز معلوم کیے تھے اور اہم شخصیات کی کمزوریاں دستاویزی ثبوت کے ساتھ رکھی تھیں۔ وہ خطرناک عقیدوں سے بڑی کامیابی کے ساتھ کھڑے رہے اور ان پر غالب آتے رہے تھے۔

انہوں نے قدم قدم پر کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد ہماری طرف رخ کیا تھا۔ وہ ابتدا میں خوب سوچ سمجھ کر ہم سے دور رہے ہوئے ہماری اسٹڈی میں بھی کرنا چاہتے تھے اور دوسروں کو آلاکار بنا کر ہماری طاقت اور ہماری حکمت عملی کو سمجھنا بھی چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہیں مرہٹا مل گئی تھی۔

وہ مرہٹا اور جری کو ہمارے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت یہ بھول گئے کہ ہم بھی مرہٹا اور جری کی وجہ سے ان کی جڑوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا اور اب سوچنے کا وقت گزر چکا تھا۔

لپٹنے والی نے تو بخوبی عمل کے دوران پوچھا ”شہر تارا! تم ازبکستان کیوں آئی ہو؟“

”میں پارس سے نجات حاصل کرنے آئی ہوں۔“

”اس سے نجات کس طرح حاصل کرو گی؟“

”میری دنیا کتنی بے پناہ اس دنیا سے اٹھ جائے یا میں اسے قتل کروں تو پھر میرے بے دردم ہونے والا مقدر بھی بدل جائے گا۔“

”تمہیں بے دردم ہونے کا اندیشہ کیوں ہے؟“

”ہمارے ستارے کہتے ہیں کہ میں پارس کی زندگی میں قدم رکھوں گی اس سے محبت کروں گی اور شادی کروں گی تو ان حالات میں اسلام قبول کرلوں گی اور میں اپنا دردم چھوڑنا بھی نہیں چاہوں گی اسے مار ڈالوں گی یا خود مر جاؤں گی۔“

”کیا تم ستاروں کی چال کے مطابق اپنے کام کرتی ہو؟“
”ہاں“ خصوصاً فواد اور اس کے بیٹے کی معاملے میں بہت محتاط رہتی ہوں۔ جب تک جو توشہ دیا ہے اشارے اچھی طرح نہ سمجھ لوں تب تک کوئی ہوا قدم نہیں اٹھاتی۔“

”کیا تمہارا علم جو شخص یقین دلاتا ہے کہ تم پارس کو قتل کر سکو گی؟“

”ہاں“ ہر گاہ کی تین“ تمہ اور تینس تاریخیں پارس کے لیے ہماری ہیں۔ ان تاریخوں میں صرف میں ہی اسے نقصان پہنچا سکتی ہوں۔“

”کیا تمہارے علم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ آج تیرا تاریخ جو شروع ہو چکا ہے اس کے شروع ہوتے ہی تم بن بھائی کو نقصان پہنچنے والا ہے۔ تم دونوں تابعدار بنا لے جاؤ گے؟“

”ہمیں نقصان پہنچنے کا شہادہ مل گیا تھا اس لیے میں نے طے کیا تھا کہ تیرا تاریخ کو پارس سے دور رہوں گی اور جہاں تک تابعدار بن جانے کی بات ہے تو ہماری دنیا نے یقین کے ساتھ بتایا ہے کہ دنیا کا کوئی عامل سات دنوں سے زیادہ ہمیں تابعدار نہیں

ہائے گا اور یہ تو دنیا کے سارے عامل جانتے ہیں کہ جو معمول فواد کی ارادوں کے مالک ہوتے ہیں انہیں چند دنوں سے زیادہ اپنے زیر اثر نہیں رکھا جاسکتا۔“

”یہ درست ہے لیکن ہم ساتویں دن تم بن بھائی پر بھرتیوی عمل کریں گے تاکہ آئندہ سات دنوں تک پھر تابعدار بن کر وہ سب تمہاری دنیا اس سلسلے میں کیا کہتی ہے؟“

”میں کہ ہم ہر حال میں آٹھویں دن کسی بھی مثنیٰ عمل سے آزاد ہو جائیں گے۔ آٹھویں دن ہمارے خلاف جتنی بھی کوششیں ہوں گی وہ ناکام ہو جائیں گی۔“

اب یہ تو ایک ہفتہ بعد ہی معلوم ہونے والا تھا کہ ان کی جو توشہ دیا کس حد تک درست ہے۔ ویسے میں نے بھی پے پے سرتا پر عمل کیا تھا تو اس نے بھی بخوبی عمل کے دوران یہی کہا تھا اور ان کی دنیا کوئی معمولی نہیں تھی۔ وہ بن بھائی اپنی اسی دنیا کے ذریعے چھ برس تک دشمنوں سے لڑتے اور انہیں زیر کرتے آئے تھے۔

نی الحال لپٹنے والے اسے اپنی معمول اور تابعدار بنایا۔ تمام اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد کہا ”جب تم بخوبی نیند کے بعد آنکھیں کھولو گی تو ہمیں یاد آئے گا کہ نقلی پولیس والے سرتا، مرہٹا اور جری کے ساتھ ہمیں بھی انہیں کرنا چاہتے تھے لیکن تم پولیس کی گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے وہاں سے بھاگ گئیں۔“

”ہاں یاد آگیا۔ تم پر تھوڑی راج بن کر آئے تھے لیکن میں تمہاری اصلیت جان گئی ہوں۔ تم ہر گاہ کے بیٹے سارپ ہو۔“
”یہ ہر گاہ اور سارپ کیا چیز ہیں؟“

اس کے دماغ میں فواد اور پارس کے نام تھے۔ وہ یہی نام زبان سے ادا کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا ”نام کے حروف الٹ پلٹ ہو گئے“ کیا تمہارا نام راسب نہیں ہے؟“

”ایسا نام تو کسی گھوڑے کا بھی نہیں ہوتا۔ مجھے کوئی اچھا سا نام دو۔“

وہ جھنجھلا کر بولی ”میں تمہارا اصلی نام جانتی ہوں۔ مگر یہ زبان پر نہیں آ رہا ہے۔“

”ہو کیاں بھلی بات نام لینے سے اسی طرح شرابی ہیں۔“
”شٹ اپ! مجھے تم سے عشق نہیں ہوا ہے۔ اگر میں انک رہی ہوں تو کم از کم تم اپنا نام بتا سکتے ہو۔“

”جب تک ہمیں نام یاد نہیں آئے مجھے تیرا نمبر کا کرو۔“
اس نے پریشان ہو کر کیلنڈر کو دیکھا پھر پارس کو۔ اسے آج اس فوجوان سے دور رہنا تھا لیکن تقدیر اس کے بیڑوم میں لے آئی تھی۔ پارس نے پوچھا ”کیا یہ نمبر تمہیں پسند نہیں ہے یا بی بی دی“

”میں تم کو نہیں ہوں تم کو نہیں ہوتے ہو پوچھنے والے۔“
”رات بھر کے مضبوط رشتے کے بعد کوئی تو تمہارا کتے لگا ہوں۔“
”کیو اس مت کرو۔ ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہوا ہے۔“

کھول کر اسے دیکھتے ہوئے کہا ”اتنی دیر تک نہ دیکھو مجھے سرتا جانتے۔“

وہ فوراً زور ہو گئی ”سرتا سے اتنی دیر بولی کون ہو تم؟“
وہ اٹھ کر بیٹھنے ہوئے بولا ”کیا زمانہ آگیا ہے۔ آج کل کی لڑکیاں پوری رات گزارنے کے بعد صبح اٹھ کر مسافر شب کا نام پوچھتی ہیں۔“

”کیو اس مت کرو۔ میں نے تمہارے ساتھ رات نہیں گزارا ہے۔“

”تاکر کر سکتی ہو کیونکہ میاں کوئی چشم دید گواہ نہیں ہے۔ ویسے چیز اچھی ہو۔ کچھ یا، آج کل مجھ سے آج دوسری بار مل رہی ہو۔“

وہ چونک کر بولی ”میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ پہلے کیسے ملاقات ہو چکی ہے۔ مجھے بتاؤ ہم پہلے کہاں ملے تھے؟“

”تمہاری یادداشت کمزور ہے۔ تاشقند کے ایک رستوران میں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ چند غنڈوں نے ہمیں پھینچا تھا۔ ویسے ان غنڈوں کا قصور نہیں ہے۔ تم اپنی حسین اور بھرپور ہونے میں بھی پھینچنے کے لیے تمہاری میز پر آگیا تھا۔“

”ہاں یاد آگیا۔ تم پر تھوڑی راج بن کر آئے تھے لیکن میں تمہاری اصلیت جان گئی ہوں۔ تم ہر گاہ کے بیٹے سارپ ہو۔“
”یہ ہر گاہ اور سارپ کیا چیز ہیں؟“

اس کے دماغ میں فواد اور پارس کے نام تھے۔ وہ یہی نام زبان سے ادا کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا ”نام کے حروف الٹ پلٹ ہو گئے“ کیا تمہارا نام راسب نہیں ہے؟“
”ایسا نام تو کسی گھوڑے کا بھی نہیں ہوتا۔ مجھے کوئی اچھا سا نام دو۔“

وہ جھنجھلا کر بولی ”میں تمہارا اصلی نام جانتی ہوں۔ مگر یہ زبان پر نہیں آ رہا ہے۔“

”ہو کیاں بھلی بات نام لینے سے اسی طرح شرابی ہیں۔“
”شٹ اپ! مجھے تم سے عشق نہیں ہوا ہے۔ اگر میں انک رہی ہوں تو کم از کم تم اپنا نام بتا سکتے ہو۔“

”جب تک ہمیں نام یاد نہیں آئے مجھے تیرا نمبر کا کرو۔“
اس نے پریشان ہو کر کیلنڈر کو دیکھا پھر پارس کو۔ اسے آج اس فوجوان سے دور رہنا تھا لیکن تقدیر اس کے بیڑوم میں لے آئی تھی۔ پارس نے پوچھا ”کیا یہ نمبر تمہیں پسند نہیں ہے یا بی بی دی“

”میں تم کو نہیں ہوں تم کو نہیں ہوتے ہو پوچھنے والے۔“
”رات بھر کے مضبوط رشتے کے بعد کوئی تو تمہارا کتے لگا ہوں۔“
”کیو اس مت کرو۔ ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہوا ہے۔“

وہ جھنجھلا کر بولی ”میں تمہارا اصلی نام جانتی ہوں۔ مگر یہ زبان پر نہیں آ رہا ہے۔“

”ہو کیاں بھلی بات نام لینے سے اسی طرح شرابی ہیں۔“
”شٹ اپ! مجھے تم سے عشق نہیں ہوا ہے۔ اگر میں انک رہی ہوں تو کم از کم تم اپنا نام بتا سکتے ہو۔“

”جب تک ہمیں نام یاد نہیں آئے مجھے تیرا نمبر کا کرو۔“
اس نے پریشان ہو کر کیلنڈر کو دیکھا پھر پارس کو۔ اسے آج اس فوجوان سے دور رہنا تھا لیکن تقدیر اس کے بیڑوم میں لے آئی تھی۔ پارس نے پوچھا ”کیا یہ نمبر تمہیں پسند نہیں ہے یا بی بی دی“

”میں تم کو نہیں ہوں تم کو نہیں ہوتے ہو پوچھنے والے۔“
”رات بھر کے مضبوط رشتے کے بعد کوئی تو تمہارا کتے لگا ہوں۔“
”کیو اس مت کرو۔ ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہوا ہے۔“

”کیا جیسے یاد ہے کہ رات کیا ہوا تھا؟“

”کیا ہوا تھا؟“
”تم بھی ہوئی تھیں۔ ہوش و حواس میں نہیں تھیں۔ بتائیں کہاں سے بھاگتی ہوئی آئی تھیں۔ آتے ہی میرے کمرے میں گھس گئی تھیں۔“

”میں پولیس سے بیچا چڑا کر یہاں چھپنے آئی تھی۔“
”کیا چھپنے کے لیے میرا کمرہ کھلا تھا۔ میں بھی سوچ رہی تھی کہ تمہارا کمرہ میری عزت فطریہ میں چڑھ جائے گی۔ میں کسی کو مدد دھکانے کے قابل نہیں رہوں گا۔“

”یہ کیا کہو اس کر رہے ہو؟“
”پھر وہ اپنے اندر محسوس کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ واقعی کچھ ایسا ہو گیا ہے۔ ستارے تو جیج جیج کر پیش گوئی کر چکے تھے کہ ایک دن میں میرے جسم و جان کا مالک بنے گا۔ کیا پیش گوئی پوری ہو چکی ہے؟“

پارس نے کہا ”تم پریشان لگ رہی ہو، میں نے کل رات ہی کہا تھا کہ صبح جب ہوش میں آؤ گی تو پہلے یقین نہیں کرو گی اور یقین آنے کا تو پریشان ہو جاؤ گی لیکن اب چھپتا ہے سے کیا ہو گا۔ ویسے میں نے اپنی زندگی کی سب سے حسین اور یادگار رات گزار دی ہے۔“

وہ طلق بھاڑ کر بولی ”کیا اس مت کرو۔ میں ابھی یہاں سے جاری ہوں۔“

”کہاں جاؤ گی؟ زیوار ہوئے کے بعد آئینہ دیکھا ہے۔ باہر تمہیں جو بھی دیکھے گا میری کمرے کے کمرے سے مدد کلا کر آئے گی۔“

اس نے غرا کر اسے دیکھا پھر تیزی سے چلتی ہوئی ہاتھ دوم میں آئی۔ اس نے تمام لائسنس آن کر کے آئینے میں خود کو دیکھا۔ بال بھرے ہوئے تھے۔ لباس کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ چہرہ بھول کی طرح شاداب تھا لیکن آنکھوں سے تھکن ظاہر ہو رہی تھی اسے یقین نہیں آیا تھا کہ تقدیر اپنی ضد پوری کر چکی ہے۔

عقل نے سمجھا کہ فوراً کسی لیڈی ڈانکر سے ملاقات کرے اور اپنا چیک اپ کرائے۔ میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہو جائے گا کہ اس نے پارس کے ساتھ رات گزار دی ہے یا نہیں؟

وہ ہاتھ دوم سے نکل کر بیڈ دوم میں آئی۔ پارس الماری سے اپنا لباس اور توپیا نکال رہا تھا۔ وہ بولی ”میں اس پہنے ہوئے لباس میں باہر کیسے جاؤں گی؟“

”میں غسل و میو سے فارغ ہو کر یہ لباس پہن کر بازار جاؤں گا پھر تمہارے لیے لباس خرید کر لاؤں گا۔“

”میں گھنٹوں بیٹھ کر انتظار نہیں کروں گی۔“
پارس نے ہاتھ دوم میں گھس کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ تیزی سے آکر دروازے کو پیٹ پیٹ کر بولی ”دروازہ کھولو پہلے“

میں غسل کروں گی“ اسے تم بازو جا کر میرا لباس لاؤ۔“

وہ دروازے پر ہاتھ مارتی رہی اور چٹختی رہی لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ وہ جھٹکا کر کمرے میں گھس گئی سوچنے لگی ”پارس کا ایک لباس نکال کر پہنے اگرچہ وہ بدن پر تھلا لگے گا لیکن خودی دیر کے لیے کارٹون بن کر سی“ بازار جا کر لباس خرید کر لے آؤں گی۔“

وہ تیزی سے چلتی ہوئی الماری کے پاس آئی۔ اس کا ایک ہیٹ کھول کر دیکھا وہاں مردانہ لباس تھا۔ اس نے دوسرے ہیٹ کو کھولا تو خوش ہو گئی۔ اس جیسے بلاؤز چٹائی کوٹ اور ڈاکستان کی دوشیزاؤں کا دوپٹا لباس نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک لباس کا انتخاب کیا پھر دوسرے کمرے کے ہاتھ دوم میں چلی گئی۔

غسل کرنے کے دوران سوچنے لگی ”مجھے فوراً پارس سے بیچا چھڑا چاہیے۔ یہ تقدیر بھی کیا چیز ہے۔ ہزار مذہبوں کے باوجود اپنی بات پوری کر دھاتی ہے۔ بھگوان کرے میرا اس سے کوئی جسمانی رشتہ قائم نہ ہوا ہو۔ اگرچہ ہو چکا ہو گا تو وہ غیر شعوری طور پر میرے احساسات پر چھایا رہے گا پھر میرے اندر کی عورت صرف اسی کو مانگے گی میں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔“

اس نے جلدی جلدی غسل کیا۔ لباس پہن کر کمرے میں آئی وہ کمرے میں نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ دوم کے دروازے سے کان لگا کر سنا ”اندروں سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا تاکہ وہ قید ہو کر رہ جائے اور اس کے پیچھے نہ آئے۔“

یہاں سے مطمئن ہو کر اس نے آئینے کے سامنے بالوں کو ڈرائی کیا پھر برش کیا۔ سینئر نیل پر کاری چالی رہی ہوئی تھی وہ جرابیں اور جوئے پہن کر بیٹھ کے باہر آئی۔ دروازے کے سامنے کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے آکر دروازہ کھول کر اسٹینڈنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسے اشارت کر کے ڈرائیو کرنی ہوئی تھی رڈ پر آکر رک گئی سوچنے لگی ”کس سمت بائیں۔ کوئی لیڈی ڈانکر کہاں ملے گی؟“

اسی وقت پارس کی آواز سننے ہی خوف سے چیخ پڑی۔ سر ہمار پیچھے دیکھا وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا کہہ رہا تھا ”گائیڈ کی سوجی میں یہ سوجو کس سمت جاؤ گی۔ اتنا تباہ و برباد کیا جا چاہتی ہو؟“

”جہنم میں! ہم ہاتھ دوم سے کیسے نکل آئے؟ میں نے دروازہ باہر سے بند کیا تھا۔“

”بند کرنے سے پہلے دیکھ لینا چاہیے تھا کہ میں اندر ہوں یا نہیں؟ میں تو دس منٹ کے بعد ہی لباس وغیرہ پہن کر اس کار میں آ بیٹھا تھا۔“

”تم منکار ہو“ فری ہو۔“
”اور تم کیا ہو؟ میری کار لے کر کہاں رہی تھیں۔“
”میں لسنہ بیٹھتی ہوں تمہاری کار پر۔“
وہ گاڑی سے اتر کر پیدل جاتے ہوئے بولی ”میرے پیچھے ہرگز

نہ آئے۔“
وہ اسٹینڈنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے ست رہا تھی سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ ہٹ ہاتھ پر جل رہی تھی۔ کار سے ذرا پیچھے ہو گئی تھی۔ پارس نے کھڑی سے جھانکتے ہوئے پوچھا ”تم میرے پیچھے کیوں آ رہی ہو؟“

وہ غصہ سے گھور کر تیزی سے چلے گئی تاکہ پیچھے نہ رہے اور پیچھا کرنے کا الزام نہ آئے لیکن وہ گاڑی کی رفتار آہستہ آہستہ بڑھا دیتا تھا اور وہ پیچھے رہ جاتی تھی۔ آخر باپٹی ہوئی بولی ”تم کے پدمشاہ ہیں۔ میں ابھی طرح جا رہی ہوں۔ آج کا دن میرے لیے منحوس ہے۔ تم آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑو گے۔“

”جب نجات ممکن نہیں ہے تو گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور اپنی حیل تباؤ۔“

”میں کسی لیڈی ڈانکر کے پاس جاؤں گی۔“
وہ فوراً ہی کار روک کر باہر نکلا اور دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا پھر اس کا ایک بازو پکڑ کر بولا ”کمال ہے! ایک ہی رات میں اتنی بڑی خوش خبری سن رہی ہو۔ چلو کار میں بیٹھو۔ مجھے پہلے معلوم ہوا کہ پاؤں بھاری ہیں تو پیدل چلنے نہ دیتا۔“

وہ ایک بیٹھنے سے بازو چھڑا دے ہوئے بولی ”میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ میں نے آج تک نہیں سنا ہے کہ ایک ہی رات میں پاؤں بھاری ہو جاتے ہیں۔“

”یہ باتیں سننے سے نہیں تجربے سے سمجھ میں آتی ہیں۔“
اسی وقت اس نے منہ پر ہاتھ رکھا اسے ابکائی آ رہی تھی۔ پارس نے کہا ”لٹیاں! انکاپنا اور تے مبارک ہو۔“

وہ غصہ دیکھا جا چکی تھی مگر سر پکڑا رہا تھا جی تھلا رہا تھا۔ وہ گھبرا کر سوچ رہی تھی کیا ایسا ہو جاتا ہے؟ کیا ایسا ہو چکا ہے؟ وہ اسے سارا دے کر کار کے پاس لے آیا۔ وہ دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ تیرہ تاریخ کو اس کی زندگی میں آئے گا اور تیرہ ہی تاریخ کو ماں بننے کے آثار نمایاں ہو جائیں گے۔ ایسا ہوتا تو نہیں ہے مگر ہو رہا تھا۔

ویسے پارس بھی سوچ میں بڑھ گیا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے پچھلی رات شی تارا کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ دوسرے ہیڈ دوم میں سوتا رہا تھا۔ صبح اسے پریشان کرنے کے لیے اس کے بیدار ہونے سے پہلے اس کے بستر پر گر لٹ کیا تھا۔

پارس سمجھی کسی لڑکی کی تنہائی میں جبراً نہیں کیا۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ شی تارا اسے قتل کرنا چاہتی ہے“ اس نے اس کی عزت کا قائل بننا گوارا نہیں کیا۔ کیونکہ ایسی حرکتیں کوئی مذہب اور ذہنی نوعیت نہیں کرتا۔ لیکن اب وہ پکڑا رہا تھا کہ اسے کئی کیوں ہو رہی ہے؟

اس کی ای لٹائیے بتایا تھا کہ شی تارا دشمن ہے مگر عزت دار

اور حیا والی ہے۔ آج تک جس نے بھی اسے ہاتھ لگانے کی جرأت کی وہ اس کے ہاتھوں جہنم میں پہنچ گیا۔ فکر کا مقام تھا کہ اس کے باوجود اس کی یہ حالت کیوں تھی۔

وہ ایک اسپتال میں آئے۔ پارس نے اس سے پوچھا ”میرا نام یاد ہے؟“
”مجھے تمہارے نام سے کیا لینا ہے؟“
”لیڈی ڈانکر کے باپ کا نام پوچھو گی۔“
”کوئی بچہ نہیں ہے۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔“
وہ لیڈی ڈانکر کے جیمبر میں چلی گئی۔ پارس وینڈنگ روم میں بیٹھ گیا۔ لیٹل نے آکر پوچھا ”میرے عاشق بیٹے کیا حال ہے؟“

”وہ اے! ای شی تارا ماں کیسے بن رہی ہے؟“
”مجھے ہر لڑکی بن جانی ہے۔“
”آپ نے تو کہا تھا کہ یہ ابھی تک باپ کا دم نہیں ہے۔“
”میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ یہ کل رات سے پہلے پارنا تھی۔“

”یعنی آپ مجھے الزام دے رہی ہیں؟ میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے اور آپ مجھے ہونے والے بچے کا باپ کہہ رہی ہیں۔“
”لیٹل نے ہنسنے ہوئے کہا ”تم اپنے باپ کی طرح عشق کے

مارشل آرٹ

کے لیے رہی تھی۔
دھڑکن کی حفاظت کیجیے



استاد اے۔ بیلیک۔ بیلٹ
تک
کراٹے
سیکھو

اس کلاس میں دو قسم کی کلاسز ہوتی ہیں جو کہ تندرستی کے لیے بہت مفید ہیں۔
۱۔ کراٹے میں کھڑے اور لیٹے کی تکنیکیں سکھائی جاتی ہیں۔
۲۔ کراٹے میں کھڑے اور لیٹے کی تکنیکیں سکھائی جاتی ہیں۔
۳۔ کراٹے میں کھڑے اور لیٹے کی تکنیکیں سکھائی جاتی ہیں۔
۴۔ کراٹے میں کھڑے اور لیٹے کی تکنیکیں سکھائی جاتی ہیں۔

مکتبہ نصرت یار۔ پلاٹ نمبر ۱۰۷۔ کراچی۔ ۱۰۰

محلے میں بدنام ہو۔ ساری دنیا تمہیں اس بچے کا باپ کہے گی۔
 ”دیکھئے! ای! آپ کچھ گزربڑ کر رہی ہیں۔ سچ بتائیں کوئی چکر چلا رہی ہیں؟“

لکلی نے ہنسنے ہوئے اعتراف کیا ”ہاں دراصل شئی تار نے کل رات سے کچھ کمایا نہیں ہے۔ صبح ناشتا بھی نہیں کیا۔ یہ پریشانی بھی ہے کہ تیرہ تاریخ کو پارس اس کے پیچھے بڑھ گیا ہے۔ ایسے حالات میں اس کا جی تھلائے لگا تو میں نے اس کی اندر گھبراہٹ اور انکائی کا احساس پیدا کیا۔ اس کا سر پکڑنے لگی۔ آگے تم سمجھ لو، اب میں اس کے ذریعے لیڈی ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہوں۔“

وہ لیڈی ڈاکٹر شئی تارا کا محاصرہ کر رہی تھی اور اس سے پوچھ رہی تھی ”تمہاری شادی کب ہوئی تھی؟“

”میں کنواری ہوں۔“

”کیا تم رسی ہو؟“

”بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔“

لکلی ڈاکٹر کے داغ پر چھائی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے پوچھا ”تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہے؟“

”میں کبھی مردوں سے دوستی نہیں کرتی۔“

”پھر تمہیں کسے پیسے والی ہو؟“

وہ گھبرا کر بولی ”ڈاکٹر! یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

”یہ کہہ رہی ہوں جو تمہارے حالات کہہ رہے ہیں۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ یہاں آتے وقت تمہیں حملی ہو رہی تھی! انکائیاں سی آ رہی تھیں۔ ان آواز کے بعد مینڈیکل رپورٹ بھی یہی کہہ رہی ہے۔“

”لیکن ایک سی رات میں یہ کیسے ممکن ہے۔“

”تم ایک رات کی بات کر رہی ہو۔ ایک ساعت میں حمل قرار پاتا ہے۔ میری رپورٹ پر مجھوسا نہیں ہے تو کسی اور ڈاکٹر سے تصدیق کرا لو۔“

وہ سر ہٹا کر چیمبر سے باہر آئی۔ پارس پر نظر پڑنے سے دل کی دھڑکن ذرا تیز ہو گئی۔ اپنے اندر پرورش پانے والے بچے کے باپ کو سامنے دیکھ کر کچھ عجیب سی کشش محسوس ہوئی۔ کچھ غصہ بھی آیا کہ وہ دشمن ہے۔ وہ منہ پھیر کر جانے لگی۔

وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولا ”میں جانتا ہوں۔ تم اس لیے ناراض ہو کہ ابھی ماں بننے کی عمر نہیں ہے۔ ہمیں برس دو برس تک دوامیں کرنا چاہیے تھا۔ ہنٹا کھانا، نانچا، بارش میں بیگ بیگ کرانڈین فلوں کا کورس عمل کرنا تھا لیکن قدرت کو یہ منظور نہیں تھا اس لیے ایک سی رات میں مجھ ہو گیا ہے۔“

وہ چلتے چلتے رک پکڑ کر بولی ”تم میرا بیچھا چھوڑنے کی کیا قیمت لو گے؟“

”قیمت تو تو ماہ بعد ہی چکا سکو گی۔ میرا چچہ مجھے دے دو۔ پھر میں تمہارے پیچھے نہیں آؤں گا۔“

”اوہ گاڈ! کیا تم تو اب تک میرے ساتھ رہو گے؟“

”مجبوری ہے۔ ویسے سنا ہے کہ سات مہینے میں بھی نہ رہے۔ پھر اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ غلط طے لے رہی تھی۔ مالک نے تم جیسی کوشش کر کے اسی حساب سے جلدی نہایت کی۔“

وہ اسپتال سے باہر آ کر بولی ”میرا بھائی آئے گا تو تمہیں ابھی اپنا اندھا سامنا کرنا پڑے گا۔ پولیس والوں نے انٹروپورٹ جا کر چنگی میں مسل کر بیٹھ نہایت دلائے گا۔“

”مکان ہے تمہارا بھائی؟“

”ایک فور انشور ہوٹل کے سامنے ہم ایک بنگلے میں رہتے۔ کل رات چند بدعاش پولیس والوں نے ہمیں زبردستی وہاں سے بچ کر تمہارے پاس آجھسی ہوں۔ میرا بھائی ناگہان گھسٹ ہے۔ وہ بھی کسی طرح بچ گیا ہو گا۔“

پارس نے کار کا دروازہ کھول کر کہا ”بیٹھو اور اس بنگلے میں شاید وہاں تمہارا بھائی مل جائے۔“

وہ بیٹھ گئی۔ پارس اسٹیرنگ سیٹ پر آیا پھر کار اشارت کر کے بڑھاتے ہوئے بولا ”بھائی کا نام کیا ہے؟“

وہ بولی ”نے نے پرسا۔ نن۔۔۔ نہیں اس کا نام ہے۔“

وہ چپ ہو کر نام یاد کرنے لگی۔ اسے اچھی طرح یاد آیا ”بھائی کا نام ہے پے پے سرنہ۔“

بھائی کا نام ہے پے پے سرنہ ہے لیکن زبان پر آنے تک وہ نام ڈاؤنی طیارے کے کافڈات دکھائے۔ ان کافڈات پر پے پے سرنہ سے مٹ جاتا تھا۔

پارس نے کہا ”آج کل کی لڑکیوں کو محبوب مل جائے تو بد قسمی عورت کی محسوس۔“

اور بھائی کے نام تک بھول جاتی ہیں۔“

”اے! فضول باتیں نہ کرو۔ میں اپنے بھائی کے سوا دنیا بھر کی کسی سے چار نہیں کرتی ہوں۔ میں خود کو بھلا سکتی ہوں مگر اسے یہ کافڈات دیکھے ہوں گے اور وہ مایوس ہو کر یہاں سے گیا نہیں بھلا سکتی۔ بھائی کا نام بن کو معلوم نہیں ہو گا تو کیا ہو گا؟“

معلوم ہو گا؟ اس کا نام ہے۔۔۔“

وہ بولتے بولتے پھر بھول گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر عام ”عورت کو ایسی حالت میں خوش رہنے کی کوشش کرنا چاہیے۔“

سوچنے لگی ”یہ میری یادداشت کو کیا ہو گیا ہے؟“

وہ بولا ”پریشان کیوں ہوئی ہو؟ بنگلے میں پہنچ کر نام ”ہمارا نہیں رہا ہے۔ میرا بھائی مجھ سے پھڑکیا ہے۔ اب خوشی کی کر لیتا۔“

وہ دونوں بنگلے کے سامنے پہنچ گئے۔ پارس نے مالک مکان ”تم یہ سوچ کر بھائی سے شام تک ملاقات ہو گی جب اسے کر کہا ”یہ لڑکی کتنی ہے اس کا بھائی اس بنگلے میں رہتا ہے! معلوم ہو گا کہ وہ ماوس بننے والا ہے تو خوشی سے ناچنے لگے گا۔ تم اسے پہچانے ہو؟“

مالک مکان نے شئی تارا کو دیکھ کر کہا ”میں یہ مکان کرایہ پر ہو گا۔“

وہ کر بچکتا رہا ہوں۔ آج صبح تمہارا بھائی آیا۔ عجیب بنگلے باتیں کرتا رہا پھر اس کی بیوی آئی۔ اب تم آئی ہو۔ یہ تم فطوں میں آ رہے ہو اور جارہے ہو! آخر یہ معاملہ کیا ہے؟“

پارس نے پوچھا ”اس کے بھائی کا نام کیا ہے؟“

مالک مکان نے کہا ”یہ لوگ نام پتا بھی غلط بتاتے ہیں۔“

لیتے وقت وہ اپنا نام پے پے سرنہ بتاتا تھا۔“

شئی تارا نے جلدی سے کہا ”میں نام ہے میرے بھائی کا طور پر مسلمان ہی پیدا ہو گا۔“

”میرا بھائی تیس جہنم میں پھنسا دے گا تو پھر قدرتی طور پر ماں کے حوالے سے بند رہے گا۔“

”کیا تمہارے پاس کوئی ایسا علم ہے جس کے ذریعے تم یقین سے یہ کہتی ہو؟“

اسے اپنی جوش دہلا یاد آئی۔ اس دنیا نے کبھی بچے کے متعلق اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ زیر لب بڑبڑانے لگی ”میں حیران ہوں کہ ماں کیسے بن رہی ہوں؟“

وہ چونک کر بولی ”میری جوش دہلا نے بچے کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے بچہ ضائع ہو جائے گا۔ مجھے اس سلسلے میں کسی لیڈی ڈاکٹر سے معاملہ طے کرنا چاہیے۔“

”کیا تم ایک ماں ہو کر اپنے بچے کو قتل کرنا چاہتی ہو! میں جہنم ہر مرکز ایسا نہیں کہنے دوں گا۔“

”تم کون ہوتے ہو؟ مجھے روکنے والے؟ میں تمہارے بچے کو جہنم نہیں دوں گی!“

”میں تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کر اپنے بیٹے کو دم کے بستر سلا کر رکھوں گا۔ وہاں تک انھیں نہیں دوں گا! اپنا بچہ لینے کے بعد جہنم جانے دوں گا۔“

وہ غصے سے چیخ کر بولی ”کیا تم مجھے مارو گے؟ میرے ہاتھ پاؤں توڑ دو گے۔ گاڑی روکو! باہر نکلو اور مجھ سے مقابلہ کرو۔ میں بتاؤں گی کہ کتنی زبردست فائز ہوں۔ تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کر اپنا بیچ بنا دوں گی۔“

پارس نے کار روک کر کہا ”میں سر عام تم سے فائدہ کر کے اپنا مذاق نہیں بننے دوں گا۔ شوہر ہوتا ہے جو گھر کے اندر بیوی کی پٹائی کرتا ہے تاکہ خود خف جائے تو کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔“

”میں نے تمہاری طرح بزدل نہیں دیکھا۔ ایک لڑکی کا چیلنج قبول کرنے سے ڈرتے ہو۔“

”تم سے مجھیلی رات مقابلہ کیا تو تم نے مجھے باپ بنا دیا۔ نہ بابا! اب میں کوئی غلطی نہیں کروں گا۔“

وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولی ”تم آؤ۔“

وہ بولا ”تمہیں اپنا اور بھائی کا نام یاد نہیں ہے۔ اس ملک میں آنے اور رہنے کا اجازت نامہ نہیں ہے۔ مجھے تمہارا پتہ نہیں جانتا۔“

وہ جلدی سے گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا ”جو عورت فوراً سمجھو تاکہ لے وہ کامیاب بیوی ثابت ہوتی ہے۔“

”میں بیوی نہیں ہوں! ہماری شادی نہیں ہوئی ہے۔“

”ہاں مگر شادی کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔“

”میں مگر صاف ہی مگر تم سے شادی نہیں کروں گی۔ وہ دیکھو! سامنے اسپتال ہے گاڑی روکو۔“

اس نے اسپتال کے سامنے پہنچ کر گاڑی روک دی۔ وہ گاڑی

سے اتر کر اسپتال کے اندر جانے لگی۔ ایک لیڈی ڈانکر کے کمرے میں پہنچ کر بولی ”میں اندر آ سکتی ہوں؟“

بیچے سے پارس نے کہا ”ڈانکر! اندر چلی گئی تو پھر اندر جانے کی اجازت کیوں طلب کر رہی ہو؟“

وہ یادیں چٹختی ہوئی ڈانکر کے سامنے میز کے دوسری طرف کرسی پر جمے تھیں۔ پارس نے اپنی کھوپڑی کی طرف اٹھلی سے اشارہ کرتے ہوئے ڈانکر کو سمجھایا کہ ”اے والی! ذہنی مریضہ ہے۔“

شی تارا نے کہا ”ڈانکر! میں بہت کم کم ہوں! ماں بننے کی محنت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے بچے سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔“

پارس نے کہا ”ڈانکر! یہ سینٹل کیس ہے! اپنی یادداشت کو چھلک ہے۔ کوئی بچہ نہیں ہوتا پھر بھی کتنی پھرتی ہے کہ ماں بننے والی ہے۔“

وہ بولی ”ڈانکر! یہ جھوٹا ہے! میرا دشمن ہے۔ میں نے میڈیکل چیک اپ کرایا ہے۔ میں ماں بننے والی ہوں۔“

ڈانکر نے کہا ”اچھی بات ہے مرزا! میں ابھی چیک کرتی ہوں۔“

وہ بولی ”میں مرز نہیں ہوں! ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے؟“

وہ ہنسے اس اٹھ کر بولی ”پاکل ہوگی تو تیرا خاندان تو اس بدعاش کے بھانے سے مجھے۔۔۔“

پارس اس کا بازو پکڑ کر وہاں سے کھینچ کر لے جاتے ہوئے بولا ”اور اٹھ! تمہیں کتنا سمجھایا ہے ٹھہرے نہ نکلا کرو۔ یہ دنیا پاکل کو پاکل نہیں کہتی۔ تمہارے جیسی ہوش مند کو پاکل کہتی ہے۔ اسے تجرہ کہتے ہیں کہ ہوش مند ہو اور پاکل کسلا رہی ہو۔“

وہ کار کے پاس آکر اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولی ”تم کیوں پیچھے پڑ گئے ہو؟“

”تمہارے سوال کا جواب تمہارے ہی پاس ہے۔ یاد کرو تمہاری جوش و خروش دیکھنا کے ساتھ جو تاریخ میرے لیے منحوس ہے وہ تمہارے لیے بھی منحوس ہو سکتی ہے اس لیے خاص طور پر تیرہ تاریخ کو میرے قریب نہ آؤ۔ اور تم آج وہی رات کو تیرہ تاریخ کا آغاز ہوتے ہی میرے پاس بھاگ کر چلی آئیں۔“

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی ”واقعی میں خود اس کے قریب آئی ہوں۔ یہ فکدہ کیسی تیرا بھیجی سے مجھے اس کے پاس ابھاری ہے۔ مجھے اس ابھسن سے میرا بھائی نکال سکتا ہے“ اسے کمال دعوئوں؟“

وہ بولی ”یہ میری غلطی ہے کہ تمہارے پاس پناہ لینے آئی۔ مجھے معاف کر دو اور میرے پیچھے نہ آؤ۔“

”تم نے میرا ہاتھ پکڑنے کی جرأت کیسے کی۔ اگر میرا بھائی
ہوتا تو تمہارے ہاتھ توڑ دیتا۔“
پھر وہ پارس سے بولی ”تمہیں غیرت نہیں ہے۔ تمہارے
سامنے اس نے میری کلائی پکڑی ہے۔“
پارس نے کہا ”غلطی تمہاری ہے۔ تم نے یہ نیکیں جھین کر لیا
ہے۔“
سرہانے کہا ”وہ دوست، تم نے انصاف کی بات کہہ کر دل
جیت لیا ہے۔ میں اس بات پر یہ نیکیں تمہاری وائف کو دیتا
ہوں۔“
سرہانے ہاتھ جھوڑ دیا۔ پارس نے کہا ”اگر تم اسے بھائی سمجھ
لیں تو اس کے ہاتھ پکڑنے سے غصہ نہ آتا۔“
سرہانے کہا ”جی ہاں چھو تو اسے دیکھ کر اپنی بہن یاد آجی۔ وہ اسی
شہر میں کہیں گم ہو گئی ہے، ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔“
”عجب اتفاق ہے۔ میری وائف کا بھائی گم ہو گیا ہے۔ یہ
اسے تلاش کر رہی ہے۔“
”اس کے بھائی کا طلعہ کیا ہے۔ نام بتاؤ، ہم تلاش کرنے میں
مدد کریں گے۔“
”میں طلعہ نہیں بتا سکتی مگر اسے دیکھ کر پہچان لوں گی۔ نام بھی
مجھے یاد ہے مگر کسی کو بتانے سے پہلے بھول جاتی ہوں۔“

و افس اپنے بھائی کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔“
مرنے لے کہا ”مالک مکان جو تھا ہے۔ وہ مجھے اور میری ساتھی
کو مہاں بھیج کر رہا تھا۔ جبکہ ہم مہاں ہی نہیں ہیں ایک دوسرے
کے لیے اجنبی ہیں۔ آج صبح ہماری دوستی ہوئی ہے۔“
”بہتر ہے اس جنگل میں چل کر مالک مکان سے حقیقت معلوم
کی جائے۔“
وہ سب راضی ہو گئے۔ پارس کی گاڑی میں بیٹھ کر اس جنگل
کے سامنے آئے۔ سرتانے شی آثار سے کہا ”اگر یہ تمہارا بھلا ہے تو
تمہارے پاس دروازے کی چابی ضرور ہوگی۔“
”چابی میرے بھائی کے پاس ہے۔“
سرتانے آگے بڑھ کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا ”تم چاہو تو اندر
آکر دیکھ سکتی ہو، تمہاری رہائش گاہ نہیں ہے۔“
”میں ثابت کر دوں گی کہ اندر میرا سامان رکھا ہوا ہے۔“
وہ سر اٹا اور مرنے کے پیچھے جنگل میں داخل ہوئی۔ پارس باہر اپنی
کار سے نیک لگائے کھڑا رہا۔ سرتانے اندر آکر جیسے ہی دروازہ بند
کیا ویسے ہی بہن بھائی نے ایک دوسرے کو چونک کر دیکھا۔ خوشی
سے آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔
”بھائی کی جان! تم کہاں کم ہو گئی تھیں؟ میں صبح سے تمہیں
تلاش کر رہا ہوں۔“

”میں بھی صبح سے تلاش کر رہی ہوں۔ ہمیں اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کو اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ کیونکہ میں دوسروں کے سامنے اپنی شناخت بھول جاتی ہوں۔“

”میں بھی بھول جاتا ہوں۔ میرا بھی بھول جاتی ہے لیکن یہاں ہمارا تمام سامان موجود ہے صرف ہمارے تمہارے شناختی کاغذات نہیں ہیں۔“

”جی تارنے اپنے بیڈ روم میں آکر اپنے سامان میں وہ کاغذات تلاش کیے۔ وہاں سب کچھ تھامو ضروری کاغذات نہیں تھے۔ میرا نے کہا ”بڑی مشکل ہے کہ ہم تینوں بند کرے میں ایک دوسرے کو پہچان رہے ہیں لیکن باہر جاتے ہی بھول جاتے ہیں۔“

”جی تارنے کہا ”یہ کیسی ناقابل یقین بات ہے۔ جس بھائی کو جان سے زیادہ چاہتی ہوں اسے باہر نہ پہچان سکے۔“

”میرے لیے بھی خرم کی بات ہے کہ اپنی بہن کو پہچان نہ سکا۔ پتا نہیں یہ دماغ کیسے کمزور ہو گیا ہے؟ فریاد ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔“

”وہ فریاد کے نام پر چونک کر بولی ”میں نے پارس کے ساتھ رات گزار دی ہے۔ ہم ابھی جس کی کار میں آئے ہیں وہی پارس ہے۔“

”برائے مٹھیاں بھیج کر پوچھا ”کیا سچ کہہ رہی ہو؟“

”سچ کہہ رہی ہوں۔ میں ایک بار اشتہد میں اس سے مل چکی ہوں۔ اسے پہچانتی ہوں۔ پھر اس نے خود پارس ہونے کا اعتراف کیا ہے۔“

”تم دونوں یہاں مہموں میں اس سے سنت کر آتا ہوں۔“

”وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر باہر نکلا۔ وہاں مالک مکان آچکا تھا پارس سے باتیں کر رہا تھا۔ باہر آتے ہی چار دیواری والی تھائی ختم ہو گئی۔ وہ بھول گیا کہ باہر کیوں آیا ہے۔“

پارس نے کہا ”ہیلو مسٹر! میری وائف کہاں ہے؟ کیا وہی تمہاری بہن ہے اور تم میرے سالے ہو؟“

”نیکو اس مت کہہ۔ نہ وہ میری بہن ہے نہ میں تمہارا سالہ ہوں۔“

”تو پھر میری وائف مجھے واپس کر۔“

”ٹھیک ہے میں ابھی اسے باہر بھیجتا ہوں۔“

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پھر اسے بند کرتے ہوئے شی تارا کو دیکھ کر بولا ”میری جان! میری بہن! میں پھر تھوڑی دیر کے لیے تجھے بھول گیا تھا اور۔۔۔ اور وہ پارس؟“ وہ گاڈا باہر جا کر یاد نہ رہا کہ وہاں میرا دشمن پارس کھڑا ہوا ہے۔“

وہ پھر بار بار جانتا تھا ”جی تارنے“ نے ہاتھ پکڑ کر کہا ”باہر نہ جاؤ پھر بھول جاؤ گے۔ ہمارے ساتھ کچھ ایسا ہو رہا ہے کہ ہم تھائی میں

ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ چار دیواری سے باہر کھڑوں کی حرکت میں خون کے رشتوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔“

”میرا نے کہا ”یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہم میں سے کسی کو باہر نہیں جانا چاہیے۔“

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا ”کیسی مجبوری ہے باہر دشمن کھڑا۔ اور میں اس کا کچھ نہیں کر سکتا۔“

”وہ بولی ”بھائی سرنا! وہ ہمارا است کچھ بگاڑ چکا ہے۔ میں اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔“

”وہ شریک طرح دہانے ہوئے بولا ”ہرگز نہیں! تو دشمن کے بچے کی ماں نہیں بن سکتی۔ یہ جھوٹ ہے۔“

”میرا اپنی معاندت ہو چکا ہے۔ یہ سچ ہے۔“

”میرا نے کہا ”میں پارس کو اچھی طرح جانتی ہوں! وہ زہرا ہے۔ کبھی بچے کا باپ نہیں بن سکے گا۔ تم اس کے بچے کی ماں بن سکتی۔“

”میرا“ نے کئی برس سے اس سے علیحدگی اختیار کی ہوئی ہے۔ اس کے موجودہ حالات نہیں جانتی ہو۔ ہو سکتا ہے اب وہ زہرا نہ رہا ہو۔ میڈیکل رپورٹ غلط نہیں ہو سکتی۔ میں خود ہی اسے ماننے کے آثار محسوس کر رہی ہوں۔“

”سرنا نے غصے سے ٹھٹھکتے ہوئے کہا ”وہ میری بہن کو برباد کر رہا ہے۔ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ ایسی کیا تدبیر کروں کہ باہر جا کر دشمن کو یاد رکھوں اور اسے فوراً جہنم میں پہنچا دوں؟“

”وہ غصے میں کوئی تدبیر سوچ رہا تھا جبکہ غصے کی حالت میں دانا سوچنے کی بجائے ہی نہیں رہتا۔ وہ ہار کھٹنے والے دروازے کے سامنے آکر رک گیا۔ پھر جیسے دروازے کے پار دشمن کو دیکھتے ہوئے گھوٹنا دکھاتے ہوئے گرج کر بولا ”پارس! میں جانتا ہوں! باہر موجود ہے جسے تجھے زندہ نہیں چھوڑ دوں گا۔“

”باہر سے پارس نے بلند آواز سے کہا ”ابے سالے! اپنی بہن کو مجھ سے چھپا رہا ہے۔ وہ میری وائف ہے۔ اسے میرے خاناں کو دے۔“

”وہ دہانے ہوئے بولا ”وہ تیری کوئی نہیں ہے۔“

”وہ تو کیا؟ تو بھی میرا سالہ ہے میرے ہونے والے بچے کا ماہل ہے۔“

”میں تمہارا بی بی جاؤں گا۔“

”پیتے کے لیے باہر آنا پڑے گا۔ مرد کا بچہ ہے تو باہر آکر کھانا کھائے۔“

اس نے گرجتے ہوئے دروازہ کھولا اور پھر دلیزیر سے باہر چلا گیا لگاؤ کی بالکل شریک طرح جھپٹ دینے کا انداز تھا لیکن باہر آتے ہی ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ پارس خود کچھ کھسکے گا۔ مالک مکان نے پوچھا ”مسٹر سرنا! کیا تم اپنی پوری فیملی کے ساتھ باہر جانے سے آگے ہو۔ کھرے اندر جا کر کچھ بولتے ہو“ باہر آکر کچھ

”میں نہیں جانتی گی۔ میرا بھائی اندر ہو گا تو ضرور باہر آئے گا اور باہر کہیں بھٹک رہا ہو گا تو رات گزارنے یہاں آئے گا۔ میں اس کا انتظار کروں گی۔“

پارس نے کہا ”ابھی سوری میں باہر ہو گئی تو تمہاری قحقی جم جائے گی۔ پھر یہ مالک مکان صاحب فرما رہے ہیں کہ تم سب کے خلاف قانونی کارروائی کریں گے اور سب کو پھانسی دے گا۔“

پھر اس نے سرگوشی میں کہا ”تمہارے پاس اس ملک میں رہنے کا کوئی اجازت نامہ؟ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نہیں ہیں تم اپنا نام بتا نہیں سکتی ہو۔ پولیس والے تمہیں جیل یا بائبل خانے پہنچا دیں گے۔“

وہ قائل ہو کر پارس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔

○●○

علی بخت اسرائیل سے نکل آیا تھا۔ لیکن جو پیشہ نہ رہے اسے خیریت کتنے ہیں۔ یہ خیریت تھوڑی دیر کے لیے آئی ہے اور اپنے ساتھ اعلیٰ خیریت کی فکر کا سامان لائی ہے۔

علی نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ جو دشمن اسے اسرائیل میں بے نقاب کرنا چاہتے تھے انہوں نے آگے بھی راستے میں راکٹوں کی پیدائش کی ہوگی اور وہ آسانی سے اپنی ٹائی کے پاس واٹشنگ نہیں پہنچائے گا۔

وہ ایک خصوصی طیارے میں قتل ایب سے روانہ ہوا تھا۔ اس کی اعلیٰ منزل انقرہ تھی۔ وہاں سے وہ انتہیل آیا اور خصوصی طیارے کو وہیں چھوڑ دیا کیونکہ وہ طیارہ پہچان نہ گیا تھا کہ فریاد کا پتلا علی اس میں سخر کر رہا ہے۔ پتا نہیں یہ معلومات اور کتنے دشمنوں تک پہنچی ہوگی۔

اس نے انتہیل کے ایک ہوٹل میں رہائش اختیار کی اور وہاں وہ کہہ دشمنوں کو آواز نہ لگا۔ ٹائی نے سوچ کے ذریعے کہا ”جس پر شبہ ہو اس کی آواز مجھے سنا دو۔ میں اس کی اصلیت معلوم کر لوں گی۔“

”یہاں اکثر ایسے لوگوں سے سامنا ہوتا ہے جو مقامی زبان بولتے ہیں۔ ہم ان کی زبان نہیں سمجھ پائیں گے۔ ان کی حرکتوں سے ہی ان کے ارادوں کو سمجھنا ہوگا۔“

لیکن ایسے ٹھکانے کرنے والے بھی ہوتے ہیں جو کبھی سامنا نہیں کرتے مثلاً ہوٹل کے کچن میں کوئی دشمن ہو سکتا تھا اور کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی مسموم دوا ملا سکتا تھا۔ یا کوئی چھپ کر کہہ۔ ابے آواز جھپٹارے ہلاک کر سکتا تھا۔ جب چھپے ہوئے دشمن نظر نہ آتیں تو موت کا اندھا حیرت کسی وقت بھی نہیں آ سکتا ہے۔

علی نے رات کے ایک بجے اچانک ہی وہ ہوٹل چھوڑ دیا۔ چھوڑتے وقت اس بات کا خیال رکھا کہ ہوٹل والوں کی نظروں میں نہ آئے ہوٹل سے باہر آکر وہ دور تک پیدل چلتا رہا۔ ایک فٹ پاتھ سے دوسرے فٹ پاتھ پر جا کر اندازہ کرتا رہا کہ تعاقب کرنے

والے بھی راستہ بدل رہے ہیں یا نہیں؟
رات کا وقت تھا۔ فٹ پاتھ اور سڑکیں ویران سی تھیں کچھ لوگ یا کچھ گاڑیاں آتی جاتی دکھائی دیتی تھیں پھر نظروں سے اوجھل ہو جاتی تھیں۔ ایسے ہی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

وہ فوراً ہی ایک بڑے سے مجھے کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے مجھے کی آڑ سے جمنا کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر ایک عورت دوڑتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر تین افراد دوڑتے ہوئے اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کچھ کہہ رہا تھا۔ شاید اس عورت کو روکنے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن وہ ایسے بھاگ رہی تھی جیسے موت کے سوداگر پیچھے دڑے ہو۔

وہ موت کے سوداگر ہی تھے جب انہوں نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکل رہا ہے تو کوئی چلا دی۔ عورت کی ایک دھڑلہ باز چوچ رات کے سناٹے میں دور تک گونجتی چلی گئی۔ وہ اچھل کر پختہ راستے پر گری پھر وہاں سے پھلتی ہوئی جیسے کہ دوسری طرف علی کے قدموں کے پاس آکر جا مل جائے۔

اس کا تعاقب کرنے والے دو آدمی تھے۔ ایک دوری سے جائزہ لیتے رہے۔ اس کا تعاقب کرتے ہوئے ایک لاش بن چکی تھی۔ پولیس کار کے سامنے ایک گاڑی کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ لوگ آواز سننے ہی پٹ کر بھاگنے چلے گئے۔ ایک گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ گاڑی اشارت ہو کر تیزی سے جاتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

جانے والی گاڑی کی آواز گم ہو گئی۔ آنے والی پولیس گاڑی کی آواز اور واضح ہونے لگی تو وہ عورت فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بہت دور کار کی بیٹھ لائیں دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اٹھ کر سڑک پر سے چھلانگ لگا کر فٹ پاتھ پر آئی تو مجھے کے پیچھے علی سے ٹکرائی۔ اسے دشمن سمجھ کر پیچ پڑی۔ اس نے کہا ”میں دشمن نہیں ہوں۔ پولیس والے آ رہے ہیں تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔“

”نہیں“ چلے گئے پیچھے دوڑے۔ ورنہ پولیس والے ایک قتل کے کیس میں ملوث کریں گے۔

علی اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا ایک دوکان کے پیچھے چلا گیا۔ پولیس کار سائرن بجاتی ہوئی آتی پھر تیزی سے گزر گئی۔ وہ علی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھی ”تم تو پاگل نوجوان ہو۔ بالکل میرے بیٹے جیسے ہو اگر وہ زندہ ہو تو آج تمہارے جیسا لہجہ زار ہو گا۔“

”تم مجھے اپنا بیٹا سمجھو۔ یہ بتاؤ تم کون ہو؟ تم پر کوئی چلائے والے وہ بد معاش کون تھے؟“

”دشمن تھے اسی لیے کوئی چلائی تھی۔ میرا نام مریم ہے۔ میرا شوہر یوسف پاشا ایک جزیرے میں ان کا قیدی ہے۔ میں نے ایک موزوں والے سے سودا کیا تھا۔ وہ مجھے اس جزیرے تک پہنچانے والا تھا لیکن ان دشمنوں نے اس موزوں والے کو قتل کر دیا۔ وہ

مجھے بھی قتل کرنے کے لیے یہاں تک دوڑتے آئے تھے۔ پولیس کار کے سائرن نے انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا ورنہ وہ قریب آکر مجھے دیکھتے اور زندہ ہاتھ تو پھر کوئی مار دیتے۔“

ثانی نے سوچ کے ذریعے کہا ”یہ درست کہہ رہی ہے۔ میں ابھی چور خیالات بڑھ رہی ہوں۔“

علی نے مریم سے پوچھا ”اب کہاں جاؤ گی؟“

”بیٹا! میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اپنے گھر جاؤ گی تو دشمن وہاں پھر آسکتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں آج رات کسی طرف اس جزیرے میں چلی جاؤں۔“

”تمہارا شوہر کس جزیرے میں ہے؟“

”ماریکوسان میں۔“

”ماریکوسان؟“ علی نے تعجب سے کہا ”یہ جزیرہ یہاں کے سمندر میں نہیں ہے۔ یہ جنوبی امریکا کے انتہائی مغرب میں واقع ہے۔“

”بیٹا! میں نہیں جانتی وہ لوگ جزیرے کا یہی نام بتا رہے تھے۔“

تمہارے شوہر کو پہلی کہہ رہا ہوں۔“

”ایک قسم میں ساری دنیا میرے پاشا کو غیبی کہتی ہے۔ وہ ایسا نہیں کرتا جسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔“

”میں نے کہا عقل تسلیم کرتی ہے۔ جب ملی اور چیتا رات کی علی نے کہا۔“

”میرے پاشا کی نظریں بڑھائے ہیں بھی تیز ہیں۔ وہ دور تک صاف دیکھ لیتا ہے اور لمبوں دور کھڑے ہوئے کسی شخص کا صحیح طریقہ بتا سکتا ہے۔“

”کیا اسی ملاحیت کی وجہ سے اسے قیدی بنایا گیا ہے؟“

”صرف قوت بصارت کی وجہ سے نہیں قوت سماعت کی وجہ سے بھی اسے اغوا کیا گیا ہے۔ تم یقین نہیں کرو گے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس وقت پاشا ہماری تنگدستی میں رہا ہے۔“

”لیکن وہ مریم کو اس سے ملنے کیوں نہیں دیتے؟“

”مریم کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ دشمن اس کے شوہر کو دھمکیاں دے رہے ہیں کہ اگر اس نے فارمولہ نہیں بتایا تو اس کی بیوی کو قتل کر دیا جائے گا۔“

ثانی بھی جاسکتا ہے۔“

اس کی باتوں کے دوران ثانی سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی ”مریم ایک سیدھی سادی شریف عورت ہے۔ یہ جو کہہ رہی ہے درست کہہ رہی ہے۔ اس کے چور خیالات سے ہی الحال ہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ نہ تو ہماری دشمن ہے اور نہ ہی دشمن کی آواز ہے۔“

علی نے کہا ”بعض آواز کا خود نہیں جانتے کہ وہ کسی ٹیلی میٹھی جاننے والے کے ہاتھوں میں کچھ پکلی بنے ہوئے ہیں۔ مریم بھی نارا لاشی میں کسی کی آواز کا رن سن سکتی ہے یا نہیں جانتا ہے۔“

”یہ تو آئندہ معلوم ہو گا لیکن جو معلوم ہو چکا ہے وہ دو گچی سے خالی نہیں ہے۔ یوسف البرہان عرف پاشا غیر معمولی قوت بصارت اور قوت سماعت رکھتا ہے اور ایسی غیر معمولی صلاحیتیں پیدا کرنے کی دواؤں کا فارمولہ جانتا ہے۔ جن لوگوں نے اسے جزیرے میں قید کیا ہے وہ یقیناً اس سے وہ فارمولہ حاصل کرنا چاہتے ہوں گے۔“

”لیکن وہ مریم کو اس سے ملنے کیوں نہیں دیتے؟“

”مریم کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ دشمن اس کے شوہر کو دھمکیاں دے رہے ہیں کہ اگر اس نے فارمولہ نہیں بتایا تو اس کی بیوی کو قتل کر دیا جائے گا۔“

وہ چلے پلٹے دیکر ایک پھر مریم سے بولا ”ہم کہاں جا رہے ہیں؟“

”رات کس گزائی ہو گی۔ کیا تم مجھے اپنے ہاں باندھو گے؟“

”میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میں ایک مسافر ہوں۔ تمہاری طرح بلک رہا ہوں۔“

”تم کہاں سے آ رہے ہو اور کہاں جاؤ گے؟“

”آیا ہوں بہت دور سے“ جانا ہے بہت دور۔ اتفاق سے ہم دونوں کا راستہ ایک ہے۔ میں دانشمن جاؤں گا وہاں سے آگے تمہارا سفر جاری رہے گا لیکن پہلے تمہیں یقین کرنا ہو گا کہ پاشا واقعی جزیرے ماریکوسان میں ہے۔“

”مجھے یقین ہے وہ اسی جزیرے میں ہے۔ لیکن وہ تو ہزاروں میل دور ہے میں وہاں کیسے جاؤ گی۔ دشمنوں نے مجھے بے گھر کر دیا ہے۔ میرے پاس دو وقت کھانے کے رقم نہیں ہے۔ میں اتنا طویل سفر کیسے کروں گی۔“

”کیا با سپورٹ ہے؟“

”ہاں“ میرے پر س میں ہے۔“

”فکر نہ کرو۔ تمہیں ضرورت سے زیادہ رقم مل جائے گی۔ یہ دس ہزار ڈالر رکھو اور اپنا با سپورٹ دو۔ میں کل کی فلائٹ میں تمہارے لیے ایک سیٹ حاصل کر لوں گا۔“

اس نے دس ہزار ڈالر دیے اور اس کا با سپورٹ لے کر اسے مشورہ دیا کہ وہ کسی ہوٹل میں آج کی رات گزارے۔ کل صبح دس بجے ان پورٹ پر ملاقات ہو گی۔

وہ اسے رخصت کر کے فرانس کے سفیر کے پاس آیا۔ اس کے

بچے میں رات گزار دی اور اس کے ذریعے اپنی اور مریم کی روانگی کا انتظام کیا۔ چنگ مریم پر پوری طرح محو سانس نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے اس نے اپنا ہاتھ تھوڑا سا تبدیل کیا تاکہ دشمن نگرانی کر رہے ہوں تو اسے مریم کے ہم سفر کی حیثیت سے پہچان نہ سکیں۔

دوسری صبح دس بجے مریم انٹرویو پر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ سفر کے ایک ملازم نے اس کے پاس آکر کہا "مہدی! آپ جس کی منتظر ہیں وہ صاحب نہیں آئیں گے۔ ابھی اسی شہر میں قیام کریں گے۔ یہ آپ کا سپورٹ اور کلٹ ہے اور مزید اخراجات کے یہ پندرہ ہزار ڈالر رکھ لیں۔"

مریم نے وہ سب کچھ لیتے ہوئے کہا "میں حیران ہوں کہ وہ جی وانا آکون ہے جس نے ایک مختصر ملاقات میں مجھے پچیس ہزار ڈالر دے دیے۔ امریکا تک سفر کرنے کا ٹکٹ بھی دیا۔ اس سے کتنا ایک ماں کی دعا میں پیش اس کے ساتھ رہیں گی۔"

وہ طیارے میں آئی وہاں علی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے پہچان نہ سکی۔ اس کے پاس بیٹہ کرولی "میں امریکا جاری ہوں خاصا طویل سفر ہے۔ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"نئیوارک جا رہا ہوں۔"

اوسے گھنٹے بعد طیارے نے پرواز کی۔ ثانی نے آکر کہا "میں نے جزیرہ مارکو سنان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ خوب صورت ساحل ہے۔ جزیرہ ہے اس کے آس پاس مزید دس جزیرے ہیں جس میں سے ایک کا نام آئی لینڈ آف مین ہے۔ یعنی صرف مردوں کا جزیرہ۔"

"یہ تو عجیب سا نام ہے۔ کیا واقعی وہاں صرف مرد رہتے ہیں؟"

"ہاں آج تک کسی عورت نے وہاں کی زمین پر قدم نہیں رکھا ہے۔ یہ دنیا کا عجیب سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں ایسے ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

"واقعی سوچو تو عجیب سا لگتا ہے کہ ہماری دنیا کے اندر ایک ایسی الگ دنیا ہے جو سمندر کے نیچے میں ہے جہاں صرف مرد رہتے ہیں۔ کیا عورت کے بغیر کوئی دنیا ہو سکتی ہے اور اگر ہو جائے تو کیا وہ دنیا قائم رہ سکتی ہے؟"

"وہ پچھلے پچاس برسوں سے قائم ہے۔ وہاں سزایافتہ مجرموں کو پھنچایا جاتا ہے۔ وہ ایسی جیل ہے جہاں لوہے کی سلاخیں اور مضبوط دیواریں نہیں ہیں۔ چاروں طرف گرامر سمندر ہونے کوئی بو سے بڑا جی دار مجرم تیر کر وہ سمندر پار نہیں کر سکتا۔ وہاں سے دوسرے جزیرے دس پندرہ میل کے فاصلوں پر ہیں۔"

"اب سمجھا کہ وہ جزیرہ کیسے اب تک قائم ہے۔ ہماری دنیا اس لیے آباد ہے کہ عورت فیصل کو ختم دیتی رہتی ہے اور اس جزیرے کی دنیا اس لیے آباد ہے کہ جرائم کی سزا پانے والے مجرم قیدیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پرانے مرتے رہتے ہیں مرنے آتے

رہتے ہیں۔"

"ایک اخباری رپورٹر نے وہاں کے تفصیلی حالات بیان کیے ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"میں سوچ رہا ہوں وہاں کے تمام مرد عورتوں کے بغیر کیسے رہتے ہوں گے؟"

وہ بولی "شرم نہیں آتی ایسا سوچتے ہو؟"

"بھئی، میرے لیے تو تم ہو۔ میں اپنے لیے نہیں ان بے چاروں کے لیے سوچ رہا ہوں۔"

"عورت کے بغیر بھی زندگی گزار جاتی ہے۔"

"سب کی نہیں گزرتی۔ عورت نہ ہو تو مرد غلط راہیں اختیار کر لیتا ہے۔"

"۳۔ مڑا ہونچے سے ایسی بے شرمی کی باتیں نہ کرو۔"

"کیا اس جزیرے میں رہنے والوں کی زندگی کے حالات معلوم نہیں کرنا چاہیے۔ میں سوچ رہا ہوں مجھے وہاں جانا چاہیے۔ اس طرح وہ قاعدے حاصل ہوں گے۔"

"کون سے وہ قاعدے؟"

"ایک تو یہ کہ ایک ایسی انسانی جنت دیکھوں گا جہاں شجر منور نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ یوسف البرہان کو وہاں سے لاسکوں گا۔"

"ہاں وہ شخص بہت اہم ہے۔ اگر اس کا فارمولا مجرموں کے ہاتھ لگے گا تو ہماری یہ دنیا اور زیادہ جرائم کا آڑ بن جائے گی۔ ایسے مجرم ہزاروں میل دور بیٹھ کر قوتِ سماعت کے ذریعے ملکوں اور فوجوں کے راز معلوم کرتے رہیں گے۔ اپنے خلاف ہونے والی قانونی کارروائیوں کو قبل از وقت معلوم کر لیں گے۔ قوتِ بصارت کے ذریعے بھی تسلط رکھتے رہیں گے۔"

"یوسف البرہان نے ابھی تک وہ فارمولا کسی کے حوالے نہیں کیا ہے۔ اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔ اسی لیے ایک قیدی کی زندگی گزار رہا ہے۔"

"اگر یہ کسی کے ہاتھ نہیں لگا ہے تو اجماعی بات ہے۔ ہمیں جلد سے جلد اس ماہر طب اور سائنس دان کو اس جزیرے سے لے آنا چاہیے۔"

"تم یہاں واقفین پہنچنے ہی جزیرے مارکو سنان کے لیے روانہ ہو جاؤ میں کل روانہ ہونے والے طیارے میں تمہاری اور مریم کی سیٹ ریزرو کروا دیں گی۔"

"ہاں فوراً ہی جانا بہتر ہے کیونکہ واقفین میں تم سہرا دام ہو اور میں ایک عام سا آدمی سمجھا جاؤں گا۔ تم سے ملاقات کروں گا تو بے شمار جاسوس پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"مجھے بھی افسوس ہو گا کہ بالکل قریب آنے کے باوجود ہم ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کر سکیں گے بلکہ سامنا ہی نہیں کر سکیں گے۔ بہر حال میں ابھی مریم کے خیالات پڑھ کر جاری

ہوں۔"

وہ مریم کے پاس آئی۔ اس کے خیالات سے بچا چلا کہ وہ بے چین ہے کیونکہ پاس بیٹھا ہوا اہم سفر بڑی دیر سے انھیں بند کیے ہوئے تھا جیسے سوبا ہو اور مریم کو کچھ زیادہ بولنے کی عادت تھی۔ بات نہ کر کے قوت نہیں گزرتا تھا۔

اس کی اور کوئی پریشانی نہیں تھی اور نہ ہی وہ منطقی انداز میں کچھ سوچ رہی تھی۔ ثانی نے علی کے پاس آکر کہا "تمہاری اماں جان تمہاری محسوس کر رہی ہیں۔ انہیں کچھ دیر میں جاری ہوں۔"

وہ کئی کئی۔ علی نے انھیں کھول دیں پھر زبردستی بڑبڑایا "اودہ گاؤ میں تو سونگیا تھا۔"

وہ بولی "تم جو انہوں کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ بے وقت کھاتے ہو اور بے وقت سوتے ہو۔ کیا رات کسی کلب میں جاگتے رہے تھے؟"

"نہیں، میں رات گھر میں تھا اپنے بستر پر۔۔۔ بات یہ ہے کہ جب کہیں سفر کرتا ہوتا ہے تو خوشی سے نیند نہیں آتی اور جب سفر شروع ہوتا ہے تو نیند آ جاتی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "اتنے بڑے ہو گئے ہو مگر بچوں جیسی عادتیں ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام یوسف ہے۔"

وہ چونک کر خوشی سے بولی "کیا واقعی تم یوسف ہو۔ ہاڈللی میرے شوہر کا بھی یہی نام ہے، یوسف البرہان! میں اسے پاشا کہتی ہوں۔"

"مجھے کیا کسوٹی؟"

"یوسف کون کی؟"

"ایسا نہ کہنا، شوہر سے رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ وہ یوسف بیٹا ہو جائے گا۔"

وہ گھور کر بولی "کیا بکواس کرتے ہو۔ کیا میں کسی دوسرے یوسف کو بیٹا نہیں کہہ سکتی؟"

"بیٹا نہ کہہ سکتی ہو لیکن بیٹا یوسف کہنا کچھ نامناسب ہے، تم خود ہی غور کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک غور کرتی رہی پھر قائل ہو کر بولی "درست کہتے ہو بڑے تمہارا پورا نام کیا ہے؟"

"یوسف سرتاج۔"

"ہاں یہ ہوئی ثابت۔ میں تمہیں سرتاج کہوں گی۔"

"تو میڈم! سرتاج تو شوہر کو کہتے ہیں، تم ایک شوہر کے ہوتے ہو مجھے سرتاج کیسے کہہ سکتی ہو؟"

وہ چڑ کر بولی "تمہاری اماں بھی تو تمہیں سرتاج کہتی ہو گی۔"

"میری اماں میں اور نہیں مجھے یوسف کہتی ہیں باقی لڑکیاں سرتاج کہتی ہیں۔"

وہ زرا الجھی۔ سرتاج کہنے سے یوں لگتا جیسے شوہر کو مخاطب

کر رہی ہو اور یوسف تو شوہر کا نام ہی تھا۔ آخر وہ بولی "تم بہت شرم ہو، مجھے ابھار رہے ہو۔ میں تمہیں بتائی ہوائے کون کی۔"

علی ہنسنے لگا۔ وہ بولی "تم نے بتایا تھا کہ نئیوارک جا رہے ہو۔ کیا بڑا سٹور ہے؟"

"میں ایک شخص کی تلاش ہے وہ علم الابدان کا ماہر ہے۔ بہت مشہور طبیب ہے۔ سنا ہے وہ آپریشن کے بغیر آنکھوں کی بینائی درست کر دیتا ہے اور حیرت انگیز طور پر قوتِ سماعت بڑھا دیتا ہے۔"

وہ حیرت سے منہ کھولے سن رہی تھی پھر بولی "اس طبیب کا نام کیا ہے؟"

"ڈاکٹر ہارڈ ہنٹر۔"

وہ ناگوار سے بولی "اے یہ ڈاکٹر ہنٹر تو میرے شوہر کے سامنے تل بیچتے ہیں۔ میرے شوہر نے قوتِ بصارت اور سماعت کے متعلق ایسے حیرت انگیز کامیاب تجربات کیے ہیں کہ تم سنو گے تو یقین نہیں کرو گے۔"

علی نے کہا "میری بینائی کمزور ہے۔ دور کی چیزیں دھندلی نظر آتی ہیں۔ میں رات کے وقت برا ہو جاتا ہوں کیا تمہارا شوہر میرا علاج کر سکتا ہے؟"

"اے ایسا علاج کرے گا کہ تم کسی میل تک صاف دیکھ سکو گے اور کسی میل دور کی آوازیں سن سکو گے۔"

"کیوں ہانک رہی ہو۔ بھلا آج تک کسی نے میلوں دور کی آواز سنی ہے؟"

"میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں! جی سچائی ثابت کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، ثابت کرو۔"

"اے شوہر سے ملاقات کرتے ہی اس سے کون کی کہ وہ تمہارا علاج کرے اور تمہیں غیر معمولی قوتِ بصارت اور سماعت دے۔"

"تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"دشمنوں کی قید میں ہے۔"

"کیا نئیوارک میں ہے؟"

"نہیں جزیرہ مارکو سنان میں۔"

"اودہ گاؤ! وہ تو بہت دور ہے۔"

"تمہیں اپنا علاج کرانے اور غیر معمولی بصارت اور سماعت حاصل کرنے کے لیے دنیا کے آخری سرے تک جانا چاہئے۔"

"مارکو سنان میرے لیے انتہائی سی جگہ ہے۔"

"میرے لیے بھی ہے، میں جی ہاں جا رہی ہوں۔ تمہارا ساتھ ہو گا تو مجھے میرا شوہر مل جائے گا اور تمہارا کامیاب علاج ہو جائے گا۔"

"مجھے بات ہے، میں ابھی سفر کے دوران غور کروں گا اور

فیصلہ کروں گا کہ اس جزیرے تک جانا چاہیے یا نہیں؟
مریم اسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اسے اپنا دھوکا
سنایا کہ کس طرح دشمن اس اچلی عورت کو پریشان کر رہے ہیں اور
اسے اپنے شوہر سے ملنے کا موقع نہیں دیتے ہیں۔ علی پچھلی رات
اس کی زبان سے یہی روداد سن چکا تھا اس لیے سننے کے دوران
ہوں ہاں کرتا رہا اور اس سے ہمدردی جتا رہا۔

○●○

یوسف البرہان عرف پاشا نے اپنا لیے اور نام بدل لیا تھا اور
مارکیوسان کی نئی سوسائٹی میں مسٹر مارکو سولو کلا تھا۔ اپنی پرانی
شخصیت کے ساتھ دنیا والوں سے یہ بات چھپائی تھی کہ وہ علم
الادب کا ماہر، مشہور طبیب اور سائنس داں ہے۔
وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ چھ ماہ پہلے شی آرا اور پے پے سرنا
اس کے پیچھے بڑھ گئے تھے۔ ان کی پہلی ملاقات اس طرح ہوئی کہ شی
آرا کو ایک ریس زادی کے گلے کا ہار پسند آیا تھا۔ اس نے نیلس
میں ایک بست جیتی اور ٹایب ہیرا بڑا ہوا تھا۔ شی آرا نے کہا۔
”بھائی سرنا! میں چاہوں تو اس ریس زادی کو ٹیلی بیجی کے ذریعے
شہر کر کے وہ نیلس حاصل کروں لیکن ہمیں اپنے اصولوں پر قائم
رہنا چاہئے۔ خواہ خواہ ٹیلی بیجی کا مظاہرہ کر کے لوگوں کی نظروں
میں نہیں آنا چاہئے۔“

سرنا نے کہا ”بے شک ہم خاموشی اور رازداری سے کام
کرتے ہوئے رہنا چاہئے۔ کامیاب ہوتے جا رہے ہیں۔ آج ہم
بڑے بڑے ممالک کو اپنے اشاروں پر چلا سکتے ہیں۔ خطرناک
تھیں ہم سے خوفزدہ ہیں۔ انہیں آج تک ہمت نہیں چل سکا کہ ہم
بن بھائی کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں اور ہماری طاقت اور
اثر و رسوخ کی انتہا کیا ہے؟ لہذا ہم وہ نیلس خاموشی سے حاصل
کر لیں گے۔ آج رات کو سر آرتھر مال میں لندن کے لاڈلہ اپنی
بیگمات کے ساتھ دُزر پر آنے والے ہیں۔ تم ٹیلی بیجی کے ذریعے
وہاں کے دعویت نامے حاصل کرو۔“

”میں دعوت نامے بھی حاصل کروں گی اور باور داس کے
اتحارج کو بھی قابو میں رکھوں گی۔ موقع خیریت دیکھ کر بجلی کی چلائی
بند کرادوں گی۔ تاریکی پھیلنے ہی تم ریس زادی کے گلے سے ہار
نوج کر لے جاؤ گے۔“

چند سیکنڈ کے بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سرنا نے ریسورٹا خاگر
پوچھا ”ہیلو کون ہے؟“

دوسری طرف سے آواز آئی ”دوست ہوں، مجھے تمہاری یہ
چلانگ پسند آ رہی ہے۔ اگر شی آرا بجلی کی چلائی ایک منٹ کے
لیے روک دے تو وہ نیلس میں جڑا کر لے جاؤں گا۔“

سرنا نے پریشان ہو کر پوچھا ”تم کون ہو اور ہماری اس چلانگ
کے متعلق کیسے جانتے ہو؟“

”میں کیسے جان سکتا ہوں؟ یہ چلانگ تو ابھی تم بن بھائی کے

دماغوں میں آئی ہے اور تم دونوں ایک بند کمرے میں ہار کی چوری ہا
منسوب بنا رہے ہو۔ تمہاری باتیں کسی نے نہیں سنی ہیں۔ صرف
میں سنتا رہا ہوں۔“

”تم کہاں ہو؟ ہمارے بچکے میں کوئی تیرا نہیں ہے۔ تمام
دروازے اندر سے بند ہیں۔ پھر تم ہماری باتیں کیسے سن رہے ہو؟“
”تم دونوں لندن میں ہو اور یقین نہیں کرو گے کہ میں اسکاٹ
لینڈ میں ہوں۔ تمہاری باتیں اور آوازیں یہاں بیٹھ کر سن رہا
ہوں۔“

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی پھر مسکرا کر کہا ”ہمارا
تمہاری بن میرے دماغ میں آنا چاہتی ہے؟ بے چاری کو مایوسی
ہو رہی ہے۔“

”پہلو یہ تو معلوم ہوا کہ تم پوگہ کے ماہر ہو اور کوئی ایسا پراسرار
علم جانتے ہو جس کے ذریعے ہماری باتیں سن رہے ہو۔“
”تمہاری بہن کی طرح ٹیلی بیجی نہیں جانتا ہوں اسی لیے فون
کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں۔“

”یہ طبی سائنس کا کمال ہے۔ میں ایک ڈاکٹر اور سائنس
داں ہوں۔ میں نے چند برس کی مسلسل محنت اور لگن اپنی قوت
سماعت اور بصارت میں حیرت انگیز اضافہ کیا ہے اور غیر معمولی
ذہنی توانائی رکھتا ہوں۔ مجھے خواہ کتنی ہی ذہنی اور جسمانی اذیتیں
پہنچائی جائیں، میرے دماغ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔“
”کیا ہمیں پچھ کچھ کر سلا رہے ہو۔ تمہاری ان باتوں پر بے
ی یقین کریں گے۔“

”ہاں بچوں کے علاوہ وہ یوڑھے ڈاکٹر اور سائنس داں بھی
یقین کریں گے جو ان موضوعات پر تحقیقات جاری رکھتے ہیں اور
آج رات اس بار کے غائب ہونے کے بعد تم بہن بھائی بھی میری
غیر معمولی صلاحیتوں کو تسلیم کرو گے۔“

”آج رات کے بعد پھر تم سے کہاں ملاقات ہو سکے گی؟“

”اسی ٹیلی فون پر آجی ملاقات ہوتی رہے گی۔“

”کیا انہیں نہیں ملاقات نہیں کرو گے؟“

”بھئی کوئی مصافحت کرنے کا ارادہ کروں گا تو ضرور ملاقات
کروں گا۔“

”اپنا نام تو بتا سکتے ہو؟“

”تمہاری بہن مجھے جس نام سے پکارے وہی میرا نام ہو گا۔“

”اگر وہ کدھاکے تو؟“

”تمہیں برا لگے گا کیونکہ میں اسے اپنی گدھی بنانے والا
ہوں۔“

شی آرا اپنے بھائی کے دماغ میں وہ کرفون پر ہونے والی گفتگو
سن رہی تھی۔ غصہ میں آکر بھائی سے ریسورٹا جیمین کو بھیجی ہوئی پول
”بھئی اکتے! میں تیرے پورے خاندان کو گدھوں کا خاندان بنا دوں

گی۔“
”دنیا کی ہر ہوا اپنے سرال کو اپنے جیسا بناتی ہے۔“
”مرو کاچہ ہے تو سامنے آ۔ میرا بھائی تیری ہڈیاں توڑوے“

”گ۔“
”سلا بن جانے کے بعد ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔“
”شی آرا نے ریسورٹا کو کرپٹل پر پٹ کر کہا ”وہ مجھے اپنی باتوں سے
ٹپس دلا رہا ہے۔“

ادھر یوسف البرہان نے ریسورٹا کو دیا۔ وہ ایک تاریک کمرے
میں بیٹھا ہوا تھا۔ دن کا وقت تھا لیکن دروازے کھلیاں بند تھیں
تاریکی کے ساتھ کمری خاموشی تھی۔ اس خاموشی میں وہ اپنی قوت
سماعت سے سن رہا تھا۔ شی آرا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ
اپنے بھائی سے کہہ رہی تھی ”وہ مجھے اپنی باتوں سے ٹپس دلا رہا
ہے۔“

”سرنا کی آواز سنائی دے رہی ہے! یہ غصہ کرنے کا وقت نہیں
ہے۔ دماغ ٹھنڈا رکھو اور سوچو کہ وہ ہم بھائی بہن کو کیسے جانتا ہے
جبکہ ہم اپنے اصل نام اور اصل شخصیت کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے
ہیں۔“

”تھوڑی خاموشی رہی۔ یوسف البرہان کمرے کی تاریکی میں
گھومتے ہوئے انتظار کر رہا تھا پھر شی آرا کی آواز آئی۔ وہ کہہ رہی
تھی ”بھائی سرنا! دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ ہم نے ابھی نیلس کی
چوری کا ارادہ کیا اور پلک بپٹکتے ہی اسے خبر ہو گئی۔ کیا وہ جادو جانتا
ہے؟“

سرنا نے کہا ”یہ ایسی کوئی عمل جانتا ہو گا۔ اگر ٹیلی بیجی جانتا
اور ہمارے دماغوں میں آتا ہے تو ہم سانس روک لیتے۔ اس کی اس
بات پر غور کرنا ہو گا کہ وہ غیر معمولی قوت سماعت کا حامل ہے اور
اسکاٹ لینڈ میں بیٹھ کر لندن میں ہونے والی گفتگو سن لیتا ہے۔“

”کیا وہ اس وقت بھی ہماری باتیں سن رہا ہو گا۔“

”شاید سن رہا ہو۔“

”پھر تو یہ معیشت بن جائے گا۔ ہماری ہر بات سن لیا کرے
گا۔“

”بہتر ہے، ابھی تم سوچ کے ذریعے گفتگو کرو۔“

اس کے ساتھ ہی خاموشی چھا گئی۔ اب یقیناً خیال خوانی
کے ذریعے باتیں کر رہے ہوں گے۔ یوسف البرہان کے سننے کا طریقہ
یہ تھا کہ وہ دور جا کر صرف اسی کی آوازیں سن سکتا تھا جس سے پہلے
بھی گفتگو کر چکا ہو۔ یا اسے دوسروں سے باتیں کرتے ہوئے سن
چکا ہو۔

پھر وہ تنہائی میں آرام سے بیٹھ کر اپنی تمام توجہ اس ایک آواز
اور لہجے پر مرکوز کرنا تھا اور چشم زدن میں اسے سننے لگتا تھا۔ وہ
کمرے کا راہ چلتے بھی اپنی مطلوب آوازیں سن سکتا تھا اور مطلوب آواز
کے آس پاس جو لوگ بول رہے ہوں ان کی آوازیں بھی سنائی دیتے

لگتی تھیں۔
اس نے ایک ہفتہ قبل شی آرا کو لندن کی ایک شاہی تقریب
میں دیکھا تھا اور اس کے حسن و جمال پر فدا ہو گیا تھا۔ اگرچہ وہ عمر
رسیدہ تھا۔ دو برس بعد پورے پچاس برس کا ہونے والا تھا۔ ایک
محبت کرنے والی بیوی کی مرگ تھی جو اب پرانی ہو گئی تھی۔ وہ اسے دل
جان سے چاہتا تھا لیکن جذبات کے معاملے میں جوانوں کی طرح
مضبوط تھا۔ اس نے اپنی ذات پر ایسے ایسے طبی تجربات کیے تھے کہ
پچاس برس کا جوان دکھائی دیتا تھا۔ دماغی قوت ایسی تھی کہ ہنسنے ہنسنے
بجلی کے بجھکے برداشت کر لیتا تھا۔ جسمانی طور پر فلواد تھا۔ آہستہ
سلا تھیں موڑتے تھا اور دھنوں کی ہڈیاں توڑتے تھا پھر ایسی قوتوں
کا مالک ہو کر وہ عاشق مزاج کیسے نہ بننا۔

اس نے تقریب میں شی آرا سے دوستی کرنے کی کوشش کی۔
لیکن وہ غمور تھی کسی سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتی تھی۔ تب
اس نے سوچا پہلے اس کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں۔ پھر
اس کی اوقات کے مطابق چار ڈالا جائے۔

اس رات اس نے تقریب سے گھر واپس آکر اپنے بستر لیٹ
کر شی آرا کی آواز اور لہجے پر توجہ مرکوز کی پھر اس کی باتیں سننے لگا
”بھائی سرنا! تم نے اس شخص کو دیکھا تھا جس کی آنکھوں میں عجیب
ی چمک تھی ایک عجیب سی کشش تھی۔“

”ہاں میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا اور اس کے متعلق
معلومات حاصل کی تھیں۔ پتا چلا اس کا نام یوسف البرہان ہے۔
استنبول کا رہنے والا ہے۔ ایک معروف ڈاکٹر اور سائنس داں ہے۔“
”میں اس کے دماغ میں جانا چاہتی تھی لیکن اس نے سانس
روک لی۔ وہ کوئی پراسرار شخص ہے۔“

”شی آرا اور پراسرار ہے تو تم اس سے کم نہیں ہیں۔“
یوسف البرہان ان کی باتیں سن رہا تھا اور اسے معلوم ہو رہا تھا
کہ بظاہر..... میں ڈیٹا لکھ سکتا ہوں والی کا اصل نام شی آرا ہے۔ پے
پے سرنا اس کا بھائی ہے اور وہ ٹیلی بیجی جانتی ہے۔

وہ اگلے دو چار دنوں تک بہن بھائی کی باتیں سنتا رہا اور معلوم
کرنا رہا کہ وہ دونوں واقعی پراسرار ہیں۔ بڑے بڑے ممالک کے
اہم رازوں سے واقف ہیں۔ خطرناک تنظیموں کو اپنے زیر اثر
لا چکے ہیں اور دنیا کے ہر بڑے شہر اور اہم علاقے میں ان کے خفیہ
اڈے اور ہزاروں مسلح گارڈز ہیں ان سے چمیز کرنا گویا موت کو
دعوت دینا تھا۔

لیکن وہ موت کو دعوت دینے پر مجبور ہو گیا کیونکہ شی آرا پر دل
چمکا تھا۔ وہ اپنی ملا جلی حیلوں سے متاثر کر کے اسے حاصل کرنا چاہتا
تھا۔ اسی لیے پہلی بار ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کر کے اسے اور سرنا
کو بتایا کہ وہ بڑی خفیہوں کا مالک ہے۔ جو بارہ چار چاہتے ہیں
اسے وہ خود ڈالا لے جائے گا۔

شی آرا اور سرنا نے ملے کیونکہ وہ نیلس چوری نہیں کریں گے

اس افزائے فراق میں رئیس زادی کو ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا کہ گلے سے ہار نکل چکا ہے۔ شی تارا نے سوچا۔ اگر وہ نیپلس کے

اس نے جانے کے لیے روانہ ہوا مگر اس نے دونوں انجنیئر کی کوشش کرو۔ کچھ کامیابی نظر آئے تو مجھے بلایا۔

وہ ہنستے ہوئے بولا ”تمہاری جیسی پُراسرار حسینہ کو میں نے
آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔“

”میں سمجھا یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔ آج تک شی تارا کو کسی مودے ہاتھ نہیں لگایا۔ میں ایسی آہنی دیواروں کے پیچھے رہتی ہوں کہ ان دیواروں میں کوئی دوا نہ ہوگا کہ نہیں آسکے۔“
”تم آہنی دیوئیں مار رہی ہو کیا ایک کھٹے پلے میں نے تمہیں ہاتھ نہیں لگایا تھا؟“
”وہ میں نہیں سمجھتی شی تارا قہری تھی۔“
”یہ کیا بات ہوئی؟“

”میں تو اسرار ہیں۔ میری چھ ہڈی ہیں شی تارا ون‘ شی تارا نو‘ شی تارا قہری‘ شی تارا فور‘ شی تارا فانیہ اور شی تارا سکس۔ اسی طرح میرے بھائی بے پے سرنہ کی چھ ڈی ہیں۔ ساتویں نمبر ہم اصل بن بھائی ہیں۔ کہاں ہیں اور کبھی کسی حکمت عملی سے دنیا پر چھاپے ہیں‘ یہ کوئی معلوم نہیں کر سکے گا۔“
”تم بن بھائی کے نام شاید اسی لیے میرے علم میں آئے ہیں کہ میں اصل تک پہنچ جاؤں گا۔“

”تمہیں حق پہنچتا ہے کہ ہم تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ دیے عمر گزر جائے گی اس دشت کی سیاحت میں۔ ایک شی تارا اور سرنہ ازبکستان میں ہیں‘ فرہاد اور اس کے بیٹے پارس کو آؤ بیٹے والے ہیں۔ دوسری شی تارا اور سرنہ دانشمن میں ہیں اور سپر ادم سلوان کو بے نقاب کر کے۔ نہایت کرنے والے ہیں کہ وہ سوچنا ثانی ہے۔“

یوسف نے کہا ”اور شی تارا قہری مجھ سے ہم کلام ہے۔“
”نہیں‘ وہ شی تارا قہری تھے تم نے تاریکی میں پکڑ لیا تھا‘ وہ اپنے بیٹے دم کے بستر پر حمزہ رہے اور سمجھ رہی ہے کہ وہ خیال خالی میں مصروف ہے۔ میری تمام ڈی کی حرکات سے یہی ظاہر ہوتا کہ وہ ٹکی بیٹھی جاتی ہیں جبکہ صرف میں خیال خالی کرتی ہوں اور ایسے وقت وہ حمزہ رہتی ہے جس کی طرف سے میں سوچ کے ذریعے بولتی ہوں۔“

”پھر اس وقت میرے اندر اصل شی تارا بول رہی ہے۔“
”ہاں اس آواز اور لمبے میں بول رہی ہوں جو میری تمام ڈی کے لیے مخصوص ہے۔ تم میری اصل آواز اور لہجہ بھی نہیں سن سکو گے اپنی غیر معمولی فوجی سماعت کے ذریعے میری کوئی بات تمہارے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔“

”ایسا دعویٰ نہ کرو۔ تم کسی قبر میں نہیں‘ دنیا میں رہتی ہو۔ گھومتی پھرتی اور مخلوق میں آتی جاتی رہتی ہو۔ جس طرح میں نے اتفاقاً شی تارا قہری کی آواز سن لی‘ اسی طرح کسی دن تمہاری اصل آواز سن لوں گا۔“

”میں اپنے عمل سے نکل کر کبھی اصل لیے میں نہیں بولتی ہوں۔ تم صرف میری باتیں نہ کرو‘ دوستی کے راستے ہموار کرو۔“

”دوستی آج ہو سکتی ہے‘ ابھی ہو سکتی ہے۔ میرے پاس چلی

آؤ۔“

”میں نے وعدہ کیا ہے کہ جو خواہش کرو گے اسے پورا کر گی۔ آج سے یہ شی تارا قہری تمہاری ہے۔“
”مجھے ٹھکی ہال نہیں‘ اصل میں چاہیے۔“
”اصل کو تو مرتے دم تک چھو نہیں سکو گے۔“
”پھر میں بھی کہہ دوں کہ تم مرتے دم تک میری غیر مر دواؤں کے قارمولے حاصل نہیں کر سکو گی۔“

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ وہ شی تارا قہری کی حاضر نہیں ہوئی تھی۔ چونکہ اصل قہری اس لیے دہلی شر کے ذاتی محل میں تھی۔ اصل بے پے سرنہ ازبکستان میں شی تارا کے ساتھ تھا۔ اس نے خیال خالی کے ذریعے بھائی سرنہ کو پورے ہاتھ کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ بولا ”میری سرنہ! نہیں صورت میں یوسف البرہان کی دواؤں کے وہ قارمولے حاصل کر رہے ہیں۔ ہم بن بھائی وہ دواؤں میں استعمال کر کے پیش کرنا قابل شکست ہو سکتے ہیں۔ سامی دنیا ہمارے سامنے سر ہوا گی۔“

”میں پوری کوشش کر رہی ہوں‘ قبر تک اس کا پیچھا کر رہا ہوں اور قارمولے حاصل کر کے رہوں گی۔“
وہ پھر اپنے محل میں حاضر ہو گئی اور اپنے دست راست کو ہدایت دینے لگی کہ کس طرح یوسف البرہان اور اس کے پورے خاندان کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہے اور یوسف کو بھوشیاری سے شہر کرنا ہے۔

یوسف البرہان اپنے کمرے میں بیٹھا تمام حالات کا جائزہ رہا تھا اور خوب سمجھ رہا تھا کہ اس کی تلاش شروع ہو چکی ہو گی شی تارا اور سرنہ کے ذرائع بہت وسیع تھے۔ وہ تیزی سے اسے گرد گھیرا تنگ کر سکتے تھے۔ اگرچہ اس نے اپنی رہائش گاہ دوست کو بھی نہیں بتائی تھی تاہم خطرے کا احساس بڑھتا جا رہا تھا اس نے اپنے کے سامنے بیٹھ کر اپنا غلطی تبدیل کیا۔ یہ معمولی سی تبدیلی کی پھر اس رہائش گاہ کو چھوڑ کر کار میں رہا ہو گیا۔ اس نے ڈرائیونگ کے دوران شی تارا قہری اور سرنہ کی آوازیں سننے کی کوششیں کیں لیکن دونوں طرف سے خاموشی۔ شاید وہ سو رہے ہوں گے۔

اس نے ڈی شی تارا قہری کے پیچھے کے سامنے گاڑی دوڑ دی پھر توجہ سے سننے کی کوشش کی۔ سرنہ قہری کی آواز سنائی دی۔ کسی پولیس افسر سے کہہ رہا تھا ”یہ پچاس ہزار پونڈ ہیں۔ یہ تلاش کرنے کا معاوضہ ہے اور وہ بہت مصروف ڈاکٹر ہے۔ کڑا کمات گھنٹہ نہیں ہے۔ لندن آئے والوں اور میاں قیام کرنے والوں کی باقاعدہ فائبر ہوتی ہے۔ تم آؤ گے گھنٹے میں اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کر سکتے ہو۔“

افسر نے کہا ”میرے ساتھ آؤ میں ابھی معلوم کرنا ہوں۔“

یوسف پاشا نے روبرو نکال کر اس میں سائبرنگ لگا کر پھر کار سے نکل کر تیزی سے چلا ہوا پیچھے کے دروازے پر پہنچا۔ دواؤں کے متعلق تھا۔ اس نے بے آواز فائرنگ کر کے اسے کھول دیا۔ اندر ہر طرف کمروں میں جھانک کر دیکھا۔ ایک کمرے میں وہ سوری تھی۔ شاید اس نے سونے کے پتلے داغ کو ہدایت دی تھی۔ اس لیے بیٹے دم کا دواؤں کے پتلے کی آکھ کھل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اسے حیرانی سے دیکھ کر بولی ”تم؟“

”ہاں میں وہ قارمولا دینے آیا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ میرے داغ میں آکر بائیں کرو۔“
اس نے خیال خالی کی پرواز کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ پریشان ہو کر بولی ”میں دواؤں میں پھر خیال خالی کیا ضروری ہے۔ قارمولا کہاں ہے؟“
”وہ شی تارا کو دوں گا اور شی تارا کی پہچان یہ ہے کہ وہ ٹکی بیٹھی جاتی ہے۔“
”میں جانتی ہوں۔“

”تم ایک ڈی ہو۔ شی تارا جب تمہاری طرف سے خیال خالی کرتی ہے تو ایسے وقت تمہیں حمزہ کو بتی ہے۔ تم سمجھتی ہو کہ خیال خالی کر رہی ہو جبکہ وہ ابھی تمہارے داغ میں آکر خیال خالی کے ذریعے ہونے والی تمام گفتگو نقل کرتی ہے اور چل جاتی ہے۔“
”تم بے ٹکی باتیں کر رہے ہو۔“

”پلے سکی سی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ اصل شی تارا تمہارے اندر موجود نہیں ہے اور یہاں میری موجودگی کا علم نہیں ہے۔ شاید وہ سوری ہو گی یا مجھے چھپانے کے پھر میں اپنے لوگوں کے ساتھ مصروف ہو گی۔“

”تم فضل باتیں کر رہے ہو۔ قارمولا کہاں ہے؟“
”میں تمہارے سامنے ہوں‘ میری آغوش میں آکر دیکھو کہ قارمولے کس طرح مجھے انسان سے جن بناتا ہے۔“

اس نے پکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کرنے لگی جب یقین ہو گیا کہ فولادی گھٹنے سے نہیں نکل سکے گی تو چپنے کے لیے منہ کھولا۔ یوسف کی پانچ انگلیوں نے اس کے جڑوں کو گرفت میں لیا تو تکلیف کی شدت سے چیخا بھول گئی۔ وہ بولا ”میں خوش خوراک ہوں۔ اچھی خوراک کو منہ لگائے بغیر نہیں چھوڑتا۔ پھر تمہاری وجہ سے خطرناک بن بھائی کو دشمن بنا چکا ہوں۔ ان بن بھائی کو بھی جلدی معلوم ہو جائے گا کہ میں لوہے کا چٹا ہوں‘ مجھے چپانے والے دانت ٹوٹ جاتے ہیں۔“

یہ کہہ کر اس نے شی تارا قہری کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا‘ اسے سر سے بلندی پھر اسے بستر پر پھینک دیا۔
”مرے دن اس نے ایک کمرے میں بیٹھ کر مریم کا تصور کیا اس کی آواز اور لمبے پروجے مرکوز کی پھر اس کی آوازیں سننے لگا۔ وہ

کسی سے کہہ رہی تھی۔ ”میں نہیں جانتی‘ میرا شہر کہاں ہے؟ کل اسکاٹ لینڈ سے اس نے فون کیا تھا۔ شاید وہیں ہو گا تم۔“۔ یہ کہیں پوچھ رہے ہو؟“
کسی نے جواب دیا ”ابھی تو پوچھ رہے ہیں‘ وہ شام تک نہ ملا تو ہم تمہیں اٹھا کر لے جائیں گے۔“

یوسف پاشا صرف سن سکتا تھا۔ ہزاروں میل دور سے جواباً کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اس وقت وہ اس اجنبی کی آوازوں پر توجہ دیتا رہا۔ وہ اجنبی جہاں جاتا تھا‘ جن لوگوں سے ملتا تھا یوسف ان لوگوں کی باتیں بھی سنتا تھا۔ ان کی باتوں سے بیشتر دشمنوں کے پتے ٹھکانے معلوم ہو جاتے تھے۔

وہ کئی گھنٹوں تک معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر اس نے فون کے ذریعے استنبول میں رہنے والے اپنے خواریلوں سے رابطہ کیا انہیں دشمنوں کے پتے ٹھکانے بتائے اور انہیں حکم دیا کہ تمام دشمنوں کو شہر چھوڑنے اور مریم سے دور رہنے پر مجبور کر دو۔ جو مجبور نہ ہوں اور مریم کے لیے مصیبت بن جائیں انہیں پیشہ کے لیے ختم کر دو۔

پھر اس نے فون کے ذریعے مریم سے گفتگو کی۔ اس سے کہہ ”میری جان! مجھے سب پتا ہے کہ تمہیں کس طرح پریشان کیا جا رہا ہے۔ فکر نہ کرو وہ دشمن جلدی تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔“
مریم نے کہا ”مجھے دشمنوں کی پروا نہیں ہے۔ تمہاری فکر ہے۔ میرے پاس پلے آؤ۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔“

”اسے بڑھاپے میں کیوں دماغی ڈانڈا بول رہی ہو اللہ اللہ کو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں دشمنوں سے چھپتا پھر رہا ہوں‘ یہاں سے کہیں دور چلا جاؤں گا۔ خیریت سے رہا تو تمہاری خیریت معلوم کروں گا ورنہ مجھے لینا کہ دشمنوں نے مجھے قید کر لیا ہے یا پھر مار ڈالا ہے۔“

”میں بات منہ سے نہ نکلاؤ۔ موت تمہیں نہیں دشمنوں کو آئے گی۔ اگر تم لندن میں ہی رہو گے تو میں وہاں چلی آؤں گی۔“
یوسف نے اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی رابطہ ختم کر دیا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ مریم اس کے پیچھے آئے۔ وہ بیٹائیس برس کی ایسی گھر گھرستی والی بیوی تھی جسے گھر کی چار دیواری میں رکھا جاتا ہے۔ اس عمر میں عورت بوڑھی اور موٹ پھرے جو ان ہو جاتا ہے اور باہر کی رنگ ریلوں میں بیوی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔

ادھر شی تارا نے اپنے آدمیوں کے ذریعے مریم کے داغ میں جگہ بنائی تھی تاکہ اس کے ذریعے یوسف پاشا کے متعلق معلومات حاصل ہوتی رہیں۔ اس نے مریم کو احساس ہونے نہیں دیا کہ اس کے داغ میں آتی جاتی رہتی ہے۔ وہ چپ چاپ اس کے اندر تحریک پیدا کرتی رہی کہ استنبول چھوڑ کر اپنے شوہر کی تلاش میں جائے۔

اس مقصد کے لیے اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے مریم کو

وہ بات کات کرولی "ہاں اس کا نام بھی یوسف ہے۔ تم جانتے ہو۔ مجھے یوسف نام سے بہت محبت ہے اور وہ تو بڑی شر اور دلچسپ نوجوان ہے۔"

وہ دوسری طرف سے ڈانٹ کر بولا "یوسف اپ! پہلے میری بات توجہ سے سنو۔ یہ یوسف سر تاج دی جوان ہے جو کچھ رات تم سے ملا تھا اور اس نے تمہیں دس ہزار ڈالر دیے تھے۔"

"پاشا! یہ وہ نہیں ہے۔"

"چپ رہو۔ وہ وہی ہے اور اس کا اصلی نام علی تیور ہے۔ وہ فراد علی تیور کا بیٹا ہے۔ کیا وہ علی تیور ہے؟ اس کی ماں سونیا ہے؟ رونی ہے؟ یا وہ کیا نام ہے بھلا۔ ہاں اعلیٰ بی بی۔"

وہ غصے سے دہانے ہوئے بولا "یہ لامبک ڈنسن کال ہے اور تم مجھ سے ان لوگوں کا خاندانی تجربہ پوچھ رہی ہو۔ تمہیں ان لوگوں سے کیا دلچسپی ہے۔ کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ میں خطرات میں گر رہا ہوں؟"

"تم خودی خطرات کو دعوتیں دیتے رہتے ہو۔ یاد دے دو برس پہلے بابا فرید واسطی مرحوم کے ادارے سے تمہیں آفر دی گئی تھی۔ جناب علی امجد اللہ خیرزی نے تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں کو سراہا تھا اور ادارے کے لیے تمہاری خدمات حاصل کرنا چاہی تھیں مگر

ہو جس کی علی نے ان فارمولوں کو حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور جب تک یوسف البرہان کی کردن نہیں پکڑے گا تب تک مریم کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ یہ حالات تیار ہے تھے کہ آگے چل کر وہ سب آپس میں بری طرح ٹکرائیں گے۔

وہ جاز دو کھینے کے لیے لندن میں اترتا۔ مریم انرپورٹ کے رستہ میں کاتی پنے آئی۔ اسے اطلاع دی گئی کہ کئی فون کاؤنٹر پر مشرکان کا فون ہے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی کاؤنٹر آئی پھر پر مشرکان سے لگا کر پوچھا "ہیلو پاشا! یہ تم ہو؟" رنجبر کان سے لگا کر بول رہا ہوں۔ یہ تم کس کے ساتھ سفر کر رہی ہو؟ آخر کہاں جا رہی ہو؟"

"میں تمہارے پاس آ رہی ہوں۔ تم جزیرہ مارکیو سان میں ہو؟"

"میں جنم میں ہوں۔ مجھے تلاش مت کرو۔ دشمن تمہارے پیچھے میری ٹانگ میں ہیں۔"

"میں تمام دشمنوں کو احتیول چھوڑ آئی ہوں، کوئی نہیں جانتا کہ میں اس طیارے میں سفر کر رہی ہوں۔"

"تم دوستوں اور دشمنوں کے قریب کو سمجھتی نہیں ہو۔ یہ جو تمہارا ہم سفر ہے۔ تمہاری ساتھ والی سیٹ پر ہے اور جس نے اپنا نام یوسف سر تاج بتایا ہے وہ دراصل۔"

تک جانے کے لیے جہاز کا ٹکٹ اور خاصی رقم دے رہا ہے آدھے راستے تک اس کا ہم سفر رہے گا۔ وہ سکتا ہے وہ مریم کے ذریعے یوسف کو ٹپ کرے۔"

"یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یوسف اس جزیرے میں ہے لیکن علی ضرور کوئی ایسی جال چلے گا کہ وہ میاں بیوی ایک دوسرے سے لٹے پر مجبور ہو جائیں۔ اس طرح وہ یوسف کو پالے گا۔"

"ایک طرح سے یہ بات تمہارے حق میں ہے کہ مریم کی وجہ سے علی ہماری نظروں میں رہے گا۔ وہ دوسری بات تشریف ناک ہے کہ وہ فارمولوں کے پیچھے بڑبڑائے گا۔"

دوسری طرف یوسف پاشا اپنے کمرے میں علی کی طرف کان لگائے بیٹھا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ فوجان کون ہے جس نے اس کی بیوی کو انکی دس ہزار ڈالر دیے ہیں اور اس کے جہاز کا ٹکٹ بھی لینے والا ہے۔ وہ فوجان مریم سے دوسری صبح انرپورٹ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گیا تھا۔

پھر یوسف نے بڑی دیر تک اس کی آواز نہیں سنی۔ اس کے بعد پتا چلا کہ وہ فرانس کے سفیر کے پاس آیا ہے۔ سفیر نے بڑی گرم جوشی سے اسے مشرکی تیور کر کے مخاطب کیا۔ تب یوسف کو بچا چلا کہ وہ فراد علی تیور کا بیٹا ہے۔

وہ بریٹان ہو کر سوچنے لگا۔ یہ تو اور مصیبت ہو گئی۔ شی تارا اور سرا پہلے ہی پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اب فراد کا پورا خاندان عذاب جان بن جائے گا۔

اس نے مریم کو علی کے متعلق بتانا چاہا۔ اسے علی سے دور رہنے کی تاکید کرنا لازمی تھا لیکن مریم جس خاتون کے ہاں بے انگ گیسٹ بن کر رات گزارنے گئی تھی اس کے ہاں ٹیلی فون نہیں تھا ان کی باتوں سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس مکان کا نمبر کیا ہے اور وہ کس علاقے میں ہے۔ اگر یہ معلوم ہوتا تو وہ اپنے خوارینوں کے ذریعے مریم کو علی سے دور کر دیتا۔

وہ دوسری صبح دیر سے اٹھا۔ مریم انرپورٹ پر علی کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ ٹیلی فون کے ذریعے اسے مخاطب کر سکتا تھا۔ احتیول انرپورٹ کا نمبر معلوم نہیں تھا۔ جب وہ ڈائریکٹری میں نمبر تلاش کر رہا تھا تب ہی سفیر کے ایک ملازم نے مریم کے پاس آکر اسے پاسپورٹ، جہاز کا ٹکٹ اور پندرہ ہزار ڈالر دیے اور بتایا کہ وہ جس کا انتظار کر رہی ہے اس نے سفر کا ارادہ ہٹا کر دیا ہے۔

یہ سن کر یوسف کو اطمینان ہوا کہ علی خودی مریم سے دور ہو گیا ہے۔ یہ اطمینان تو بڑی دیر تک رہا۔ پھر طیارے میں مریم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر سے گفتگو کی تو یوسف نے لہجے کا معمولی سی تبدیلی کو محسوس کیا اور سمجھ لیا کہ علی ہمیں بدل کر اس کی بیوی کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔

شی تارا نے سفیر کے دماغ میں یہ کہ مریم کو لیا تھا کہ علی بھی بدل کر مریم کے ساتھ رہے گا۔ اس طرح ان میں بھائی کو یقین

بتایا کہ یوسف پاشا گرفتار ہو گیا ہے اور دشمنوں نے اسے مارکیو سان کے جزیرے میں قید کر رکھا ہے۔ مریم یہ سن کر بریٹان ہو گئی تھی اور جلد سے جلد اس جزیرے میں پہنچنا چاہتی تھی۔

یوسف نے اس کی آوازیں سن کر معلوم کیا کہ شی تارا کے آؤی! اسے اپنے چارے سے بھوت بول رہے ہیں اور وہ شوہر کی تلاش میں اس جزیرے تک جانے کے لیے بے چین ہو گئی ہے اس نے فون کے ذریعے اپنے حواریوں سے کہا "مریم کو پتا نہیں ہے کہ مارکیو سان جزیرہ کہاں ہے۔ اسے بتاؤ کہ جزیرہ قریب ہی ہے احتیول کے ساحل سے کوئی پچاس میل کے فاصلے پر ہے اور تم لوگ اپنے پاس یوسف پاشا کو وہاں سے رہائی دلا کر لے آؤ گے۔"

شی تارا چاہتی تھی کہ مریم احتیول سے ہزاروں میل دور پہنچتی رہے اور یوسف کے لیے پر اہم تھی کہ وہ یوسف شی تارا کو خوش فہمی میں جھٹکا رہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے لیے بہت بریٹان ہے اس لیے اپنے قریب آنے سے روک رہا ہے۔

ایک رات اس نے مریم کی آوازیں سنیں۔ وہ ایک موزیوٹ والے کو خاصی رقم دے کر جزیرے تک جانا چاہتی تھی لیکن شی تارا کے آدمیوں نے موزیوٹ والے کو قتل کر دیا۔ مریم وہاں سے جان بچا کر بھاگنے لگی۔ دشمن اسے قتل کرنا نہیں چاہتے تھے صرف ہراساں کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ شوہر کی پناہ میں جانے کے لیے احتیول سے باہر نکلے اور جب باہر نکلتا چاہے تو اسے جانے بھی نہ دیا جائے۔

یہ وہی رات تھی جب مریم جان کی سلامتی کے لیے علی کی پناہ میں پہنچ گئی تھی۔ یوسف اپنے کمرے میں بیٹھا بیوی کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے تو یہ اطمینان ہوا۔ کہ وہ کسی نوجوان کے پاس محفوظ ہے اور قاتل تک کرنے والے دشمن بھاگ گئے ہیں۔

پھر یہ بھی فکر ہوئی کہ وہ فوجان کون ہے؟ کس وہ شی تارا کا کوئی نیا آلہ کار نہ ہو۔ اور شی تارا خاموشی سے مریم کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ اس نے علی کی آواز سننے ہی سے پہچان لیا۔ اپنے بھائی سے بولی "بھائی سر! علی دی پوش ہو گیا تھا پھر سامنے آیا ہے۔ وہ مریم کے ساتھ تیار کیا دواؤں اور تشنگن تک جائے گا۔"

سرنے پوچھا "وہ دونوں امریکیوں جا رہے ہیں؟"

"مریم کا خیال ہے کہ یوسف البرہان مارکیو سان جزیرے میں ہے۔ اس لیے وہ امریکا سے ہو کر ادھر جانے کی اور علی تو ظاہر ہے ٹائی سے لٹے جا رہا ہو گا۔"

"کیا مریم نے علی کو بتایا ہے کہ یوسف کیسی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے؟"

"ہاں مریم کو زیادہ بولنے کی عادت ہے۔ بڑے غرے اپنے شوہر کی باتیں کرتی ہے۔ اس نے علی کو بتایا ہے۔"

"پھر تو وہ بھی ان فارمولوں کو حاصل کرنا چاہے گا۔"

"اس نے یہ بات مریم سے نہیں کی ہے لیکن اسے جزیرے

بدنام ترین مجرم چارلس سو بھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

چارلس سو بھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز © پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

تم نے انکار کر دیا تھا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ تم معصیتوں میں۔۔۔ بیلو
 بیلوں رہے ہو۔۔۔ بیلو پاشا۔۔۔
 یوسف پاشا نے رابطہ ختم کر دیا تھا اور سر پیکڑ کو سوچ رہا تھا "یہ
 عورت سستی نہیں ہے۔ سناٹی چلی جاتی ہے۔ اب یہ جب تک میری
 تلاش میں جھپکتی رہے گی میرے لیے خطرات برپا رہتے ہیں گے۔ یہ
 فریاد اور اس کے پتے بڑے پکڑنا ہیں۔ یہ لوگ مریم کو کھانا بھرا کر
 کسی نہ کسی دن میرے پاس لے آئیں گے۔"
 وہ شی تارا اور سربنا کو جھانسا دینے کے لیے لندن سے نہ راک
 آیا تھا اور ڈیوٹی شی تارا اور سربنا کی آوازیں سننا رہتا تھا۔ اسے
 انتظار تھا کہ ان کی باتوں سے کبھی نہ کبھی اہلی شی تارا ہر سناٹ
 ضرور ملے گا۔
 ایسا سوچنے کے دوران اس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس
 کیا پھر سانس روکنے سے پہلے پوچھا "کون ہو تم؟"
 "شی تارا تمہاری قسمت کا ستارہ۔"
 "تو پھر آیاؤ میرے دل کے آسمان پر چپکنے کے لیے۔"
 "ستارے دور چپکنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ہاتھوں میں آنے کے
 لیے نہیں ہوتے۔ تم نے جزیرہ مارکیوسان کا کیا پکڑ چلایا ہے میں
 کبھی نہیں نہیں کروں گی کہ تم اس جزیرے میں ہو۔"
 "یہ پکڑ تم نے چلایا ہے۔ تمہارے آدمیوں نے میری بیوی
 سے کہا تھا کہ مجھے دیکھو اپنی بیوی بنا کر رکھا گیا ہے۔"
 "یہ غلط ہے۔ میرے آدمیوں نے مریم سے ایسی کوئی بات
 نہیں کی تھی۔ یہ تمہاری چال بازی ہے۔ تم نے اپنے جھگڑوں سے
 یہ اعلان کر دیا ہے کہ تم اس جزیرے میں ہو تاکہ ہم سب اُدھر
 دوڑے چلے جائیں۔"
 "میں تو نہیں کتا اُدھر جاؤں۔ تم بد مر ہو اُدھر کا پتا نہ دو۔ پتا
 نہیں ہمارے درمیان کب تک یہ کھیل جاری رہے گا۔ میں تم سے
 چھپتا بھروسہ گا تم مجھ سے چھپتی بھڑک۔ میں تمہیں قاتلوں میں کرنا
 چاہوں گا۔ تم مجھے نہ پکڑنے کی کوششیں کرتی رہو گی۔"
 "میں بہت جلد تمہیں ان قاتلوں کے ساتھ پکڑوں گی۔"
 "تا بڑا چیلنج کرنے سے پہلے یہ مت بھولو کہ ہمارے درمیان
 علی تیور آکر رہا ہے اگر ہم ایک نہ ہوتے تو وہ ہم دونوں پر بھجوت
 پڑے گا۔"
 "ہاں یہ تشویش ناک پہلو ہے۔ علی کے پیچھے فریاد کی پوری فیل
 چلی آئے گی۔ ہم ان سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ خوفزدہ ہوتے ہیں جو
 کم تر ہوتے ہیں۔ ابھی تو ہم برتر ہیں۔ ازبکستان میں دونوں باپ
 بیٹے کو اکو بار ہے ہیں۔ یہاں علی سے بھی نفٹ لیں گے۔ پریشانی
 صرف یہ ہے کہ علی اچانک ہی ہمارے درمیان چلا آیا ہے۔ ابھی
 تمہارے خلاف تباہیاں مکمل کرنے کا ہمیں موقع نہیں ملا ہے۔"
 "میں کچھ سمجھتی ہوں کہ تمہارے خلاف پوری طرح پلاننگ کا
 موقع مجھے نہیں مل رہا ہے۔ اپنے ذرائع مزید مستحکم کرنے میں دیر

لگ رہی ہے۔ ایسے میں ہم دونوں کا نقصان ہو سکتا ہے۔"
 "اسی لیے سمجھاتی ہوں" میرے پاس آجاؤ۔ میری لم
 شامل ہو جاؤ۔ یہاں تم اپنے طور پر آزاد زندگی گزارو گے۔
 "اور میں بھی تمہیں سمجھاتا ہوں" مجھے سرباز نہ دکھاؤ
 مرد ہوں اپنے طور پر تمہیں بے دست و پا بنا کر لے آؤں گا
 یہاں سے جاؤ۔" اس نے سانس روک لی۔ وہ لچکتا باہر نکل
 جہاز لندن سے روانہ ہوا۔ نیویارک کی سب پر واز کلس
 مریم اور علی اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے
 تو ڈیوٹی ریک منہ پھلکے رہی پھر پولی ۳ لڑکے! تمہیں
 کہ میں تم سے ناراض ہوں اور تم سے بات نہیں کر رہی ہوں۔
 علی نے کہا "ہاں میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم مجھ سے بات
 کر رہی ہو لیکن مجھ سے ناراض کیوں ہو؟ میری غلطی کیا ہے؟"
 "میں کہی کہ تم بد معاش حاتم طائی ہو۔"
 وہ ہنسنے لگا "جو بد معاش ہو گا وہ کبھی حاتم طائی
 ہو گا جو حاتم طائی ہو گا وہ کبھی بد معاش نہیں ہو گا۔"
 "مگر تم ہو۔ تم نے پچھلی رات مجھے دس ہزار ڈالر دیے۔
 "میں نے نہیں دیے۔ میں تو تمہیں جانتا ہی نہیں۔"
 "میں کو اس مت کرو۔ لندن میں پاشا نے فون پر بتایا ہے
 نے ابھی ہمیں بدلا ہوا ہے۔ میں دھوکا کھا سکتی ہوں لیکن
 معمولی قیمت سماعت رکھنے والا اس وقت بھی تمہاری آواز
 رہا ہے اور تمہیں پہچان رہا ہے۔ آخر اس بد معاش کی وجہ کیا
 کیا میں نے تمہیں بیٹا نہیں کہا ہے۔ کیا تم مجھے ماں نہیں
 ہو؟"
 "وہ نہیں ماما! آپ میری ماں ہیں۔ ہمیں بدلا میری
 ہے۔"
 "تو پھر ماں سے چھپنا نہیں چاہیے تھا۔"
 "دشمن ماں کے جذبات کو خوب سمجھتے ہیں۔ وہ آپ کی
 اور متا سے پہچان لیں گے کہ میرا آپ سے گمراہ رہتا ہے۔"
 "میرا کتنا ہی گمراہ رہتا ہو" سوچنا اور رسوخی سے زیادہ
 نہیں ہو گا؟"
 وہ خیرانی سے چونک کر بولا "آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"
 "زیادہ بے نیکی کوشش نہ کرو۔ میں جانتی ہوں تم علی
 ہو۔"
 علی نے ایک گہری سانس لے کر پوچھا "آپ کو کس نے
 کیا آپ کے دماغ میں کوئی ٹیلی ویجن جانیے والا ہے؟"
 "نہیں بیٹے! مجھے پاشا نے تمہارا اصل نام بتایا ہے۔"
 "سرب پاشا نے صرف میری آواز سن کر نام کیسے
 کر لیا؟"
 "تم خود سوچو۔ تم نے کل سے اب تک کسی ایسے دوسرے

رشتے دار سے ملاقات کی ہوگی جس نے تمہارا نام لے کر تمہیں
 طلب کیا ہو گا اور پاشا نے سن لیا ہو گا۔"
 علی کو یاد آیا۔ پچھلی رات فرانس کے سفر نے اسے نام لے
 کر طلب کیا تھا۔ مریم نے کہا "پاپا فریڈ واسلی صاحب کے
 ادارے سے پاشا کو بہت بڑی آفر دی گئی تھی۔ اگر وہ اسے قبول
 کر لیتا تو آج جانے انجانے دشمنوں سے محفوظ رہتا۔ اس کے غیر
 معمولی فنی تجربات سے اس ادارے کے ذریعے انجمنوں، بھروسوں اور
 ذہنی مریشوں کو مجھوتہ طور پر پریشانی، سماعت اور دفاعی توانائی حاصل
 ہوتی۔"
 "آپ درست کہتی ہیں می۔ ابھی آپ کچھ نہیں بگڑا ہے۔ ہم
 دلوں میں پاشا کو ادارے میں لے جانے کی کوشش کریں گے۔
 اس سے پہلے کہ وہ کسی خطرناک تنظیم کے ہتھے چڑھ جائے ہمیں
 اسے دھوکا کھانا چاہیے۔"
 علی اس سے باہمیں کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا اگرچہ مریم کے
 ذریعے یوسف تک پہنچنے میں کچھ آسانی ہوگی تاہم یہ نقصان ہو رہا
 ہے کہ وہ پہچان لیا گیا ہے۔ یوسف پاشا اسے جانتا ہے۔ اگر کوئی ٹیلی
 ویجن جانیے والا دشمن مریم کے دماغ میں آنا جاتا ہو گا تو اسے بھی
 علی کی اہلیت معلوم ہو جائے گی۔
 علی کے ایسا سوچنے سے پہلی شی تارا اور سربنا کو سب کچھ
 معلوم ہو چکا تھا اور وہ اس پہلو پر غور کر رہے تھے کہ یوسف سے پہلے
 علی کو خبردار لایا جائے۔ اگر وہ گرفت میں آجائے گا اور اسے
 پر غمال بنا کر رکھا جائے گا تو فریاد کی فیل کا کوئی فرداں کے اور
 یوسف کے درمیان نہیں آئے گا پھر وہ کسی کی مداخلت اور رکاوٹ
 کے بغیر وہ تمام کاموں کے حاصل کر لیں گے۔
 جب تک علی حیات میں سفر کرنا بدادہ بن جائے اسے نہ پ
 کرنے کی کوئی اچھی سی تدبیر سوچے رہے ہیں تو کئی تدابیر ذہن میں
 آ رہی تھیں لیکن وہ مطمئن نہیں ہو رہے تھے۔ سربا نے کہا "فریاد
 اور اس کے بیٹے قسمت کے دشمن ہیں، انہی دشمنوں سے بھی نکلی
 جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ جسمانی طور پر مقابلہ نہ ہو۔ ان سے
 فزائت میں مقابلہ کیا جائے تو کامیابی کی توقع کی جاسکتی ہے۔"
 وہ بولی "ان کا غیابہ دو گھنٹے بعد نیویارک پہنچ جائے گا میری
 عقل کہتی ہے اگر اسے ازپورٹ سے نہ پکڑ لیا جائے تو وہ پھر
 "زیادہ بے نیکی کوشش نہ کرو۔ میں جانتی ہوں تم علی
 "میری بہنا! وہ علی تیور ہے۔ اسے ازپورٹ سے جبراً اغوا
 کرنے کا تصور بھی نہ کرو۔ ہم تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ کسی
 قیامت بھارے گا۔"
 "اسے ہاتھ لگائے بغیر اغوا کیا جاسکتا ہے۔"
 "یہ بے فزائت کی بات۔ اتنا بتاؤ کیسے؟"
 "کیسے کہ علی اور علی کے درمیان دفاعی رابطہ رہتا ہو گا۔"
 "ہاں وہ عاشق مشفق ہیں۔ ضرور رابطہ رکھتے ہوں گے۔"

"میں خانی کا بوجھ اختیار کر کے علی کے دماغ میں جاسکتی ہوں۔"
 "ان کے درمیان کوڈورڈز ہوں گے اور وہ تم نہیں جانتی
 ہو۔"
 "کوڈورڈز کی فکر نہ کرو۔ میں بات بناؤں گی۔"
 "مجھا آگے بولو۔"
 "آگے کچھ بولنے سے بہتر ہے پہلے میں اس کے دماغ میں جا کر
 یہ تدبیر آزمائوں۔ کامیابی ہوگی تو تمہیں منصوبے کا اکلا حصہ بتاؤں
 گی۔"
 "ایسا نہ ہو کہ تم سے پہلے خانی اس کے دماغ میں پہنچی ہو اور
 انہوں نے اپنی کاپی اگلا ہر کام بنایا ہو۔"
 "اگر ایسا ہو گا تو زیادہ سے زیادہ کچھ ہو گا کہ ہمیں ناکامی ہوگی۔
 علی ہمارے جھانے میں نہیں آئے گا۔ دشمن کبھی چھپتے ہیں کبھی
 جال توڑ کر نکل جاتے ہیں۔"
 "مجھے بات ہے۔ ہمارے پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے۔
 اپنی تدبیر آزمائو۔"
 "شی تارا! آجکس بند کر دو تو ڈیوٹی ریک مل علی دماغ میں خانی
 کی آواز اور لیجے کی سیرل کرتی رہی پھر خیال خوانی کی پرواز
 کرتے ہوئے علی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پہنچتی ہی پریشان سی ہو کر
 بولی "علی! ہمیں اپنے کوڈورڈز پر دانا ہوں گے۔ ابھی کوئی میرے دماغ
 میں آکر پایا ہے لیجے میں بول رہا تھا۔ حالانکہ اس نے سچ کوڈورڈز
 اور ایسے تھے لیکن مجھے کچھ شبہ نہ تھا۔ اسے اپنا آپ پہلے علی
 کے پاس جا میں میں پاشا منع بعد آؤں گی۔ مجھے بتاؤ یہ کیا ابھی؟
 تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟"
 علی نے کہا "ابھی تک کوئی نہیں آیا ہے یعنی تمہارا شبہ
 درست ہے کہ دشمن کو ہمارے کوڈورڈز معلوم ہو گئے ہیں۔"
 "آئندہ میں تمہارے پاس آؤں گی تو کوں کی؟ خانی قاتل علی ایڈ
 علی قاتل۔"
 "بہت سی محنت بھرے کوڈورڈز ہیں میں یاد رکھوں گا۔"
 "ایک اور سرباز تو دیتی ہوں میں تم سے ملنے والے دشمن سے
 نیویارک آئی ہوں۔ ازپورٹ پر موجود ہوں گی۔"
 "لیکن تم نے تو کہا تھا کہ وہاں تم سپردام ہو، مجھ جیسے عام
 مسافر سے ملاقات کو کی تو تمام اعلیٰ جیس والے ہمارے پیچھے
 پڑ جائیں گے۔"
 "میں انہی نادان نہیں ہوں کہ ہمیں ازپورٹ پر دیکھنے ہی
 سب کے سامنے لگے لگ جائیں۔"

مطالعہ کرنے سے متعلقہ ادارہ ملت بھارتیہ کیلئے ایک بڑا کامیاب منصوبہ

انجمن میں کامیابی حاصل کیجیے

نصرت شاہ، شاہ ذوالفقار، ۱۰ ملکہ

ملک بھارتیہ ایڈیشن نمبر ۱۹۹۳/۱۹۹۴

66

میں آپ سے ملاقات نہیں کریں گی۔ جہاں آپ کا قیام ہوگا وہاں وہ خود بھی آئیں گی۔

علی اور مریم ان کے ساتھ انزپورٹ کی عمارت سے باہر جانے لگے۔ دوسری طرف عالی کشم آفیسر کے کمرے میں آگئی تھی۔ اس کے پیچھے وہ قیدی لایا گیا۔ اس نے سب جواڑوں سے کہا "تم سب باہر جاؤ۔"

انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور باہر چلے گئے۔ عالی نے دواڑے کو اندر سے بند کیا پھر مسکرا کر قیدی کو دیکھا۔ آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "موسری مسز جوزف! میں نے آپ کی پٹائی کر دی۔"

وہ خوش دلی سے بولا "کوئی بات نہیں۔ فرض کی ادائیگی میں ایسا ہوتا ہے۔ بانی دی دے مارش کمال ہے؟"

"ہمارا وہ جاسوس سرخ پٹائی والوں کے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

وہ سب ایک ڈراما لے کر رہے تھے اور اس کمرے کے اندر وہ دو شیڈ پر دام سلوان یعنی عالی نہیں تھی۔ محض ایک ڈی تھی اسی لئے علی نے اسے نظر انداز کیا تھا۔ اصل عالی اپنے بیڈ روم میں بیٹھی آرام سے تمام حالات پر قابو پاری تھی۔

اس نے ڈی دام سے کہا "میرا بدل اچھی طرح ادا کر دی ہو۔ اب اسی کمرے میں جوزف کے ساتھ رہو۔ آدھے گھنٹے سے پہلے نکلتا۔"

علی اور مریم میزبانوں کے ساتھ انزپورٹ کی عمارت سے باہر آئے وہاں سفید رنگ کی ڈرو وڈن فور نمبر والی کار کھڑی تھی۔ ایک میزبان نے ان کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ اندر بیٹھ گئے۔ دونوں میزبان اگلی سیٹ پر آگئے لیکن کار اشارت کرنے سے پہلے ہی چند سلاخ فوجیوں نے انہیں گھیر لیا۔ ایک میزبان نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

فوجی افسر نے سوال کیا "تم نے کار میں کیوں کھڑی کی تھی؟"

"جناب! یہاں فپارنگ گاڑی کا سائٹ نہیں ہے۔"

"بے شک یہاں فپارنگ لکھا ہوا نہیں ہے لیکن ہماری پیرادام یہاں آ رہی تھیں۔ تمہاری گاڑی نے ڈسٹرپ کیا ہے۔"

"مگر ہمیں معلوم ہوتا کہ پیرادام تحریف لاری ہیں تو آپ کو یہ کار میں نظر نہ آئی۔"

"درست ہے تم سے انجانے میں ایسا ہوا ہے اس لئے ہم درگزر کرتے ہیں تم جانتے ہو۔"

اس افسر نے معلق انہیں باتوں میں الجھایا تھا۔ ان کی باتوں کے دوران جاسوس مارش نے اس کار کے نیچے ایک جاسوسی آلہ لگا دیا تھا۔ اب وہ کار جہاں بھی جاتی وہ نشانہ بن کر دلا آکر عالی کے ایک آلے کو اسپارنگ کے ذریعے تیار رہتا کہ وہ گاڑی کہاں پہنچی ہو۔

یوسف البرہان عرف پاشا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اپنی

قوت سماعت کے ذریعے شی تارا اور سربا کی آوازیں سننے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان میں بھائی کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ کار میں آکر بیٹھ گئے۔ سربا کہہ رہا تھا "صلی کے پیچھے جانا ضرور۔"

نہیں ہے ہم اطمینان سے چلیں گے۔ وہ گاڑی ہمارے خیر اٹنے پر جدی کی ہے اس کا علم اسے نہیں تھا۔ میں نے اسے میں ضرور پہنچے گی۔"

یوسف پاشا ان کی آوازیں سن سکتا تھا لیکن یہ دیکھ نہ سکتا تھا۔ کہ وہ کس رنگ کی اور کس نمبر کی گاڑی میں شی تارا ساتھ جا رہا ہے۔ شاہر اہول پر بڑا دھول گاڑیاں رنگ دہی تھیں وہ اندازاً ایک گاڑی کے پیچھے چلا تھا اور ان کی منظر کشی کرتا تھا۔ شی تارا کہہ رہی تھی "ہم نے ہی اسے آئے کو کہا تھا۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ عام شہری کی حیثیت سے نہیں بلکہ دارام ہیں کر آئے گی اور ہماری آؤ کی پلاننگ چھپت کوئے کی۔"

سربا نے کہا "میں بھی ہمارے حق میں اچھا ہوا کہ وہ کہہ کر بڑے مجرم کے معاملے میں مصروف ہو گئی ہے۔ اس صورت حال پر اسے وہ علی سے رابطہ نہیں کر رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے اس نے رابطہ کیا ہو۔"

"مگر کرنی تو اسے معلوم ہو جائے کہ علی کو کسپ کیا جا رہا ہے۔"

وہ عالی سے ملنے کے دعوے میں کہیں جا کر پہنچنے والا ہے۔"

"جب وہ رابطہ کرے گی اور حقیقت معلوم ہوگی تو ہماری بھی حینہ اٹھ جائے گی۔"

خیر اڑے کی طرف ضرور آئے گی۔"

جس ایک بار آجائے۔ اس بار میں اس ہالاک ٹوٹا ہوا دلا جان پناہ کے پاس کے بالکل برعکس ہے۔ عورتوں سے جاتے نہیں دلا گا۔"

شی تارا نے کچھ سوچ کر کہا "میں نے علی کے دماغ میں جا کر جھانکا تھا کہ میں ہوں اور دشمنوں کو ہمارے کوڈ ورڈز معلوم ہو سکیں۔"

وہ پوچھے ہیں پھر میں نے علی کی مرضی سے کوڈ ورڈز بدل دیئے۔"

وہ بولا "میں یہی کر اس کرنے کے بعد شاید دائمی ہاتھ مڑنا مجھے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ عالی ساتھ کوڈ ورڈز کے ذریعے علی ہے۔"

رابطہ کرتی ہے یا نہیں؟"

سربا نے کہا "تم عالی کی خبر اسے آنا کر دیکھو کہ وہ عالی تھی کسی میں موزوں۔"

کوڈ ورڈز کے مطابق اس سے باتیں کرتا ہے یا نہیں؟"

"جی ہاں! اگلی اسٹریٹ فورٹی قریب لایا بھگا ہمارا ہے۔"

شی تارا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر علی کے پاس آکر کہا "وہ میں بھائی ساری دنیا کے کھوں اور بڑے بڑے فوجوں میں کے لیے بھی کوڈ ورڈز ادا کئے۔ علی نے کہا۔"

تم نے کسی طرح ہمارے کوڈ ورڈز معلوم کر لئے ہیں لیکن اور تفصیلات یاد نہیں رکھ سکتے تھے۔ انہوں نے یادداشت کے لئے ہمارے کوڈ ورڈز کبھی معلوم نہیں کر سکی۔ جا رہا ہے۔"

ایک قاتل! اچھو محض کوئی جاندار کا مکران بنادیا تھا۔ جس کو غشی اس نے سانس روک لی۔ شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اخیر اڑے وہ فوجی کے حلق پر بھول جاتے تھے اس عمر اس سے سربا سے کہا "ہماری چال کا سبب رہی ہے۔ وہ عالی کے ساتھ کوڈ رابطہ کر کے معلوم کر لیا کرتے تھے۔ فوری طور پر معلومات حاصل ورڈز کو تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ اس نے مجھے دشمن سمجھ کر دماغ کے لئے شی تارا اس کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی پھر وہاں نکال دیا ہے۔ اب میں اپنے طے شدہ کوڈ ورڈز کے مطابق اسے آکر سربا کو تفصیلات بتا دیتی تھی۔"

رابطہ کر رہی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش بیٹھی سوچتی رہی پھر علی کے پاس پہنچ کر اس کا راز انکشاف کرنا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا۔

بولی "عالی فاعل اینڈ لی فار عالی۔"

بولی "اس وقت وہ دونوں کسی خیر اڑے کی طرف جا رہے ہیں۔ اس

اڑے کا راز پتا اسے معلوم ہو چکا تھا۔

علی کی کار اس ہائٹ گاڑ کے احاطے میں پہنچ گئی۔ وہ ہائٹ گاڑ گاڑی کسی ایک وسیع و عریض محل تھا۔ اچھا بڑا محل کہ وہ محل کے اندر پہلے آئی تھی محل کے سلائیڈنگ دروازے بند ہو گئے تھے۔ پھر کار ایک جگہ رک گئی تھی۔

وہ سرخ پٹائی والے اگلی سیٹوں سے اتر کر کار سے باہر گئے پھر دواڑے کو بند کر دیا۔ علی نے پچھلی سیٹ سے نکلتا ہوا۔ پتا چلا تمام دواڑے لاک ہو گئے ہیں۔ اس نے ایک اگلی سے کڑکی کے شیشے پر دستک دی انہیں غائب کرنا چاہا لیکن وہ دور جا چکے تھے۔

مریم نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا انہوں نے ہمیں یہاں بند کر رکھا ہے؟"

"ہاں اب اپنی اصلیت دکھا رہے ہیں۔"

"ہم سے دشمنی کیا ہے؟"

"یہ شاید ہمیں برغمال بنا کر تمہارے یوسف پاشا کو پکڑنا چاہتے ہیں۔"

"وہ خدا! ایسی وجہ سے تم چھٹ گئے ہو۔"

"کیسی بات نہیں ہے۔ یہ میرے بھی دشمن ہیں۔"

ان کی باتوں کے دوران وہ کار آہستہ آہستہ فرش میں دھنس رہی تھی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ ایک انڈر کرکر انڈر لفٹ ہے۔ انہیں کسی نہ خانے میں لے جا رہی ہے۔

یہ جان بوجھ کر چھپنے والی بات تھی۔ علی نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ اس لفٹ کو کہاں سے اور کس طرح آہٹ کیا جائے گا۔ چوٹک وہ نہیں جان پایا تھا اس لئے عالی بھی اس کے ذریعے کچھ معلوم نہیں کر سکتی تھی۔

وہ لفٹ ایک جگہ رک گئی۔ کار کے سامنے ایک آہٹنی سلائیڈنگ دروازہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر کھلتے لگے۔ کھلنے والے دروازے کے عین وسط میں ایک حینہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بڑے نازدعا اڑے سے چلتی ہوئی پچھلے دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھولتے ہوئے بولی "خوش آمدید علی تمورا۔"

وہ مریم کے ساتھ کار سے باہر آیا۔ پھر لایا "میں استقبال کرنے کا پراسرار انداز مجھے پسند آ رہا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "کیا میں پسند نہیں آ رہی ہوں۔ یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کون ہوں؟"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ خودی بتاؤ گی۔ تم کوئی راز ہونے میں تو چھپی رہیں تو ظاہر نہ ہوتی۔"

"تمہیں یہ سن کر کہ وہ گاڑی میں دھوکا کھا کر آئے ہو۔"

"مجھے جان بوجھ کر دھوکا کھانے میں مت آنا ہے۔"

"پھر تو واقعی راز دہو! موت کو دعوت دیتے ہو تو چلیں۔"

وہ لفٹ سے باہر ایک وسیع و عریض ہال میں آئے۔ وہ ہال ایک شاہی میٹھ کوئے کی طرح تھا ہوا تھا۔ ایک خوب صورت سا

قوام تھا۔ فوراً کے اطراف حوض میں حسین عورتیں ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اڑا رہی تھیں اور کھٹکھٹا کر سن رہی تھیں۔ کچھ سازجاری تھیں اور کچھ نازک اندام حسیناں رقص کر رہی تھیں۔

مریم نے چاندوں طرف دیکھتے ہوئے کہا "توبہ! یہ ہم کہاں آگئے ہیں۔"

علی نے کہا "یہ تھڑکاس تو بھی کرنے والوں کا قاشا ہے۔"

میدان حسینہ نے کہا "یہ قاشا نہیں، کالیالی کا جشن ہے۔ میرا نام شی تارا ہے۔ آج میں نے بیک وقت دو شکار کیے ہیں۔ فراداد اور یوسف الیہان کی بڑی گزرویاں میری مٹی میں ہیں۔"

مریم نے کہا "مناجی ہوئی مولیٰ بھول جاتی ہے کہ اس کے پاؤں کتنے بھتے ہیں۔ تو بھی کالیالی کی خوشی میں بھول رہی ہے کہ میرا پاشا اس وقت ہماری تنگنوں میں رہا ہوگا۔ اسے معلوم ہو رہا ہوگا کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں؟ تیری شامت آگئی ہے۔"

وہ چپنے لگی پھر بولی "میری تو میری پلاننگ ہے کہ وہ ہماری تنگنوں سے اور معلوم کرے کہ میں جنہیں کن راستوں سے گزار کر یہاں لائی ہوں وہ تجھے بچانے کے لئے یہاں مرنے آئے گا۔ علی کی جان حیات بھی یہی ممانعت کرنے والی ہے۔"

وہ پیش کردہ کی سیر کرنے کے انداز میں چل رہے تھے پھر ایک جگہ رک گئے۔ گھوٹوں کے سامنے ایک دروازہ کھل رہا ہے۔ وہاں ایک اور شی تارا نظر آ رہی تھی۔ مریم نے جراتی سے دونوں کو دیکھا۔ وہ دونوں تہ اور جسامت میں اور چہرے کے ناک تختے میں بالکل ایک جیسی تھیں۔ بالکل جڑواں نہیں لگتی تھیں۔

دوسری شی تارائے علی کے قریب آکر پوچھا "ایک بات کچھ میں نہیں آتی۔ تم نے انزپورٹ پر سونا خانی کو کیوں نہیں بچایا؟"

علی نے کہا "وہاں ثانی نہیں تھی پھر کیسے بچاتا؟"

"ہمارے سرخ ٹکٹائی والے نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ سپردام سلوانہ ہے۔"

"ہاں یہ بتایا تھا لیکن مجھے یقین نہیں تھا۔ میں اپنی جان حیات کو کسی کی زبان سے نہیں اپنی آنکھوں سے پہچانتا ہوں۔"

"لیکن انزپورٹ پر سب ہی جان رہے تھے کہ وہ سپردام سلوانہ ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ سلوانہ ہی ثانی ہے۔"

"گوئی ضروری نہیں ہے کہ جو سلوانہ وہ وہ ثانی بھی ہو۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ اصلی سپردام نہیں تھی۔"

"تم ذرا دیر سے سمجھتی ہو۔"

"میں کبھی پتا چلا کہ وہ سپردام کی ڈی ہے؟"

"میرے اور ثانی کے درمیان کی طرح کے گونگے اشاروں کی زبان جاری رہتی ہے۔ اسے میرے دماغ میں آنے اور زبان ہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس ڈی نے گینگ ہال میں ثانی کا بتایا ہوا قوام تھا۔ فوراً کے اطراف حوض میں حسین عورتیں ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اڑا رہی تھیں اور کھٹکھٹا کر سن رہی تھیں۔ کچھ سازجاری تھیں اور کچھ نازک اندام حسیناں رقص کر رہی تھیں۔

مریم نے چاندوں طرف دیکھتے ہوئے کہا "توبہ! یہ ہم کہاں آگئے ہیں۔"

علی نے کہا "یہ تھڑکاس تو بھی کرنے والوں کا قاشا ہے۔"

میدان حسینہ نے کہا "یہ قاشا نہیں، کالیالی کا جشن ہے۔ میرا نام شی تارا ہے۔ آج میں نے بیک وقت دو شکار کیے ہیں۔ فراداد اور یوسف الیہان کی بڑی گزرویاں میری مٹی میں ہیں۔"

مریم نے کہا "مناجی ہوئی مولیٰ بھول جاتی ہے کہ اس کے پاؤں کتنے بھتے ہیں۔ تو بھی کالیالی کی خوشی میں بھول رہی ہے کہ میرا پاشا اس وقت ہماری تنگنوں میں رہا ہوگا۔ اسے معلوم ہو رہا ہوگا کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں؟ تیری شامت آگئی ہے۔"

وہ چپنے لگی پھر بولی "میری تو میری پلاننگ ہے کہ وہ ہماری تنگنوں سے اور معلوم کرے کہ میں جنہیں کن راستوں سے گزار کر یہاں لائی ہوں وہ تجھے بچانے کے لئے یہاں مرنے آئے گا۔ علی کی جان حیات بھی یہی ممانعت کرنے والی ہے۔"

وہ پیش کردہ کی سیر کرنے کے انداز میں چل رہے تھے پھر ایک جگہ رک گئے۔ گھوٹوں کے سامنے ایک دروازہ کھل رہا ہے۔ وہاں ایک اور شی تارا نظر آ رہی تھی۔ مریم نے جراتی سے دونوں کو دیکھا۔ وہ دونوں تہ اور جسامت میں اور چہرے کے ناک تختے میں بالکل ایک جیسی تھیں۔ بالکل جڑواں نہیں لگتی تھیں۔

دوسری شی تارائے علی کے قریب آکر پوچھا "ایک بات کچھ میں نہیں آتی۔ تم نے انزپورٹ پر سونا خانی کو کیوں نہیں بچایا؟"

علی نے کہا "وہاں ثانی نہیں تھی پھر کیسے بچاتا؟"

"ہمارے سرخ ٹکٹائی والے نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ سپردام سلوانہ ہے۔"

"ہاں یہ بتایا تھا لیکن مجھے یقین نہیں تھا۔ میں اپنی جان حیات کو کسی کی زبان سے نہیں اپنی آنکھوں سے پہچانتا ہوں۔"

"لیکن انزپورٹ پر سب ہی جان رہے تھے کہ وہ سپردام سلوانہ ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ سلوانہ ہی ثانی ہے۔"

"گوئی ضروری نہیں ہے کہ جو سلوانہ وہ وہ ثانی بھی ہو۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ اصلی سپردام نہیں تھی۔"

"تم ذرا دیر سے سمجھتی ہو۔"

"میں کبھی پتا چلا کہ وہ سپردام کی ڈی ہے؟"

"میرے اور ثانی کے درمیان کی طرح کے گونگے اشاروں کی زبان جاری رہتی ہے۔ اسے میرے دماغ میں آنے اور زبان ہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس ڈی نے گینگ ہال میں ثانی کا بتایا ہوا قوام تھا۔ فوراً کے اطراف حوض میں حسین عورتیں ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اڑا رہی تھیں اور کھٹکھٹا کر سن رہی تھیں۔ کچھ سازجاری تھیں اور کچھ نازک اندام حسیناں رقص کر رہی تھیں۔

مریم نے چاندوں طرف دیکھتے ہوئے کہا "توبہ! یہ ہم کہاں آگئے ہیں۔"

علی نے کہا "یہ تھڑکاس تو بھی کرنے والوں کا قاشا ہے۔"

میدان حسینہ نے کہا "یہ قاشا نہیں، کالیالی کا جشن ہے۔ میرا نام شی تارا ہے۔ آج میں نے بیک وقت دو شکار کیے ہیں۔ فراداد اور یوسف الیہان کی بڑی گزرویاں میری مٹی میں ہیں۔"

مریم نے کہا "مناجی ہوئی مولیٰ بھول جاتی ہے کہ اس کے پاؤں کتنے بھتے ہیں۔ تو بھی کالیالی کی خوشی میں بھول رہی ہے کہ میرا پاشا اس وقت ہماری تنگنوں میں رہا ہوگا۔ اسے معلوم ہو رہا ہوگا کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں؟ تیری شامت آگئی ہے۔"

وہ چپنے لگی پھر بولی "میری تو میری پلاننگ ہے کہ وہ ہماری تنگنوں سے اور معلوم کرے کہ میں جنہیں کن راستوں سے گزار کر یہاں لائی ہوں وہ تجھے بچانے کے لئے یہاں مرنے آئے گا۔ علی کی جان حیات بھی یہی ممانعت کرنے والی ہے۔"

وہ پیش کردہ کی سیر کرنے کے انداز میں چل رہے تھے پھر ایک جگہ رک گئے۔ گھوٹوں کے سامنے ایک دروازہ کھل رہا ہے۔ وہاں ایک اور شی تارا نظر آ رہی تھی۔ مریم نے جراتی سے دونوں کو دیکھا۔ وہ دونوں تہ اور جسامت میں اور چہرے کے ناک تختے میں بالکل ایک جیسی تھیں۔ بالکل جڑواں نہیں لگتی تھیں۔

دوسری شی تارائے علی کے قریب آکر پوچھا "ایک بات کچھ میں نہیں آتی۔ تم نے انزپورٹ پر سونا خانی کو کیوں نہیں بچایا؟"

علی نے کہا "وہاں ثانی نہیں تھی پھر کیسے بچاتا؟"

"ہمارے سرخ ٹکٹائی والے نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ سپردام سلوانہ ہے۔"

"ہاں یہ بتایا تھا لیکن مجھے یقین نہیں تھا۔ میں اپنی جان حیات کو کسی کی زبان سے نہیں اپنی آنکھوں سے پہچانتا ہوں۔"

"لیکن انزپورٹ پر سب ہی جان رہے تھے کہ وہ سپردام سلوانہ ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ سلوانہ ہی ثانی ہے۔"

"گوئی ضروری نہیں ہے کہ جو سلوانہ وہ وہ ثانی بھی ہو۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ اصلی سپردام نہیں تھی۔"

"تم ذرا دیر سے سمجھتی ہو۔"

"میں کبھی پتا چلا کہ وہ سپردام کی ڈی ہے؟"

جاؤگے، میرے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کو اس جگہ کا علم ہو رہا ہے گا۔"

ایک نے کہا "مہم جنس ہے ہوش کر کے لے جائیں گے۔"

"یہ حسرت یہ نہ جانے کی۔"

سرتانے کہا "جنس میری جہانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔"

"میں نے اصلی پے پے سرتا کی غیر معمولی جہانی قوت کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ تم سب نکلے ہو۔ مجھے نکلے قوتوں سے مرعوب نہ کرو۔"

وہ سب خاموش رہے۔ وہ ریل کار کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک جگہ رکی۔ انہوں نے علی کو کار سے اتارنے کے لئے کہا اور دروازہ کھول دیا۔ علی نے دروازہ کھولنے والے کو اچانک ہی ایک لات ماری۔ وہ لات کھا کر ریل کار سے باہر سرک گیا۔ اس نے دوسرے کو سنبھلنے اور حملہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی ناک پر ایک کرانے کا پتھر مارا، وہ ہاتھ کوٹ پست کا نہیں تھا۔ لوہے کی سلاخ تھا، ہار کھانے والا پکڑا گیا۔ وہ ذرا جھکا تو علی نے اس کی گردن دبوچ کر اس کی جیب سے رپو اور نکال لیا۔ کار سے باہر کرنے والے نے اپنی دانست میں پھرتی دکھائی تھی فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اپنا رپو اور نکال کر کار کی کھڑکی کے پاس آتے ہی گولی چلا دی تھی۔ نشانہ درست تھا لیکن علی نے جس کی گردن دبوچ رکھی تھی اسے نشانے پر رکھ رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی جواہری نازک سے دوسرے سرتا کو لٹکا رہا تھا۔

ذرا نیور تھا۔ پشیمان ہو کر اپنے مرنے والے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ علی نے کہا "میں زبان کا مدعی ہوں۔ جنس قتل نہیں کروں گا اور قانون کی گرفت سے بھی بچاؤں گا۔ اس سرک سے باہر لے چلو۔"

وہ دونوں ریل کار سے اتر کر ذرا نیور کے پیچھے چلتے ہوئے ایک زینے تک آئے۔ مریم کہہ رہی تھی "جنا! میں نے تو بھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس دنیا میں ایسے ایسے خیر اڑے اور ایسے جان کے دشمن بھی ہوتے ہیں، آفرین ہے تمہاری ماں پر جس نے تمہارے پیسے دلیر بننے کو جنم دیا ہے۔"

وہ میڑھیاں چڑھتے ہوئے ایک دروازے کے پاس آئے۔ علی نے ذرا نیور سے پوچھا "وہ تمام شی تارا نہیں اور دوسری عورتیں کہاں لگی ہیں؟"

"وہ دوسری ریل کار میں اسی جگہ آئی تھی۔ اس دروازے کے پیچھے ایک پتھر کا خفیہ کرا ہے۔ اس سرے سے گزرنے کے بعد ایک وسیع ذرا تنگ روم ہے۔"

"اس کا مطلب ہے یہاں دشمن ہماری ناک میں ہیں۔ یہ میں سمجھ رہا ہوں کہ خیال خوانی کرنے والی اصلی شی تارا تمہارے دماغ میں ہے اور میرے موجودہ حالات سے باخبر ہے۔"

"جناب! میرے دماغ میں کوئی نہیں اور اگر کوئی چھپا ہو تو

ایک مخصوص اشارہ کیا تھا اور میں سمجھ گیا تھا کہ مجھے ایس اے کی آگاہی پر چھائی تک بھی نہیں پہنچ جائے گی۔"

انجمن بن کر رہتا چھٹے۔"

اس پیش کردہ کے نیچے بھی کوئی خانہ تھا۔ اس در دیکھا، وہ کہہ رہا تھا "میری بس! صرف اپنے فائدہ پر نہیں میڑھیاں چڑھتی ہوئی ایک اور شی تارا نمودار ہوئی لیکن اس پر بھی نظر کرنا۔ میں نے ابھی معلوم کیا ہے۔ سپردام سرکار کیولی "میں ہوں شی تارا قمری۔ میں تمہاری باتیں نہ ہمارے اس اڑے کو چاندوں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ہمارا تھی۔ ثانی کی چلائی معلوم ہو گئی۔ وہ انزپورٹ پر اپنی لڑکھنوں والے کال پکڑا جائے گا اور یہ بہترین خفیہ اڈا ہمارے خود چھپی ہوئی ہے اور ہمارا قاتل کرنی ہوئی یہاں چھپنے کے لئے نکل جائے گا۔"

میں نے لیکن وہ بھٹکی رہے کہ "یہاں نہیں پہنچ سکے گی۔"

"یہ تمہارا خیال ہے اور میرا خیال ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔ ہمارے ساتھ ایک شی تارا پیدا ہوئی خفیہ اڑے کا ماحول کر رہی ہے۔"

"یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ جگہ ہمارے باق ہے۔ اس کا حکم ہے کہ فوراً یہ اڈا خالی کر دو۔"

کی گھرائی کر رہے ہیں۔ کسی نے تمہاری کار کا قاتل نہیں وہ تمام شی تارا نہیں اور دوسری حسیناں جانے لگیں۔ پھر اسے اس اڑے کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟"

دوسری شی تارائے نے پوچھا "کیا وہ تمہارے دماغ پر بے ساتھ تھا؟"

معلوم کرتی رہی ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں جب سے تم دماغ میں آ رہی ہو۔ بے باہر جانے کا راستہ دیکھنا چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے کیا کر رہے ہیں۔"

آ رہی ہے۔"

"وہی وہ اگر دماغ میں آکر تمہارے ذریعے یہاں؟"

وہ ان کے ساتھ چلا ہوا ایک دروازے تک آیا۔ دوسرے راستوں کو دیکھتی رہی ہے تو پھر دھوکا کھائی ہے کیونکہ وہ اس دروازے کو کھولا۔ دوسری طرف ایک سرک دور ماتحتوں نے عارضی طور پر تمام راستوں اور گلیوں کے بائیں طرف پر ریلوے لائن پھینکی ہوئی تھی ہیں۔ اصل ناموں پر فرضی ناموں کی پیشین چھادی ہیں۔ ہر ایک پھینکی ہوئی ریل کار کھڑی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک نے ایک اور شی تارائے ہنس کر کہا "ثانی تمہارے ذرا نیور نکال کر علی سے کہا "چلو جینو۔"

علی نے کہا "میں کھلوا دھکا کر دھکی دو گے تو مجھے یہاں سے ہونے والے ناموں کے راستے اور گلیاں تلاش کرنی۔ انجمن ہلا سکو گے۔"

ہوئی۔"

علی نے کہا "جہاں تک تمہاری عقل نے سمجھا، تم۔"

تک داؤ بیچ استعمال کرتے ہماری عقل نے اس کار۔ تو میرے بلیا کو بلیک میل کیسے کر دے گا؟"

ڈیٹیکٹو آگ لگا رہا تھا جو مجھے یہاں تک لائی ہے۔"

ایک اور شی تارا نے خانے کی میڑھیوں سے ابھر کر دوسرے سرتانے پہلے سے کہا "رپو اور جیب میں رکھ لو۔"

بولی "ثانی یہاں آکر کس شی تارا کو گرفتار کرے گی؟"

اس نے اختیار جیب میں رکھ لیا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ ثانی اسے "یا اسے؟ وہ کہہ مارے گی اور کسے پکڑے گی؟"

وہ میڑھی کے پاس آیا۔ نیچے سے خانے میں جانا چاہتا تھا لیکن کادیں آکر بیٹھ گئے۔ وہ کار وہاں سے جانے لگی۔ ایسا خانہ تاراؤں نے سامنے آکر راستہ روک لیا۔ ان میں سے ایک ایسی ہی سرک کی بت ہی مالدار اور بین الاقوامی سطح کے "ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

دوسری نے کہا "میں قیدی بن کر رہنے کے لئے مجھے نہ پکڑ لیا ہوگا اور آج وہ خفیہ اڈا ان دونوں کے ہاتھوں سے ہال کائی ہے۔"

وہ بولا "میں نہیں چاہتا کہ میں سے خانے میں جاؤں۔ وہ ریل کار سے رقتاری سے جاری تھی۔ اس سے خانے اور چھپائی ہوئی غیر قانونی چیزیں دیکھوں؟ بائی دی دے"۔

اور نہ دیکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ثانی یہاں آکر قانونی طریقے کے تحت سے کھل کر مارے گی اور غیر قانونی چیزوں کے ذخائر دریافت کر لے گی۔ بہت مشکل دیکھ کر اپنے لئے مصیبت مول لی ہے۔ مجھے جہاں لے ایک نے کہا "اور ہم تمام شی تاراؤں کو گرفتار کر لے۔"

اسے محسوس نہیں کر سکتا۔ میں سانس روکنے کا ہنر نہیں جانتا ہوں۔“

علی مریم کا بازو پکڑ کر دوڑنے کے سامنے سے ہٹ گیا پھر ڈرائیو سے ہوا۔ ”پہلے تم جا کر دوڑنا کہو۔“

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ دیوار پر لگے ہوئے ایک بین کو دیا۔ وہ سلائیڈنگ دوڑاؤ دھکیلنے لگا۔ ”اس دوڑاؤ سے ڈرائنگ روم میں جاؤ، اگر کوئی ہو تو کھانا پرادام فوڈز کے ساتھ نہ خانے میں گھر آئی ہے۔ اس نے دونوں سرخاؤں کو قفل کر کے علی اور مریم کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ تم بڑی مشکوک سے جان بچا کر آئے ہو۔ وہ فونی کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔“

وہ دوڑاؤ سے گزر کر دوسری طرف ڈرائنگ روم میں گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے پورے بنگلے میں گھوم کر دیکھا، کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ سب سمجھ گئے تھے کہ پرادام نہ خانے میں داخل ہوئی تو سرنگ کے راستے اس بنگلے میں بھی آئے گی اور انہیں گرفتار کر لے گی۔ اسی خوف سے کسی نے وہاں گھبراہٹ نہیں سمجھا۔ جتنی شئی تارائیں تھیں، وہ سب بھاگ گئی تھیں۔

ڈرائیو نے آکر کہا ”جناب! نگلا خالی ہے۔ میں ایک ایک کمرہ اور اسٹور روم دیکھ چکا ہوں۔“

علی اور مریم نے بھی بنگلے کے ہر حصے کو دیکھ کر اطمینان کیا پھر وہ آرام سے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ مریم نے کہا ”توبہ ہے، میں تو تھک گئی ہوں۔ خدا کو تلاش کرنے میں اتنی مشکلات پیش نہیں آئیں جتنی مجازی خدا کو تلاش کرنے میں پیش آ رہی ہیں۔ پتا نہیں پاشا سے کب ملاقات ہوگی۔“

علی نے کہا ”پاشا اپنی صلاحیت کے لئے دشمنوں سے چھٹا پھر رہا ہے۔ اگر وہ مجھ پر محمود سا کر لے تو کوئی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا گا۔“

”یہی تو میں اسے برسوں سے سمجھا رہی ہوں۔ اسے بابا فرید واسطی کے ادارے میں اپنی خدمات پیش کرنے کے مشورے دے رہی ہوں لیکن وہ آزاد چھٹی کی طرح اڑتا پھر رہا ہے۔ میری توسل تا ہی نہیں ہے۔“

اسی وقت شئی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ علی نے پوچھا ”گھوڑوں کی؟“

وہ بولی ”گھوڑوں کی؟ سن کر کیا کرو گے؟ میں سمجھ رہی تھی کہ خانی بن کر اور کوڈ وڈز تبدیل کر کے تمہیں قریب دینے میں کامیاب ہو گئی ہوں لیکن تم مجھے قریب دیتے آ رہے تھے۔“

”اب تم نے کیا سبق حاصل کیا ہے؟“

”یہی کہ فراد اور اس کے رشتے داروں کو بھیڑنا نہیں چاہئے۔ نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آج ہمارا ایک بہترین خفیہ اڈا ہاتھ سے نکل گیا ہے۔“

”آج ہمارا جاؤ اور اللہ اللہ کرو۔“

اس نے سانس روک لی۔ وہ داغ سے نکل گئی پھر تھوڑا بعد مریم کی زبان سے بولی ”میں مریم کے ذریعے مخاطب ہوں۔ بہت چالاک ہوئے پور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیتے ہو۔ کام کی بات کرو۔“

”مجھے بتاؤ کہ تمہیں میرے فراز کا علم کیسے ہوا تھا اور دوران ثانی سے تمہارا رابطہ کیسے ہوا تھا؟“

”یہ ہماری اپنی حکمت عملی ہے۔ مجھے افسوس ہے، ہمارا طریقہ کار کبھی مطمئن نہیں ہوگا۔“

”تم اپنے بھائی پارس سے بالکل خائف ہو۔ تم گڑبگڑ اور میری ذات سے دلچسپی لیتا ہے۔“

”جس دن اس کی اصلیت معلوم ہوگی، سر پکڑ کے روڈ کی یہ بھی مانتی ہوں! میں نے میری ایک ڈی کو بڑی چالاک ٹرپ کیا ہے۔“

”میرے پیانے پے پے سونا پے بھی خودی عمل کیا ہے اس حلق کیا کہتی ہو؟“

”اگرچہ ازبکستان میں اصلی پے پے سونا ہے لیکن وہ روتا ہے۔ تمہارے باپ نے ایک ڈی کو ٹرپ کیا ہے۔ تم لوگ بن بھائی کی پرچائی تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔“

”چلو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ ہم تمہاری اہانت کی پرچائی بھی دور رہیں گے۔ سنا ہے تم دونوں ستاروں کی چال کو خوب ہو پھر تم نے اپنے ستاروں سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ کیا گھیرنے کا نتیجہ باپوں کن ہوگا۔“

”ستاروں نے کہا تھا کہ باپ کی امکانات اگرچہ ہیں کامیابی کی بھی امید ہے۔“

”کیا یہ درست ہے کہ تین تینہ اوڑھتیں تار بھینس پارز لے محسوس ہیں۔“

”ہاں یہ سچی بات ہے۔ یہ تار بھینس ہم دونوں کے لئے ہیں اور انھوں بھی۔ وہ ان تاروں میں میرے ہاتھوں پرادام کا یا میں اس کے ہاتھوں اسلام قبول کروں گی اور ایسا نہیں کروں گی۔“

”کیا تمہارے ستارے کہتے ہیں کہ تم تقدیر سے لڑ سکتی کبھی ہمارے دین میں نہیں آؤ گی؟“

”ہاں میرے ستارے حوصلہ دیتے ہیں کہ میں اپنی مزاحمتی کے باعث صرف اپنے دھرم پر قائم رہوں گی اور حکمت عملی سے پارس کو کتنے کی موت ماروں گی۔“

”یہی حوصلہ تمہارے ستاروں نے میرے سلسلے میں دیا تھا کیا ہوا؟“

”ہم نے تمہیں اور خانی کو سمجھنے میں جلدی کی اور دیکھی لیکن میں پارس کے معاملے میں بہت محتاط ہوں۔ اگر ایک ایک رگ کو سمجھنے کے بعد ہی کسی شخص کو تاروں کا آواز

اور آواز آئے وقت بھی اس سے جڑاؤں میل دور رہوں گی۔“

مریم نے کہا ”تم میری زبان سے بولی جاتی ہو۔ یہ یہی تو بولو کہ میرے پاشا کا بیچا کب چھوڑ دو گی؟“

وہ بولی ”میرے والدین نہیں ہیں۔ میں تمہیں اور پاشا کو ماں باپ مانتا ہاں۔ اس سے میری محبت اور خلوص کا اندازہ کرو اور میرے پاشا کو سمجھاؤ۔“

”میں مسلمان ہونا نہیں چاہتی اور مسلمان کو باپ مانتا چاہتی ہو اس سے تمہاری دینی فطرت کا خوب اندازہ ہوا ہے۔“

”میں ان رشتے ذرا سب سے بالاتر ہوتے ہیں۔ بہر حال پاشا تم سے شاید منکر کرنے کے لئے بے چین ہوگا۔ ہماری باتیں بھی سن رہا ہوگا کہ وہ اپنی مریم سے باتیں کرنا چاہتا ہے تو میں اس بنگلے کا فون نہرتاری ہوں۔“

اس نے فون نہرتار کیا۔ پاشا ایک جگہ کال میں بیٹھان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے ان پورٹ سے چلنے وقت شئی تارا اور سرخا کی منکر سے مطمئن کیا تھا کہ وہ مریم کو کس جگہ لے گئے ہیں لیکن وہاں پہنچا تو پتا چلا، فونی جوان اس بات سن گیا کہ وہاں طرف سے گھبر رہے ہیں۔

پاشا وہاں سے دور چلا آیا۔ ایک جگہ گاڑی روک کر مریم اور علی کے ذریعے کی شئی تاراؤں اور سرخاؤں کی باتیں سننے کا پھر پتا چلا اس نے خانے سے تمام دشمن بھاگ رہے ہیں۔ علی نے دو سرخاؤں کو کھلی مادی ہے، یوں اصلی شئی تارا اور سرخا یہ بازی ہار چکے ہیں۔

وہ حیران تھا۔ پہلے ہی سمجھ رہا تھا کہ فراد کا بیٹا شئی تار کے جال میں پھنس چکا ہے اور اس جال سے نکلنا اس کے لئے ممکن نہیں رہا ہے۔ یہی حیرانی کی بات تھی، پلا ہر وہ پھنس رہا تھا لیکن ان دونوں بہن بھائیوں کو چھان رہا تھا۔ اگرچہ وہ بہن بھائی بھی کافی پراسرار اور ناقابل شکست تھے تاہم پاشا کو علی اور خانی کی ذہانت یا چالاکوں کا قیاس ہو گیا اور وہ پہلے ہی سمجھتا تھا کہ دشمنوں پر فراڈی دھت لٹا رہتی ہے، اس دھت سے بیٹھے ہیں جس میں بار خاں نظر آتے ہیں۔ اب یقین ہوا کہ باپ میرے تو بیٹے سوا ہیں۔

اس نے ایک ہاتھ میں آکر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ علی اور مریم نے چونک کر اس بات سن گاہ کہ فون کو دیکھا۔ کھنٹی بج رہی تھی۔ مریم نے کہا ”شاید پاشا کا فون ہے۔“

علی نے کہا ”ہاں۔ ہمیں یہاں کوئی جانتا نہیں ہے۔ پاشا نے شئی تارا کا پتا ہوا نمبر سن لیا ہوگا۔“

مریم فون کی طرف آئے گی، علی نے کہا ”محمود! دشمنوں کا بھی فون ہو سکتا ہے۔“

وہ ریسور تھا کہ رولا ”ہیلو کون ہے؟“

پاشا کی آواز آئی ”ہیلو علی تیور! میں تمہاری آواز پہچانتا ہوں۔ آئندہ تم جس دھوپ میں بھی رہو گے، میں تمہیں آواز کے

ذریعے پہچان لیا کروں گا۔ یوں تم بڑے نقصان میں رہے ہو۔“

”میں تم نے اچھا کیا کہ یہ بات ذہن نشین کرادی۔ میں آئندہ ہمیں بدلے کے ساتھ آواز بھی بدل لیا کروں گا۔ اپنی عقل کا ماتم کرو۔ زیادہ بولنے والے نقصان میں رہتے ہیں۔ لو میری کمی سے بات کرو۔“

اس نے مریم کو ریسور دیا۔ مریم نے کہا ”ہیلو پاشا! تم کہاں ہو؟ مجھے کیوں اپنے پیچھے دوڑا رہے ہو؟“

وہ بولا ”تم بہت کام کی چیز ہو مریم! میں تمہارے ذریعے دشمنوں کو اپنے پیچھے دوڑاتے دوڑاتے ایک دن ان کی گردنیں دوڑ چکی ہوں گا۔“

”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا میں اس عرصہ میں دوڑنے کے لئے رہ گئی ہوں۔“

”تمہارا یہ بھلا بھی بڑے کام کا ہے۔ دیکھو تم نے فراد کے بیٹے کو بیٹا بنالیا ہے۔ وہ تمہیں ہی کہتا ہے۔ بس اسی طرح رشتے جوڑتی رہو مجھے کاغذ بچھا رہا ہے۔“

”میں پچھتی ہوں! یوں چودوں کی طرح کب تک چھپتے پھوگے عقل سے کام لو۔ بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لو۔ تمام دشمن غصے پر جانیں گے۔“

”میں عورت کی عقل سے نہیں سوچتا۔ آزاد رہنا چاہتا ہوں اور آزاد رہنے کے لئے شیر کو جنگل کے دوسرے درندوں سے لڑتے رہنا پڑتا ہے۔“

”میرے پاشا! اب میری زندگی تھوڑی رہ گئی ہے۔ پتا نہیں کب دنیا سے اٹھ جائوں۔ ایک بار تو تمہارا دیدار ہو جائے۔“

”ہو جائے گا۔ جزیرہ مارکیٹ سان چلی آؤ۔ میں دشمنوں کو الجھا کر تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔“

”میں آج ہی یہاں سے روانہ ہونے کی کوشش کروں گی۔ کیا کل تک تم سے ملاقات ہو سکے گی؟“

”میرے دشمن تمہارے داغ سے یہ باتیں سن رہے ہیں۔ کیا تم چاہتی ہو! انہیں ہماری ملاقات کا دن اور وقت معلوم ہو جائے۔“

”نہیں! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں اس جزیرے میں آخری سانس تک انتظار کروں گی۔ تم جلدی نہ کرنا۔ سوچ سمجھ کر میرے پاس آنا۔ اللہ کہنے ہماری ملاقات سے پہلے سارے دشمن مر جائیں۔“

پاشا نے ہنسنے ہوئے رابطہ ختم کر دیا۔ مریم خوش ہو رہی تھی شوہر سے جلد یا بدیر ملاقات کا یقین ہو گیا تھا۔ اس نے ریسور رکھتے ہوئے کہا۔ ”پلیز! آج ہی میری دوا کی کا انتظام کرو اور تم بھی میرے ساتھ چلو۔“

علی نے کہا ”مجھے نیوا رک میں ضروری کام ہے۔ اسے نمناکر آؤں گا۔ اب رات ہو چلی ہے۔ شاید ہی کوئی طیارہ اس جزیرے کی طرف جاتا ہو۔ میں مطہات حاصل کرنے کے بعد تمہاری دوا کی

کے لئے کچھ کروں گا۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی دودا اپنے کی آواز سنائی دی۔ کچھ لوگ سر تک کے راستے آگئے تھے۔ ایک شخص کرج کر کہہ رہا تھا۔ ”دودا نہ کھلو ورنہ ہم تو ڈوبیں گے۔“

علی نے دودا زے کے قریب آکر کہا ”دودا زہ نونے سے پہلے ہم فرار ہو سکتے ہیں لہذا جوش میں نہ آؤ۔ اگر ہر بادام کے ساتھ آئے ہو تو ہم دوست ہیں۔ بادام سے کچھ اپنی آواز سنائے۔“

دوسری طرف سے کہا گیا ”بادام نے ہمیں بتایا تھا کہ اگر تم مریم کے بیٹے سرنا بن پاشا ہو تو ہر دوست ہو دودا نہ کھلو۔“

علی نے دودا زہ کھل دیا۔ کئی فوجی دندناتے ہوئے ذرا ٹھک روم میں آگئے۔ علی نے کیپٹن سے کہا ”میں ہوں سرنا بن پاشا اور یہ میری مٹی مریم ہیں۔“

کیپٹن نے مصافحہ کیا پھر ایک بند لفاظی اسے دیا۔ علی نے اسے کھل کر دھکا۔ ثانی نے لکھا تھا ”ٹھیک آٹھ بجے رابطہ ہوگا۔ میرے سنے کو دودا زہ ہیں“۔ ثانی دوشی تارا کی سر بادام سلوانے۔

علی نے اس پر پی کو جیب میں رکھ لیا۔ اب اسے اپنی ثانی کا انتظار تھا۔

○●○

میں نے اپنی دانست میں بڑھتا ہوا تھا۔ سرقد میں لپٹی اور پارس کے خاندان سے بچے پے سرنا بن پاشا تارا اور مریم کو نہ پکڑا گیا تھا اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار لایا تھا۔

میں نے بچے پے سرنا پر اور لپٹی نے شی تارا پر غریبی عمل کیا تھا۔ انہوں نے معمول بن کر کچھ کہا تھا کہ وہ سرنا اور شی تارا ہیں۔ وہ بچے چارے خود نہیں جانتے تھے کہ وہ ان دونوں کی ڈی ہیں اور ان دونوں نے اپنی تمام ذمہ داریوں کے دماغوں کو اتنی گراہی سے واش کیا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنا ماضی اور اپنی اصلیت بھول چکے ہیں۔ ہم غریبی عمل کرنے کے باوجود ان کے دماغ کے کسی گوشے سے ان کی اصلیت معلوم نہیں کیا ہے۔

ہم ایک رات اور ایک دن اس خوش فہمی میں رہے کہ وہ اصل ہیں، پھر شی تارا نے علی کو نیواراک کے ایک خفیہ اڈے میں قید کرنے کی ناکام کوششیں کیں تو پتا چلا ایک نہیں کئی شی تارا اور کئی سرنا ہیں۔ سب کے سب ڈی ہیں۔ ان میں اصل بن بھائی کون ہے گھٹی نہیں جانتا کیونکہ وہ دُپوشی یا کستہی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ہمارے مقابلے میں خامس محض ہیں اور بڑی عمدہ حکمت عملی سے اپنی اپنی ڈی کے ذریعہ ہمارے بالکل قریب رہتے ہیں اور دور سے ہماری جوابی کارروائیوں کا شاہدہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

میں نے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”بیٹا ہم ان دونوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہیں۔ محض کامیابی کا قریب

کھارے ہیں۔“

پارس نے جراتی سے پوچھا ”یہ کیسے ممکن ہے۔ کوئی بھی معمول فرائض میں آنے کے بعد اپنے عامل سے جھوٹ نہیں پوچھتا۔ پھر آپ نے اور امی (لپٹی) نے ان پر عمل کرتے وقت ان کا جھوٹ کیوں نہیں پکڑا۔ کیا وہ فرائض میں نہیں آتے تھے؟“

”آئے تھے لیکن ان دونوں ذہین کے دماغوں سے ان کا ماضی اور ان کی اصلیت بالکل مٹا دی گئی تھی۔ وہ دونوں خود کو کچھ شی تارا اور سرنا ہی سمجھتے ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے اس ڈی شی تارا کے ذریعے اصل شی تارا میری مصروفیات کو دیکھ رہی ہے۔ موقع پا کر مجھ پر قاتلانہ حملے کر سکتی ہے؟“

”وہ بن بھائی جو قتل دوا کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ تمہو تاریخ گزر چکی ہے جسے تمہارے لئے نفوس سمجھا جا رہا ہے۔ آٹھ وہ تیس تاریخ کو تمہارے خلاف کچھ کرے گی۔“

”مجھے اس ڈی سے بچنا چاہیے۔ یہ ہمارے کسی کام نہیں آئے گی۔“

اسی وقت رسوئی نے اسے مخاطب کیا ”بلو بیٹے! میں تمہاری اما ہوں۔ آتمہ فرماؤ۔“

وہ خوش ہو کر بولا ”او میری پیاری اما! ایک طویل عرصے کے بعد آپ کی آواز سن رہا ہوں۔“

”ہاں بیٹے! میں عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا کرتی ہوں۔ دنیا داری سے اعذار لگاؤ ہے، جتنا ضروری ہوتا جائے۔“

”میں نے کہا ”میری آتمہ! میں پارس کے پاس موجود ہوں۔“

”مجھے معلوم ہے۔ بس تمہاری باتیں سن کر ہی آئی ہوں۔ یہ درست ہے کہ پارس کے ساتھ شی تارا کی ڈی ہے لیکن بچے پے سرنا اصل ہے۔“

”کیا واقعی؟“

”ہاں اصل کی بچان یہ ہے کہ وہ آتما گھتی کا طریقہ کار جانتا ہے اور آتما گھتی گھتی سے ہزار میل دور بیٹھے ہوئے مطلوبہ شخص کو دیکھ لیتا ہے پھر اس کی حرکات و سکنات سے اس شخص کے ارادوں کو بھانپ لیتا ہے۔ وہ دوسروں رات آتما گھتی کے ذریعے باہر کے پاس گیا تھا، جناب علی اسد اللہ تیزی نے اس رات اس کی آتما گھتی میں رکاوٹیں ڈالی تھیں۔ اگر وہ ڈی ہو تو جناب تیزی صاحب بھی دھوکا نہ کھاتے۔“

”گھبراہٹ میں ایک حد تک کامیاب ہیں۔ اصل سرنا ہمارے قابو میں ہے۔“

”میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی کہ شی تارا تمہاری نصف کامیابی کو ناکامی میں بدل سکتی۔“

”تم اس سے زیادہ کیوں نہیں کہہ سکتیں۔ ایک مدت کے بعد آئی ہو، میرے دماغ میں آؤ مجھ سے کچھ دیر باتیں کرو۔“

”مجھے افسوس ہے۔ عبادت اور ریاضت کا تقاضا ہے کہ میں کسی بھی دنیاوی رشتے سے خاص لگاؤ نہ رکھوں۔ البتہ بوقت ضرورت خلق خدا کے کام آتی ہوں۔ ایک اہم مطلوبہ فرائض کر چکی ہوں۔ اب جاری ہوں خدا حافظ۔“

اس کے جانے کے بعد ہم باپ بیٹے چند لمحوں تک خاموش رہے پھر پارس نے کہا ”ابا! مالک بدل گئی ہیں۔“

”بیٹے! امت کم خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جنہیں صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہوتا ہے۔“

”میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ بچے پے سرنا اصلی ہے۔ آپ کے ساتھ کیا دوا ہے اختیار کریں گے؟“

”میں نے کہا ”اس پر غریبی عمل کرنے کے دوران اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ جو قتل دوا کے مطابق کوئی اسے اور اس کی بن کو سات دونوں سے زیادہ اپنے زیر اثر نہیں رکھ سکے گا۔ آٹھویں دن وہ غریبی عرصے آزاد ہو جائیں گے لہذا یہ اصلی سرنا بھی ہم سے نہایت حاصل کر سکتا ہے۔“

”ابا! اچھا ایسا سلسلہ ہو کہ ہم سرنا کے ذریعے اصلی شی تارا تک پہنچ سکیں اور سرنا غریبی اثر سے نجات پا کر بھی ہماری نظروں میں رہے۔“

”میں نے ان کے تمام خفیہ اڈے معلوم کئے ہیں۔ سرنا کے دماغ سے ان دونوں سے قتل رکھنے والا ایک ایک راز معلوم کیا ہے لیکن اصلی شی تارا جو آزاد ہے اور اپنے بھائی کو حمزہ دیکھ رہی ہے وہ بھی کچھ رہی ہوگی کہ میں اس کے بھائی کے دماغ سے کیا کچھ معلوم کر رہا ہوں۔ وہ خطا ہو گئی ہوگی۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں اس نے تمام اہم دستاویزات اور ہیرے جو اہرات دوسری جگہ منتقل کئے ہوں گے خود ایسی جگہ دُپوش ہوگی، جہاں ہم سرنا کی راہنمائی سے بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔“

”ان دونوں میں بڑی محبت ہے۔ وہ بھی نہ کبھی محبت سے مجبور ہو کر بھائی سے کسی ملامت کرے گی۔“

”شی تارا امت ہلاک ہے، شاید ایسی جذباتی غلطی نہ کرے پھر بھی میں آج ہی سے بچے پے سرنا کو ہٹانے کا عادی بنائوں گا تاکہ غریبی عمل کے زیر اثر نہ رہنے کے باوجود وہ نفس کے باعث دماغی طور پر کمزور رہے۔ ہمیں اس کے دماغ میں جگہ ملے رہی ہے اور ہم شی تارا کو اس کی دماغی توانائی بحال کرنے کا موقع نہ دے سکیں۔“

میں سرنا کے پاس چلا گیا۔ ایک شی تارا پارس کے ساتھ اس کی بالائیں گاہ میں تھی۔ پارس نے اسے اصلی سمجھ کر اس پکر میں ڈالا ہوا تھا کہ وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے تاکہ وہ اس غلاب میں جلا رہے کہ جسے قتل کرنا چاہتی ہے، وہی اس کے جسم داخل کالک اور اس کے بچے کا باپ بن گیا ہے مگر اب یہ مکمل خفیہ نہیں رہا تھا۔ وہ اصلی نہیں تھی اس ڈی کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔

دودا زے پر دنگ ہوئی۔ اس نے صوفے سے اٹھ کر دودا زہ کھولا۔ سامنے شی تارا کمزور ہوئی تھی۔ دودا زہ کھلتے ہی اندر آئے ہوئے بولی ”میں نے اپنے موجودہ حالات پر غصہ سے دماغ سے غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ تمہاری دشمن بن کر نہیں رہ سکتی۔“

”تمہارے اس فیصلے سے تقدیر نہیں بدلے گی۔ تین، تیرہ اور تیس تاریخوں کو مجھے ہمیشہ تمہاری طرف سے جان کا خطرہ رہے گا۔“

”جب میں دھرم بدل کر تمہاری بیوی بن جاؤں گی تو تمہاری جان کی دشمن نہیں رہوں گی۔“

”اصلی شی تارا کے دھرم بدلنے اور مسلمان بننے سے غلطو ملے گا اور تم اصلی نہیں ہو۔ شی تارا کی ایک ڈی اور آتما کار ہو۔“

”یہ جھوٹ ہے۔ میں اصلی ہوں۔ ثبوت یہ ہے کہ میں خیال خوانی کرتی ہوں ابھی تمہارے دماغ میں آسکتی ہوں۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ اصلی شی تارا اس وقت تمہارے دماغ میں موجود ہے، وہ اپنی کسی بھی ڈی کو کشتے کی حالت میں رکھ کر خیال خوانی کرتی ہے۔ دیکھنے والے کی بھی سمجھتے ہیں کہ تمہاری بھی ڈی خیال خوانی میں مصروف ہے۔“

”تم خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو، دراصل میں۔۔۔۔۔“

پارس نے بات کاٹ کر کہا ”دراصل شی تارا کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میرے پاس اس وقت سرنا کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ جو رہا ہے، وہ میں نہیں بتاؤں گا۔“

یہ کہہ کر وہ چند سیکنڈ کے لئے چپ رہا پھر بولا ”اگر تم اصلی ہو تو اب میرے دماغ میں آؤ۔“

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی پھر اس نے آنکھیں بند کر کے دوبارہ اپنی کوشش کی۔ پارس نے مسکرا کر کہا ”میں نے اصلی شی تارا کو اس کے بھائی کے پاس جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ ابھی وہ تمہارے اندر نہیں ہے اس لئے خیال خوانی کی فضول کوشش نہ کرو۔“

وہ آنکھیں کھول کر اسے پریشانی سے دیکھتے ہوئے بولی ”میں ڈی نہیں ہوں، پتا نہیں ابھی کیا ہو گیا ہے۔ خیال خوانی کو پرواز نہیں مل رہی ہے۔“

”اصلی نے تمہارا برسن اس طرح واش کیا ہے کہ تم مرتے دم تک خود کو اصلی شی تارا ہی سمجھتی رہو گی۔“

اچانک وہ صوفے سے بولی ”تم کچھ فراخ ہو۔ ابھی میں نے بھائی سرنا کے پاس جا کر دیکھا ہے۔ وہ خیریت سے ہے اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جا رہا ہے۔“

پارس نے مسکرا کر کہا ”دیکھا، اصلی شی تارا اپنے بھائی کے پاس تکی تھی۔ اب چاہو تو تم خیال خوانی کر سکو گی۔“

وہ اچانک ہنسنے لگی پھر گئی ”تم زبردست مکار ہو۔ میں

لے تمہارے متعلق سنا تھا اور تمہارا تمام ریکارڈ دیکھا تھا۔ اس لئے شروع سے تھا ہوں۔ تم سے دور کرانی ڈی کے ذریعے تم باپ بیٹے کی چالاکیاں دیکھ رہی تھی؟
 ”خود کو دھوکہ دینا کہ اپنے حق میں برا کر رہی ہو۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جو چیز چھپائی جاتی ہے اسے دریافت کرنے کے لئے آدمی جی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ اسے کہیں نہ کہیں سے دھوکہ دے گا۔“
 ”تو پھر مجھے دھوکہ نہ دے۔“
 ”یہ چیخ ہے یا تمہاری خواہش کہ عاشق کی طرح دھوکہ لے سکوں؟“

”خیر اور مجھ سے عشق و محبت کی باتیں نہ کرنا۔“
 ”کیا اپنے مقدر کو خیر وار کسکتی ہو؟ کاپتہ تقدیر نے پہلے ہی ہمیں میرے نام لکھ دیا ہے۔“
 ”اور میرے ہاتھوں تمہاری موت بھی لکھ دی ہے۔“
 ”میں تین مخصوص ناموں میں تمہیں نظر نہیں آؤں گا۔ باقی ہر نام کے ستائیں دن تمہارے ساتھ ہوئی کھیلوں گا اور ستائیس راتوں میں وہ اپنی مائیں گا۔“
 ”میں تم سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتی۔“
 ”مگر کر رہی ہو۔“

”چپ رہی۔ پارس نے کہا ”کچھ میں کس طرح بولتی بند کر دتا ہوں۔“
 ”موشٹ اپ! میں تمہاری بولتی بند کر دوں گی۔“
 ”کچھ بھول رہی ہیں۔“
 ”میں غرت سے بول رہی ہوں۔“
 ”کسی بولے بولی تو رہی ہو۔“

”وہ دائمی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ پریشان ہونے لگی کہ واقعی غرت بھی کر رہی تھی؟ یوں بھی نہیں چاہتی تھی اور بول بھی رہی تھی۔ جی چاہتا تھا اس سے الگ ہوتی رہے لیکن اچھے کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ کسی طور رابطہ رکھا جا رہا ہے۔ اس وقت اُس کا ذہن پر بھل سا تھا۔ پہلا پریشان کن بوجھ یہ تھا کہ جان سے بچا رہا تھا میرے زہر آقا تھا۔ ایک قیدی بنا ہوا تھا۔ میں اسے موقع نہیں دے رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی پر دوبارہ توحی عمل کرے اور اسے میرے حرم سے نجات دلائے۔ وہ اس سلسلے میں آدمی رات کے بعد تین بار کوششیں کر چکی تھی۔ میں سرتا کے داغ سے جانے سے پہلے اسے لاک کر دیتا تھا۔ وہ بہن کے آتے ہی سانس روک لیتا تھا اور وہ ناکام واپس چلی جاتی تھی۔

”وہ سراجو ہے؟“
 ”جی ہاں۔ وہ نیکو آدمی ہے۔ اس کی طبیعت اور فطرت اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں بڑی محنت سے تیار کئے ہوئے ڈی سرتا اور ڈی شی آرمیں سے وہ دھوکہ سرتا علی کے ہاتھوں مارے

گئے تھے۔
 تیسرا پارس تھا جو مستقل عذاب بنا ہوا تھا۔ وہ بہن بھائی کے سکون سے زندگی گزار رہے تھے پھر شامت آئی تھی کہ اپنے باپ کی صحت بھول گئے تھے۔ باپ نے مرنے سے پہلے سمجھا تھا کہ ”خدا“ اور اس کے خاندان والوں سے دور رہو۔ کبھی اتفاقاً سنا ہوا تو اس سے کچھ کر لیں۔ ان سے گھرانے اور برتری جتانے کے قاعدے تو ہیں مگر تحفظات زیادہ ہیں۔

”خدا“ نے پارس کو چھوڑ دیا۔ لیکن باپ اور باقی کا یہ فیصلہ کیسے بدسا گیا کہ باپ کو تین مخصوص ناموں میں میرے ہاتھوں سے مرنا پڑے۔ اس کے زہر اثر آنا پھر مرنا پڑا ہے۔“
 باپ نے کہا ”نبی! وقت کے ساتھ ساتھ ستارے اپنی جگہ بدل دیتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی شخص گمراہی چاک میں غل جاتی ہے۔ اسے مٹانے میں بھی انسانی تدبیر اور عمل کی کار فرمائی ہوتی ہے۔ اگر تم بہن بھائی کسی فریاد اور پارس و فیو کی طرف سر نہ کر تو کسی حد تک شی نارا کے حقد میں تبدیلی آسکتی ہے۔“
 ”دہلی! ہم کبھی ان کی طرف جانا گوارا نہیں کریں گے۔“

”باپ نے کہا ”وہ سراسیمہ بات ہے۔ یہ کہ اپنی زندگی میں پارس کے آنے سے پہلے کسی اور سے شادی کر لے گی تو بدحرم ہونے اور بدنامی ہو جائے گا۔ کیونکہ پارس بھی کسی جیسا عورت میں دلچسپی نہیں لیتا ہے۔“
 اسے باپ کی دونوں نصیحتیں یاد تھیں۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اپنی پسند کے کسی کھوجوان سے شادی کر لے گی اور اپنی زندگی سے ہمیشہ کے لئے پارس کا کٹنا نکال بیٹھ لے گی۔

”اپنی بڑی دنیا میں کھوجوانوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے بدھ کر ایک ہیں۔ ایک ہی نظر میں حسیناؤں کے دل لوٹ لیتے ہیں۔ شی نارا نے خوب سے خیر خواہوں سے دوستی کی۔ کسی نے اسے کھوجوان سے بدھ کر دست دراز کی تو اس کے ہاتھوں سے موت مارا گیا۔ کوئی خیر خواہی میں بیگانہ نکلا تو حیثیت اور معیار میں کم تر ثابت ہوا۔ کچھ ایسے بھی آئے جو اپنی تمام دولت اس پر لٹانے کو تیار تھے لیکن دولت تو شی نارا کی ٹھوکوں میں رہتی تھی۔ بڑے سے بدھ کر اس کی ٹھیلی جیتی کے آگے چڑھا۔ کوئی ایسی غیر معمولی صلاحیت نہیں رکھتا تھا جس کے بل پر وہ اس حسینہ سے برتر نکلا نا اور وہ کسی کم تر کو اپنے جسم و جان کا مالک بنانا اپنی توہین سمجھتی تھی۔

”پے پے سرتا نے کہا ”میری بے بسی میری نظروں میں کوئی ایسا عورت نہیں ہے جو میری صلاحیتوں کے آگے دم مارے۔ جو بھی آئے گا وہ میرے پاؤں کی دھول ہو گا۔ بہتر ہے کسی خیر خواہ کو اپنا لے۔ شادی کے بعد اسے جی بھر کر پھینک دیتا۔ اس جوتی کے ٹھیل پارس کی بلاں جاتے گی۔“
 شی نارا نے بلا لے کے لئے آخر ایک ایسے جوان کا انتخاب کیا جو خیر خواہ اور شہر زور تھا۔ اس کا باڈی گارڈین کر دیا تھا پھر

اپنے دھرم کا راجپوت تھا، قتل کا سچا اور عمل کا پاک تھا۔ شی نارا نے اپنی بیٹی کی صلاحیت اس پر ظاہر نہیں کی تھی۔ چپ چاپ اس کے چور خیالات پر غور کرتے تھے۔ وہ کچھ مہینوں میں سچا اور کھرا شخص تھا۔
 لیکن شی نارا کو جو بات ناگوار گزری وہ یہ تھی کہ وہ شادی کے بعد اسے اپنی چور چور دلی خوئی میں رکھنا چاہتا تھا۔ جبکہ وہ پابندی میں رہنے کی قائل نہیں تھی۔ سرتا نے کہا ”بیک پال! خیر خواہ اور بدحرم کی قائل نہیں ہیں۔ ہر ملک کی کرنسی تمہارے قدموں میں ہمارے کی تم شادی کے بعد میری بہن کے ساتھ رہو گے۔“
 ”میری سسر سربا راجپوت کھردا دینے کے لئے پیدا نہیں ہوئی۔ شادی ہمارے رسم و رواج کے مطابق ہوگی۔ لیکن میرے گھر آنے کی میں اس کے گھر میں جاؤں گا۔“
 ”شی نارا نے کہا ”تم تو مجھ سے محبت کرنے کے دعوے کرتے تھے۔“

”جی جی کرتا ہوں لیکن مہو گی ہار کر محبت نہیں ہوتی۔ نکلائی ہوتی ہے۔“
 ”نبی! زبان کی لہائی سے زیادہ بول۔ میں چنگی بجا کر تمہیں غلام بنا سکتی ہوں۔“
 ”شی نارا! تم بھی کسی ایک برائی ہے۔ تم بہت مہور ہو۔ پلیز محبت کی زبان سے بولو۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ میری محبت کی قدر کرو۔“
 ”خیر خواہ کر دینا کی۔ کل صبح کا سورج دیکھنے سے پہلے تم میرے ہاتھ مار رہے تھے۔“

”وہ چیخ کر کے چلی گئی۔ بیک پال باپس ہو کر سوچنے لگا۔ اس کے ساتھ زندگی نہیں گزرے گی۔ یہ ہمیشہ برتری کے غور میں رہے گی۔ بہتر ہے اس کی محبت کو دل سے نوج کر پھینک دوں۔ دل پر مدد کر دے گا لیکن ایک عورت کے زہر اثر رہنے سے بہتر ہے کہ محبت میں نکلائی کا مدد برداشت کیا جائے۔“
 اس رات وہ بہتر آیا تو محسوس ہوا اس پر نیند غالب آ رہی ہے۔ جبکہ وہ سوئے سے پہلے کھٹن بھکر کی کتاب یا رسالہ پڑھنے کا عادی تھا۔ بہر حال وہ خلافت معمول سو گیا۔ خواب میں شی نارا کو دیکھا۔ وہ سگڑا رہی تھی اور کہہ رہی تھی ”اسی لئے سے تمہاری نکلائی کا دور شروع ہوا ہے۔“

”وہ دیکھ کر چاہتا تھا لیکن کہ نہیں پتا تھا اور وہ کہہ رہی تھی۔“
 ”تم نہیں ہو لیکن میرے حرم میں بیٹے ہوئے ہو۔ میں نے سوچا تھا کہ تم میری محبت میں نہیں آؤ گی، جس میں زہر تو اپنانے سے وہ لطف حاصل نہیں ہو گا جو قدرتی طور سے محبت پالنے کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن تم نے سوچنے کو مجھے پابندیوں میں رکھنا چاہے ہو۔ اس لئے نہیں ہاتھ دے رہا کہ نکلائی لڑی ہو گیا ہے۔“

”وہ اسے خواب ہی سمجھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ جیسا کہ کہنے کے قابل نہیں ہے۔ وہ بولی ”میں تجھے بولنے کی توانائی دیتی ہوں۔ بول کیا کہنا چاہتا ہے؟“
 اسے قوت گواہی ملی۔ اس نے پوچھا ”متم اتنی بدلی ہوئی سی کیوں لگ رہی ہو۔ تمہارے چہرے پر پہلے بھی محبت کا نور نہیں ہے۔ تم ایک خوب صورت بلا دھلائی دے رہی ہو۔“
 ”متم میری شراکت پر محبت اور شادی نہیں کرنا چاہتا ہے اس لئے میں ایسی بلا بن گئی ہوں جس سے تم مرنے دم تک نجات حاصل نہیں کر سکو گے۔“
 ”تم کیا کرنا چاہتی ہو؟“

”میں تم پر غریبی عمل کر رہی ہوں۔ تم راضی خوشی میرے معمول بنو گے۔“
 ”نہیں! تمہارا یہ عمل محبت کی توہین ہے۔ چلی جاؤ۔ میرے سامنے سے چلی جاؤ۔“
 ”جیوقوف! میں تمہارے سامنے نہیں! تمہارے دماغ کے اندر ہوں۔ تو نیند میں ہے لیکن خواب نہیں دیکھ رہا ہے۔ میرے حرم میں جلا ہو کر مجھے دیکھ رہا ہے اور میری باتیں سن رہا ہے۔ اب کچھ دیر بعد میرا غلام بنے والا ہے۔“

”شی نارا! تو ایک بندوستانی لڑی ہے اور بندوستانی لڑکیاں اپنے پریمی اور بیٹی کے لئے جان دیتی ہیں۔ ان کی توہین برداشت نہیں کر سکتی اور تو مجھے غلام بنا کر میری توہین کر رہی ہے۔“
 ”میں کسی کو اپنا بیٹا بنانے کے لئے برسوں سے ہمارے دوڑ میں لگی ہوں اور اس آئینے پر پہنچ گئی ہوں کہ موشو ہر بننے کے بعد اپنی برتری جتانے ہیں۔ مجھے حکومت کرنے والے پسند نہیں ہیں اور نہ ہی غلام بن کر رہنے والے پسند ہیں۔“
 ”پھر مجھے کیوں غلام بننا رہی؟“
 ”یہ ایک مجبوری ہے۔ میں تجھے سے شادی نہیں کر سکتی تو ایک بدعاش مسلمان میری زندگی میں آجائے گا۔“
 ”تو کیسی نادان ہے۔ ایک مسلمان کا راستہ روکنے کے لئے اپنے ہی ایک بندو غلام بننا رہی ہے۔“

”کیوں اس مت کہ یہ میری مجبوری ہے۔“
 ”میں اپنے چند سوالوں کے جواب چاہتا ہوں۔“
 ”جو یوں ہے جلدی بول۔“
 ”کیا توحی عمل کے بعد میں واقعی اپنی غیرت اور راجپوتانہ وقار کو بھول جاؤں گا؟“
 ”صرف میرے سامنے بھول جایا کرے گا۔ مجھ سے دور رہ کر غیرت مند راجپوت رہا کرے گا۔ جیسے ہی میں تمہارے دماغ میں آکر بلاں کی تو تھکی کی طرح ٹھٹھاتا ہوں میرے قدموں میں آجایا کرے گا۔ اپنی انا خود داری اور غیرت سب بھول جایا کرے گا۔“
 ”میں موبوں کا مجھ سے رحم کی بیک نہیں مانگوں گا لیکن اپنی

آزادی کی موت پر میری آخری خواہش پوری کرو۔

”کیا ہے تیری خواہش؟“

”میری کہ غلامی کی حالت میں بھی میری غیرت اور خودداری زندہ رہے۔“

”یہ ممکن نہیں ہے۔ جو خوددار ہوتے ہیں وہ غلام نہیں ہوتے اور جو غلام بن جاتے ہیں ان کی خودداری مر جاتی ہے۔“

”اور جب تو سامنے نہ رہے تو؟“

”تو میرا وعدہ ہے تو ہر حال میں غیرت مند رانچوت رہے گا۔“

بس اب خاموش ہو جائے۔

وہ اس پر عمل کرنے لگی۔ بے چارہ محبت کر کے پھنس گیا تھا۔ دوسری صبح ہونے تک اس کا معمول اور تابعدار بن گیا۔ جب تونگی نیند کے بعد اٹھ کھڑی تو کوئی غیر معمولی بات سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ پچھلی رات کے عمل کو بھول گیا تھا پھر شی آرا آئی۔ اس سے بولی ”جب میں نظر آؤں میری تقسیم کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو جا یا کرو۔“

وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ جو ڈکر سر ہٹا کر بولا۔ ”میں آپ کا تابعدار ہوں۔ آپ کے ہر گھر کی قیل کیا کروں گا۔“ وہ منکر آ کر بولی ”آج ہماری شادی ہے اور شادی کے بعد تم بھندوستان اپنے ماں باپ کے پاس نہیں جاؤ گے، میرے پاس رہا کرو گے۔“

”میں تمہارے پاس رہوں گا۔ تمہاری خدمت کرتا رہوں گا۔“

وہ قاتلانہ انداز میں مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے نظروں سے اوٹ چلے ہوئے ہی تک پال نے سوچا ”یہ میں کیسی زن مریدوں والی باتیں کر رہا تھا؟ مجھے کیا ہو گیا تھا؟“

اسے اپنے اندر شی آرا کی آواز سنائی دی ”جنگ پال! تمہیں غلامی کا روگ لگ گیا ہے؟“

وہ دونوں ہاتھوں سے سر قہام کر بولا ”یہ... یہ تو شی آرا کی آواز ہے۔ یہ میرے اندر کیسے گونج رہی ہے؟“

”یہ ٹیلی بیٹھی ہے۔ میں واقعی شی آرا تمہارے اندر بول رہی ہوں۔“

”ہے بھگوان! کیا تم ٹیلی بیٹھی جانتی ہو؟“

”ہاں! جب تک تمہارے سامنے یا تمہارے اندر رہوں گی تم میرے تابعدار بن کر رہو گے۔ یوں ابھی خود کو کیا سمجھ رہے ہو۔“

”تمہارا غلام سمجھ رہا ہوں۔“

وہ ہنسی ہوئی بولی ”میرے جاتے ہی تم غیرت مند رانچوت بن جاؤ گے۔ لو جاری ہوں۔“

اگلے لئے جنگ پال نے چونک کر سوچا ”ہاں! میں غیرت مند ہوں۔ میں کسی عورت کی غلامی بھی قبول نہیں کروں گا۔“

ایسا سوچنے کے باوجود اس نے شام کو بڑے بڑے سموز افرا

کی موجودگی میں اس سے شادی کر لی۔ یہ شرط پیش نہیں کی ولسن کو جو دھچکوری چولی میں لے جا کر رکھے گا۔

چند عورتیں شی آرا کو ولسن کی طرح جے ہوئے کمر لے گئیں۔ جنگ پال اپنے کمرے میں آیا۔ اس کے دوست بھی اس نے کہا ”بلیئر! تجھے تھکا چھوڑا۔ میں تھوڑی دیر کے لئے چاہتا ہوں۔“

دوست چلے گئے۔ وہ دوڑاڑے کو اندر سے بند کر کے سو گیا۔ مجھے شی آرا کے سامنے کیا ہو جاتا ہے۔ میں اس کا غلام بن جاتا ہوں۔“

وہ ٹھٹھٹے ہوئے حیرانی سے سوچ رہا تھا ”تجربہ ہے! اتنی خوشی میں میں نے اپنے والدین اور قریبی رشتے والوں کو خبر نہیں کیا۔ شی آرا نے شادی کا حکم دیا اور میں نے شادی کر لی۔ وہ بیٹہ کی پھر کھڑا ہو گیا۔ اس کی غیرت اور مردانگی اسے جین کر دی تھی۔ یوں ایک عورت کے اشارے پر چلنے کے بار شدت سے توہین محسوس کر رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ ٹیلی بیٹھی ذریعے غلام بن رہی ہے۔ جب وہ سامنے ہوتی ہے اور دماغ میں ہے تو میں تابع و ادین جاتا ہوں پھر اس کے دور ہونے کے بعد رانچوت کی طرح غیرت مند بن کر بچھٹانے لگتا ہوں کہ عورت کا تابعدار نہیں رہنا چاہئے۔

وہ پھر ٹھٹھٹے ہوئے سوچنے لگا ”میں کیا کروں؟ یہ تو ساری زندگی اسی طرح میرے ہوتی جو اس پر مسلط رہے گی اور میں قریب تک بھی اس کا گلا نہیں دبا سکوں گا۔ ایک کتے کی طرح اس کے قدم میں لوثا رہوں گا۔ بے بھگوان! میری مسائنا کہ میں کیسے نجات حاصل کروں؟“

یہ دھرم گمری بنجیدگی سے فیصلہ کر رہا تھا کہ جان دے دو گا لیکن عورت کا غلام بن کر یہ نئی زندگی شروع نہیں کرے گا۔ اور وہ دوسری بیٹی بھولوں کی بی بی بیٹھی محسوس کر رہی تھی کہ ولسن نہیں ایک مالک ہے۔ وہ پیار سے آنے والے جیون سامنے نہیں بلکہ غلام بن کر آنے والے ایک ایسے شخص کا انتظار کر رہی تھی۔ جو صحیح معنوں میں شوہر نہیں ہو گا۔ اس پر صرف شوہر کا لہجہ لگا ہو گا۔

ولسن بننے والی لڑکی کی ایک قدرتی خوشی ہوتی ہے کہ اس کے جسم و جاں کا مالک آپا ہے۔ یہی خوشی اسے نہیں مل رہی تھی کیونکہ جو مالک بننے والا تھا اس کی وہ پہلے ہی مالک بن چکی تھی اسے اپنے بس میں کر چکی تھی۔ اب اپنے مولا کے بس میں جانے مر ت کیسے ملتی؟

وہ حالات سے سمجھتا نہ رہی تھی۔ دل کو سمجھاری تھی، پارس کا راستہ کاٹنے کے لئے ایسا کر رہی ہے۔ آج سے وہ مسلط ہیشہ کے لئے اس سے دور ہو چکا ہے اور آئندہ کسی راستے سے اس کی زندگی میں داخل نہیں ہو گا۔

محض خیال نہیں تھا۔ گھن منڈپ میں جانے اور بیاہ رہانے سے پہلے اس نے اپنی جتن کھنی اور ستاروں کی چال دیکھی تھی اور یہ یقین حاصل ہوا تھا کہ جنگ پال سے شادی ہوتے ہی اس کے آنے اور اس کے بے رحم ہونے کا اندیشہ بیشہ کے لئے کم ہو جائے گا لیکن ستارے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ شاید وہ شادی کرنے میں ناکام رہے گی۔

اس نے ستاروں کی پیش گوئی ختم کر دی تھی اور شادی کر چکی تھی اور اب سناگ کی بی بی بیٹھی کو اٹھا کر رکھ رہی تھی۔ اگر وہ غلام شوہر کی طرح نہ آتا تو اسے خیال خوانی کے ذریعے آنے پر مجبور کر دیتی۔ یہ وہ تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر شی آرا نے گھونٹ کو ذرا اور لانا کر لیا۔ سر کو جھکا لیا۔ بس میں ایک بار ولسن سر ہٹاتی ہے اس کے بعد موماری عمر چٹکتا رہتا ہے۔

وہ قریب گیا۔ اس کی گمری گمری سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ اپنے ہونے بولا ”چچا ہوا تم گھٹ میں ہو۔ نہ تمہیں دیکھوں گا اور نہ حمزہ وہ بوسوں گا۔ مجھے یہ کہنے کا موقع مل رہا ہے کہ میں ایک سچا غیرت مند رانچوت ہوں۔ جو دل میں ٹھان لیتا ہوں وہ کر کر رہا ہوں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تمہارا شوہر بن کر نہیں رہوں گا۔ تمہارا باپ بھی ٹیلی بیٹھی کے ذریعے مجھے تمہارا شوہر بننے پر مجبور نہیں کرے گا۔“

وہ اس بیٹھی پر بٹھے سے بڑھ کر گئی۔ گھونٹ کو فوج کر ایک طرف بچھٹے ہوئے کچا کچا پانی تھی پھر اسے دیکھ کر کہنے میں نہ لگی۔ جنگ پال کی حالت قابل دید تھی۔ اس کا لباس اس کے لبو سے ہلک رہا تھا۔ وہ بھولوں کی بی بی بیٹھی کے لئے ہوئی بولی ”کیا تو خود کئی کر رہا ہے؟“

”میں میں زندہ رہوں گا لیکن تیرا مردہ شوہر رہوں گا۔ تجھے میں اپنی ذات سے سناگ کی خواہش حاصل نہیں کرنے دوں گا۔“ ”مگر تو نے خوشی کی حماقت نہیں کی ہے اور اگر تیرے نصیب میں زندہ رہنا ہے تو پھر میں تیرے نصیب میں زندگی بھر کی غلامی لکھ چکی ہوں تو میری ایک ایک خواہش ایک ایک خوشی پوری کرے گا۔“

”شی آرا! میری ٹیلی بیٹھی اس رانچوت کی ضد اور خودداری کے آگے ہار گئی ہے۔ یقین نہ ہو تو مجھے سناگ کی بی بی بولا کر دیکھ لے۔“

اس نے خیال خوانی کی پروا نہ کی۔ اس کے چور خیالات پر دمے تو شدید حیرانی سے اس ضدی مولا کو دیکھتی رہ گئی۔ اس کے خیالات تیار ہے تھے کہ اس نے خود شی نہیں کی ہے بلکہ خود کو اس طرح زخمی کیا ہے کہ آئندہ کبھی شی آرا کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کئے گا۔ وہ ٹیلی بیٹھی کے ذریعے اسے غلام بنانے کی لیکن اس غلام سے کسی خواہش کی تکمیل نہیں کر سکتی۔

وہ گہرا کر بیچے گھٹی ”نہیں۔ یہ تو نے کیا کیا؟“ ”میں نے غلامی سے نجات پانے کے لئے ایک نمونہ پیش کیا ہے اس کے بعد بھی تو میرے ہوش و حواس پر قبضہ جمائے رکھنا چاہیے گی تو میں اپنی جان پر تکمیل جانیں گا۔“

شی آرا نے سر ہٹا کر بولا کہ ”اسے اپنا لے بیچ دو۔ میں نے ایسے رانچوت نہیں دیکھے جو اپنی مردانگی کو قتل کر دیتے ہیں۔“

وہ بولا ”میں نے صرف اس مردانگی کو قتل کیا ہے جو تیرے لئے ہو سکتی تھی۔ میں آج بھی اپنے دل میں اور دھرم کے لئے اور اپنے والدین کی خدمت کے لئے اور دیکھی انسانیت کو اپنا خون دینے کے لئے پہلے جیسا شہ زور اور جان دار مرد ہوں۔“

سر ہٹا کے آدمی اسے اٹھا کر اسپتال لے گئے۔ جنگ پال کی اس حرکت سے اگرچہ شی آرا کی توہین ہوئی تھی تاہم یہ بات ذہن میں نقش ہو گئی کہ مرنے والے بھی ہوتے ہیں جو نہ دولت سے خریدے جاتے ہیں اور نہ ٹیلی بیٹھی کے ذریعے غلام بنائے جاسکتے ہیں۔ اگر وہ انتقام اس کے دماغ میں رڑلے پیدا کر لے اور اسے ذہنی مریض بنا دی تو وہ مرنے یا پاگل ہو جاتا لیکن اس کی غلامی کے قاتل نہ رہتا۔

اس نے جنگ پال سے انتقام نہیں لیا۔ اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ کچھ عرصے اس خوش فہمی میں رہی کہ شادی تو ہو چکی ہے۔ اب پارس اس کی زندگی میں نہیں آئے گا۔ ایک بار وہ بھندوستان گئی تو اس کی بوڑھی مائی نے کہا ”بیٹی! جنگ پال سے شادی نہ ہو گی۔ تم کوئی دوسرا لاپرواہ نہ کرلو۔“

وہ بولی ”ماں! یہ! ایسی باتیں کرتی ہو۔ میں بیاہتا ہوں، جنگ پال زندہ ہے، میرا سناگ سلامت ہے۔“

”ہے بیٹی! ایسا سناگ جو آج تک تھوڑی ہے تو نے اپنے بیٹی کے ساتھ ایک رات بھی نہیں گزارا، پھر سناگ کیسی؟“

”میں نے گھن منڈپ میں پوچھا کہ اگر وہ جنگ پال کے ساتھ سات پھرے لگے ہیں۔ اسے دھلا پٹائی ہے۔ اپنی انگلی میں اس کے نام کا سیندر مر مر مٹا رہا ہوں۔“

”میں مانتی ہوں لیکن وہ بیٹی جو سناگ کی بی بی بیٹھی سے پہلے مر جائے زندہ ہے اور بیٹی کو ہاتھ لگانے کے قاتل ہی نہ رہے تو پھر وہ بیٹی تھوڑی لڑکی ہی بیٹھی ہے ہلکے قانون، دھرم اور دنیا میں کوئی اسے سناگ تسلیم نہیں کرے گا۔ تو تو ذرا دل کی طرح تھوڑی ہے۔ تیرا کوئی بیٹی ہے نہ تو سناگ ہے۔ تیری شادی نہیں ہوئی ہے۔ اس مسلمان کا ظہر مر مر مٹا رہا ہے۔“

دوسرے دن اس کے بھائی مرنے بھی یہی کہا ”میں نے اپنے اور تیرے ستاروں کی چالیں دیکھی ہیں۔ وہ مسلمان تیری بھانجے رکھا میں پھر ابھر رہا ہے۔“

وہ بولی ”میں نے جو شادی کی کہہ کیا محض دکھاوا تھی؟“ ”جو ہو چکا ہے اس پر مٹی ڈالو۔ آگے کی سوچ۔“

”آگے کیا سوچوں؟ بس یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کئیں روپوش رہوں اور جب تک پارس کو موت نہ آئے میں گوشہ گماں سے باہر نہ آؤں۔“

پہلے سے سرنا سر جھکانے سوچتا رہا پھر یوں ”تیری اس بات میں وزن ہے اگر تو روپوش رہے اور میں پارس کے پیچھے پڑ جاؤں اور اسے قتل کروں تو میرے سر سے بلا نکل جائے گی۔“

”میں لڑنے کی قدر پر کسی قسم غرور پر دیکھو۔ ہمارا علم یہ بھی کتنا ہے کہ پارس کی موت طبعی ہوگی یا پھر میرے ہاتھوں ہوگی۔ اسے ہلاک کرنے کے لئے مجھے اس کے قریب جانا ہوگا۔“

”تیری ہمت! تیرا قریب جانا ضروری نہیں ہے تو ہزاروں میل دور نہ کر لینی جتنی کے ذریعے اس کا کام تمام کر سکتی ہے میں اس کے قریب جاؤں گا۔ اس کی آواز اور لہجہ مجھے سناؤں گا پھر اسے اعلیٰ کنزوریوں میں جلا کر کھاؤ تو اس کے اندر آسانی سے پہنچ کر اس کا کام تمام کر سکتے گی۔“

”ہاں یہ تدبیر عمدہ ہے۔ میں پارس سے اسی طرح دور رہوں گی لیکن میرے لئے خطرہ بڑھ جائے گا۔“

”میں تجھ پر جان دیتا ہوں، کیا میرے لئے خطرات سے کھیل نہیں سکتا؟“

”مگر باہمی صحبت یا دکر۔ انہوں نے سمجھا تھا کہ ہم جب تک فریاد اور اس کی فیملی سے دور رہیں گے مثلاً وہ آباد ہیں گے۔“

”جنگ ہم شاید آباد ہیں مگر گھر مند ہیں کہ نہ جانے پارس کدھر سے بھگتا ہوا تیرے قریب چلا آئے۔“

”وہ ابھی آیا نہیں ہے اور شاید خود نہ آئے۔ تقدیر مجھے لے جائے۔ ابھی ہم اندیشوں میں گھرے ہیں۔ میرا خیال ہے میں اب روپوش رہا کروں۔ تو اپنے ساتھ میری ایک ڈی رکھا کر۔ اگر کئیں وہ گرائے گا تو ہمیں یہ معلوم ہو سکے گا کہ وہ میری صورت شکل والی ڈی میں دلچسپی لیتا ہے یا نہیں۔“

”تمہیک ہے میں انی الحال تیری ڈی کو ساتھ رکھوں گا۔ تبت کے مشورہ مالا جو میرے گرو تھے، ان کا ایمانت ہو گیا۔ میں ان کی سادھی پر حاضری دینے کل شہر لا جاؤں گا۔“

وہ دوسرے دن ڈی شی تارا کے ساتھ تبت گیا تو چلا چلاواں مرنا آتا کھنکھاتی حاصل کرنے آئی تھی پھر میں بھی وہاں پہنچا تھا اور آج کل میں پارس کے ساتھ ازبکستان میں ہوں۔

اصلی شی تارا دن میں کی بار خیال خوانی کے ذریعے بھائی سرنا سے رابطہ رکھتی تھی۔ سرنا نے کہا ”یہ اچھا موقع ہے میں تیری ڈی کے ساتھ ازبکستان جاؤں ہوں اور وہاں قریب سے فریاد اور اس کی فیملی کے کچھ لوگوں کو دیکھ سکوں گا۔ اگر پارس موجود ہوا تو اسے کسی نہ کسی طرح نہپ کر دوں گا۔“

وہ بولی ”بھائی سرنا! ہم نے بڑی توجہ سے ان کے ریکارڈز

پڑھے ہیں۔ وہ سب بے حد خطرناک ہیں۔ دشمنوں کی چال الز دیتے ہیں۔“

”میری ہمت! اگر وہ مجھ پر چال اٹھیں گے تو تیری حفاظت کے لئے محفوظ رہے گی۔ اپنی موجودہ جگہ چھوڑو اور کئیں روپوش ہو جا۔ مجھے بھی نہ پتا نہ کہاں ہے؟ پس اپنی خیریت سے آگاہ کر رہا اور اپنی ڈی کے دماغ میں نہ کر فریاد اور اس کی فیملی کی اطلاع کرتی رہتا۔“

وہ راضی ہو گئی۔ ایسی حکمت عملی سے وہ محفوظ رہ سکتی تھی اور کئیں بھی نہ کر بھائی کی معیتوں میں کام آسکتی تھی۔ اس نے انداز کا خیرہ اڑا چھوڑ دیا۔ کسی دوسرے شہر کے ان اڈوں میں نہیں گئے جن کا علم اس کے بھائی سرنا کو تھا۔ اس نے ایک شہر میں ہی پناہ کے لئے ایک شاندار محل بنا کر رکھی خیریل۔ اپنے چہرے پر تھوڑا سی تبدیلیاں کر لیں تاکہ اپنی تمام ذہنیوں کی مشابہت سے پہچانی جاسکے۔

یہ درست ہے کہ منہ چھپانے سے صورت بدل لینے سے دوسرے پہچان نہیں پاتے لیکن موت اور شامت وہ ایسی بلاتم ہیں جو ہر صورت میں اپنے شکار کو پہچان لیتی ہیں۔ اسی لئے اس نے لے کر لیا تھا کہ کچھ عرصہ تک اس پناہ گاہ سے باہر نہیں نکلے گی اور نہ ہی کسی سے فون پر بھی رابطہ رکھے گی۔ اپنی خدمت کے لئے اس نے صرف ایک بوڑھی آیا کر رکھا تھا جس پر بھینچے سے اندھا ہوا تھا۔

صرف صحت مند سلامت اور محفوظ رہنے سے بات نہیں بنتی، دل کا سکون لازمی ہوتا ہے۔ آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ باپ نے منع کیا تھا ”فریاد کے قریب سے نہ گزرو اور پہلے سے سب سے حفاظت کر لیتا تھا۔ شی تارا کو اپنی ڈی اور مرنا کی فکر نہیں تھی نہ بھائی کے لئے پریشان تھی کہ کس طرح اسے میرے غریبی محل کے اثر سے نکالے اور اسے ایسی جگہ پہنچا دے جہاں ہم نہ پہنچ سکیں اور بھائی آئندہ محفوظ رہے۔“

شہر کے کھیل میں کسی زبردست مخالف میرے کو روکنے کیچھے بٹانے یا مارنے کے لئے دوسرے چھوٹے بڑے مہلوں سے اسے گھیرا جاتا ہے۔ اس کی کسی کنزوری کو سمجھا جاتا ہے۔ شی تارا میری فیملی کے تمام افراد کے متعلق معلوم کر رہی تھی کہ کون کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟

پتا چلا۔ سب ممتاز ہیں۔ بیدار ذہن رکھتے ہیں۔ پارس کی شرمکو حیات جو جو اور ذہنی مایا آج کل بلا صاحب کے ادارے میں ہیں اور وہاں تک کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن پہنچ نہیں جاتا۔ سونیا بھی اسی ادارے میں ہے اور اگلے دن تک ایک بچے کو ختم دینے والی ہے۔

شی تارا کی خیال خوانی کا بارہ اس ادارے میں پر نہیں ٹار سکتا تھا۔ علی اور غانی سے نیوا کر، میں گھرا کر ایک بڑا نقصان

اٹھا جی تمہارا اسے عین اہم میرے نظر آ رہے تھے۔ سلمان، سلطان اور علی۔

بلا صاحب کے ادارے میں میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لئے سلمان اپنی بیوی سلطان کے ساتھ جوس میں رہتا تھا اور علی جوس سے دور فریاد وچ کی نئی بستی کے انتظامات سنبھالتی تھی۔ وہ پچھلے دو دنوں سے اپنی بہن سلطان کے پاس آئی ہوئی تھی کیونکہ سلطان بھی اگلے دو ماہ میں ماں بننے والی تھی۔ یوں میرے تین بیٹی بیٹے جانے والے ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔

شی تارا نہیں جانتی تھی کہ لیل کہاں ہے۔ ویسے اندازہ تھا کہ بہن کی خدمت کے لئے جوس ضرور آئے گی۔ جوس کے ایک حصے میں فوجی جھانڈی تھی۔ سلمان اور سلطان اس جھانڈی کے ایک کونے میں رہتے تھے۔ شی تارا کے لئے یہ بھی ایک مشکل تھی کہ اس کے اطراف مسلح فوجی رہتے تھے۔ اس کے باوجود میری فیملی کے یہی تین افراد ایسے تھے جنہیں ہٹا کر کرنے میں دشواری ضرور تھی لیکن کامیابی کے کافی امکانات تھے۔

اس نے جھانڈی کے اطراف اپنے آٹھ کاروں کو پھیلا دیا تھا۔ وہ لوگ فوجی افراد پر نظر رکھتے تھے۔ جھانڈی سے باہر کسی دکان میں ہو کسی میں کسی کلب میں سامتا کرتے تھے۔ بات چیت کا کوئی بیان نکالتے تھے اور ان کی آوازیں شی تارا کو سناتے تھے۔

اس طرح وہ جھانڈی کے اندر فوجیوں کے دماغوں میں پہنچتی رہی۔ ان افسران کے پاس بھی پہنچی جو سلمان سے رابطہ رکھتے تھے اور بھی اس کے شکوک میں وقت گزارنے جاتے رہتے تھے۔ ان سے سلطان اور علی کی بھی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ شی تارا ان بہنوں کی آوازیں سننے کے علاوہ ان کے حالات بھی معلوم کرتی رہتی تھی۔

ایک رات اچانک ہی سلطان کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اگرچہ زچہ کا وقت ابھی دور تھا۔ سلطان کی بے احتیاطی کے باعث کچھ گزری ہو گئی تھی۔ ایسی حالت میں وہ رات کی سوچ کی لمبوں کو محسوس کر کے سانس نہیں روک سکتی تھی۔ شی تارا نے اس سوچنے سے قائلہ اٹھایا۔ سلطان فٹری اسپتال میں رات گزار رہی تھی۔ سلمان اور علی مطمئن تھے کیونکہ اب تک کسی دشمن کی طرف سے کوئی چیلر جھانڈی نہیں ہوئی تھی۔

پھر بھی لیلی اور سلمان رات کو جانتے کچھ بھی نہیں اس کے دماغ میں بھانچتے رہے پھر صبح تک کے لئے سو گئے۔ سلطان بھی مری نیند میں تھی۔ شی تارا نے اس کے دماغ کو روک لیا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدا رہنا تھے ہوتے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دی کہ غریبی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اسے شی تارا اور اس کا غریبی محل یاد نہیں رہے گا۔ وہ پیلے کی طرح تارل رہے گی۔ خیال خوانی کرنے کی اور پرانی سوچ کی لمبوں کو محسوس کر کے معمول کے مطابق سانس روک لیا کہ کسی کی لیکن شی تارا کی سوچ کی لمبوں

کو کبھی محسوس نہیں کرے گی اور غیر محسوس طریقوں سے اس کے امکانات کی قبیل کرتی رہے گی۔

اس نے میری فیملی سے گھرانے اور بے درپے نقصانات اٹھانے کے بعد پہلی بار ایک بڑی کامیابی حاصل کی۔ سلطان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور مزید عرصے سر کرنے کا انتظار کرنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ میری بیوی لیلی کو نہپ کرے گی اور مجھے کانٹوں کے بستر پہنچا دے گی۔ میں اپنی شرمکو حیات کی جان اور عزت بچانے کے لئے اس کے بھائی سرنا کو ہلا کرنے پر مجبور ہوا جاؤں گا۔

وہ درست سوچ رہی تھی۔ اس کی ایسی حکمت عملی پر میں یقیناً مجبور ہو جاتا لیکن اگلے چار دنوں میں اسے کوئی مناسب موقع نہیں ملا۔ وہ اپنی معمولہ سلطان کے ذریعے اسے اعلیٰ کنزوریوں میں جلا نہیں کر سکی۔ ویسے لیلی کو زخمی کرنے کا موقع ملا لیکن اس طرح اسے زخمی کرنے سے بات کھل جاتی کہ کوئی دشمن ان بہنوں کے دماغوں میں محسوس رہا ہے۔

ہمارے بھی دشمن جانتے تھے کہ خطرات کا سامنا ہوتے ہی ہم سختی ذہانت اور تیزی سے جوابی کارروائیاں کر کے انداز دشمنوں کے لئے معیت بن جاتے ہیں۔ ان بہن بھائیوں نے روحانی فیملی جتنی کا بھی کمال دیکھا تھا اس لئے شی تارا محتاط تھی۔ مکمل کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہی اپنے بھائی کی رہائی کا مطالبہ کرنے والی تھی۔

چار دنوں میں سلطان صحت یاب ہو گئی تھی پھر بھی آنے کا وعدہ کر کے فریاد وچ آجیل پس گئی۔ اس کے بعد زیادہ اہمیت سلمان کی تھی۔ وہ بابا فرید واسطی مرحوم کا داماد تھا اور ہماری ٹیم میں سب سے اہم رول ادا کیا کرتا تھا۔ وہ سلمان کو نہپ کر کے اس کی بیٹی سونیا ٹانی کو بھی جذباتی رشتوں اور لبو کے رشتوں کے حوالے سے کنزور کر سکتی تھی۔

سلطان گھر کے کام کاج میں عملی طور پر دلچسپی لیتی تھی تاکہ حاملہ رہنے کے دوران چلتی پھرتی اور کچھ کام وغیرہ کرتی رہے۔ اس نے ایک دن سلمان کے لئے خصوصی سوئٹ ڈس تیار کی تھی۔ کھاتے ہی وہ کنزوری محسوس کرنے لگا۔ اس نے گھبرا کر کہہ ”سلطان! کچھ گزریا ہے۔ میں کنزوری محسوس کر رہا ہوں۔ فہمو میں جناب علی اسد اللہ حمیری سے رابطہ کرنا ہوں۔“

وہ اچانک خطرہ محسوس کرتے ہی مجھ سے یا حمیری صاحب سے رابطہ کرنا تھا لیکن اس وقت خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکا۔ پریشان ہو کر سلطان سے بولا ”میں خیال خوانی کے قائل نہیں رہا۔ تم رابطہ کرو۔“

شی تارا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا ”تمہاری جینی پیلے ہی میری حکومت اور تابعدار ہے۔ وہ تمہارے حق میں کچھ نہیں کرے گی۔“

سلطان نے سرگھارن کو فرنگیوں کی طرف دیکھا، وہ بولی "بیگم ہے" میں تمہیں وہاں تک نہیں بھیجے دوں گی۔ بسترہ جاذ اور آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ نہیں جانتا چاہتا تھا لیکن شی تار نے اس کے دماغ کو بکڑایا تھا۔ وہ اٹھ کر ڈنگا ہوا بستر پر آکر گر گیا۔ چاروں شانے چت ہو گیا۔ سلطان پریشان ہو کر رہی تھی "سلطان! خور کو سنبھالو۔ یہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں خیال خوائی کرنا چاہتی ہوں مگر نہیں کر رہی ہوں۔ پتا نہیں کیا بات ہے۔ میں کسی فوجی اسکرولانا چاہتی ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کیسے جانوں؟ جانے سے پہلے رک جاتی ہوں۔ کوئی قوت ہے جو مجھے تمہارے کام آنے سے روک رہی ہے۔"

سلطان نے شی تار کی مرضی کے مطابق کہا "کوئی بات نہیں۔ تم دوسرے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں سو رہا ہوں۔"

سلطان نے اس کی باتیں سنیں، پھر اسے آنکھیں بند کر کے سوتے ہوئے دیکھا تو چپ چاپ اس کے کمرے سے باہر آگئی۔ اس کا دروازہ بند کر دیا اس کے بعد دوسرے کمرے میں سوئے چلی گئی۔ دوسری صبح سلطان کھینچے میں آچکا تھا۔ یہ بھول چکا تھا کہ بجلی رات اعلیٰ کمزوری میں چلا ہوا تھا۔ شی تار اس کے دماغ میں آئی تھی اور وہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی ہے۔ وہ اپنی دانست میں بالکل مائل تھا جیسے اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہ ہو۔

پھر شی تار نے سلطان کے اندر تحریک پیدا کی کہ مزید صحت یابی کے لئے سوئٹزرلینڈ جانا چاہئے۔ سلطان اور سلطانہ کبیں جانے سے پہلے جناب علی اسد اللہ حمیری کو اطلاع دیتے تھے کہ فلاں ملک اور فلاں شہر جا رہے ہیں تاکہ ہم سب کو ان کی جگہ کی تبدیلیاں کا علم رہے۔ وہ دونوں تقریر کے لئے بغیرا پلے گئے۔

اگرچہ شی تار نے زیورج میں زمین اور ایک بگلا خریدا۔ اپنے آٹھ دادوں کے ذریعے وہاں ضرورت کا تمام سامان پہنچایا۔ ایک شخص کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس بگلے اور زمینوں کا منتظم بنا دیا۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کرا دی کہ مسٹر جروحات وہاں کی جانکاد کے مالک اور اس کے آقا ہیں اور وہ اپنی دانف میلاصاٹ کے ساتھ وہاں بیٹھنے والے ہیں۔

دنیا کی ساری دولت اپنی ہو اور خیال خوائی کی بے پناہ قوت ہو تو کیا حاصل نہیں ہوتا۔ سب کچھ دھموں میں ہوتا ہے۔ شی تار نے صرف تین دنوں میں سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ سلطان اور سلطانہ جیوا میں تھے۔ اس نے ایک رات انہیں اپنے اپنے چرے پر تبدیل کرنے کے لئے مجبور کیا۔ ان کی صورتیں اور چہرے تبدیل گئے۔ انہیں مسٹر جروحات اور مسز میلاصاٹ بنا دیا پھر دوسری صبح تک انہیں زیورج کے بگلے میں پہنچا دیا اور ان کے اندر

یہ بات نقش کروی کہ آنکھ وہ فرما اور اس کے ٹیلی جینیٹکس جانے والوں کو اپنے اندر ایک ساعت کے لئے بھی آنے نہیں دیں گے۔ اسے سارے خاتمی انتظامات کے بعد ایک انڈیشہ سے روکا۔

تاکہ ہم کسی بہت بڑی سمیت میں گرفتار ہوتے تھے تو ہمارے راجہ روحانی ٹیلی جینیٹکس کی امداد بھیج جاتی تھی۔ اسی روحانی ٹیلی جینیٹکس باعث ہے کہ سر ہمارے گرفت میں آیا تھا۔

شی تار نے اس پہلو پر اچھی طرح غور کیا تھا اور اس نتیجہ پہنچی تھی کہ بھائی سرنا ازبکستان میں رہنے کے دوران اپنے اصل روپ میں تھا اور اپنی اصل آواز اور لہجے میں ہوتا تھا۔ تھوڑی صاحب اور آہستہ فرماؤں نے ان کی اصل آواز میں کمی تھی۔ ان کی صورتیں بچان گئے تھے اس لئے ان کی گردنوں تک پہنچ گئے تھے۔ اصلی شی تار کا چہرہ صرف بھائی نے دیکھا تھا۔ اب وہ کسی کے سامنے نہیں آئی تھی اور نہ ہی اپنی اصل آواز اور لہجہ سنائی تھی۔ اس لئے یقین تھا کہ روحانی ٹیلی جینیٹکس جاننے والے اس کی گردن تک نہیں پہنچا سکیں گے۔

پھر پہلو سے مطمئن ہونے کے بعد اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ حالانکہ مجھ سے رابطہ کرنا چاہتے تھا لیکن دماغ کے چور کوئی میں پارس چھپا ہوا تھا۔ فخرت کے باوجود جو ان کے پہلے دن سے بات ذہن پر مسلط تھی کہ وہی اس کا قاتل ہو گا۔ زمین خواہ تھی ہی دور رہے۔ آسمان اس کے حواس پر چھایا رہتا ہے۔ اگر ان لحاظ میں کوئی شی تار کا نفسیاتی تجزیہ کرنا تو وہ بھی یہ نہ مانتی کہ پارس غیر شعوری طور پر اس کے حواس پر چھایا ہوا ہے۔

اس نے پہلی بار پارس کے دماغ میں براہ راست پہنچنا چاہا۔

پھر اس نے سانس روک لی۔ وہ دوبارہ آکر ٹیلی "تھو کوڈرڈو" میں شی تار ہوں۔"

"چھاتم ہو میرے بیروں کو قرار نہیں آتا؟"

"کیسا مت کرو۔ میں اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے آئی ہوں۔"

"بھون کو بھی پتھر مارے جاتے تھے؟ آخر ہونا تو ہی عشق کا معاملہ۔"

"کیا تم بخیر ہو؟ میں گفتگو نہیں کروں گے؟"

"میں محبت کے ماحول میں سمجھ رہا ہوں۔ فخرت کو بھی میں اذیت دیتا ہوں۔ فیصلہ کرو محبت سے بولو گی یا فخرت سے؟"

"میں تم سے فخرت کرتی ہوں۔ تم پر تو حق ہیں۔"

اس نے آج تو کہہ کر توہ کا پارس نے ہنسنے ہوئے کہا "اگر تم گھریں ہو تو تمہارے اپنے ہی گھریں ٹھوکا ہے اور باہر ہو تو یہ ٹھوک تمہارے سامنے پڑا ہے۔"

حادثاتی اس نے اپنے سامنے پر ٹھوک دیا تھا۔

اس نے بریٹان ہو کر چاروں دست کمزور کر دیکھا۔ وہ چھت پر تھا۔ وہ زمینی آگیا لیکن میں مصروف تھی۔ تیسرا کوئی نہیں تھا۔ وہ دونوں انھوں سے سرعام کہ بیڑا کی ہنسنے ہوئے بولی "کیا یہ بچپنا ہے۔ میں تو اس کا باپ بھی نہیں آسکے گا۔ یہ باقی ہوں کہ کم بہت مٹا کر گاڑی ہے۔ باتوں میں نفسیاتی مسئلے کرتا ہے۔"

وہ ہنسنے پہنچا ایک دم سے چپ ہو گئی۔ اچانک احساس ہوا کہ وہ پارس کی بات پر غصہ رہی تھی۔ یعنی خوش ہو رہی ہے۔ اس کے لئے یہی سمیت تھی، فخرت سے اس کے پاس جاتی تھی اور چور محبت سے واپس آتی تھی۔

"بھولا کر محبت سے اتر آئی۔ بیڑہ دم میں آکر بیٹھ گئی۔"

سوچنے لگی "میں غلطی کر رہی ہوں، مجھے فخرت اور دشمنی سے بھی اس کے قریب نہیں جانا چاہئے۔ وہ پتھر کے جواب میں پھول مارے گا تو میں غیر شعوری طور پر حصار ڈھونڈ رہی ہوں گی۔"

اس نے قسم کھائی، خواہ کچھ ہو جائے، پارس سے کبھی رابطہ نہیں کرے گی۔ اس نے خیال خوائی کی پرواز کی پھر میرے پاس آکر

بولی "سانس نہ روکنا میں شی تار ہوں۔"

میں نے کہا "میں دوسرے معاملات میں مصروف ہوں پھر کسی وقت آؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ پہلی گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد پھر آکر بولی "تمہارے تمام معاملات سے زیادہ اہم معاملہ پیش کرنے آئی ہوں۔"

واپس جاؤ۔"

"میں نے تمہارے دو عزیز رشتے داروں کو ٹرپ کیا ہے۔"

"واپس جاؤ۔"

"ان میں سے ایک نام ہے۔"

میں نے نام سننے سے پہلے ہی سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی خواب گاہ میں حاضر ہو کر کھنچے سے تھملانے لگی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے سلطان اور سلطانہ کو ٹرپ کیا ہے۔ ہر حال جنہیں بھی چھانسیا تھا، وہ تو پھنس ہی گئے تھے۔ گھبرائے پریشان ہونے اور بھٹک کا مظاہرہ کرنے سے میرے دونوں رشتے دار فوراً ہلاک ہوئے۔

یہ بات موتی عقل سے بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ وہ میرے لوگوں کو یہ غلام بنا کر اپنے بھائی کی رہائی کا مطالبہ کرنے والی ہے اور جب تک بھائی بچھرتے رہا نہیں ہو گا، وہ میرے آدمیوں کو بھی

ہلا کر ڈھونڈ ڈاؤں کرے گا۔"

پھر اس نے سانس روک لی۔ وہ دوبارہ آکر ٹیلی "تھو کوڈرڈو" میں شی تار ہوں۔"

"چھاتم ہو میرے بیروں کو قرار نہیں آتا؟"

"کیسا مت کرو۔ میں اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے آئی ہوں۔"

"بھون کو بھی پتھر مارے جاتے تھے؟ آخر ہونا تو ہی عشق کا معاملہ۔"

"کیا تم بخیر ہو؟ میں گفتگو نہیں کروں گے؟"

معاشرتی جبر کے خلاف زاہد حنا کا قلم تبیع برہنہ بن جاتا ہے

اُردو افسانے میں

زاہد حنا

کا نام اور کام

کسی تعارف کے

محتاج نہیں

ان کی کتابت

قلیدی سائنس لیتا ہے

کاتیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

سیکیاں

مہرتے ہوئے مظلوموں

کے لیے ان کی تحریروں

مربہ کا جذبہ

رکھتی ہیں

قیامت برپا کرنے والے ڈاکٹر

نظم پیشینگی منی آرڈر

جیسے ہر ڈاکٹر خفیہ سامان

زاہد حنا افسانوں کا یہ مجموعہ

شاہد اور ابدی حنا کی تحریروں سے

خزائن حنا میں حاصل کیا ہے

معاشرتی جبر کے خلاف زاہد حنا کا قلم تبیع برہنہ بن جاتا ہے

83

82

تجربہ رکھے گی۔ انہیں نقصان پہنچا کر اپنے بھائی کی موت کا سامان نہیں کرے گی۔

وہ سمجھتی تھی "سلطان اور سلطانہ کے اغوا ہونے سے میں انگاروں پر لوٹنے لگوں گا۔ میری بے پروائی اور بے نیازی دیکھ کر وہ خودی بٹنے بیٹھنے لگی۔ وہ یہ معلومات فراہم کر کے میری جلی میں اور بابا صاحب کے ادارے میں بہت بڑا دھماکا کرنا چاہتی تھی۔ اس کا یہ شوق پورا نہیں ہوا تھا۔ اتنے بڑے کارنامے کی وہ انہیں مل رہی تھی۔ بھائی کی رہائی کے لئے ذرا کرات شروع نہیں ہو رہے تھے۔ ایسے میں غصہ اتنا اور آگ بگول ہونا لازمی تھا۔

وہ اندر کر ملنے لگی۔ پاؤں بیخ بیخ کر ملنے لگی پھر اس نے پیشے کا ایک قیمتی گھدان اٹھا کر ایک خوب صورت جیسے پردے مارا۔ جسے مضبوطی سے تھام کر ایک نازک تھانٹ کر چکنا چور ہو گیا۔ پورے آگیا دوڑتی ہوئی جگن سے آئی۔ قاتلین پر گھدان کو روڑہ روڑہ دیکھا۔ بچپن سے اس کے مزاج کو سمجھتی تھی اس لئے سمجھ گئی پھر میری انجان بن کر بولی ہو گیا ہوا بنی؟

وہ سمجھتا کر بولی "کچھ نہیں ہوا۔ جاڑیوں سے مجھے خار بنے دو۔"

"جاری ہوں لیکن یہ بول کر جاری ہوں کہ تجھے باپ اور بھائی سے بڑا پیار ہے مگر ان کی یہ نصیحت یاد نہیں رکھتی کہ غصہ دشمن کو قاتلہ پہنچاتا ہے۔"

مگر میں نے دشمن کو نقصان پہنچایا ہے اور وہ بہت بڑے نقصان کا رتی ہمارا نہیں لے رہا ہے۔"

"تو تو نہیں سکا کہ بہت بڑا نقصان ہو اور نقصان اٹھانے والا نہ ٹوٹے۔ چالاک دشمن اندر سے گھماں ہوتے ہیں اور اوپر سے مسکراتے ہیں۔"

"لیکن اس نے تو سنا ہی نہیں ہے کہ میں نے کیا نقصان پہنچایا ہے۔"

"اس نے نہیں سنا ہے لیکن جب نقصان کا علم ہو گا تو ضرور تجھ سے رابطہ کرے گا۔ ذرا صبر کر۔ اسے نقصان کا احساس ہونے دے۔"

وہ بولتی رہی۔ اسے سمجھاتی رہی اور قاتلین پریشے کے کلوے چھٹی رہی پھر خواب گاہ سے چلی گئی۔ شئی تارے ایک صوفے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں پھر سوئے گی "آپاں درست کہتی ہے۔ فریاد اپنے دور شے وادوں کے نہپ ہونے کی بات پر اندر سے ٹوٹ گیا ہو گا۔ اس نے اوپر سے بے حس اور بے نیازی دکھائی ہے اور اب خیال خروانی کے ذریعے معلوم کرنا پھر رہا ہو گا کہ میں نے کن دو افراد کو چھاس لیا ہے۔ یہ کم بخت باپ بیٹے بہت چالاک ہیں۔ مجھے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ان کے خلاف میرے کسی کارنامے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی اور غصے کی آگ کو بھاری تھی۔ تھوڑی دیر

بعد ہی وہ سکون اور اطمینان محسوس کرنے لگی۔ بات سمجھ میں آئے گی کہ وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر چکی ہے اور اس کامیابی سے فریاد اور اس کے رشتے دار انگار نہیں کریں گے اس گھر میں ہر گز کے سلمان اور سلطانہ کو کس طرح میرے جیسے سے نکال کرے جائیں۔

غصے داغ سے سوچے وقت اپنی ایک غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے سوچا "فریاد کو سلمان سے اتنا گناہ نہیں ہو گا جتنا تانی کو ہو سکا ہے۔ وہ بچتی ہے۔ باپ کے لئے خرپ جائے گی۔ باپ تجھ پر مت حمل کرنے کے لئے فریاد کو مجبور کرے گی کہ وہ بھائی کو ہار کر دے۔"

یہ سوچ کر اس نے خیال خروانی کی پردازی پھر تانی کے دماغ میں پہنچتی ہوئی "سائنس نہ دیکھتا۔ میں شئی تارا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔ بائی دل دے آئے کا قصد کیا ہے؟"

"تمہیں یہ خوش خبری سنانے آئی ہوں کہ تمہارے باپ سلمان واسطی کو میں نے آئی ہوں۔"

"تم بہت گریخت ہو شئی تارا! میرے باپ کو اپنا باپ بنا کر سنا گئی ہو۔ میں کسی کو زیادہ دیر دماغ میں رہنے نہیں دیتی اس لئے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ شئی تارا دفاعی طور پر حاضر ہو کر پھر سمجھانے لگی لیکن خود کو ہر سکون رکھنے کی بھی کوشش کرنے لگی۔ جیران تھی کہ باپ کے اغوا ہونے پر بچنی نے پریشانی اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس نے ذمہ داری سے کہا تھا کہ وہ سلمان کو اپنا باپ بنا کر لے گئی ہے۔ بچنی اتنے بڑے اغوا کے معاملے میں ایسا مذاق اڑایا تھا جیسے باپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔

دراصل میں نے اپنے تمام بچوں اور رشتے وادوں سے کہہ دیا تھا کہ شئی تارا کو لطف نہ دینی جائے۔ سلمان اور سلطانہ کے ملنے میں کوئی نوٹس نہ لیا جائے۔ میں نے شئی تارا کی زبان سے اغوا ہونے والوں کے نام نہیں سنے تھے۔ اسے داغ سے بھگانے کے بعد خودی معلومات حاصل کیں۔ اپنے ایک ایک عزیز کے داغ میں گیا تو چلا سلمان اور سلطانہ سانس روک لیتے ہیں۔ میں نے مخصوص کوڈز دے دی ہیں لیکن دونوں نے مجھے اپنے داغوں میں آنے نہیں دیا۔

جس طرح میں نے پے پے سرتا کے دماغ کو لاک کر کیا تھا اور شئی تارا کو بھائی کے پاس جانے اور اس سے جھگڑنے کے داغ میں دے رہا تھا "اسی طرح شئی تارے بھی سلمان اور سلطانہ کے پاس جانے کا راستہ روک دیا تھا۔"

ایک بار میں نے شئی تارا کی آواز اور لمبے کو گزرتے میں نے اس سے رابطہ کرنا چاہا تو اس ڈی ڈی شئی تارے دماغ میں پہنچ گیا تھا جو ازبکستان میں پارس کے پاس آئی تھی۔ یوں سمجھ میں آ گیا کہ

اصلی شئی تارا بہت محتاط ہے۔ اس نے اپنی تمام ذمہ داریوں کو نہ اپنی آواز خروانی سے اور نہ ہی انہیں خود سے مثالی رکھا ہے۔

وہ دفاعی طور پر حاضر ہو گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ سلمان کوئی دھمکتے ہوئے اس نے پھر مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے کوڈز دے دیے تو وہی میں شئی تارا ہوں۔ تمہیں اب تک اپنے نقصان کا اندازہ ہو چکا ہو گا۔"

کیا نقصان؟ سلمان اور سلطانہ اگر کچھ دیر تمہاری عمرانی میں رہیں گے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ میں ان دونوں کو اپنے غراب میں جلا کر لے گی کہ تم سب مجھے تک کر مٹاؤں گا۔

تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے بھائی کو ذمہ سلامت دیکھنا نہیں چاہتی ہو۔

چاہتی ہوں۔ اسی لئے تو تمہارے دو بچپن کو اغوا کر کے نہ توڑ رہا ہوں۔

"تم تو جواب نہیں دے رہی۔ تم لوگ ایسی بے نیازی دکھا رہے ہو جیسے سلمان اور سلطانہ سے دور کا بھی رشتہ نہ ہو۔"

"ان سے ہمارا بہت گہرا رشتہ ہے لیکن ہمیں اطمینان ہے کہ وہ دونوں اپنے ہاتھوں میں گئے ہیں۔ تم انہیں سوئی چھوئے وقت یاد رکھو گی کہ بھائی کو تیز چھپے گا۔"

"میں نے بھی یہی سوچ کر تمہارے آدھی پکڑے ہیں تاکہ میرے بھائی پر کوئی ظلم نہ کر سکے۔"

"اور کیا سوچ کر ایسا کیا ہے؟"

"یہی کہ ہم قیدیوں کا چادر کریں گے۔"

"کیا میرے آدمیوں کو تمہارے پاس کوئی تکلیف پہنچ رہی ہے؟"

"نہیں وہ آرام سے ہیں۔"

"میں تمہارا بھائی بھی آرام سے ہے۔ ان سب کو آرام سے رہنے دو۔ چادر ضروری نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟ مجھے میرا بھائی چاہیئے۔"

"لیکن مجھے سلمان اور سلطانہ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم نہایت ہی خود غرض اور مطلب پرست ہو۔ ان کی جگہ تمہارا کوئی بیٹا میری قیدی میں ہو تو تم میرے سامنے کھٹے ٹھک کر کھڑا کرتے۔"

"وہ تو تم نے کوشش کی تھی۔ علی کو نہپ نہ کر سکیں اور پارس کو بھی نہیں لوگ۔ تمہارے ستارے پارس کے معاملے میں تمہیں دھمکیاں دے رہے ہیں۔"

"سلمان اور سلطانہ اتنے ہی غیر اہم ہیں تو کیا انہیں کوئی مداخلت؟"

"تم نے مجھ سے پوچھ کر انہیں اغوا نہیں کیا تھا اس لئے یہ نہ پوچھ کر ان کا کیا کوئی؟ پس اتنا یاد رکھو جو کر دگی اس کا رد عمل

ان کی ڈی بھیجی ہے اب جاؤ۔
 ”ٹھہرو“ سائنس نہ روکتا۔ انسانیت کے تقاضے پورے کرو۔
 میرے بھائی کو رہا کر دو۔“
 ”ضرور کروں گا۔ پہلے سلمان اور سلطانہ کو اچھی طرح چیک
 کروں گا۔“

نقصان پہنچا دے گا اور تم سوچو کہ ہم تمہارے قریب پہنچنے کی
 تمہیں کسی طرح مدافعتی کمزوری میں مبتلا کر کے تنہائی عمل کے ذریعے
 تمہیں غلام بنائیں گے۔
 ”ہم دو لوں اپنی اپنی جگہ غلط نہیں سوچ رہے ہیں۔“
 ”اور جب تک اس طرح سوچتے رہیں گے دو سنی کا کوئی رازہ
 نکال نہیں جائے گا۔“

و خوش ہو کر بولی "وہ پاشا! آئی کو یو۔ تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ تم مجھ کی سرتا کی رہائی کے لئے مجھ سے تعاون کرو۔ تم یقیناً کامیابی ہوگی۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں

کھر پئے انگلیں مسکھانے والی بہترین نقالیں

○ آفدوں ملک دا گھر خراج یک با یک ستر لکھنوں کا ۱۲ ارادے ہو چکے۔
 سیٹھ سٹھانے راجا خراج مسافر (صرف اٹھان کا کھانچہ) ○ کن ہوں کی قیمت
 اڑھ لاکھ خراج بدلیو میں آؤر راشن کی بھی آؤر کن برائنام و تبادو کن ہوں
 کا نام خراج میں ○ کسی قسم کی خدمت غلامی دل کر کرگزرجیسی ○ کسی آؤر دلا
 کرنے کا کیا محنتی نفسیات ○ ہر سبھی ۳۳۰ میں سید کن نیز آؤر کن کا بھی ○
 ○ ہر دن کن ہورے سیٹھ کی مقیمیت دا گھر خراج ہر قسم دلی ۱۰ پاکستان
 دیے ○ یارپ آؤر خراج بعد ۱۵ پاکستان دیے ○ مٹلیہ دا مکرانہ ۲۰۰
 پاکستان دیے ○ ہر دن ملک کن میں سٹھانے کے لیے رقم بدلیو داؤف دوانہ
 کی ○ داؤف برائیں میں سٹھانے ہیں ○

میں نے بیوقوف ہوانی کے خیالات پڑھے، وہ کہ سیون کو میرے دواڑے پر چھوڑ کر اپنی کار میں جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے، تم اسے میرے پاس کیوں چھوڑ گئے ہو؟" وہ غصے سے منہ بنا کر بولا "میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ واہ"

”کیا یہ اون کا ہے؟“
 ”ہاں، اون کا ہے۔“
 ”کبھی بھی اون کا ہوتا ہے۔ وہ بڑا ہوتا ہے۔ اے پاؤں سے

تجھے بھی خدا نے ایسا ہی بنایا ہے ہزاروں ہزاروں سال پہلے جب کپڑے نہیں تھے، مگر نہیں تھے، تو کھلی فضا میں تجھے کیسے لہجہ تھے کیا اس زمانے میں سرد ہوا نہیں نہیں چلتی

میں نے ایک عمری سانس لے کر سوچا، "آفرین ہے یعقوب
 ہر انی کر کہ اس نے چار دنوں تک اس لڑکی کو برداشت کیا۔ عجیب
 مستقل شکوکہ کرتی تھی۔ اس کی باتوں کے جواب میں کچھ کتنا مشکل
 ہو جاتا تھا۔ وہ ہوشمند لکھی تھی اور ہمیں احساس ہوا تھا کہ ہم ان
 کے بچے ہیں، "اٹنی سیدم حرکتیں کرتے ہیں اور خود کو ہوشمند کہتے
 ہیں۔"

ادھر یوسف پاشا ہماری گفتگو سن رہا تھا اور یہی باتیں شی تارا اس کے دماغ میں نہ کر س رہی تھی۔ جبرانی سے بولی "آخر یہ لڑکی ہے کون؟ کہاں سے آئی ہے؟"

پاشائے کہا "تم اس کی آوازیں سن رہی ہو۔ اس کے چور خیالات بھی بڑھ سکتی ہو۔"

"مجھ میں یہی کبریٰ تھی لیکن اس کی بادداشت کا خاندان خالی ہے۔ یہ تو یہ بھی بھول چکی ہے کہ دو گھنٹے پہلے ہمدانی کے کائنات میں تھی۔ یہ ہمدانی کا بھی نام بھول چکی ہے۔ جبکہ چاروں اس کے ساتھ نہ چکی ہے۔"

پاشائے پوچھا "کیا وہ واقعی سردی محسوس نہیں کرتی ہے اور کوئی موسم اس پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے؟"

"ہاں نہیں اس کے دماغ میں نہ کر محسوس کیا ہے یہ اندر سے بہت گرم ہے۔ اس کے بدن پر ازبکستان کی شدید سردی کا اثر نہیں ہوا ہے۔ یہ قدرتی طور پر مختلف موسمی اثرات سے بے نیاز رہی ہے۔"

"یہ تو عجیب سی بات ہے۔"

"ہاں یہ لڑکی عجیب و غریب ہے۔ بے حد ذہین ہے مگر غریب لگتی ہے۔ سردی گرمی، بارش اور برف باری کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس کی اسٹڈی کرتے رہنے سے معلوم ہوتا رہے گا کہ آخر یہ بلا کیا ہے؟"

کہا تھا کہ اس کی حسی آلے گرم اور ٹھنڈے کا فرق محسوس نہ تھا۔ شی تارائے اس کی سوچ میں کہا "پتا نہیں میں کس لڑکی آئی ہوں۔ مجھے اس شخص کا نام پوچھنا چاہیے۔"

وہ لقمہ چپاٹے ہوئے بولی "مجھے نام کیوں پوچھنا چاہیے؟ میں نے پوچھا "کیا تم میرا نام پوچھنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "پیش خاہ خواہ میرے دماغ میں بات آ رہی ہے۔ میں نے تمہارا نام پوچھنا چاہتا ہوں پوچھ کر کیا کروں گی؟ یہاں کون ہے؟ میں نے اس کے سر شفت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میری نام ایکس والی ڈیڈ بک بھی ہو گا مگر تم آؤ یہی رہو گے۔"

وہ بولی "تمہاری باتیں تو نہیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں اس کی بات آئی ہے۔"

وہ بولی "تمہاری باتیں تو نہیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں اس کی بات آئی ہے۔"

وہ بولی "تمہاری باتیں تو نہیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں اس کی بات آئی ہے۔"

یہ اس کا مطلب ہے؟

وہ بولی "تمہاری باتیں تو نہیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں اس کی بات آئی ہے۔"

وہ بولی "تمہاری باتیں تو نہیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں اس کی بات آئی ہے۔"

وہ بولی "تمہاری باتیں تو نہیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں اس کی بات آئی ہے۔"

وہ بولی "تمہاری باتیں تو نہیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں اس کی بات آئی ہے۔"

وہ بولی "تمہاری باتیں تو نہیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس کے دماغ میں اس کی بات آئی ہے۔"

پھر آخری دو منٹ میں وہ دواہن آئی۔ پاشائے کہا "کونسی خاص تدبیر نہیں سوچی۔ یوں بھی جلد بازی میں کچھ سوچ کر اس پر عمل کرنا حماقت ہوگی پھر بھی ایک فٹنٹنگ آئیڈیا ہے اس پر ضرور عمل کرنا۔"

"وہ کیا ہے؟ جلدی بولو۔"

"اس نے بھائی کو زبان سے بولنے پر مجبور کرنا تاکہ میں اس کی آواز سن سکوں۔ ایک بار اس کی باتیں سن لوں گا تو مجھے دن رات اس کے حالات معلوم ہوتے رہیں گے۔ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"چنگ آئیڈیا اچھا ہے لیکن تم بھائی کی آواز کس ذریعے سے سن پاؤ گے؟ میں تو خیال خوانی کی ذریعے اس سے باتیں کروں گی۔"

"بھائی ٹیلی فنی سے علم میں ایسی کوئی ٹھیک نہیں ہے کہ تم مجھے اپنے دماغ میں بلا کر اپنے بھائی کی باتیں سناؤ؟"

"اس کی کوئی ٹھیک نہیں ہے۔"

"پھر تو یہی ہو سکتا ہے کہ تم اپنی اصلی آواز مجھے سناؤ۔ اس طرح تم سہرا کی آواز سنو گی تو میں تمہارے ذریعے اس کی باتیں سنتا رہوں گا۔"

"سوری پاشا! آج ہی ہماری دوستی ہوئی ہے۔ میں اتنی جلدی بھروسہ نہیں کروں گی۔ کچھ عرصہ گزرنے دو۔ ہماری دوستی مضبوط ہوتی رہے گی تو صرف آواز نہیں سناؤں گی بلکہ خود تمہارے پاس چلی آؤں گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آئندہ باندی اردو سنی کے لئے اتنی دور تک سوچ رہی ہو۔ تم جاؤ۔ آخری منٹ گزرنے کو ہے۔"

ٹاور کے ایک اسٹیک باریں مل گیا۔ اسے ڈی شی ٹار اوری ڈری سرٹا کے ذریعے ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں پہنچانے تک اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی تھی اور وہ بھائی کے درمیان موجود رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ میں اس کے اندر موجود ہوں یا نہیں؟

اس نے کئی بار مجھے مخاطب کیا ”فریاد! اگر تم بھائی کے اندر موجود ہو تو مجھ سے بات کرو۔ مجھے اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔“ میں موجود نہیں تھا۔ اس کے بھائی کے اندر رہنا ضروری نہیں تھا لیکن وہ سمجھ رہی تھی میں فراڈ کر رہا ہوں اور موجود کہ جواب نہیں دے رہا ہوں۔ بہر حال اسے اطمینان تب ہوا جب اس نے بھائی کو ایک محفوظ جگہ لے جا کر کہا میں پہنچا ہوا۔ وہ خوش اور مطمئن ہو گئی ”اسے بھائی مل گیا تھا۔ میں اپنی جگہ مطمئن تھا“ اس کا بھائی بدستور میری قید میں تھا۔

○☆☆○

میں نے ایک ہفتہ پہلے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اس کے درمیان سے بہت سی اہم معلومات حاصل کی تھیں۔ ان میں سب سے اہم معلومات یہ تھیں کہ چھ ڈی شی ٹار اوری ڈری سرٹا کی موجودگی میں اصل شی ٹار اوری اصل سرٹا کی پہچان کیا ہے؟

پتا چلا سب ہی کے چہرے ایک جیسے ہیں۔ بعد میں اصل شی ٹار اوری پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے پر کچھ تبدیلیاں کیں خود کو پہلے سے زیادہ حسین بنالیا۔ تمام شی ٹار اوری کی آواز اور لہجہ کو اپنی اصل آواز اور لہجے سے مختلف بنالیا۔ اس نے بھائی کو بھی ایسی تبدیلیوں کے لئے کہا لیکن اس نے پلاسٹک سرجری نہیں کرائی۔ البتہ تو خبی عمل کے ذریعے تمام ڈی سرٹا کی آواز اور لہجوں کو اپنی آواز اور لہجے سے مختلف بنالیا۔ اب سرٹا کی آواز اور لہجہ کو صرف اصل شی ٹار اوری جانتی تھی۔ بعد میں اسے معمول بنا کر میں نے بھی اس کی اصل آواز اور لہجہ معلوم کر لیا۔

ایک اور خاص پہچان تھی۔ اصل سرٹا کی کمر میں دائیں طرف ایک نمایاں ساید انٹی نشان تھا۔ یہ نشان کسی اور ڈی سرٹا کی کمر میں نہیں تھا۔ وہ بہن بھائی ایسی ہی مخصوص نشانوں کے ذریعے ایک دوسرے کو کسی شک و شبہ کے بغیر پہچان لیتے تھے۔

میں نے اصل سرٹا سے یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کی ایک ڈی ٹی کار کی۔ اس کی کمر میں دائیں طرف وہ مخصوص پیدائشی نشان پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہٹا دیا۔ ایسا کرنے کے لئے ہی میں نے ڈی کو پیرس بھیج دیا تھا کہ وہ ان مراحل سے بہ آسانی گزرتا رہے پھر میں نے تو خبی عمل کے ذریعے سرٹا کی اصل آواز اور لہجہ اس کے ذہن میں نقش کر دیا اور اصل سرٹا کے ذہن سے اس آواز اور لہجہ کو ٹیکر بنالیا۔

وہ شخص جسے میں نے ڈی سرٹا بنایا تھا وہ پہلے ہی نقشے کا تیار تھا۔ میں نے جی ٹار اوری کے تاثر دیا کہ میں نے اس کے بھائی کو نقشے عادی بنالیا ہے۔ اب وہ کھٹوں سانس روک کر آتما شکن کا مظاہرہ نہیں کر سکے گا۔

میں خیال خواتی کرنے والے کسی کے لب و لہجہ کو گرفت کر لے کر اس کے درمیان میں پہنچے ہیں۔ اس شخص کے پیش نظر دلبر دلجو جس شخص کا ہوتا ہے، ہم اس شخص کے درمیان میں جاتے ہیں۔ میں نے سرٹا کا لہجہ ڈی کو دے دیا تھا اور ڈی کا لہجہ سرٹا کے ہاں میں نقش کر دیا تھا اسی لئے جب شی ٹار اوری اپنے بھائی کے اصل لب و لہجہ کو گرفت میں لے کر خیال خواتی کی تو اسے محسوس ہوا کہ وہ اپنے بھائی کے درمیان میں جگہ ملی۔

وہ اپنے بھائی کی اصل سرٹا کے پاس نہ پہنچ سکی کیونکہ پہنچنے کے لیے وہ مخصوص آواز اور لہجہ تھا جس سے اصل سرٹا محسوس کیا گیا تھا۔

وہ جس کا دم لگانے والے سرٹا کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اگلے ٹاور کے ایک اسٹیک باریں بھی اسے وہی چری ملا تھا۔ وہ پورے یقین سے اسے اپنا سا بھائی سمجھ رہی تھی۔ ایک محفوظ پناہ گاہ میں لے جا کر اس کی کمر پیدائشی نشان بھی دیکھا تھا۔ میں نے کسی پہاڑ سے شبیہ کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

اس نے چری بھائی کو کہا میں پہنچانے کے بعد زبردستی کے زخم اڈے میں پہنچا ہوا۔ اب اطمینان تھا کہ برین واشنگ کے بعد وہ فرا کے تو خبی اثر سے نکلے گا تو نقشے کی نشت سے بھی نجات حاصل کر لے گا۔ وہ بھائی کو پہلے جیسا شہر ”ڈور“ آزاد اور آتما شکن جانے والا پہلے سرٹا بنانے میں اس قدر مصروف ہو گئی کہ دوسرے تمام معاملات کو کچھ عرصہ کے لئے نظر انداز کر دیا۔

اس سے پہلے وہ یوسف پاشا سے دوستی کر رہی تھی۔ اس سے یہ کہہ کر گئی تھی کہ فریاد اسے بھائی کے درمیان میں جانے کا موقع دے رہا ہے۔ وہ جلد ہی واپس آئے گی لیکن واپس نہیں آئی۔ اپنے بھائی کے معاملے میں مصروف ہو گئی۔

پاشا انتظار کرتا رہ گیا۔ کئی گھنٹوں تک انتظار کرنے کے بعد اسے غصہ آیا کہ بہت سخت خود غرض نکلے۔ شاید بھائی کو واپس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے اور کامیابی حاصل کرتے ہی دوستی بھول گئی ہے۔ اس نے صرف بھائی کی واپسی کی خاطر دوستی کی تھی۔

وہ بچہ نہیں تھا۔ گھٹ گھٹ کا بیانی بنا ہوا تھا۔ دنیا والوں کا خود غرض سمجھتا تھا۔ کسی پر محسوس نہیں کرتا تھا لیکن شی ٹار اوری حاصل کرنے کے لئے کسی حد تک دوستی میں سنجیدہ رہتا جانتا تھا۔ اس کی بے درستی نے اسے پھر عقل سکھادی۔

ایک خیال آیا کہ شاید وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہے یا اس نے سوچا۔ مصیبت میں ہوتی تو اسے ضرورت پاتی شاید کسی

بے ادبشن کی حال سے دائمی کمزوری میں مبتلا ہو گئی ہے اسی لئے خیال خواتی نہیں کر پاری ہے۔ جب بھی خیال خواتی کے قابل ہوگی خیال خواتی کرے گی۔

خود راہب کرے گی۔ وہ ہاتھ فون کے ذریعے کسی ڈی شی ٹار اوری سرٹا کو مخاطب کر کے خفیہ معلوم کر سکتا تھا لیکن فون کرنے سے وہ لوگ مختلف ذرائع سے معلوم کر سکتے تھے کہ وہ جزیرے مارکیٹان میں پہنچا ہوا ہے۔

پہلے اس نے سوچا تھا مارکیٹان میں نہیں جائے گا کیونکہ علی وہاں مریم کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا، دونوں اس کی تلاش میں مارکیٹان اور آس پاس کے جزیروں کی خاک چھانے رہیں۔ پتا تو کام ہو کر چلے جائیں پھر اسے تدبیر سوچی کہ فریاد کے ایک بچے کو طویل عرصے کے لئے مردوں کے جزیرے میں قید کر دینا

چاہئے۔ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ مارکیٹان دس چھوٹے بڑے جزیروں پر مشتمل ہے، ان میں ایک جزیرہ ایسا ہے جس میں صرف مرد رہتے ہیں۔ انہوں نے تقریباً پچاس برس سے کوئی عورت نہیں دیکھی۔ ان میں سے کئی لوگ بوڑھے ہو کر مر گئے۔ جو جوان تھے وہ بوڑھے ہو رہے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد بھی جزیرہ مردوں سے خالی نہیں ہوا تھا کیونکہ وہاں نئے مرد قیدی آنے رہتے تھے۔

مارکیٹان میں جن قاتلوں اور خطرناک مجرموں کو کالے پانی کی سزا دی جاتی تھی، انہیں اس جزیرے میں پہنچا کر پھینک دیا اور جیلوں کھل دی جاتی تھیں۔ انہیں وہاں آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جزیرے کے چاروں طرف گہرا سمندر تھا۔ وہاں سے دوسرے جزیروں کا قافلہ اتنا زیادہ تھا کہ کوئی قیدی خیر کر فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ کئی بار مختلف قیدیوں نے کشتیاں بنا کر سمندر میں اتاریں لیکن وہ بھری پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

اس جزیرے کے اطراف دن رات بحری پولیس کا سخت پھرا رہتا تھا۔ راتوں کو سمجھ لائٹ کی دو نشانیاں دور ساحلوں پر ریگنی رہتی تھیں۔ کچھ پچاس برسوں میں صرف ایک قیدی فرار ہونے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس کے بعد بحری پولیس کا پورا اور سخت ہو گیا تھا۔

مشکل یہ تھی کہ فرار ہونے والے قیدی کو جزیرہ مارکیٹان میں آنا پڑتا تھا کیونکہ وہاں سے قریب ترین ملک امریکا تھا۔ جس کا جنوب مغربی ساحل تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلے پر تھا اور وہاں تک کسی شخص سے پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ وہ فرار ہونے والا قیدی مارکیٹان جاتے پر مجبور تھا۔ وہ وہاں سے بھی فرار ہونے کے لئے کئی جہازیں موار ہونا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت پولیس متا بلے میں مارا گیا۔ اس کی لاش مردوں کے جزیرے میں پہنچ دی گئی۔ وہاں تمام قیدیوں کو دکھائی گئی تاکہ یقین ہو جائے کہ وہاں سے فرار ہونے

والوں کے بعد میں آزادی نہیں صرف موت لکھ دی جاتی ہے۔ کوئی کسی کی موت نہیں لکھ سکتا۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ ہے، وہی کاتب تقدیر ہے۔ وہ چاہے تو کسی بندے کے ہاتھوں کسی بندے کی موت لکھ دے۔ وہ چاہے تو طبعی عمر گزارنے تک زندگی دے دے۔ علی مریم کے ساتھ وہاں اہل تھا۔

مریم نے کہا ”بیٹے! میرے منہ کرنے کے باوجود تم نے یہاں تک میرا ساتھ دیا ہے۔ تم مجھے کیوں نہیں کہ پاشا میرے ذریعے تمہاری تنگدستی بھی سنتا ہوگا۔ اس سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔“

”مہی! آپ میری فکر نہ کریں۔ وہ آپ تک پہنچ سکتا ہے لیکن مجھ تک کبھی پہنچ نہیں پائے گا۔“

”نہیں۔ وہ ابھی ان لمحات میں سمجھ رہا ہوگا کہ ہم جزیرے کے کس ہول میں ہیں۔“

”اگر وہ ہماری تنگدستی نہ رہے تو اسے یہ بھی سن لینے کی کہ ہم کرا انہر چار سو باہ میں ہیں۔“

”اے بیٹا! تم خواہ خواہ کیوں مصیبت مول لینا چاہتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے تم نے اپنے بچاؤ کے لئے اور اسے بکڑ میرے حوالے کرنے کے لئے کوئی زبردست منصوبہ بنایا ہے۔“

”اب آپ جو چاہے سمجھیں۔ میں فریاد علی ٹیور کا بیٹا ہوں۔ میں جان بوجھ کر اسی وقت چھٹتا ہوں۔ جب دشمنوں کو اٹا چھاننے کے لئے ہر طرف جال بچھال رہا ہوں۔“

صبیحہ بانو

کے نکلتے نئے نئے چہرے

پھلواوا



اردو میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی سرگزشت

”مجھے بھی بتاؤ، تم نے منصوبہ کیا یا نہیں؟“
 ”ہاں سے بولوں گا تو وہ سن لے گا۔ میں کانڈ پر لکھ کر بتاتا ہوں۔ اس منصوبہ میں آپ کے بھروسہ خود کی ضرورت ہے۔ میں خبر پڑھ کر آپ بھی حیرت زدہ رہیں گے۔“
 وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ پاشا ان سے بہت دور ایک خفیہ پناہ گاہ میں بیٹھا بیوی اور علی کی باتیں سن رہا تھا۔ ان کے خاموش ہوتے ہی بے چین ہو گیا۔ وہ علی کی اس بات کا محض قہقہہ نرادر کی اولاد ایسے وقت چھٹی ہے جب الٹا شخص کو چھاننے کے لئے پہلے سے جال بچھا چکی ہوتی ہے۔ اس نے دیکھا تھا کہ شی تارارے نیوادرک میں علی کو چھاننا چاہا اور وہ آسانی سے چھپتا گیا۔ اس کے خفیہ خانے میں جا کر قید بھی ہو گیا لیکن اچانک باڑی پلٹ گئی۔ باڑی آپ ہی آپ اچانک نہیں پلٹ جاتی، اس کے پیچھے ٹھوس پلانک ہوتی ہے جو ہم باپ بیٹوں کی لائن آف ایکشن کا طرہ امتیاز ہے۔ پاشا نے نیوادرک میں شی تارار کو بہت بڑا نقصان اٹھاتے اور علی کو نقصان کے بل کی طرح اس کی قید سے نکلنے دیکھا تھا۔

اب اس کے اندر کھلی پیدا ہو گئی تھی کہ علی اس کی بیوی کے ساتھ مل کر اسے چھاننے کے لئے کیا منصوبہ بندی کر رہا ہے؟ وہ دونوں ملنے پلٹے ہوئے چپ ہو گئے تھے۔ کانڈ پر خبر کے ذریعے پلانک کی باتیں کر رہے تھے۔ ان کی اس حرکت نے پاشا کے اندر جھنجھٹ اور سبکدوشی پیدا ہو گئی تھی۔

وہ جھجھکا کر انہیں گالیاں دینے لگا۔ بے چینی سے اٹھ کر ملنے لگا۔ اس کی عقل میں یہ بات آ رہی تھی کہ جلد سے جلد علی کو قابو میں نہ کیا تو خود علی کی پھیلائی ہوئی دلیل میں دھتکا جائے گا لیکن اسے قابو میں کرنے کے لئے اس ہوٹل کے کمرانبرہار سوارہ میں جانے کا حوصلہ نہیں تھا۔ یہ خوف پایا ہوا تھا کہ وہاں ان دیکھا جال بچایا جا چکا ہے۔

اس نے جزیروں میں آتے ہی چند خطرناک مجرموں کو خرید لیا تھا اور ان سے کہا تھا ”میں میرے وفادار رہو گے تو تمہارا مال معاوضہ دتا رہوں گا مگر دھوکا دینے کی حماقت کو گے تو اس حماقت پر پچھتانے کے لئے زندہ نہیں رہو گے۔“

اس نے چھ بدعاشوں کو پیش کرنے کے لئے پونہ دس دس ہزار ڈالر دیے تھے اور کہا تھا کہ جب بھی ضرورت ہوگی وہ انہیں بلا لے گا۔ ان کے جانے کے بعد وہ اپنے بند کرے میں بیٹھ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ وہ سب بہت خوش تھے۔ ایک کہہ رہا تھا ”موتی اسامی ہے۔ اس نے کسی کام کے بغیر اتنی بڑی بڑی رقمیں دی ہیں۔“

کام کرانے گا تو اس کا معاوضہ ہماری توقع سے زیادہ دے گا۔“
 دوسرے نے کہا میں رٹ لٹانے والے کوئی معمولی کام نہیں لیتے۔ وہ ہم سے قتل کرانے گا۔ خود پوش رہے گا۔ ہم گرفتار ہوں گے تو کالے پانی کی سزا ہوگی۔ ہمیں مردوں کے جزیروں میں

لے جا کر پھینک دیا جائے گا۔ جہاں ہم عورت اور بچوں سے کروڑوں ہو کر مر جائیں گے۔“
 تیسرے نے کہا ”کیوں اتنی دیر تک سوچ رہے ہو۔ ہم بچے نہیں ہیں۔ اگر وہ کسی کو قتل کرنے کا معاوضہ لا سکیں تو اس سے رٹ نہیں لے سکیں گے۔ پھر اسے ہی قتل کر کے اس کی ہڈیوں میں کہیں گاڑ دیں گے۔“

وہ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ہر طرف بدعاشی سے ہی قابو میں آتے ہیں۔ اس نے دوسرے میں بڑے خطرناک مجرموں کو اپنے اشاروں پر بچایا تھا۔ چار مختلف جھنجھٹوں سے ایسے لوگوں کو ظلم بٹایا تھا۔ اس سلسلے کے ذریعے چھ میں ایک بدعاش کو قتل کیا پھر کہا ”ان دس بچے میری رہائش گاہ میں آؤ۔ اپنے پانچ ساتھیوں کو بھی ایک چھوٹا سا کام ہے جس کا معاوضہ ایک لاکھ ڈالر ہو چکی ہونے لگا ہوئے کے بعد مزید ایک لاکھ ڈالر کروں گا۔“

اس نے کہا ”میں باس! ہم تو آپ کے ظلم ہیں، ضرور گئے۔“

اس نے ریمپورک کے ساتھیوں کو بلایا اور ان سے کہا ”واقعی مہم مہم ہے۔ آج رات دس بجے بلایا ہے۔ کتا ہے چھوٹے سے کام کے بیٹے ایک لاکھ ڈالر دے گا۔“

”ایک لاکھ؟“ سب نے حیرانی سے پوچھا۔

”ہاں اور کام ہونے کے بعد مزید ایک لاکھ دے گا۔“

ایک نے کہا ”اس میں شبہ نہیں کہ مارے ستارے ہو ہیں لیکن وہ ان کو کچھ مہم سے کام کیا کرانے گا؟“

”یا راجھوٹا کام کرانے گا۔ کوئی قتل نہیں کرانے گا۔“

”ہاں“ اس میں سوچنے اور تشویش میں مبتلا ہونے کی کیا ہے۔ وہ ہم سے زیادہ سچی کچھ نہیں کرانے گا۔ ہم چھ ہیں اور وہ ہے۔ زیادہ باس بننے کی کوشش کرے گا تو مار کر اس کا کچھ کر دیں گے اور جو بچے اس کے پاس ہے سب اٹھا کر لے آئیں گے۔

سیاست داں بن کر عام کو یہ وقت بٹانا اور ان پر حکم کرنا۔ اتنا مشکل نہیں ہوتا، جتنا کہ سرخند بن کر بدعاشی حکومت کرنا ہوتا ہے۔ جنھوں نے مکاؤں، فریبوں اور قاتلوں میں کرنا تقریباً ناممکن ہی ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی کسی وقت اپنے سرخند کو قتل کر کے خود سرخند بن جاتا ہے۔

وہ چھ بدعاش رات کے دس بجے آئے۔ پاشا نے انہیں بڑے ہال میں بلایا۔ اس ہال میں کوئی سامان نہیں تھا۔ بیٹھے

لے ایک کرسی بھی نہیں تھی۔ ان کے ہال میں آتے ہی ان

چھاگئی۔ اس تاریکی میں پاشا کی آواز ابھری ”میں سوچ آف ہے۔ یہاں روشنی نہیں ہو سکے گی۔ البتہ تم لوگ اس

اندھیرے میں دو جگہ ہوتی آئیں دیکھ رہے ہو۔“

انہیں وہ آئیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک لاکھ ہوا کوئی ڈالر

چتا بجلی کی تاریکی میں گھور کر دیکھ رہا ہو ”ایک نے پوچھا“ تم نے یہ اندھا کیوں کیا ہے؟“
 ”صرف اندھرا نہیں کیا ہے۔ یہاں سے باہر جانے کے راستے بھی بند کر چکا ہوں۔ جس دروازے پر جاؤ گے، وہ قاتل لے گا۔“

”لیکن اس کا مقصد کیا ہے؟“

”مقصد ہے خداؤں کو سزا دینا۔ میں نے کوئی کام لے بغیر تم سب کو ہماری رقمیں دیں۔ ساتھ ہی وارنگ بھی دی کہ مجھے دھوکا دینے کی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ پچھتانے کے لئے زندہ نہیں رہو گے۔“

”جو تم نے یہاں ہمیں قتل کرنے کے لئے بلایا ہے؟“

”مجھے یہی کرنا چاہئے لیکن ایسا نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اس جزیروں میں تمہارے چھ حرام خوں کی ضرورت ہے۔ آج میں صرف سزاؤں گا۔“

ایک نے کہا ”سسرگم نام! تم اس جزیروں میں ہمارے باس بنے آئے ہو۔ ہر حکومت کرنا چاہے ہو لیکن ہمیں ہماری طاقت اور بدعاشیوں کا اندازہ نہیں ہے۔“

”جو چہ ہو“ میں اکیلا ہوں۔ میرے پاس ہتھیار نہیں ہے۔ ایک چل چیلنے والا چاقو بھی نہیں ہے۔ آگے بڑھو، مجھے قتل کرو اور چلے جاؤ۔“

وہ بیٹے کی طرح جھکنے والی آنکھیں اچانک غائب ہو گئیں۔ وہ بولا ”نہ سمجھا“ میں ہانگ رہا ہوں۔ میں نے کمرایا ہوش پھینک دیا ہے۔ اگر میری آنکھیں نظر نہ آئیں۔ دیے تم سب نوادروں کی طرح مجھے نظر آ رہے ہو۔ اچھا، دوکی تم نے جب سے ہتھول نکالا ہے اسے استعمال کرو گے۔ تو درکنہ فائرنگ کی آواز جائے گی۔

پولیس والے آجائیں گے۔ میں بیان دوں گا کہ تم سب ڈاکا ڈالنے میں کمرش گمس آئے تھے۔ بری طرح چھوٹے عقل سے کام لو۔ بے آواز ہتھیار نکالو۔“

دوکی سوچ میں پڑ گیا۔ کوئی بدعاشی یہ نہیں چاہتا کہ پولیس کے ہاتھوں میں جائے اور ایک بیویوں ملک سے آئے ہوئے شخص کی رہائش گاہ میں گھس کر وہ سب مجرم بن گئے تھے۔

پاشا کی آواز ابھری ”پنڈی اتم نے چاقو نکالا ہے اور اسے آہستہ آہستہ کھول رہے ہو۔ یہ سمجھ ا رہی ہے۔ اسی طرح بے آواز جرم کرنا چاہئے۔ آہستہ آہستہ آواز کی سمت بڑھو۔“

وہ ایک اندھے کی طرح سنبل سنبل کر بیٹھنے لگا۔ پاشا نے جگہ بدل دی۔ دوکی کے پیچھے آکر اس کی کلائی پکڑ لی۔ پھر کہا ”میں نے تمہارا ہاتھ کھول دیا۔ تم کو لیکن تم اسے اب تک پکڑے ہوئے ہو۔“

دوکی پاشا کی جسنانی قوت کا اندازہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ جانتا تھا کہ وہ علم الہدایہ کا ہار اور طیب ہے اس نے اپنے جسم

اور دماغ کو مختلف طبی تجربات سے گزار کر فلوڈ کیا ہے۔ غیر معمولی بصارت سے تاریکی میں دیکھتا ہے اور غیر معمولی سماعت سے ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔

دوکی محسوس کر رہا تھا کہ اس کی کلائی آہنی جھکے میں جکائی ہے۔ اس نے ہتھول کو دوسرے ہاتھ میں لیتا چلا۔ پاشا نے دوسری کلائی بھی پکڑ لی۔ دوکی نے کئی داؤ آکر ہاتھوں کو اپنے پیچھے سے آگے لانا چاہا مگر ہتھول کے نشانے پر لگنے لگے کہ وہ ناکام رہا۔ پاشا نے کلائی کو ایک جھٹکا دیا۔ ہتھول ہاتھ سے گر گیا۔ پھر اس نے کہا ”میں تمہاری دونوں کلائیوں کو توڑ سکتا ہوں لیکن تم لوگوں سے کام لیتا ہے اس لئے صرف زخمی کروں گا۔“

اس نے اسے آزاد کر دیا پھر اپنے سر سے اس کے سر ایک کھراہی۔ دوکی کے حلقے سے جھجک گئی۔ تاریکی میں آنکھوں کے سامنے کچھ ملنے بجھنے لگے۔ پکڑا کر کر دیا۔

ایک ساتھی نے پلٹ کر پوچھا ”دوکی کیا ہوا؟“

وہ آواز کی سمت دونوں ہاتھوں سے راست ٹوٹا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے سر پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ یوں لگا جیسے دانت مل گئے ہوں۔ دوسرا گھونسا ناک پر پڑے ہی وہ ناک ڈوٹ ہو گیا۔

پیشہ کے پیشہ بلا ت بڑی قوت ہاتھ سے چاقو کر پڑا دوسری ٹھوکر منہ پر لگی۔ وہ ٹھوکر لیا پھر بیویوں پر ٹھوکر نہ دے گا۔ زمین بوس ہو گیا۔

پاشا کی آواز سنائی دی ”چاقو فرش پر تمہارے آس پاس ہے۔ اسے تلاش کرتے رہو۔“

اس نے باقی تین کی بھی اچھی خاصی پٹائی کی۔ سب ہی کو ہاتھ جوڑنے اور گڑگڑانے پر مجبور کر دیا۔ وہ تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر رحم کی بیک بٹک رہے تھے اور آئندہ وفاداری کی قسمیں کھا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہال روشن ہو گیا۔ وہاں اب پاشا نہیں تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ کسی کی آنکھیں سوچ گئی تھیں۔ کسی کے ہونٹ پھول گئے تھے۔ باجھوں سے لوہوس ہاتھ۔ کسی کی ناک کی بڑی جھجک تھی اور کسی کا سر چھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ ان کا ہتھول اور چاقو غیر تو قریب ہی فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

پھر پاشا کی آواز سنائی دی۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی آواز ہال میں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ”میں نے نمونے کے طور پر یہ تھوڑی سی سزا دی ہے۔ آئندہ ہاتھ پاؤں توڑ کر اپنا جی بادوں گا۔ لہذا وفاداری کی قسمیں کھانے کے بعد وفادار رہی رہو۔ غدار کی بہت سنگین سزا ہے۔“

دوکی نے کہا ”ہمیں صاف کر دو۔ آخر تم نے یہ سزا ہمیں کیوں دی ہے۔ ہمیں ہمارا قصور بتاؤ۔“

اس نے کہا ”دوکی! تم کہہ رہے تھے کہ مجھے قتل کر کے میری رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

ی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گا۔“

”یہ جھوٹ ہے۔ میں نے ایسا نہیں کہا ہے؟“
 ”مہی زبان سے کی ہوئی باتوں سے انکار کرو گے تو میں گا
 اور تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ جو کہا ہے اس سے انکار نہ کرو۔“
 ”نہیں۔ جلیزم تمہارے پاس مت آؤ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ
 تمہارے خلاف ایسا کہا تھا۔“

اس نے کہا ”میرا بیڑا تم نے کہا تھا تمہارے ستارے جھوٹ پر
 ہیں لیکن وہ تو کچھ تم سے کام کیا کرانے گا۔ تم نے مجھے انوکھا
 کہا تھا۔“

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ”مجھے سے بھول ہو گئی۔ آئندہ آپ
 کے خلاف بھی ایسی باتیں نہیں کروں گا۔“

”اور بڑن! تم نے کہا تھا کہ تم جو اور میں ایک ہوں۔
 زیادہ پاس بننے کی کوشش کروں گا تو مارا کر میرا کچھ نکال
 دو گے۔“

”ہاں میں نے کہا تھا۔ مجھے معاف کرو پھر کبھی سزا نہیں
 کروں گا۔ اتنا یاد کرو کہ کیا تم کوئی پراسرار علم یا جادو جانتے ہو؟“
 ”دوسرے نے کہا۔ ہم نے یہ باتیں ایسی جگہ کی تھیں جہاں
 ہمارے سوا کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ ہمارا خفیہ اڈا ہے۔ تم نے
 ہماری باتیں کیسے سن لیں؟“

”میرا ایک ہم زاد ہے۔ وہ میرے ساتھ پیدا ہوا تھا لیکن کسی
 کو نظر نہیں آتا ہے۔ میں نے اسے تم لوگوں کے درمیان رہنے کو
 کہا ہے۔ وہی مجھے تمہاری تمام گفتگو سنانا ہے۔“

”تم کون ہو؟“ اپنے متعلق کچھ بتاؤ؟“

پاشا نے کہا ”پاسپورٹ اور شناختی کاغذات پر میرا نام مارکو
 سولو ہے۔ لہذا میرا نام ہے۔ میں جس ملک میں جاتا ہوں وہاں
 کے جیسے ہوئے بدعاشوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنالیتا ہوں۔ تم
 لوگ بھی میری اطاعت کرو گے۔ ورنہ دنیا سے جاؤ گے۔ اب یہاں
 سے جاؤ۔ دو ہزاروں کے لاکھ کل نکلیے ہیں۔“

وہ سب تکلف سے کراہتے ہوئے دروازے کھول کر باہر
 آ گئے۔ ایک نے کہا ”میں یقین سے کہتا ہوں، مسٹر مارکو سولو
 جیسی جانتے ہیں اور ہمارے ذہنوں میں اگر ہماری خفیہ باتیں سن
 لیتے ہیں۔“

”دوسرے نے کہا۔ وہ کچھ بھی جانتے ہوں کچھ بھی کرتے ہوں“
 ہمیں ان کے خلاف نہ بولنا چاہئے۔ نہ سوچنا چاہئے۔ روکی تم کیا
 کہتے ہو؟“

وہ بولا ”مجھ سے نہ پوچھو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں تو سونے
 جا رہا ہوں۔“

وہ ان سے رخصت ہو کر دوسرے راستے پر آیا۔ ایک جگہ
 چھپ کر دیکھنے لگا کوئی تعاقب کر رہا ہے یا نہیں؟ جب اطمینان
 ہو گیا تو وہاں سے نکل کر پولیس اسٹیشن آیا۔ انسپکٹر نے اسے دیکھ
 کر کہا ”کو روکی! پچھلے کئی ماہ سے تم نے کوئی واردات نہیں کی۔“

کیسے گزارا ہو رہا ہے؟“
 ”جناب! آپ نے سیدھے راستے پر چلنے کا حکم دیا۔ میں
 رہا ہوں۔ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ مجرموں کی نشاندہی کرو گے
 انعام ملے گا۔“
 ”بے شک قانون کا ہاتھ مضبوط کرنے والے انعام کے ام
 ہوتے ہیں۔“

وہ قریب آنکریلا ”ہمارے جزیروں میں ایک پراسرار
 آیا ہے۔ پاسپورٹ کے مطابق اس کا نام مارکو سولو ہے۔ وہ
 کے چھپے ہوئے بدعاشوں کو اپنی دولت اور طاقت سے اپنا تکیہ
 بنا رہا ہے۔“

”اس نے ہمیں کتنی رقم دی ہے؟“

”مجھ دس ہزار ڈالر دیے تھے۔ میں نے چار ہزار توڑ
 خواہوں کو دے دیے۔ یہ چھ ہزار آپ کو پیش کر رہا ہوں۔ اس
 سے کچھ مجھے انعام کے طور پر دے دیجئے۔“

انسپکٹر نے چھ ہزار گنے پھر اسے ایک ہزار دے کر باقی
 اپنی جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا ”اور کتنے بدعاشوں نے اس
 رقم لی ہے؟“

”روکی نے اپنے ساتھیوں کے نام بتا کر کہا۔ جناب! پہلے
 مارکو سولو کو قابو میں کریں۔ وہ ہماری یہ باتیں سن رہا ہے۔“
 ”کیسے سن رہا ہے؟ کہاں ہے وہ؟“

”وہ سی سانڈرو کے ایک بنگلے میں ہے لیکن اس کا نام دار
 ہمارے قریب ہے۔ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے لیکن وہ ہمیں دیکھ
 ہے۔ ہماری باتیں سن رہا ہے۔“

”وہاں اسے نان سنس۔ میں ایسی کلاس پر یقین نہیں کرتا۔“
 اس نے اپنے ایک ماتحت افسر کو بلا دیا۔ اس سے کہنا چاہتا
 کہ وہ روکی کے تمام ساتھیوں کو پکڑ لائے۔ آج ہر ایک سے باقی
 باقی ہزار ڈالر کی آمدنی ہونے والی تھی لیکن ماتحت کو حکم دینے سے
 پہلے ہی فون کی گھنٹی نے متوجہ کر لیا۔ اس نے ریسپورڈر اٹھا کر پوچھا
 ”ہیلو کون ہے؟“

”تو آؤ آئی“ میں تمہارا دوست ہوں۔ میرا نام مارکو سولو ہے
 ابھی تمہارے سامنے میرا ذکر کر رہا ہوں۔“

”چھا تو تم ہو۔“

”ہاں تمہارے لئے بہت مالدار آسانی ہوں۔ دوستی کرو گے؟
 بے حساب ڈالر سے کھیلنے رو گے۔ غلط نہیں ہے کہ میرا ہم زاد
 تمہارے قریب موجود ہے۔ تم فون بند کر کے اپنے لوگوں سے جو بھی
 بات کرو گے، وہ میں قطب بہ قطب سنا دوں گا۔ مجھے آزمائشیں میں منج
 ہے۔ میں تمہیک ایک منٹ بعد فون کروں گا اور وہاں اپنے ماتحت کو
 ان باقی غنڈوں کے پاس نہ بھیجتا۔ ان سے جو بھیچیں ہزار ڈالر
 تمہیں مل سکتے ہیں۔ وہ میں ادا کروں گا۔“

”تم کیسے جانتے ہو کہ میں اپنے ماتحت کو ان کی گرفتاری کے
 لئے بھیجے والا ہوں؟“
 ”روکی بتا رہا ہے۔ میں بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا ہم زاد
 تمہارے قریب موجود ہے۔ وہ مجھے بتا رہا ہے۔ اس لئے کہتا ہوں پھر
 ایک بار آؤ۔“

”ابھی بات ہے“ ایک منٹ بعد فون کرو۔“
 اس نے ریسپورڈر کے ماتحت سے کہا ”تم جاؤ۔ میں بعد میں
 بلاؤں گا۔“

ماتحت چلا گیا۔ روکی نے گھبرا کر پوچھا ”کیا مارکو سولو تھا؟“
 ”ہاں! ابھی پھر فون کرے گا اور بتائے گا کہ ابھی ہم کیا باتیں
 کرتے رہے ہیں۔“

”جناب! وہ بتا دے گا۔ اس کا ہم زاد ہماری باتیں اسے
 بتا رہا ہے۔ وہ اس بار مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ مجھے حالات
 میں بند کر دے گا۔“

”پولیس اسٹیشن ہے؟ یہاں ہمیں کوئی
 نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس کے متعلق کچھ بتاؤ۔“

”کیا بتاؤں۔ وہ ہماری تاریکی میں صاف طور پر دیکھ لیتا ہے۔
 اس کا ہم زاد اسے اندھیرے میں دکھاتا ہے۔ وہ انسانی طاقتور
 ہے۔ فوارہ کا ہوا گھٹا ہے۔ اس نے میری گھائی پکڑی تو میں یہ
 فون سے رہ گئی۔ وہ نہ چھوڑا تو یہ فون جاتی۔“

”تم اسے نہیں مانتے ہو۔“
 ”جناب! وہ نہیں ہے۔ یہ بھی کچھ زیادہ ہی ہے۔“
 فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انسپکٹر نے ریسپورڈر اٹھا کر کان سے لگایا۔
 پاشا کی آواز آئی ”میں دشمنوں کے لئے سپرین ہوں اور دوستوں
 کے لئے ایک اچھا انسان۔“

پھر وہ انسپکٹر اور روکی کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک
 ایک لفظ سنانے لگا۔ انسپکٹر حیرانی سے سننے کے بعد بولا ”میں مانتا
 ہوں۔ یہاں تمہارا ہم زاد موجود ہے۔ مجھے تم سے دوستی کر کے فخر
 حاصل ہو گا۔“

”میں نے تمہارے لئے یہاں ایک لاکھ ڈالر رکھے ہیں لیکن
 آنے سے پہلے روکی کو خارجہ کل میں لے جا کر ایسی اذیتیں دو کہ وہ
 نہیں پرگھستا ہو میرے قدموں میں آئے۔“

”جیسی بات ہے۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کر کے ابھی
 آتا ہوں۔“

اس نے ریسپورڈر کے ماتحت افسر اور سپاہیوں کو بلا دیا۔
 جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہا ”مسٹر روکی کو ڈراؤنگ روم میں
 لے جاؤ۔“

”دیکھا کہ تقریباً ہر پولیس ڈیپارٹمنٹ میں خارجہ کل (مقتول
 خانہ) کو ڈراؤنگ روم کہا جاتا ہے۔ وہاں روکی کی جیسی پٹائی ہوئی
 اور اسے جیسی اذیتیں پہنچائی گئیں، اس کے نتیجے میں وہ تو بے توجہ
 ہو گیا اور رحم کی بجائے ہاتھ مارا۔ اس دن کے بعد جزیروں کے
 تمام جراثیم پھیلنے لگے۔ مارکو سولو بہت ہی سولہمیت ہی پہنچا ہوا
 خطرناک شخص ہے۔ پولیس اور مجرموں کو خریدنے کے لئے، دونوں
 ہاتھوں سے دولت لٹا رہا ہے اور جو خریدے نہیں جاتے، سرکاری
 کرتے اور دھوکے دیتے ہیں، انہیں وہ اپنا بیٹا کر چھوڑتا ہے۔
 اس نے صرف چار دنوں میں ہی بڑے بڑے سرکاری افسران
 اور خطرناک جراثیم پھیلنے لگے۔ مارکو سولو کا اس انداز سے مظاہرہ
 نے انہی دولت کا اور غیر معمولی صلاحیتوں کا اس انداز سے مظاہرہ
 کیا تھا کہ کوئی اس کے سامنے سر اٹھا کر اپنی آواز میں نہ بولتا تھا۔
 سب ہی اس کے خلاف کچھ سوچنے سے پہلے ہی خوف سے لرز
 جاتے تھے۔
 یہاں رہ کر اب وہ شی تارا اور سرناسے بھی منت سکتا تھا لیکن
 علی تیمور نے آکر پریشانیوں میں جکڑا لیا تھا۔ جب اس نے یہ سنا کہ
 علی نے اسے چھاننے کا کوئی منصوبہ بنایا ہے اور وہ مریم سے تحریر کے
 ذریعے منصوبے کے متعلق تبادلہ خیال کر رہا ہے تو وہ بے چین
 ہو گیا۔ اسے اپنی بیوی پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ وہ علی کے ساتھ مل کر
 اسے چھاننے کی کوشش کر رہی تھی۔
 وہ کسی پولیس یا دوسرے سرکاری افسر کو علی کے خلاف
 کارروائی کرنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن یہ اندیشہ تھا کہ علی کے داغ
 میں آنے والے رشتے داران سرکاری افسروں اور پولیس والوں
 کے دماغوں پر قبضہ جمائیں گے پھر اسی کے خلاف انہیں استعمال
 کریں گے۔
 اس نے ایک اعلیٰ افسر سے پوچھا ”یہاں یوگا میں مہارت
 رکھنے والے کتنے ٹوب ہیں؟ مجھے ایسے دو چار دوس افراد کی ضرورت
 ہے۔“
 افسر نے چند گھنٹوں میں ایسے افراد مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ پاشا
 کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے مریم کو
 مخاطب کیا۔ غصے سے کہتے ہوئے پوچھا ”تم میری بیوی ہو یا اس
 چھو کر کے؟“
 وہ بولی ”کیا اس مت کرو۔ وہ میرا بیٹا ہے۔“
 ”یہ کیا بیٹا ہے جو اس سے مل کر باپ کو چھاننا چاہتا ہے۔“
 ”میں ہاں بیٹے تمہاری عاقبت سنوارنا چاہتے ہیں۔ تم ساری دنیا
 پر حکم حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہو۔ اس پر بھروسہ میں جو ان
 لوگوں کے ساتھ نہ کلا کر رہے ہو۔ گناہوں سے باز آ جاؤ اور باپ
 صاحب کے ادارے میں رہ کر عزت اور ثروت حاصل کرو۔“
 ”میں نے تمہاری نصیحتیں سننے کے لئے فون نہیں کیا ہے۔“
 ”پھر کس لئے یاد آئی ہوں۔“
 ”مجھے یہ بتاؤ، علی نے مجھے چھاننے کے لئے کیا منصوبہ بنایا
 ہے؟“
 ”میں بتاتا ہوں تو وہ زبان سے گفتگو کرتا۔ ہم تحریر کی

حکایت میں نہ پڑے۔
 "تم میری شریکِ حیات ہو۔ تمہیں اپنے ہمازی خدا سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہئے۔"
 "ہمازی خدا ہو تو شریکِ حیات کو اپنے پاس بلاؤ۔ تمہیں شرم نہیں آتی مجھے محرکِ محرک ہے ہو۔"
 "میں نے پہلے کا مشورہ نہیں دیا تھا۔ اختیارِ واپس جاؤ۔"
 "میں ارادے کی بکی ہوں۔ تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی۔"
 "یہ کیوں نہیں کہیں کہ مجھے فریاد کا غلام بنانا چاہتی ہو۔"
 "کیا ایسا مفصل پیش کر سکتے ہو جسے فریاد نے غلام بنایا ہو۔"
 "میں نے ٹی آرا کے بھائی سرنا کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔"
 "یہ سفید جھوٹ ہے۔ میری بھی مت ماری گئی ہے۔ ایک جوئے شوہر سے ثبوت مانگ رہی ہوں۔"
 "مریم! یہ سزا وقت برباد نہ کرو۔ کیا تم نے علی کو دل سے بیٹا نہیں بنایا ہے؟"
 "بے شک میں اسے جان سے زیادہ چاہتی ہوں۔"
 "تو پھر اس کی جان بچاؤ۔ اسے یہاں سے فوراً لے جاؤ۔ ورنہ چند گھنٹوں کے بعد تم اس کی لاش دیکھو گی۔"
 "تمہارے گھر میں خاک۔ وہ یہاں سے ایسے بھیس میں گیا ہے کہ اس کے پاس پاپوئٹ پر ہر رنگنے والے بھی اسے پہچان نہیں سکتے گے۔"
 "وہ کہاں گیا ہے؟"
 "میں نہیں جانتی۔"
 "اس کا منصوبہ کیا ہے؟"
 "وہ منصوبہ ساتھ لے گیا ہے۔"
 "اس نے تمہیں بتایا ہے۔"
 "بتایا ہو تا تو تم کس لیتے۔"
 "مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ اس نے لکھ کر تمہیں بتایا ہے۔"
 "وہ لکھا ہوا کاغذ لے گیا ہے۔"
 "تم نے اسے پڑھا تو ہے نا؟"
 "ہاں مگر پڑھنے کے بعد معمول گئی۔"
 "مریم! میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"
 "پھینچ پینے کے لیے آؤ۔ آؤ تو سہی۔"
 "وہ غصہ سے رلبو ریخ کر دو نوں ہاتھوں سے سر قلم کر بولا "وہ خدا یا! میں اس عورت کا کیا کائناتوں؟ اتنی بوز می ہو گئی ہے کہ غلطی دیتے ہوئے بھی شرم آئے گی۔"
 "وہ تو فیروزہ دیر تک سر قلم آئے تھیں۔ بند کر کے سوچنا رہا پھر چل کر کھڑا ہو گیا۔ مریم نے کہا تھا کہ علی بھیس بدل کر کہیں چلا گیا ہے۔ اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ بھیس بدل کر کہاں گیا ہے؟ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اسی کی طرف آ رہا ہے۔ اس کے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہے اور مصیبت گرا ہے دیکھ رہا ہے۔"

کئی موت سے بھی ایسے نہیں ڈرتا جیسے وہ میرے لئے ہے۔
 ڈرنا تھا دشمنی کرنے والوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی۔
 موت کے آنے کا کوئی دن مقرر ہوا ہے۔ ہمارے آنے کا کوئی دن
 کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ ہم کسی وقت بھی کسی بھی سمت
 ڈرنا ہی انداز میں طے آتے ہیں۔
 وہ سوچنا تھا اگر آج رات تک علی کو کالے پانی نہ بھیجے گا
 خود اس جزیرے سے بھاگ جائے گا۔ خود کو خوف و ہراس
 غراب میں مبتلا نہیں رکھے گا۔
 گھنٹی کی آواز سننے ہی وہ خوف سے اچھل پڑا۔ اس نے
 دروازے کی سمت دیکھا۔ وہ کال بیل کی نہیں گھنٹی کی تو
 تھی۔ اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے ریسپور اٹھا کر کان
 لگا کر پوچھا "بیلو بیلو ہے؟"
 اعلیٰ افسر کی آواز سنائی دی "بیلو مسٹر بار کو سولہ چار بجے
 باہر مل چکے ہیں۔ میں نے آپ کے پتے پر انھیں بھیج دیا ہے۔
 آپ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔"
 "شکریہ ادا کیا ایک کام اور کریں۔ فراد علی تیمور کا بیٹا
 تیمور اس جزیرے میں ہے۔ دونوں باپ سے بہت خطرناک ہیں۔
 ان سے باتیں کرتے ہیں۔ وہ اس کے دماغ میں محسوس جاتے ہیں۔
 اعلیٰ افسر نے کہا میں نے امریکا میں فراد کا بہت نام سنا ہے۔
 اگر اس کا بیٹا یہاں ہے تو اسے گرفتار کر کے امریکی حکام کے حوالے
 کرنے سے ہمارے جزیرے کو اربوں ڈالر کی امداد ملے گی۔"
 پاشا نے کہا "میں نے اونچے نہ اڈو۔ امریکی امداد حاصل ہونے
 سے پہلے ہی فراد اس جزیرے کو سمندر میں غرق کر دے گا۔ میں
 کہہ رہا ہوں "اے رازداری سے کوہ۔"
 "ٹھیک ہے۔ پولو کیا چاہتے ہو؟"
 "میری بیوی مریم کے ساتھ جو نوجوان آیا ہے، اس کا
 امیگریشن آفس میں چیک کرو۔ وہ کس نام اور کس جہیز میں آیا
 ہے۔ اس کی موجودہ صورت کیسی ہے؟"
 "میں سمجھ گیا۔ اس طرح ہم آسانی سے اسے ڈھونڈ لیں گے۔"
 پاشا نے کہا "یہ انداز آسان نہیں ہے۔ وہ گھیس ہوئے سے
 جیس بیل کر میری تلاش میں نکلا ہے۔ اسے پہچاننے میں ذرا
 دشواری ہوگی لیکن جزیرے کے پچاس ہزار افراد کے درمیان وہ
 زیادہ دیر چھپ نہیں سکے گا۔ ایک ایسی ہزاروں میں پہچانا جائے
 گا۔"
 پاشا نے کچھ سوچ کر کہا "پولیس والے وادی پن کراے
 تلاش نہ کریں۔ فراد کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ یہاں کی پولیس
 نے علی کو ضرور کے جزیرے میں پہنچایا ہے۔"
 افسر نے پوچھا "کیا تم اسے حوولے کے جزیرے میں پہنچانا
 چاہتے ہو؟"

وہ ہوئی کی طرف چلی پڑا۔ اس کی سمجھ میں نہیں تھا ہاتھ کا مریم اور علی نے اسے اڑھایا ہے اور اسے یہ کہہ کر دھوکا دیا ہے کہ علی بیس بدل کر کہیں گیا ہے تاکہ وہ اپنے انہوں کے ساتھ اسے ہر جگہ تلاش کرتا پھرے مگر ہوئی میں نہ آئے۔ اس طرح وہ بھگ رہا تھا اور علی ہوئی میں آرام کر رہا تھا۔

سالہ لباس میں رہنے والے چاہیوں نے ہوئی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پاشا چار مسلح افراد کے ساتھ ہوئی کے اندر آکر بیٹھ گیا اور مریم کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بازار سے واپس آگئی۔ زینے کے راستے اوپر جانے لگی۔ چوتھے طور پر اس کا کمر تھا۔ اس نے کمرے کے پاس آنکر پرس کھولا پھر اس میں سے چابی نکالی۔ جب کہ دروازہ کھولنے لگی۔ اسی وقت پاشا کی تھوڑ سن کر چونک گئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”جھاتو اس بدعاش بیباپی بیٹے کو نالے چابی میں چھپا کر رکھنی ہو؟“

اس نے خیرانی اور پریشانی سے پاشا کو دیکھا اور پھر کہا ”تو از میرے شوہر کی ہے مگر صورت وہ نہیں ہے کیا تم نے بیس بدلا ہوا ہے؟“

”ہاں“ جب اپنی ہی بیوی دشمنوں کے ساتھ دے تو شوہر کو شرم سے منہ چھپا پڑتا ہے۔“

وہ اس کی گردن میں ہاتھیں ڈال کر بولی ”پہلے مجھے یقین کرنے دو کہ تم ہی میرے بہنوید جاؤ گے یا نہ؟“

وہ تھوڑی دیر تک پاشا سے لگی رہی۔ اکثر بیویاں اپنے شوہر کو قہر سے اور اس کی انجانی تک سے اندھیرے میں بھی اسے پہچان لیتی ہیں۔ مریم پورے یقین کے ساتھ اسے پہچانتے ہی دوئے لگی ”ہائے زندگی بھر ساتھ دینے کا وعدہ کر کے بوجھاپے میں کیوں چھوڑ دیا ہے؟ کیوں اتنے سنگدل ہو گئے ہو؟“

”میری جان! یہی مریم! میں سٹنڈل نہیں ہوں۔ آج بھی تم سے پہلے دن کی طرح بیدار کرتا ہوں۔“

”پھر مجھے کیوں بھٹکا رہے ہو۔“

”یہ میری شکستہ عملی ہے۔ میں تمہارے ذریعے دشمنوں کو چھانسا رہا ہوں۔ یہی دیکھو کہ علی نے تمہارے ذریعے مجھے گمراہ کرنا چاہا تاکہ میں پورے جزیرے میں اسے تلاش کروں اور وہ تمہارے پاس اس کمرے میں چھپا رہے۔“

”میں نے تم سے کہا تھا۔ وہ ہمیں بدل کر یہاں سے چلا گیا ہے۔“

”دروازہ کھولو۔ ابھی بیچ سامنے آجائے گا۔“

”بہیں کیسے مطمئن ہوا کہ علی یہاں چھپا ہوا ہے؟“

”تم سے چچو کہ ہوئی مریم! تم بازار میں جا کر اس کے لیے شیوہ کریم اور ریزر خرید رہی تھیں۔ میں تمہاری آواز سن رہا تھا۔“

”اس طرح تم نے یہ چوری پکڑ لی کہ میں یہ روانہ سامان علی

کے لیے خرید رہی ہوں۔

”ہاں! کیا تم سے بھول ہو گئی۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”آفریں ہے فراد اور اس کے بیٹوں پر۔ ان کی ذہانت اور حکمت عملی کا جواب نہیں ہے۔ علی نے غرور کے ذریعے ہی منصوبہ مجھے سمجھایا تھا کہ پہلے میں تم سے کہوں کہ وہ مجھے بدل کر چلا گیا ہے۔ پھر شام تک بازار جا کر شیوے کا سامان خریدوں۔ تم اس فریب میں آ جاؤ گے اسے پکڑنے یہاں دوڑے آؤ گے تو مجھے میرا شوہر مل جائے گا۔ دیکھو اور سمجھاؤ کیا بنا ہے۔ اس نے ہاں کو اس کے مجازی خدا سے ملا دیا۔“

وہ دروازہ کھول کر بولی ”سچے ان موابوں سے کوا اندر جا کر تلاشی لیں۔ علی نے ملے تو شرافت سے واپس چلے جائیں، تم نہیں جاؤ گے۔“

اس کے ساتھ آنے والے تلاشی لینے اندر چلے گئے۔ وہ جرائی سے اور بے یقینی سے بولا ”کیا وہ نہیں ہے؟ یہ اس کی حال ہے؟“

”کچھ نہ بولی، مسکراتی رہی، اندر جانے والوں نے باہر آ کر کہا ”ہاں! کمرے میں کوئی نہیں ہے۔ ہم نے باہر دم میں بھی دیکھ لیا ہے۔“

پاشا نے کہا ”چلو یہاں سے۔“

وہ جانا چاہتا تھا۔ مریم نے اس کا بازو قلم کر کہا ”تم نہیں جاؤ گے میں نے بڑی مدت کے بعد تمہیں پایا ہے۔“

وہ ایک جھگڑے سے بازو چھڑا کر بولا ”کیا میں پاگل ہوں کہ اس کے جال میں پھنسنے کے لیے تمہارے پاس رہ جاؤں؟“

”وہ تو تم مجھ سے بچے ہو پاشا۔ اب جہاں بھی جاؤ گے علی کی نظروں میں رہا کرو گے۔“

وہ جاتے جاتے رک گیا۔ پریشان ہو کر بولا ”کہاں ہے؟“

”پہلے کمرے میں آؤ۔ آرام سے بیٹھ کر اس کی آواز سنو۔ وہ تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔“

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مریم کو دیکھا۔ عقل نے ہی سمجھایا کہ علی سے باتیں کرے اور یہ معلوم کرے کہ اس کے گرد گھیرا تنگ کرتے کرتے خود اس کے جال میں کس حد تک پھنس گیا ہے۔

اس نے اپنے لوگوں سے کہا ”یہاں آس پاس کڑی نظر رکھو۔ وہ کیسی قریبی ہی چھپا ہوا ہے، میں تو بڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔“ وہ مریم کے ساتھ کمرے میں آیا۔ مریم نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر کہا ”آرام سے بیٹھ کر میرے بیٹے سے باتیں کرو۔“

”تمہارا بیٹا جہاں بھی ہے، اسے کیسے معلوم ہو گا کہ میں اسی لمحے اسے مخاطب کرنے والا ہوں۔“

”وہ علی ہے۔ بہت ہنچا ہوا بندہ ہے۔ تم جیسے ہی اسے آواز

دو گے کہ تم سے بولنے لگے گا۔“

”میں خوب سمجھ رہا ہوں۔ اس کا کوئی ٹیلی فون

تمہارے دماغ میں ہے۔ وہ تمہارے ذریعے مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ میں علی کو مخاطب کروں گا، وہ خیال خوانی کے ذریعے ہاں

گا کہ میں اس کی آواز سن رہا ہوں لہذا اسے بولنا چاہئے۔

”میرے پیارے مجازی خدا! تم بہت سمجھ دار ہو۔“

گئے ہو گئے کہ دشمن ”فراد اور اس کے بیٹوں کو بھتا کچھ

اس کے بعد بھی مجھنے کے لیے بہت کچھ نہ جاتا ہے۔“

وہ سوچ میں رہ گیا۔ مریم نے کہا ”کیا تمہارے پیچھے

کچھ میں یہ آیا تھا کہ تم علی کو چھاننے کے لیے خود میرا

دوڑے چلے آئے ہو۔ وہ کیسی نفسیاتی چالیں چلے ہیں

رشتہ رشتہ معلوم ہو گا۔“

وہ اندھ کر بولا ”میں اس سے بات نہیں کروں گا۔“

تو بڑی دیر نہ گیا تو دروازہ دھل دھل میں دھنسا جاؤں گا۔“

”باہر جانے سے پہلے یہ تو سن لو کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔“

اس نے پوچھا ”کیا ہو رہا ہے؟“

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی ”فائر۔“

چند سیکنڈ کے بعد ہی باہر سے فائرنگ کی آوازیں آئیں۔

ایک اندازے کے مطابق ہوش کے اندر اور باہر کو لیاں لو

تھیں ”پاشا سرخسٹا کر توجہ سے اپنے آدمیوں کی آوازیں

اسے اپنے لوگوں کی آوازیں باری باری سنائی دے رہی تھیں

جوانی فائرنگ کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ رہے تھے

خاموشی چھا گئی۔

پاشا سرخسٹا کے ہر تن گوش تھا۔ اسے لوگ جانتے

آواز سنائی دی۔ وہ اپنے ایک سامعی سے کہہ رہا تھا

بھاکر آگئے ہیں لیکن مسٹر مارکوسلو ہوش کے اسی کمرے

میں دھنسی نہیں ہے۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو تازہ ہماری

ہولی دھنسی نہیں ہے۔“

تھیں کئی نقصان پہنچا ہے؟“

تھیں نقصان نہیں ہے کہ تم نے میرے اطراف جال

بچا ہے۔ ابھی جو فائرنگ ہو رہی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے

کہ باہر میرے لیے خطرہ ہے اور مجھے اس کمرے سے نہیں نکلتا

چاہئے۔“

کے کہے ہیں اٹھا چور کو قاتل کو ڈانٹتے تم مجھے گھیر رہے

مجھے پکڑنے کے لیے ہوش کا حصار کھرا یا تھا۔ تمہارے آدمی

زبردستی چلے آئے ہو۔ وہ کیسی نفسیاتی چالیں چلے ہیں

رشتہ رشتہ معلوم ہو گا۔“

وہ اندھ کر بولا ”میں اس سے بات نہیں کروں گا۔“

تو بڑی دیر نہ گیا تو دروازہ دھل دھل میں دھنسا جاؤں گا۔“

”باہر جانے سے پہلے یہ تو سن لو کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔“

اس نے پوچھا ”کیا ہو رہا ہے؟“

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی ”فائر۔“

چند سیکنڈ کے بعد ہی باہر سے فائرنگ کی آوازیں آئیں۔

ایک اندازے کے مطابق ہوش کے اندر اور باہر کو لیاں لو

تھیں ”پاشا سرخسٹا کر توجہ سے اپنے آدمیوں کی آوازیں

اسے اپنے لوگوں کی آوازیں باری باری سنائی دے رہی تھیں

جوانی فائرنگ کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ رہے تھے

خاموشی چھا گئی۔

پاشا سرخسٹا کے ہر تن گوش تھا۔ اسے لوگ جانتے

آواز سنائی دی۔ وہ اپنے ایک سامعی سے کہہ رہا تھا

بھاکر آگئے ہیں لیکن مسٹر مارکوسلو ہوش کے اسی کمرے

ثابت نہیں ہوا ہے کہ ہم تمہیں دوست بنانا چاہتے ہیں۔ ارے

احق! ہم تو ابھی تمہیں غلام بنا رکھے ہیں لیکن تم اتنے گنے گزرتے

ہو کہ تمہیں غلام بنانا مجھے منظور نہیں ہے۔“

وہ صغیر سے دانت پیسنے لگا۔ علی نے پوچھا ”تمہیں کس بات کی

خوش تھی ہے؟ غیر معمولی بصارت اور صاف، غیر معمولی جسمانی

اور دماغی قوت کس کام کی؟ تم اپنی کسی صلاحیت کے بل پر اس

کمرے سے باہر قدم بھی نہیں رکھتے ہو۔ میرے پایا اور تمہارے

ٹیلی فون جیسے جاننے والے تمام رشتے دار اسی لیے اپنی صلاحیتوں پر

نہیں اتارتے ہیں کہ یہ لوگ بھی جب کسی مصیبت میں پھنسنے ہیں تو

غیر معمولی صلاحیتیں کس کام نہیں آتی ہیں۔ پھر ہم سب کا قدر

مطلق ہی مصیبتوں سے نجات دلاتا ہے۔ پوری کائنات میں وہی

ایک قوت ہے جس کے سامنے کوئی انسانی قوت اور صلاحیت غیر

معمولی نہیں رہ پاتی۔ ہو سکے تو اپنے حالات سے سبق حاصل کرو

اور میری کمی کے ساتھ شرط نامہ زندگی گزارتے ہوئے اپنی تمام

صلاحیتوں کو انسان کی قلاع و سہود کے لیے وقف کر دو۔“

”اور وقف کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں چلا

جائیں! داڑھی رکھ لوں اور نمازیں پڑھنا شروع کروں۔ یہ نصیحتیں

اپنے باپ کو کرو۔“

”جاؤ۔ تم سے خدا ہی کہے گا۔ میں خاموشی اختیار کرتا

ہوں۔“

”ابھی خاموش نہ ہوتا۔ پہلے یہ بتاؤ۔ میں تک اس کمرے

میں قید رہوں گا۔ یہاں سے باہر جانے کی شرائط کیا ہیں؟“

وہ جواب سننے کے لیے جب ہوا لیکن علی کی آواز سنائی نہیں

دی! اس نے پوچھا ”اے تم کو تو نے کیوں نہیں ہو؟“

مریم نے کہا ”پاشا! میرے دماغ میں کیا جا رہا ہے کہ اب علی

پھر وہ پاشا سے بولی "سنو۔ علی کچھ کہہ رہا ہے؟"
اس نے کان لگا کر سنا۔ وہ کہہ رہا تھا "پاشا! انسان بن جاؤ۔
میری ماں کی توہین کو گھسیا اس کا دل دکھاؤ گے تو۔۔۔"
"تو کیا کرے گا؟"

دروازے کے باہر بالکل قریب ہی گولی چلنے کی آواز آئی۔ علی
نے کہا "دروازے کو دیکھو! اس میں سوراخ ہو گیا ہے۔ تمہارے
جسم میں جتنے قدرتی سوراخ ہیں ان میں اضافہ نہ کرو۔"
اس نے دروازے کو دیکھا، پھر مریم کو بے کسی سے دکھا۔ کچھ
کہہ نہ سکا۔ فی الحال خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھ رہا تھا۔
فون کی گھنٹی بجتے گئی۔ مریم نے ربیعہ رانھا کو پوچھا "ہیلو کون
ہے؟"

"دوسری طرف سے آواز آئی" میں مسزہار کو سولو سے بات کرنا
چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "میاں کوئی مار کو سولو نہیں ہے۔"
پاشا اچھل کر ہوا "اے میں ہوں میں۔ یہ میرا فون ہے۔"
اس نے قریب آکر ربیعہ رانھا کو پھر کان سے لگا کر ہوا "ہیلو میں
مار کو سولو ہوں۔ تم کون ہو؟"
"آپ کا نام؟" وہ بولی۔ آپ نے کہا تھا، مجھے کسی کے سامنے
یا فون پر اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔"

"ہاں، ٹھیک ہے، میں نے نہیں پہچان لیا ہے۔"
"ہم وہاں سے بھاگ کر آنے پر مجبور ہو گئے تھے مگر آپ کی
خیریت معلوم نہیں ہو رہی تھی۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ ہوٹل کے اندر اور باہر زبردست
فائرنگ ہوئی رہی۔ کیا پولیس نے کوئی ایکشن نہیں لیا؟"
"پولیس ہم پر گولیاں چلائے والوں کو تلاش کر رہی ہے۔ ان
کا کوئی نام دشمن نہیں ہے۔ ہم نے کسی فائرنگ کرنے والے کو
نہیں دیکھا تھا۔ پتا نہیں گولیاں کہاں سے چل رہی تھیں۔"
"ہم نے چار نہیں بنائی تھیں۔ ان تمام نیوں کو بلاؤ۔ ہوٹل
کا محاصرہ کر پھر اندر آؤ اور مجھے سخت پہرے میں میاں سے لے
چلو۔"

"ٹھیک ہے ہم آ رہے ہیں۔"
رابطہ ختم ہو گیا۔ مریم نے پوچھا "کیا تمہارے باڈی گارڈز
آ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ میں میاں قیدی بن کر نہیں رہوں گا۔"
"اچھا تو میں اپنا سامان بیک کرتی ہوں۔"
"تم میرے ساتھ نہیں جاسکتیں۔"

"کیوں نہیں جاسکتی؟ میں تمہاری بیوی ہوں اور تمہیں بیوی
کے تمام حقوق دیتے ہوں گے۔"

"میں اسٹیبل آؤں گا تو تمام حقوق ادا کروں گا۔ ابھی میرا بیچھا
چھوڑو۔"

"تمہیں چھوڑنے کے لیے ہزاروں میل دور
ہوں۔"
"کیا تم زبردستی ساتھ رہو گی؟"
"میں اس لیے ساتھ جاؤں گی کہ تم آکر مجھے ہوٹل سے
جاسکو گے۔"

"میری پوری فوج آ رہی ہے۔ میں دیکھوں گا، مجھے
سے تنہا جانے سے روکا جائے۔"
"مجھے بات ہے۔ آگے آگے دیکھتے ہوئے کیا ہے؟"
"تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ پاشا نے ربیعہ رانھا
دوسری طرف سے کہا کیا۔" مسزہار کو سولو! ہم ہوٹل کا کام
کر سکتیں گے۔"

"کیوں نہیں کر سکتے؟"

"وہاں پولیس والے آگئے ہیں۔"
"اے تم لوگ بھی تو پولیس افسر اور سپاہی ہو۔"
"وہ تو ہیں لیکن ہوٹل میں جزیرے کی ایک انجیل پولیس
ہے۔ جب بھی اسن عامہ کو خطہ پیش آتا ہے، یہ انجیل
آجاتی ہے۔ اس فورس کے اختیارات ہم سے زیادہ ہیں۔"
"یہ فورس خواہ خواہ کیوں آگئی ہے؟"

"خواہ خواہ کیسے جناب! ہوٹل کے اندر اور باہر زبردست
فائرنگ ہو چکی ہے۔ پھر کسی نے آفیسر آن انجیل کو فون
کے کہ اس ہوٹل میں پولیس کا پیرا نہ لگایا تو ہم کے دھماکے
کے بلک کی جان وال کو نقصان پہنچے گا۔"

"اس کا مطلب ہے تم سب بے دست دبا ہو گئے
میاں ہوٹل کے کمرے میں قید رہو گے۔"

"میں جناب! اب تو کوئی خطرہ نہیں رہا۔ وہاں انجیل
ہے۔ آپ باہر آئیں گے تو کوئی دشمن راستے میں نہیں آئے گا۔"
"یہ انجیل فورس صرف ہوٹل میں ہے۔ ہوٹل سے کا
اپنی رہائش گاہ تک جاتے وقت کیا ہو گا؟ میں سمجھ رہا ہوں
اندھا دھند فائرنگ ہوئی اور تم لوگ دم دبا کر بھاگو گے۔ میں
رہوں گا نہ اور کچھ۔"

"میں بھاگنے کا ہدف نہ دیں۔ ہماری جگہ کوئی بھی ہونا
کرنا۔ وہ فائرنگ کرنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔"
"آئندہ بھی نظر نہیں آئیں گے۔ یہ ٹیلی ویژن جاننے والے
کے جھکڑے ہیں، مجھے سوچتے ہیں۔ میں تھوڑی دیر بعد فون
کا۔"

اس نے ربیعہ رانھا کو دیا۔ مریم نے کہا "سوچ سوچ کر
ہو جاؤ گے، کوئی راستہ نہیں لے گا۔ صرف میں ہی ایک
ہوں۔ مجھے ساتھ رکھو گے تو کہیں سے کوئی گولی نہیں آئے گی۔"
وہ سوچ میں پڑ گیا "میں بیوی کی وجہ سے آئی ہے اور
کے تعاون سے ہی جائے گی۔ میں اس کے ساتھ باہر جاؤں

مختل رہوں گا لیکن میں اس کے ساتھ کہاں جاؤں گا؟ جہاں بھی
جاؤں گا، اس جگہ کا علم فریاد اور کٹی ہو جانے کا۔ وہ مریم کے
ذریعے ہی خفیہ پناہ گاہ کو بھی دیکھ لیں گے۔"

مریم نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"
وہ بولا "کچھ نہیں۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ اس کمرے میں
رہوں گا۔"

"اچھا فیصلہ ہے۔ ہم اسی کمرے میں باقی زندگی گزار دیں
گے۔"

"کیوں اس مت کرو۔ جب تک میں رہوں گا، تم خاموش
رہو گی۔"

"میری صرف سہاگ رات کو خاموش رہتی ہے۔ آج رات
ایسا کوئی ارادہ ہو تو کوئی دامن کا شکار کروں گی۔"

"میرا شاپ!"
"میرا راضی کیوں ہوتے ہو۔ میں ذرا غلط جا رہی ہوں۔"
"تمہیں گاڑا کوئی تو ایسی جگہ ہے جہاں عورت خاموش رہتی
ہے۔"

وہ چلی گئی۔ اسی وقت پاشا نے پرانی سوچ کی لہریں محسوس
کیں پھر پوچھا "کون ہے؟"
"میں ہوں شہناز۔"

"آپ میری یاد آتی ہے۔ خوب دوستی نبھا رہی ہو۔"
"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں بھائی سرتا کے معاملے میں الجھ رہی
تھی۔ فریاد نے اسے میرے حوالے کر دیا ہے۔ یہ اس کا فراڈ ہو سکتا
تھا۔ وہ بھائی کی جگہ اس کی ڈی دے کر مجھے دھوکا دے سکتا تھا۔ کیا
میں غلط نہ رہی ہوں؟"

"نہیں۔ درست کہہ رہی ہو۔ فریاد کا پورا خاندان چال باز
ہے۔ کیا اس نے تمہیں سرتا کی ڈی دی ہے؟"

"نہیں میں نے اس کا برین واش کر لیا ہے۔ فریاد کے غریبی
عمل کو اس کے دماغ سے ختم کیا ہے۔ اس کے مخصوص نتیجے اور
پیدا کی نشان کے ذریعے یقین ہوا ہے کہ وہی بھائی سرتا ہے۔"
"چلو بھائی کی واپسی اور سلامتی مبارک ہو۔ میں تو میری طرح
بڑھا ہوا ہوں۔"

"کیا پاپلم ہے؟"
پہلے اس نے سوچا تھا کہ شہناز کو یہ معلوم نہیں ہونے دے
گا کہ جزیرے میں ہے پھر خیال آیا "وہ مریم کے دماغ میں جا کر
مورستہ حال معلوم کر لے گی۔ یہ سوچ کر اس نے اپنے موجودہ
حالات بتائے شہناز نے تمام روداد سننے کے بعد کہا "تم میری
طرح مجھ گئے ہو اور ابھی موقع ہے کہ میں تمہیں اس معیبت
سے نجات دلا کر دوستی کا ثبوت پیش کروں۔"

"تم علی کی چالوں کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ پہلے یہ معلوم کرو کہ وہ
کیا کرنا چاہ رہا ہے۔"

"یہ بالکل آسان ہے۔ تمہارے حالات سے یہ اندازہ ہوا ہے
کہ علی کے ٹیلی ویژن جاننے والے مریم کے دماغ میں ہیں اور اس
کے ذریعے تمہاری باتیں سن رہے ہیں اور تمہارے ٹیلیفون کے
رابطے سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"ٹیلیفون کے رابطے سے کیسے فائدہ اٹھائیں گے؟"
"میں یقین سے کہتی ہوں ٹیلیفون ایکس میچنگ میں علی یا اس کا
ٹیلی ویژن جاننے والا کوئی موجود ہے۔ جو بھی تم سے فون پر ہوتا ہے
وہ لوٹنے والے کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ یوں اس جزیرے میں
دور تک تمہارے ذرائع معلوم کرتے جا رہے ہیں۔"

"۳۰ گاڑا میں نے اسے پلورہ فور نہیں کیا تھا۔"
"میں بھی معیبتوں کے وقت کئی پلہوں کو بھول جاتی ہوں۔
ایسا ہوتا ہے مگر نہ کرو۔ اب میں آگئی ہوں۔ مریم کے اندر جا کر
دیکھتی ہوں کیا ہو رہا ہے؟"

"یہ بالکل آسان ہے۔ تمہارے حالات سے یہ اندازہ ہوا ہے
کہ علی کے ٹیلی ویژن جاننے والے مریم کے دماغ میں ہیں اور اس
کے ذریعے تمہاری باتیں سن رہے ہیں اور تمہارے ٹیلیفون کے
رابطے سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"ٹیلیفون کے رابطے سے کیسے فائدہ اٹھائیں گے؟"
"میں یقین سے کہتی ہوں ٹیلیفون ایکس میچنگ میں علی یا اس کا
ٹیلی ویژن جاننے والا کوئی موجود ہے۔ جو بھی تم سے فون پر ہوتا ہے
وہ لوٹنے والے کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ یوں اس جزیرے میں
دور تک تمہارے ذرائع معلوم کرتے جا رہے ہیں۔"

"۳۰ گاڑا میں نے اسے پلورہ فور نہیں کیا تھا۔"
"میں بھی معیبتوں کے وقت کئی پلہوں کو بھول جاتی ہوں۔
ایسا ہوتا ہے مگر نہ کرو۔ اب میں آگئی ہوں۔ مریم کے اندر جا کر
دیکھتی ہوں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے مریم کے دماغ میں آکر دیکھا۔ وہ غلط کے بند
دروازے کے پیچھے کھلی ادھر کی ہول سے آٹھ لاکھ کمرے میں بیٹھے
ہوئے پاشا کو دیکھ رہی تھی اور کھلی کمرے میں تھی "تمہارا میاں سوچ
میں گم ہے۔ بے چارہ تم سے رتی خزانے کی فکر میں ہے۔"

مریم نے کہا "وہ ظالم ایسے تک رہا ہے جیسے قوتِ سماعت
سے کسی کی باتیں سن رہا ہو۔ یا اس کے دماغ میں کوئی بول رہا ہو۔"
"اس کے دماغ میں بھلا کون بولے گا۔ اس نے تمام ٹیلی ویژن
جاننے والوں سے دشمنی مول لی ہے۔ کسی سے دوستی نہیں کرنا
ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ مجھے اور لیلی وغیرہ کو شہناز اور پاشا کی
دوستی کا علم نہیں تھا۔ ہم یہ سوچ بھی نہیں کتے تھے کہ جس ٹیلی واز
اور سرتا سے وہ بھاگتا پھر رہا ہے۔ ان کا اچھا دوست بن گیا ہو گا۔
تمام معلومات کا ٹھکانا ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم بھی اکثر
لا علمی میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ مریم اور لیلی کی گفتگو کے دوران شہناز
تاراجی مریم کے اندر پہنچتی تھی اور ان کی باتیں سن رہی تھی لیلی
کہہ رہی تھی "میں ذرا علی کے پاس جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد
آؤں گی۔"

"جلدی آجانا۔ یہ میرے میاں کا مزاج بل بل میں بدل رہا
ہے۔ یہ مجھے چھوڑ کر جانا چاہیں گے تو میں تم لوگوں کے تعاون کے
بغیر روک نہیں سکوں گی۔"

"مگر نہ کرو۔ علی تم سے دور نہیں ہے۔"
"وہ میری حمایت کے لیے قریب آئے گا تو پاشا کے آدمی اسے
نقصان پہنچائیں گے۔ پلایز اسے مجھ سے دور رکھو۔"

"تم ہمیں سے کسی کی فکر نہ کرو۔ میں ابھی آؤں گی۔"
مریم کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ شہناز نے سمجھ لیا اب
لیلی علی کے پاس گئی ہے۔ ایسے میں علی کسی اور خیال غرائی کرنے
والی کو محسوس نہیں کرے گا اور اس کا یہ خیال درست نکلا۔ شہناز

رہے گا۔ گہرے سمندر میں کوئی اس کا ساتھی نہیں ہوگا۔
 ”اس کے خیال خواتین کرنے والے اپنے آواز کار دوسری
 کشتیوں میں دوڑا کر سکتے ہیں۔“
 ”ہمارے آواز کار علی کو فحشی کریں گے۔ میں اس کے دماغ میں
 آسانی سے پہنچ کر اس کے خیال خواتین کرنے والوں کو دار کھنڈوں
 کی کڑی کے لیے کوئی امداد رکھنے کی تو اس سے پہلے ہی دوسری کشتی
 اس کا کام تمام کر دے گی۔“
 ”ہاں! ایسی صورت میں وہ علی کی سلاحتی چاہیں گے اس
 سلسلے میں ہر ایک مٹھو ہے۔“
 ”ہاں بھو۔“
 ”میں علی کو یہ فعل بتا کر رکھیں گے اور رکھنے کی سب سے عمدہ
 جگہ مردوں کا جزیرہ ہے۔“
 ”فراڈ اس جزیرے سے بڑے کو نکال لے جائے گا۔“
 ”اس جزیرے کے حلقہ شماری معلومات محدود ہیں۔ آج
 تک کوئی قیدی وہاں سے زندہ واپس نہیں آیا ہے۔“
 ”مجھے وہاں کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔“
 ”اس جزیرے میں تقریباً اڑھائی سو مرد قیدی ہیں۔ وہاں کوئی
 عورت نہیں ہے۔ وہ قیدی خود بخوار درندے ہیں۔ وحشیانہ زندگی
 گزارتے ہیں۔“
 ”وہ کس طرح کھاتے پیتے اور پینتے اوڑھتے ہیں۔“
 ”وہاں بھے درختوں کی بسات ہے۔ یہاں کی سرکار نے وہاں
 کپڑے بننے کی کھنیاں لگا دی ہیں۔ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ
 درخت کاٹیں۔ ہر پختے دوٹن لکڑیاں ساحل پر پٹیاں میں اور نئے
 سرے سے شجر کاری کرتے رہیں تاکہ درختوں کی کمی نہ رہے اور
 ہر پختے کپڑے کے پانچ تھان تار کریں۔“
 ”شی تارنے کا کیا سامان حاصل کرنے کے لیے بحری جہاز
 اور کشتیاں ساحل پر جاتی ہوں گی۔ ایسے میں قیدیوں کے فرار ہونے
 کی کوئی صورت ضرور نکل آتی ہے۔“
 ”جزیرے میں ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔ ہفتہ میں ایک بار
 صرف ایک جہاز وہاں جاتا ہے اور لکڑیاں اور کپڑے لیتا ہے اور
 انہیں راشن اور دوائیں دے کر واپس آ جاتا ہے۔ اس دوران
 جہاز پر مسلح فوجی اور دشمن گھسے ہوئی ہیں۔ صرف چار قیدیوں کو
 ساحل تک آنے اور جہاز پر سامان لانے کی اجازت دی جاتی
 ہے۔ پانچواں قیدی نظر آئے تو کچھ پوچھے بغیر اسے گولی مار دی جاتی
 ہے۔“
 ”پاشا! فراڈ کے ٹیلی پیسٹی جاننے والے اس جہاز کے مسلح
 فوجیوں کو اپنا معمول اور تاجدار بنا سکتے ہیں۔“
 ”تم بھی ٹیلی پیسٹی کے ذریعے یہی کر سکتی ہو۔ آج ہی سے یہاں
 کے تمام فوجی افسران کے اندر جگہ پٹا شروع کر دو۔ صرف اتنی ہی
 نہیں، تم جزیرے کے قیدیوں کو بھی اپنا تاجدار بنا سکتی ہو۔ میں بھی

قیدی بنانا چاہتے تھے اگر میں اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے قربان
ہوں۔ وہاں سے اسے نکال لانے کی کوششیں کرنا شروع کر دیں اور وہ
میری دہلیوں کو نکال مہلتا رہیں۔
وہ لاچ سندرک کی لمبوں سے چھٹی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ مریم
اور لاچ کے علاوہ دس مسافروں میں سفر کر رہے تھے۔ علی کے
ساتھ لاچ کا مالک اور کلینر بھی تھے۔ دس مسافروں میں سے چار شی
دار کے علاوہ کارہ تھے۔ شی آرا باقی چھ مسافروں کے حلقے جانا
چاہتی تھی کہ وہ کون لوگ ہیں اور کون سے جزیرے میں اترنا چاہتے
ہیں۔ پاشا نے بھی ان سے گفتگو کی۔ پتا چلا، وہ صرف مقامی زبان
جاتے ہیں۔ انگریزی اور دو سری زبانوں سے واقف نہیں ہیں۔ شی
آرا ان کی زبان اور لہجے کو سمجھتے ہیں ان کے دماغ میں نہیں
جائیں تھی، وہ لاچ کا مالک اور کلینر بھی صرف مقامی زبان بول رہے
تھے اگر انگریزی بولتے تو شی آرا لاچ کے مالک کے خیالات پڑھ
کر معلوم کرتی کہ علی اس لاچ میں کس طرح اسٹیو ڈوبن کر آیا
ہے۔
وہ دو گھنٹے تک سفر کرتے رہے۔ چار جزیروں کے قریب سے
گزر گئے آگے مود قیوں کا بانجواں جزیرہ تھا۔ پاشا نے علی کے
پاس آکر پوچھا ”ہیلو مسز! تمہارا نام کیا ہے؟“
علی نے کہا ”میں صرف اپنا نہیں، تمہارا نام بھی بتا سکتا
ہوں۔“
”پھر تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں اس لاچ میں کیوں سفر کر رہا
ہوں۔“
”تمہارے تمہارے جاننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کاپر تقدیر
جاتا ہے کہ ہم کہاں پہنچنے والے ہیں۔“
”میں تقدیر پڑھتا جانتا ہوں۔ وہ جزیرہ جو دھندلا سا منظر آ رہا
ہے، وہ تمہاری آخری منزل ہے۔ وہاں تم زندگی کے باقی دن آرام
سے گزارو گے۔“
علی نے دور سے اس دھندلے جزیرے کو دیکھا، جو رفتہ رفتہ
نمایاں ہوتا جا رہا تھا۔ مسکرا کر بولا ”خوب گزرے گی جو ل
نہیں کے دیوانے۔“
”اس کا مطلب کیا ہوا؟“
”میں کہہ رہی ہوں اس جزیرے میں رہیں گے تو بنگاموں سے
بہرہ رافت گزرے گا۔ تم ساری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب
کھینچو۔ پہلے ان خود غرا قیدیوں پر حکمرانی کرو گے! پھر وہ جہیں
حکمرانی کے قابل نہیں سمجھو رہے گے۔“
”میں میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔“
”تم اتنے طاقت ور ہو سکتے ہو کہ فوجی رولٹ کی طرح
نا قابل نصیبر بن سکتے ہو لیکن رولٹ بھی ایک دن نوٹ پھوٹ جاتا
ہے۔ خدا کے سوا اس دنیا میں بھگتا ہے؟“

وہ جب سے ریو اور نکال کر یولا "ساحل قریب رہا ہے میں
 ہمیں زخمی کر کے اس جزیرے میں پھینکا جاتا ہوں تاکہ قشی آمارا
 ہمارے رواج میں جگہ بنا کر ہوں سے مجھے کاموقع نہ دے۔"
 علی نے جزیری سے پوچھا "قشی آمارا؟ کیا وہ ہمارے ساتھ
 ہے؟"
 وہ مسکرا کر یولا "ہاں" آج وہ میری دوست ہے۔ رفتہ رفتہ
 ہماری یہ دوستی رشتے داری میں بدل جائے گی۔"
 محکم نے قریب آتے ہوئے کہا "علی! اس طرح ہماری
 رشتے داری ہوئی ہے۔ میں نے ہمیں بیٹا بنایا ہے۔ پاشا قشی آمارا کو
 بیٹی بنائے گا۔"
 وہ غصے سے اس کی طرف محکم کر یولا "معشت اپ۔۔۔"
 وہ آگے نہ کہہ سکا۔ ریو اور والے ہاتھ پر علی کی ٹھوکہ کر دی۔
 ریو اور فضا میں اچھل کر سرکہ پانی میں چلا گیا۔ وہ انکار دے یولا۔
 "میں چاہتا تھا ہاتھ پاؤں ملائے بغیر ایک معمولی چلا کر زخمی کر دوں
 لیکن تم اپنی توڑ پھوڑ چاہتے ہو۔"
 اس نے علی کو دلوچ لینے کے لیے اس پر چلا کر لگا لیکن
 کلوی کے خالی تختے پر آکر کرا۔ علی اچھل کر دوسری جگہ پہنچ گیا تھا
 اور کہہ رہا تھا "میں جانتا ہوں" تم فواد ہو مگر مقابلے کا فن نہیں
 جانتے ہو۔ تم اپنی طاقت کا مظاہرہ کرو۔ میں تمہاری طاقت کو صفر
 بنانے کا تمنا رکھتا ہوں۔"
 وہ پیچڑ لڑانے کے انداز میں دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر دوڑتا ہوا



شی تارا اپنی خفیہ رہائش گاہ کے بندہ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ خالی غالی نظروں سے سامنے والی دیوار کو تک رہی تھی۔ وہ دیوار جیسے سینما کی اسکرین بن گئی تھی۔ اس پر سمندر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ علی اور پاشا لالچ پر سے چلاٹک لگا کر مہرے پانی میں چلے گئے تھے پھر تھوڑی دیر میں سمندر کی سطح پر ابھر آئے تھے اور تھیرے ہوئے موت کے جزیرے کی طرف جا رہے تھے کیوں کہ لالچ ان سے دور ہو گئی تھی۔ صرف اسی جزیرے کا ساحل قریب تھا۔ وہ خیال خوانی نہیں کر رہی تھی۔ دائمی طور پر حاضر ہو کر سوچ رہی تھی۔ "میں نے اور پاشا نے تمام رات محنت کی جزیرے کے خاص فوجی افسران کو نوکری پر رکھ رکھا کہ علی کو گھیر کر مریضیوں کے جزیرے میں قید کر دیں۔ تعجب ہے کہ وہ خود ہی راضی خوشی وہاں قید ہوئے گیا ہے اور ساتھ پاشا کو بھی پکڑ کر لے گیا ہے۔"

کیا کوئی جان بوجھ کر مددوں اور دوشیوں کے درمیان جانا اور غیر معینہ مدت کے لیے وہاں رہنا پسند کر سکتا ہے؟ یا کوئی بوشمند نہیں کرے گا۔ بلکہ دشمن کو وہاں پھنسا کر بیٹھ کے لیے قیدی بنادے گا جب کہ علی نے بوش و حواس میں ایسی حرکت کی تھی۔

یہ بات شی تارا کے دماغ میں بھڑوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔ بیٹے کا بیٹا کچھ اٹھانے اور پانے کے لیے ہی گر آتا ہے۔ بیٹے کے بیٹے کا قصہ کچھ یوں ہے کہ کچھ لوگوں نے دکان پر آکر بیٹے سے کہا۔ "تمہارا بیٹا میرا بھڑوڑا رکھے جا رہا تھا کہ راستے میں گر پڑا۔"

بنایا بولا۔ "وہ میرا بیٹا ہے، کچھ دیکھ کر ہی گرا ہوا گا۔"

ایک نے کہا۔ "اس کے سر پر جو بھڑوڑا تھا وہ گرنے سے ٹوٹ گیا ہے۔"

وہ بولا۔ "کوئی بات نہیں، ظاہری نقصان کے پیچھے نفع چھپا ہوتا ہے۔"

جب بیٹا دکان پر آیا تو باپ نے پوچھا۔ "برخوردار کیا دیکھ کر گر پڑے تھے؟"

بیٹے نے کہا۔ "راستے میں چاندی کا ایک روپیہ پڑا ہوا تھا۔ میں جھک کر اٹھا تا تو کوئی دیکھنے والا ہل خیمت میں حصہ دار بن جاتا۔ میں اس کو روپیہ پر گر پڑا پھر اسے چپکے سے جیب میں چھپا لیا۔ چار پیسے کا گھڑا ضرور ٹوٹا مگر پورے ایک روپے کا منافع ہوا۔"

شی تارا کو یہی بات کھٹک رہی تھی کہ فردا کی اولاد یو بھی جان جو حکم میں نہیں ڈالے گی۔ علی جان بوجھ کر ایسی جگہ گیا ہے جہاں سے آج تک کوئی قیدی زندہ واپس نہیں آیا۔ ایسا خفیہ مول لینے کے پیچھے کوئی راز ہے۔ پھر وہ تنہا نہیں گیا۔ اپنے ساتھ پاشا کو بھی لے جانے کا کوئی انہم مقصد ہو گا۔

وہ اٹھ کر مٹنے لگی۔ بوڑھی آئی نے آکر کہا۔ "بیٹی! بارہ گھنٹے مگر گھٹنے نہ کھاتی ہے۔ نہ سوتی ہے۔ یہ ٹہلی بیٹھی تیری جان لے کر رہے گی۔ آخر کس پیکر میں رہتی ہے؟"

"تیا ماں! تم نہیں سمجھو گی۔ بڑے زبردست چکر بازوں سے

پلا پڑا ہے۔ ان کی حرکتوں سے یوں لگتا ہے جیسے نقصان اٹھانے ہو۔ بعد میں انکشاف ہوتا ہے کہ وہ نقصان کے پیچھے فائدہ کر رہے تھے۔"

"یہ تم ان کے خیالات پڑھ کر ان کے اصل ارادوں کو نہیں سمجھ سکتی ہو؟"

"میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتی۔ اس کا نام علی ہے۔ اس کے ساتھ پاشا ہے اور پاشا یہ نہیں جانتا ہے کہ علی اس خطرناک جزیرے میں کیوں لے گیا ہے۔"

"تو پھر ذرا صبر کرو۔ کچھ کھا پی لو۔ ذرا نیند پوری کر لو۔ کئی چند گھنٹوں کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ وہ دونوں جزیرے میں کسے پھر رہے ہیں۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ میں تھک گئی ہوں ذرا آرام کرنے کے لیے ان کے پاس جاؤں گی۔ کچھ کھانے کو لاؤں۔"

تیا ماں چلی گئی۔ اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پاشا کے پچھلے پھر کوڑوڑا دیکھ کر وہ اعلیٰ تقریباً دو سو گز تک تھیرے کے بعد ساحل پر آئے تھے پھر تھرتھرتے پڑاؤں والے پت لپٹ کر کڑا گھری سانسیں لے رہے تھے۔

وہ بولی۔ "پاشا! یہ دیکھ کر اطمینان ہو رہا ہے کہ تم بھینڈ ساحل پر پہنچ گئے ہو۔ میرے خلوص پر شبہ نہ کرنا۔ علی اور اس نے اپنی قیمتی جانے والوں نے کوئی راستہ میرے لیے نہیں چھوڑا تھا۔ تمہاری مدد کرنے کے تمام راستے بند کر دیے تھے۔"

"میں سمجھتا ہوں، مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن اب ذرا ایک دشمن علی میرے پاس ہے۔ باقی دشمن جا چکے ہیں۔ اب تم کو خوش آمدنی تو ملی کہ یہاں پھوڑ کر تمہارے پاس آنکھوں کا گامہ میں تو آتے جان سے مار کر ہی آؤں گا۔"

وہ بولی۔ "اگر چہ میں نے یہ سنا ہے کہ اس جزیرے سے کوڑا زندہ واپس نہیں آتا ہے پھر بھی تمہیں وہاں سے لانے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کروں گی۔ بہتر ہے جب تک مجھے کامیاب نہ ہو تو تم علی کو دوست بنا کر رکھو۔"

"دوست بنانے سے کیا ہو گا؟"

"تمہیں معلوم ہوتا رہے گا کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے وہاں اس کی کس طرح مدد کر رہے ہیں اور وہ تمہیں دہا زبردستی کیوں لے گیا ہے؟"

"ہاں! اس کی یہ محانت سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اپنے ساتھ مجھے بھی یہاں مسیتوں میں جلا کر لے لے آیا ہے۔"

"تم اس کے سامنے مجھ سے نفرت ظاہر کرنا کہ اسے نفرت ہے کہ میں تم سے خیالی خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کرنا ہوں۔"

تیا ماں اس کے لیے کھانے آئی۔ وہ کھانے کے دوران پاشا کے پاس جاتی آتی رہی۔ علی ساحل پر کھڑا دور تک نظریں دوڑا

تھا اور کہہ رہا تھا "ہمیں کوئی انسان یا جانور نظر نہیں آ رہا ہے۔ البتہ پورے کافی تعداد میں ہیں۔"

پاشا نے پوچھا۔ "میاں آنے کی ضرورت کیا تھی؟ اور کس ضرورت سے آئے ہو تو مجھے کیوں لے آئے ہو؟"

"ایک سے دو ہاتھ ہوتے ہیں۔ جب آئی گئے ہو تو کھانا دے دے اور وہاں کا کھٹ نہیں لے گا۔ چلا آؤ۔"

وہ بت پرست اٹھتے ہوئے بولا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"ہمیں تو کھانے پینے اور سر چھپانے کی جگہ تلاش کرنی ہوگی۔ شاید تم نہیں جانتے" یہاں کسی قیدی کو ساحل پر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ موزوں وغیرہ کے ذریعے اور حیرے گزرنے والی پولیس پائل کی کسی بھی شخص کو دیکھتے ہی گولی مار دیتی ہے۔ وہ ہمیں بھی قیدی سمجھ کر کوئی سوال کیے بغیر شوٹ کر دیں گے۔"

وہ ایک طرف کان لگا کر سنتے ہوئے بولا۔ "موزوں کی آواز آ رہی ہے۔ شاید پیڑوں پر پھنسے ہوئے۔"

وہ دور درشتوں کی طرف جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "کسی موزوں کی آواز نہیں ہے۔"

"میں اپنی قوت سماعت سے سن رہا ہوں۔"

یہ سامنے والی حقیقت تھی۔ مچلیوں دور کی آواز ہم میں سن سکتے تھے۔ وہ سن لیتا تھا۔ علی بھی ساحل سے دور درشتوں کے جھنڈ میں چلا آیا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے جھاڑیوں کے پیچھے سے دیکھا ایک پولیس پیڑوں پر پاشا اپنی اپنی بوتھ میں جا رہی تھی اور چند چاہیوں نے ساحل کی طرف راقتیل تان رکھی تھیں۔ وہ حکم کے بندے تھے ساحل پر کسی بھی شخص کو دیکھ کر گولی مار سکتے تھے اور یہ وہاں کے قانون کے عین مطابق ہوتا۔

وہ اپنی بوتھ وہاں سے گزرنے کی نظر سے اوجھل ہو گئی۔ علی نے کہا۔ "میں اسی لیے تمہیں لایا ہوں۔ تم دور کی آوازیں سن لیتے ہو۔ رات کو جزیرے کی تاریکیوں میں بھی دیکھ لیتے ہو۔ مجھے ہینڈ فون، سمیج لائٹ اور دو مین دیو کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جسمانی طور پر تو وہ بڑے بڑے گاؤں میں کر رہے ہوں گے۔"

وہ بڑک کر بولا۔ "تم کیا تمہارا باپ بھی مجھے باڈی گاؤں میں جلا سکتا۔"

"میرے باپ کو گھٹے پالنے کا شوق نہیں ہے۔"

پاشا نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر مارا۔ منہ ایک طرف ہٹ گیا۔ ہاتھ درخت کے تنے پر جا کر لگا پھر اس نے پلٹ کر کانے کا ہاتھ مارا۔ وہ ہاتھ نفاس میں لہرا کر دیا گیا۔ علی چھوٹے چھوٹے پتھرے بدل کر اس کے کٹوں سے بچ رہا تھا۔ اس نے ٹاکا میں سے جھینلا کر اس پر چلاٹک لگائی۔ علی نے جھپٹتے ہوئے اسے اپنے سر سے گزارا۔

وہ دوسری طرف جا کر گرتے ہی چپٹنے لگا۔

وہ شہ زور پڑی سے بڑی تحیف برداشت کر لیتا تھا۔ اس کے گلے کرنے کی چوٹ معمولی تھی لیکن وہ کانے دار جھاڑیوں میں جا کر

ترا تھا۔ بے شمار کانے اس کے جسم میں چبھ گئے تھے وہ جس پہلو سے اٹھتا چاہتا تھا اس پہلو میں کانے جیسے لگتے تھے۔

علی نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر جھاڑی سے باہر کھینچ لیا پھر کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ تم طاقتور ضرور ہو مگر لڑنے کے معاملے میں مفلوج۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ "جو کانے اس کے جسم میں بیوست ہو کر وہیں ٹوٹ کر رہ گئے تھے" انہیں ایک ایک کر کے نکال رہا تھا۔ اس کے اندر شی تارا کہہ رہی تھی۔ "تم کیوں اس سے الجھ رہے ہو۔ میں نے دوستی کرنے کا مشورہ دیا اور تم دشمنی بڑھا رہے ہو۔"

"مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

"چلی جاؤں گی تو غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد بچھڑاؤ گے۔ ایسی معصیت کے وقت ایک میں ہی تمہاری مددگار ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سرٹھائے بیٹھا رہا۔ ان حالات میں شی تارا نے دوستی قائم رکھنا بہت ضروری تھا۔ اس نے کہا۔ "ہاں میں غصے میں آ جاتا ہوں۔ دراصل کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی اور یہ جوان میری آؤں عمر کے برابر بھی نہیں ہے اور مجھے مات پر مات دینے جا رہا ہے۔ کیا ایسے میں غصہ نہیں آئے گا۔"

"جو لوگ حالات سے سمجھو تاکر کے اگلی بازی جیتنا چاہتے ہیں انہیں کبھی غصہ نہیں آتا۔"

"دوست کہتی ہو۔ میں برداشت کر رہا ہوں۔ آئندہ وہاں کوشش کروں گا کہ غصے میں نہ آؤں۔"

اس نے سر اٹھا کر علی کو دیکھا پھر کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ "تم درست کہتے ہو۔ مجھے لڑنے کا فن نہیں آتا ہے۔ اب یہ آرٹ میں تم سے سیکھتا رہوں گا۔ ہلو سکھاؤ گے؟"

اس نے دوستی کرنے کے انداز میں معاملے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

علی نے مسکرا کر پوچھا۔ "ہاتھ ملاؤ گے یا پہلے کی طرح بچہ لڑاؤ گے؟"

"بھئی شرمندہ نہ کرو۔ مجھے غصہ آ رہا تھا۔ مگر عقل بھی آ رہی ہے۔ ہمیں موت کے اس جزیرے میں دوست بن کر رہنا ہو گا ورنہ ایک دوسرے سے الگ رہیں گے تو تنہا ذرا حاتی سوتیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ الگ الگ مارے جائیں گے۔"

علی نے مسکرا کر معافہ کرتے ہوئے کہا۔ "چلو آگے چل کر دیکھیں کہ انسانی آبادی یہاں سے کتنی دور ہے۔"

وہ آگے بڑھ گئے۔ جزیرہ بھر اچھا تھا۔ قدر نظر تک تمام درخت سبز چوں، پھولوں اور پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ پاشا نے چلنے ہوئے کہا۔ "معصیت کی گھڑیوں میں دوست بچانے جاتے ہیں۔ شی تارا میری دوستی کا دم بھرتی تھی۔ ایسے وقت جھوٹے منہ سے تسلیاں دینے بھی نہیں آ رہی ہے۔"

علی نے کہا۔ "شاید کسی اہم معاملے میں مصروف ہو گئی ہو۔"

"اس سے اہم معاملہ کیا ہو سکتا ہے کہ میں موت کے جزیرے میں آپکا ہوں۔ اس نے دیکھا تھا کہ میں نے مجبور ہو کر سندھ میں چلا گیا تھا۔ اسی لیے اسے یہ معلوم کرنا چاہیے تھا کہ میں خیریت سے ساحل تک پہنچ گیا ہوں یا نہیں؟"

"ہم ساحل پر پہنچ کر بری طرح باپ رہے تھے۔ ایسے وقت کوئی خیال خوانی کرنے والا چکے سے آئے اور پھر چلا جائے تو اس کی آمد رفت کا پتا نہیں چلتا۔ شاید وہ ہمیں خیریت دیکھ کر کھلی گئی ہو۔"

"میں دھو سے کتا ہوں! بانٹتے وقت بھی کوئی میرے داغ میں نہیں آسکتا۔ میں فولادی داغ رکھتا ہوں۔"

"میں نے مان لیا، تم بھی مان لو کہ شی آرا میرے داغ میں آکر گئی ہوگی اور میں نے اپنے کے دوران محسوس نہیں کیا ہے۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے لیکن وہ میرے پاس کیوں نہیں آئی، مجھے غائب کیوں نہیں کرتی۔"

"اس کی کوئی مصلحت ہوگی۔"

"تم اس کی حمایت کیوں کر رہے ہو۔"

"میں دشمن کی حمایت نہیں کر رہا ہوں۔ ایک انداز سے تمہاری باتوں کا جواب دے رہا ہوں۔"

"میں تم سے دوستی کر رہا ہوں۔ اب وہ آئے گی تو اسے بھاگ دوں گا۔ اپنے داغ میں بھی آئے نہیں دوں گا۔"

"یہ تمہارا معاملہ ہے۔"

"لیکن میں تمہارا دوست بن گیا ہوں۔ تم کوئی معقول مشورہ دے سکتے ہو۔"

"معقول مشورہ یہ ہے کہ جس دشمن سے نقصان پہنچا ہو اس سے دوستی نہ کرو اور جو دوست ہو اس پر زیادہ بھروسہ نہ کرو۔"

"اس کا مطلب ہے کسی پر اعتماد نہ کیا جائے۔"

"میں نے ایسا کب کہا ہے؟ مجبوراً میرے والی ذات صرف خدا کی ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دونوں ٹھوڑی دیر تک خاموشی سے بیٹھے رہے پھر پاشا نے کہا۔ "یہ جزیرہ کافی وسیع و عریض ہے۔"

"خود کتنا وسیع و عریض ہو، ہم آبادی تک نہیں گے۔"

"ہو سکتا ہے۔ ہم غلط راستے پر جا رہے ہوں اور یوں پھر ساحل پر پہنچ جائیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہاں آکر چھٹنا ہو گا تو پورے جزیرے کا نقشہ لے کر آتا۔"

"نقشہ میرے پاس ہے۔"

"واقعی؟ کہاں ہے؟ مجھے دکھاؤ۔"

"تم نہیں دیکھ سکو گے۔ وہ میرے ذہن پر نقش ہے۔"

وہ انکار دے کر منہ پٹا کر دیا۔ کچھ فاصلے طے کرنے کے بعد

اس نے علی کا بازو تھام کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

"بڑھنے کھٹکھٹانے کی آوازیں آرہی ہیں۔ یہاں سے کچھ دور جا کر دیکھو۔"

"کیا تم فاصلے کا اندازہ کر سکتے ہو۔ میں نے متا ہے تم کو۔"

"ہاں لیکن یہ درخت وغیرہ آؤں آ رہے ہیں۔ اگر ہوتے تو میں بیلوں کو رکھ کر صاف طور سے دیکھ لیتا۔"

"آگے چلو۔ شاید وہ درختوں کا سلسلہ ختم ہو جائے۔"

وہ تقریباً تین سو گز کے فاصلے تک گئے پھر رک گئے۔

کے پیچھے سے چھپ کر دیکھا۔ آگے دھڑلانے لگی۔ تھپ تھپ دیا۔ دبا دبا تھا اور دیا کے پار دوسرے ساحل پر عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ کچھ بچے کچھ عورتیں تھیں اور کچھ قتل کر دی گئی تھیں۔

علی نے حیرانی سے کہا۔ "اس جزیرے میں کبھی کسی عورت نے قدم نہیں رکھا۔ اسے آئی لینڈ آف مین کہتے ہیں۔ مارکس کے مجرم مریمیاں قیدی بن کر رہے ہیں پھر یہ عورتیں کہاں سے آئیں گی۔"

پاشا نے مسکرا کر کہا۔ "میں قوت بصارت سے ان کے ایک ایک بال گن سکتا ہوں۔ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم آتے ہو۔ ان سے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ عورتیں نہیں ہیں! ڈنٹے ہیں۔ خراب ہیں۔"

علی نے انھیں پھاڑ پھاڑ کر اصرار دیکھا۔ وہ دوسرے عورت کی طرح نظر آ رہے تھے۔ کچھ نے اسکوٹ اور بلاؤڈ پٹنا ہوا تھا۔ کچھ مقامی عورتوں کے لباس میں تھے۔ عورتوں کی طرح ان کا دلہن لائی تھیں یا شائون تک تراشیدہ تھیں۔

بات سمجھ میں آگئی۔ جو عورت کو دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے ہر چاہتا ہے۔ وہ حاصل نہ ہو تو اس کی تصویریں بناتا ہے۔ اس حسین خیالی مجسمے تراشتا ہے۔ راقوں کو فیروزہ آئے تو کینے کا بازو اس میں دوچ کر موتا ہے۔

مارکس ان کی حکومت نے ان قیدیوں کو عورتوں سے محروم کے انسانی غفلت کے خلاف سزا دی تھی۔ اس دنیا کا پہلا انسان عورت کے ساتھ زمین پر آتا رہا تھا۔ اس نے عورت کے جنت چھوڑ دی تھی۔ زمین کی بہتوں کو قبول کیا تھا اور اب اس کے ایک جزیرے میں عورت کو اس سے چھین لیا گیا تھا۔ یہ مجرم وہ بدواشت نہیں کر سکتے تھے اس لیے وہاں خروں کا وجود نظر آتا تھا۔

علی اور پاشا جزیرہ مارکسوں سے آئے تھے۔ وہاں انہوں نے کبھی ایک خراسا نہیں دیکھا تھا۔ یہ چھپک میں جاسکتا تھا کہ خراسا نے بھی بڑے جرائم کا ارتکاب کیا ہو گا۔ جن کی پاداش میں انہیں بھی قیدی بنا کر وہاں بھیجا گیا تھا۔

ایک بات نہیں تھی۔ وہاں صرف موقیدوں کو بھیجا گیا تھا۔ وہاں خراسا کیسے پیدا ہو گئے تھے؟ اور کیوں پیدا ہو گئے تھے یہ وہاں کی آبادی میں پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

علی نے کہا۔ "یہاں ان کی موجودگی بتا رہی ہے کہ ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

پاشا نے کہا۔ "میں دیکھ کر اس طرف جانا چاہیے۔"

انہیں جانا چاہیے؟ کیا خراسا بند آگئے ہیں۔"

علی نے اپنے خروں پر بچے دینا کی حسین ترین عورتیں لے جاتی ہیں۔"

"یہاں کبھی صورت عورت کی تصویر بھی نہیں ملے گی۔"

"میں میرے لیے سب سے بڑے دکھ کی بات ہے۔ میں یہاں موانہ کیوں کر لوں گا۔"

"مجھے یہاں کی قیدی کر رہے ہیں۔ اب چلو یہاں سے۔"

"میں تم کو کہہ رہے تھے۔ ان خروں کی طرف نہیں جائیں گے۔"

"ہاں! ان کی طرف نہیں! ان سے چھپ کر دوسری طرف جانیں گے۔ ابھی اس جزیرے میں ہماری موجودگی کا ظلم کسی کو نہیں ہے۔ ہم چھپ کر انہیں اور ان کے رنگ و صفت دیکھیں گے۔"

"چھپ کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

علی نے کہا۔ "یہ ہمارا طریقہ کار ہے۔ ہم اپنی افراد کو پہلے دور سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ تم چاہک ان کے قریب جا کر نقصان اٹھاتے ہو۔"

"ہاں۔ یہ سب ہی سے سنتا آ رہا ہوں! یہاں کے قیدی خطرناک دندنے ہیں۔ تم درست کہتے ہو! پہلے انہیں دوسری دور سے دیکھنا چاہیے اور ان کی کچھ کمزوریاں معلوم کرنا چاہیے۔"

دور درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چلتے ہوئے خروں کی نظروں سے بچتے ہوئے جانے لگے۔ دیا کے کنارے ہی کہیں آبادی ہو سکتی تھی۔ اس لیے وہ کنارے سے دور نہیں ہوئے۔ ساحل ساحل چلتے رہے۔ کچھ دور نکل جانے کے بعد پاشا نے پھر اس کا بازو پکڑ کر دیا اور کہا۔ "دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ہیں اور وہ آوازیں ہماری طرف آرہی ہیں۔"

دور درختوں کے پیچھے آگئے۔ وہاں سے دیکھتے لگے۔ قدموں کی آوازیں قریب آرہی تھیں پھر دوڑنے بھاگنے والے نظر آ گئے۔ سب سے آگے ایک حیزہ تھی۔ اس کے پیچھے دو بڑے بڑے مرد تھے۔ اسے پکڑنے کے لیے دوڑتے چلے آ رہے تھے۔ حیزہ پریشان تھی۔ ان مردوں سے بچنے کے لیے کسی کو روک کے لیے نہیں پکار رہی تھی۔ شاید اسے کہ وہاں سب ہی دندنے لگے۔

وہ ان سے دور بھاگنے کے دوران سمجھ رہی ہو گی کہ جتنی بھی دور بھاگتی جائے گی جزیرے سے باہر نہیں جاسکے گی اور شاید یہ بھی

چاہتی ہو کہ کسی طرح ساحل تک پہنچ جائے تاکہ پولیس والے اسے کوئی مار دیں اور ہمیشہ کے لیے ان درندوں سے نجات دلا دیں۔

جب وہ بالکل قریب آئے گی تو علی اور پاشا چاک درختوں کے پیچھے سے نکل آئے۔ انہیں دیکھتے ہی حیزہ پھار کر اوندھے منہ گر پڑی۔ اس کا تعاقب کرنے والے بھی ایک دم سے رک کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔ "یہ ہماری بہتی کے نہیں ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "یہ دونوں جانسن گاؤں کے لگتے ہیں۔ اسے کون ہو تم لوگ؟"

علی نے کہا۔ "تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس جزیرے میں تم قیدیوں نے الگ الگ بستیاں بنائی ہیں۔ چلو مجھے لوہم جانسن گاؤں سے آئے ہیں۔ تمہارا کس گاؤں سے تعلق ہے؟"

ایک نے کہا۔ "ہمارا تعلق بوگاڑوچ ہے۔ اس وقت تم دونوں ہمارے آقا بوگاڑو کے علاقے میں ہو۔"

پاشا اس حیزہ کو سارا دے کر گھاس پر سے اٹھا رہا تھا۔ ایک نے لٹکار کر کہا۔ "اے خبروار! ایشیا کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ یہ ہماری ملکیت ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "اے ہاتھ لگانے سے روکو گے تو ہمیں ہاتھ پڑیں گے۔"

وہ دونوں پاشا پر حملہ کرنا چاہتے تھے علی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "رک جاؤ۔" لڑکی خراسا مل جائے گی۔ پہلے یہ بتاؤ یہ مردوں کے جزیرے میں کہاں سے آگئی ہے؟"

ایک نے کہا۔ "میں سے بھی آئی ہے تم کوں ہوتے ہو پوچھنے والے؟"

"سیدھی طرح جواب دو گے اور یہ لڑکی تمہاری ساتھ جانا چاہے گی تو اسے لے جاؤ گے۔"

دوڑنے کے بعد انہوں نے کچھ نہیں سنا۔ ایک نے علی پر دوسرے نے پاشا پر چلا گیا۔ لڑکی۔ پاشا کا ایک ہاتھ پڑے ہی وہ پکڑا کر گر پڑا۔ دوسرے کو علی نے دوچ کر کہا۔ "میں باڑی گاڑا اس لیے ساتھ لایا ہوں کہ مجھے ہاتھ پاؤں نہ ملتا پڑیں۔ چلو اور جاؤ۔"

اس نے حملہ کرنے والے کو پاشا کی طرف دھکیل دیا۔ پاشا نے اس کے منہ پر ایک گھونسا مارا پھر دوسرے گھونٹے میں وہ ایسا گرا کہ پھر زمین سے اٹھ نہ سکا پھر اس نے دونوں کو ٹھوکر مار مار کر بے ہوش کر دیا۔

لڑکی ایک درخت سے جتنے سے گئی۔ سہمی اور سہمی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھی پھر وہاں سے بھاگنے لگی۔ علی نے پک کر اسے پکڑ لیا پھر زری سے کہا۔ "ہم سے نہ ڈرو۔ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ بری طرح خوف زدہ تھی۔ اپنا بازو چمڑا کر پیچھے ہٹ رہی تھی پاشا نے پوچھا۔ ”تم بھاگ کر کہاں جاؤ گی؟ ہمیں تباہی و ہلاکت پہنچا دیں گے۔“

علی نے پوچھا۔ ”تم کسی بوگاڑ کی ملکیت ہو۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ”میں کسی کی ملکیت نہیں ہوں مجھے جانے دو۔“

”کہاں جاؤ گی؟ کہاں سے آئی ہو؟“

”میں برین کالونی سے آئی ہوں۔ میرے باپ کا نام برین ہارڈو ہے۔“

”کیا تمہاری کوئی ماں بھی ہے؟“

”ہاں تھی۔ سرگئی۔“

”کسی عورت کو اس جزیرے میں قدم رکھنے نہیں دیا جاتا پھر تمہاری ماں یہاں کیسے آئی تھی؟“

”میں نہیں جانتی۔ ہمیں کچھ نہیں جانتی۔ مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ مجھے جانے دو۔“

”کیا تم ہمیں وحشی درندے سمجھتی ہو؟“

وہ ابھی تک سہمی ہوئی تھی۔ رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ علی نے کہا۔ ”ہمیں دوست سمجھو۔ ہم پر مجبور سا کو۔“

پاشا نے کہا۔ ”اگر ہم درندے ہوتے تو اتنی دیر پیار سے نہ سمجھاتے۔ تمہیں چر بھادڑ رکھ دیتے۔“

علی نے پوچھا۔ ”تمہارا نام شیا ہے۔“

شیا نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ علی نے کہا۔ ”اپنے باپ کے پاس برین کالونی جاؤ گی؟“

اس نے پھر ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ علی نے کہا۔ ”تم آگے آگے چلو۔ ہم تمہاری حفاظت کے لیے پیچھے ہیں گے۔ کوئی دشمن ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

وہ سسے ہوئے انداز میں ایک طرف چلنے لگی۔ پاشا نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے علی سے پوچھا۔ ”کیا تم واقعی اسے جانے کا موقع دے رہے ہو؟“

علی نے کہا۔ ”ہاں یہ تمہارے باپ اور دو گارہے۔ اسے اس کے باپ کے پاس پہنچانا ہمارا فرض ہے۔“

”کیا بکواس کر رہے ہو۔ اتنی حسین لڑکی کو یوں جانے دو گے؟“

”تم چر بھادڑ ارادہ ہے۔ اس سے نکاح پڑھواؤ گے؟“

”اگر ہمیں گناہ منظور نہیں ہے تو چلو اس کے ساتھ میرا نکاح تم ہی پڑھاؤ۔“

”میرے حساب سے اسے اپنی بیٹی بنا لو۔“

”دیکھو علی! مجھ سے ایسی بکواس نہ کرو۔ نہ میرے ہاں کسی بیٹی پیدا ہوئی اور نہ ہی میں کسی کو بیٹی یا سہن بناؤں۔“

”میرے ساتھ رہو گے تو بھانسیک لو گے۔“

”تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ دیکھو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں میں کسی معاملے میں مداخلت نہ کیا کرو۔ ورنہ تمہیں ایجاب بنا دوں گا۔“

”میرے ہاتھ پاؤں تو ڈر کر ایجاب بنا دو گے تو دشمنوں کے اس جزیرے میں تمہارا جادو گے۔ جیسے جیسے مددگار کو بیکار کر کے اسلحہ خزانے سے مقابلہ کرو گے؟“

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس انجیلے جزیرے میں اسے یقین تھا کہ علی ہر مصیبت میں ساتھ دے گا۔ وہ ایک بار پیچھے ہٹنے کے بعد اس کی شہ زوری کا قائل ہو گیا تھا۔

وہ دوستانہ لہجے میں بولا۔ ”علی! عقل سے کام لو یہ لڑکی میری کسی دلدل میں پھنسا دے گی۔ اپنی کالونی میں بیچنے کی کسی مصیبت میں پھنسا دے گی۔ ہم اسے ر غمال بنا کر اس کے باپ کو اور اس کالونی کے افراد کو اپنے سامنے ٹھکے پھینکے پر مجبور کر سکتے ہیں۔“

”اور کیا کر سکتے ہیں۔“

”ان سے گرم کپڑے اور کھلے دھوپو لے سکتے ہیں۔“

”اور کیا کر سکتے ہیں؟“

ان سے اختیار حاصل کر سکتے ہیں۔“

”اور کیا کر سکتے ہیں؟“

”تمہارا سر کر سکتے ہیں۔ تم پوچھتے پوچھتے مجھے اس کالونی میں پھنسا دو گے۔ میں وہاں جا کر ان کا قیدی بننا چاہتا۔“

”کیا ان کا واردا بننا چاہتے ہو؟“

”تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ شیا سے اس کالونی کے محتفل معلوم تو کرو۔ تم نے ہی کہا تھا کہ پہلے دور سے معلومات حاصل کریں گے۔“

”اس لڑکی نے تو میری دیر پہلے بڑی بے بسی سے التجائی غری میں اس سے کچھ نہ پوچھوں اور اسے جانے دوں۔ اس لیے جانا دے رہا ہوں اور کچھ نہیں پوچھ رہا ہوں۔“

”دیکھو علی! تم مجھے غصہ دلانے رہے ہو۔“

لڑکی جاتے جاتے کی بار پلٹ کر علی کو دیکھ چکی تھی۔ اس کی باتیں سختی رہی تھی اس لیے اب وہ خوفزدہ نہیں لگ رہی تھی۔ ایک بار وہ مسکرائی بھی تھی۔ پاشا نے ہنجر کر کہا۔ ”وہ مسکرا رہی ہے تم اس کی نظریں بہرہ ور ہیں رہے ہو۔“

”تم بھی بہرہ ور بننا چاہتے ہو تو دل میں جیسی باتیں نہ کرو۔“

وہ غصے سے ہونٹوں کو میچھنے لگا۔ وہ اپنا غصہ کسی نہ کسی پر اتار کر تھا لیکن علی پر زور نہیں چل رہا تھا۔ دراصل اسی بات کا غصہ تھا کہ غیر معمولی جسمانی قوت رکھتے ہوئے بھی وہ پیچھے آڑائی کے وقت علی سے اپنی انگلیاں نہیں چمڑا سکا تھا۔ اب خود کو تسلی دے رہا تھا کہ پیچھے آڑائی میں شکست کھانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے مقابلوں میں علی سے کتر ہو گا۔ نہیں! آئندہ مقابلہ ہو گا۔ علی کو تو پھر مجھڑ کر رکھ دے گا۔

وہ شیا سے بولا۔ ”اے لڑکی! پہلے ہمیں دوسرے اپنی کالونی

کہا۔“

”مجھے زور با کر رک جی پھر بولی۔“

”ہمیں سے ہمارا علاقہ شروع ہو گیا۔ آگے دیر کے کنارے ہماری کالونی ہے۔“

وہ آگے بڑھتا ہوا چلے رہے پھر دور سے وہ آبادی نظر آنے لگی۔ تمام مکانات ٹکڑوں سے بنے ہوئے تھے۔ تمام مکانات کی چھتوں پر پنپناں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہاں ٹکڑوں جلا کر کھانا پکایا جاتا تھا۔ کئی مرد نظر آئے وہ کپڑے تیار کرنے کے لیے دھواں کے رنگ رہے تھے۔ ایک بھی عورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

علی نے کہا۔ ”شیا! تم جاؤ اور اپنے باپ سے کہو۔ یہاں وہ ابھی ہیں وہ ہم سے دو گئی کرے گا یا دشمنی؟“

وہ جانے لگی۔ پاشا نے کہا۔ ”اور یہ کہہ دینا کہ ہم سے دشمنی معلوم پڑے گی۔“

شیا نے پلٹ کر علی کو دیکھا، مسکرائی پھر چلی گئی۔ پاشا نے پوچھا۔ ”یہ تمہیں دیکھ کر مسکرائی کیوں ہے؟“

”اس لیے کہ میں نے پہنچ نہیں کیا ہے کہ ہم سے دشمنی معلوم پڑے گی۔ تم نکلنے والا لوجہ اختیار کرو گے تو ہمیں مسکراہٹ بھی نہیں ملے گی۔“

وہ دونوں چپ چپ کر کالونی کے قریب جا رہے تھے اور دیکھنا چاہتے تھے کہ وہاں دو انجینیئروں کی آمد کی خبر پہنچے گی تو ان لوگوں کا رد عمل کیا ہو گا۔

توڑی دیر بعد ہی ان مکانوں سے لوگ نکلے گئے۔ ان میں سے کچھ نے کھانڈیاں اور کچھ نے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ وہاں داخل اور روالور پیچھے ہٹتے ہوئے تھے۔ وہ لوگ درخت کاٹنے کے یا کھنڈیوں میں کپڑے بیچتے تھے۔ ان بیٹوں کی مناسبت سے ان کے پاس چھینٹی، پتھوڑے، کھلیں، کھانڈیاں اور چھوٹے بوئے آ رہے ہوتے تھے۔ ان اوزاروں سے وہ کام بھی کرتے تھے اور بعض بھی لاتے تھے۔

ان کی مختلف آبادیوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ایک ہی جگہ تھے ہو کر نہیں رہتے ہیں۔ انسانی فطرت سے مجبور ہیں اس لیے الگ الگ کالونیاں قائم کر رکھی ہیں اور ہر کالونی کا ایک سردار یا آقا ہوتا ہے مثلاً جانسن ٹاؤن کسی جانسن نامی شخص نے قائم کیا تھا۔ بوگاڑوچ ایک بوگاڑو نامی شخص سے موسوم تھا۔ اسی طرح شیا کے باپ کے نام سے وہ تیسری کالونی برین کالونی کہلاتی تھی۔

وہ لوگ انھوں میں ہتھیار اٹھانے کالونی سے باہر اُدھر جا رہے تھے پھر شیا ان سے جدا ہوئی تھی۔ وہ کچھ رہے تھے کہ وہ ان کے انتظار میں ای جگہ کھڑے ہوں گے۔ وہ تعداد میں چوبیس تھے وہاں کچھ انہیں تلاش کر رہے تھے۔

وہ دوسری طرف سے گھوم کر کالونی میں آئے۔ وہاں کھنڈیاں پٹکی تو اڑیں آ رہی تھیں۔ جو لوگ گھروں میں بیٹھے کام کر رہے

تھے وہ ان کی تلاش میں نہیں گئے تھے۔ وہ دونوں دبے قدموں چلتے ہوئے ہر گھر میں جھانکتے پھر رہے تھے۔ ایک بوئے سے کلاسی کے مکان میں شیا نظر آئی۔ وہ اندر ٹھس آئے پاشا نے کہا۔ ”ہم سے دھواں کھینچ رہے ہیں۔ ہمیں پکڑنے کے لیے اپنے پاؤں کو ہتھیار کے ساتھ وہاں بھیجا ہے۔“

شیا نے کہا۔ ”وہ پکڑنے نہیں، تمہارا استقبال کرنے گئے ہیں۔“

علی نے پوچھا۔ ”کیا ہتھیاروں سے استقبال کیا جاتا ہے؟“

”وہ اس لیے ہتھیار لے گئے ہیں کہ تم دونوں کو دشمنوں سے بچا سکیں۔ جو میرا پیچھا کر رہے تھے، وہ اپنے ساتھیوں کو تمہارے پیچھے لا سکتے تھے۔ تم یہاں کے لوگوں کو نہیں جانتے ہو۔ جب وہ مقابلے میں بار جاتے ہیں تو پیچھے سے حملہ کر کے جان لیتے ہیں۔“

پاشا نے کہا۔ ”تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ کیا پتا تم کیسے ہم پر پیچھے سے حملہ کر رہی ہو گی۔“

”جب میں ایسی ہوں تو میرے پیچھے مرنے کیوں آئے ہو۔“

”مرنے نہیں، تمہارے باپ کے اسی گھر میں بیٹھ کر تمہارے آدمیوں کو مارنے آئے ہیں۔“

باہر سے لوگوں کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔ وہاں تو کوئی نہیں ہے۔ شیا کہہ رہی تھی، وہ دین گھوہاں ایک بھی نہیں ہے۔“

شیا نے دووازے سے باہر آ کر پوچھا۔ ”تم لوگ ہتھیار لے کر کیوں گئے تھے۔ وہ تمہیں دشمن سمجھ کر چھپ گئے ہیں۔“

اس کے باپ برین ہارڈو نے کہا۔ ”بیٹی! بس ان سے کہا تھا کہ ہتھیار ساتھ نہ لے جائیں لیکن یہاں تیرے کئی طلب گار ہیں۔ ان میں سے جو زیادہ شہ زور ہو گا تو اسی کے حوالے کی جائے گی۔ یہاں کے تمام شہ زوروں کو یہ خدشہ ہے کہ وہ آنے والے دو انجینیئروں کے ساتھ حاصل کر لیں گے۔ اس لیے یہ لوگ ان دونوں کو مار ڈالنا چاہتے ہیں یا انہیں اس کالونی سے دور دھکا دینا چاہتے ہیں۔“

شیا نے کہا۔ ”یہ سراسر احسان فراموشی ہے۔ اگر وہ دونوں مجھے نہ بچاتے تو بوگاڑ اور اس کے شہ زور مجھے اپنی داشتہ بنا لیتے۔“

ایک شہ زور نے کہا۔ ”میں باہمی کی طاقت رکھتا ہوں۔ میں بوگاڑ کی ہستی میں جس جاکر شیا کو واپس لا سکتا تھا۔ ان دو انجینیئروں نے کوئی احسان نہیں کیا ہے۔“

برین ہارڈو نے کہا۔ ”بیٹی! یہاں کا دستور یہی ہے۔ تجھے دشمنوں سے بچانے والے اگر یہ ثابت کر دیں گے کہ وہ تیرے طلب گاروں سے زیادہ شہ زور ہیں تو وہ یہاں دھکے بھی کھیں گے اور دستور کے مطابق ایک سال تک تجھے بیوی بنا کر رکھ سکیں گے۔“

وہ دونوں دووازے کے پیچھے سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ پاشا نے خوش ہو کر کہا۔ ”یہاں کا دستور اس حد تک میری آغوش

میں پہچانے والا ہے۔

اس نے دوبارہ سے لگی ہوئی ایک کھڑائی پھر کرے سے باہر نکل کر برآمدے میں شیا کے پاس آکر بولا۔ ”زل سے یہی ہوتا آیا ہے۔ جو سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے، وہ زن، زردار زمین حاصل کرتا ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں، کون ہے یہاں کا سب سے طاقتور گدھا؟“

ایک باقی جیسے ذلیل ڈول والے شخص نے کہا۔ ”اے او گدھے کے بچے! میرا نام دیوس ہے لیکن میری طاقت دیکھ کر لوگ مجھے ڈول یعنی شیطان کہتے ہیں۔ آج میدان میں ابھی تو یہاں تڑپا اور دم توڑا دکھائی دے گا۔“

پاشا برآمدے سے اتر کر گھلی جگہ مقابلے کے لیے جانا چاہتا تھا۔ برین ہارڈو نے کہا۔ ”رک جاؤ، مقابلہ آج نہیں کل ہوگا۔“

”کل کیوں ہوگا؟ آج کیوں نہیں ہوگا؟“

”جیسا کہ یہاں سب جانتے ہیں۔ کل شیا پورے چند برس کی ہو جائے گی، کل دوسری کالونیوں کے شہ زور میں مقابلے کے لیے آئیں گے۔ مقابلے کے نتیجے میں جو شہ زور سب پر بھاری پڑے گا، وہی شیا کے جسم و جان کا مالک ہوگا۔“

ڈول نے کہا۔ ”تیس مسزیرین! اس اجنبی کا قتل اس جزیرے سے نہیں ہے۔ اس لیے اسے مقابلے میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ بیت بھی جائے تو شیا کا حقدار نہیں ہوگا۔“

پاشا نے کہا۔ ”ہم دو ہیں اور یہاں کے سنے قیدی ہیں۔ ہمیں یہاں حقوق نہیں ملیں گے تو ہم جیتنا بھی جانتے ہیں۔“

شیا برآمدے سے پلٹ کر کمرے میں آئی۔ علی بیز کے پاس ایک کرسی پر بیٹھا ایک سیب کھا رہا تھا۔ وہ قریب آکر بولی۔ ”تم ایسے اطمینان سے بیٹھے ہو جیسے یہ تمہارا گھر اور تمہارا علاقہ ہے۔“

”شیا! اطمینان کا جتنا موقع ملے آؤ کیوں مطمئن رہنا چاہتے پھر اگلے پل کیوں کیا ہو؟ یہ کون جانتا ہے؟“

”میں جانتی ہوں تمہارا ساتھی دشمنی بڑھا رہا ہے۔ اس کے ساتھ تم بھی بے موت مارے جاؤ گے۔ اسے سمجھاؤ ڈول باقی سنے زبردست شیطان ہے۔ اگر اس کے سامنے کھٹے ٹیک دیے جائیں اور اسے یقین دلایا جائے کہ تم دونوں میں سے کوئی میرا طلبکار نہیں ہے تو وہ تم دونوں کو معاف کر دے گا پھر میرے ڈیلی نہیں یہاں رہنے کی اجازت دے دیں گے۔“

علی نے کہا۔ ”میرا ساتھی سب کچھ ہے۔ جب وہ چیلنج کرے گا ہے تو میدان میں چھوڑے گا۔ جو ہوتا ہے وہ ہے تو تمہارا دشمنی رہو۔“

”کیسے تمہارا دیکھو۔ تم نے اپنے بدبیت ساتھی سے بھی مجھے بچایا ہے۔ مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ میں تمہاری بھلائی چاہتی ہوں۔“

کسی بھی طاقتور درندے کے حوالے کر دیا جائے گا۔ تمہارا باپ یہاں کا آقا ہے، لکھا وہ تمہاری عزت کی حفاظت نہیں کر سکتا ہے۔ یہاں جو شخص خود کو سب سے زیادہ طاقتور منوانے لگے گا وہی پورا اور اس کالونی کا آقا بن جائے گا اور میرے باپ کی حیثیت ایک عام آدمی کی سی ہو جائے گی۔“

دو دروازے کی طرف دیکھ کر بولی۔ ”وہ شاید وہاں مقابلہ رہا ہے۔“

وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر برآمدے میں آئی۔ مکان کے سامنے گلی جگہ پر پاشا اور ڈول ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے اور حملہ کرنے کے لیے پر تزل رہے تھے۔ کالونی کے لوگ قماشائی کی حیثیت سے دور بٹ گئے تھے۔

دونوں کے ہاتھوں میں کھڑیاں تھیں پھر وہ کھڑیاں نفاٹیں لہرائے اور کمرے لگیں۔ دونوں بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے اور اپنا پیادہ بھی کرتے جا رہے تھے۔ شیا نے پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔ علی نے پورے پورے دوسرا سیب اٹھا کر کھا رہا تھا۔

برین ہارڈو نے بھی کمرے کے اندر دیکھا پھر پوچھا۔ ”یہی ابا دوسرا ابھی یہی ہے؟“

”ہاں یہی ہے۔ یہ جزیرے کے خطرناک درندوں سے واقف نہیں ہے۔ اسے مذہب علاقہ سمجھ رہا ہے۔ مجھے افسوس ہو گا اگر یہ ناگہبی میں مارا جائے گا۔“

”یہ خوش فہمی میں مبتلا ہے یقیناً حرام موت مرے گا۔ تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟“

”انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ میں اس کے احسان کا بدلہ چکا چاہتی ہوں۔“

اسی وقت تالیوں کا شور مچنے لگا۔ باپ بیٹی نے آؤھر دیکھا۔ پاشا کے ہاتھوں سے کھڑائی نکل کر دور جا کر گئی۔ وہ بڑبا ہو گیا تھا۔ ڈول اپنی کھڑائی سے حملے کر رہا تھا اور پاشا بچنے کی کوشش کرنا چاہا تھا۔

پھر ایک بار کھڑائی ناکام حملے کے باعث زمین پر پڑی تو اس کے ساتھ ہی پاشا نے اس پر چلا ٹکا لگا کر اسے بوجھ لیا۔ وہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پاشا غیر معمولی جسمانی قوت کے باعث بڑبا لڑتے وقت کس قدر زبردست ہوتا ہے۔ اب ڈول کے ہاتھوں سے کھڑائی چھوٹنے کے بعد حیرت انگیز قوت کا قماش نظر آ رہا تھا۔

وہ باقی جیسی طاقت رکھنے والا پوری قوت صرف کر رہا تھا لیکن پاشا کی گرفت سے نکل نہیں رہا تھا پھر پاشا نے اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے ہوئے سرے بلند کر لیا۔ تالیوں بجانے والے گم گم مہم ہو کر دیکھ رہے تھے۔ ان کی کالونی کے سب سے شہ زور شخص کو فضا سے بلند کر کے زمین پر پڑھ دیا گیا تھا پھر پاشا نے اسے آرام لاک لگا تو وہ تکلیف سے چیخنے لگا۔ وہ اسے چھوڑ کر بٹ گیا۔ پاشا اس کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اور وہ شہ زور آئندہ کسی

مزدور سے بھی مقابلے کے قابل نہیں رہا ہے۔

پاشا نے زمین پر سے دونوں کھڑیاں دونوں ہاتھوں میں لے کر پھر تو زمین پر پڑا۔ ”مرد کون ہے شیا کا طلب گار؟ کسی کے دل میں شیا کی طلب اور مقابلے کی حسرت ہے تو سامنے آئے اور یہ سب لوگ یاد رکھیں جو سامنے آکر مقابلہ کرے گا اسے ڈول کی طرح صرف پانچ ہاتھوں کا اور زندہ رہنے دوں گا۔ اگر کسی نے دھوکے سے حملہ کیا تو اسے اور اس کی حمایت کرنے والوں کو کتوں کی موت مانوں گا۔ کوئی ہائی کالال؟“

سب خاموش تھے اور اپنے آقا برین ہارڈو کو دیکھنے لگے تھے۔ برین نے کہا۔ ”لیڈر! جیسی بات نے یہ مقابلہ جیت کر یہاں رہنے کا حق حاصل کر لیا ہے لیکن شیا کے طلب گار کل آئیں گے کل تمہارے مقدر میں موت ہوگی یا اس علاقے کی بادشاہی۔ آؤ تم میرے معزز مسلمان ہو۔“

وہ برین اور شیا کے ساتھ اندر آیا پھر علی سے بولا۔ ”اب تم اعتراض نہیں کر سکو گے۔ میں نے یہاں کے دستور کے مطابق آدمی شیا کو جیت لیا ہے۔ کل قاتل مقابلوں کے بعد یہ پوری کی پوری میری ہو جائے گی۔“

علی نے کہا۔ ”کل بہت دور ہے۔ ابھی تو بھوک لگی ہے۔

تمہاری نیت کی خوشی میں کھانا تو لی ہی جائے گا۔“

شیا نے کہا۔ ”میں ابھی کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔“

وہ چلی گئی۔ علی نے کہا۔ ”مسزیرین! سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اس جزیرے میں شیا کیسے آئی؟“

برین ایک کرسی پر بیٹھنے ہوئے بولا۔ ”یہ ایک لمبی داستان ہے۔“

پاشا نے بیٹھنے ہوئے کہا۔ ”داستان سناؤ اور تمہاری حیرانی دور کر دو۔ یہ تمہاری بیٹی کیسے پیدا ہوئی؟“

برین ہارڈو نے ایک گرمی سانس لی پھر کہنے لگا۔

”اب سے کوئی چھتیس برس پہلے میں یہاں قیدی بن کر آیا۔

ان دنوں یہ جزیرہ ویران تھا۔ مجھ سے پہلے صرف باہم قیدی تھے۔

آج قیدیوں کی تعداد ڈھائی سو سے کچھ اوپر ہے۔ وہ میری جوانی کے

دن تھے۔ میں بیس برس کا ٹرلر ہوا، جانتا تھا میں ایسی طاقت بھی

کہ کسی کا تھک چکر لیتا تو اسے توڑنے کے بعد ہی چھوڑنا تھا۔ وہ باہم

قیدی بھی خطرناک تھے۔ اپنی اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے لڑتے

رہتے تھے۔ برتری قائم رکھنے کی جنگ دنیا کے ہر علاقے میں جاری

رہتی ہے۔ آج بھی یہاں یہ جنگ جاری ہے۔ ہر سال جنگ کے نتیجے

میں جو سب پر مادی ہو جاتا، وہ ان کا آقا بن جاتا تھا۔ نئے نئے

قیدی آتے رہتے تھے۔ نئے آئے والوں میں جو آقا کو شکست دیتا

تھا وہ نیا آقا بن جاتا تھا۔

مارکیو سان کی پولیس اور فوج کے سپاہی اس جزیرے کے اندر

فہم آتے ہیں۔ وہ نئے قیدیوں کو ساحل پر پھینک کر چلے جاتے

ہیں۔ ہفتہ میں ایک بار راشن اور دو تیس ڈیوڑھی لائے جاتے ہیں۔ درختوں کی کھڑیاں اور کھڑیوں کے تار کھد کھڑے لے جاتے ہیں۔ ایک بار ہم نے یہ چیزیں فراہم نہیں کیں اور یہاں سخت مزدوری سے انکار کیا تو انہوں نے اناج اور دواؤں کی چٹائی نوک دی اس طرح ہم سخت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

یہاں ہمیں ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں لیکن جس بات سے مافی تکلیف پہنچتی ہے وہ ہے عورت کی کمی۔ عورت کی کمی کے باعث ہم ہر مزاج اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں پھر ایسا ہوا کہ جو کسمن اور نازک اندام قیدی آتے تھے ہم انہیں مار پیٹ کر خراب بنا دیتے تھے۔ ان کے لیے عورتوں کا لباس تیار کر کے انہیں پہناتے تھے۔ ان سے کھانے پکواتے اور گھر گھر بستی کا کام کرتے تھے۔ وہ عورتوں کی طرح چلے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور ناچ گاکر ہمارا دل بھلانے پر مجبور ہوتے تھے۔ یوں نامرادوں اور عورتوں کا کسی حد تک علاج ہو جاتا تھا اور ہم کسی حد تک آسودہ رہتے تھے۔

پھر ایک دن باہم برس کا ایک لڑکا قیدی بن کر آیا۔ اس نے مارکیو سان میں اپنے باپ کو قتل کیا تھا اور کالے پانی کی سزا پا کر یہاں آیا تھا۔ وہ بہت حسین اور نازک اندام تھا۔ ان دنوں یہاں بوگاڑ نامی شخص کی دھاک جھی ہوئی تھی۔ اس نے باہم برس کے اس لڑکے کو خراب بنا چاہا تو انکشاف ہوا کہ وہ لڑکا نہیں لڑکی ہے۔

وہ بچپن سے لڑکوں کا لباس پہنتی تھی۔ لڑکوں کے انداز میں رہتی اور لڑکوں ہی کے لیے میں بولتی تھی۔ ماں مہر جی تھی۔ صرف باپ کو معلوم تھا کہ وہ لڑکی ہے۔ ایک رات باپ نے شراب کے نئے میں شیطان بننا چاہا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

پولیس نے اسے گرفتار کیا اور عدالت میں پہنچایا۔ وہ بدکی کے نام سے پکاری جاتی تھی اور بدکی مرد کا نام ہوتا ہے۔ پولیس اور عدالتی کارروائی کے دوران میڈیکل چیک اپ کا مرحلہ نہیں آیا۔ اس لیے کسی کو اس کی اصلیت معلوم نہ ہو سکی۔ اگر معلوم ہو جاتا کہ وہ لڑکی ہے تو اسے اس جزیرے میں بھی بھیجا نہ جاتا۔

قدرت بھج تھانے دکھائی ہے۔ وہ ہم کو ہارے قیدیوں کے مقدر میں بھی اس لیے ہمارے جزیرے میں پہنچ گئی اور سب سے پہلے بوگاڑ کے ہتے چڑھ گئی۔ یہ بات قیدیوں سے بھی نہیں نہ سکتی تھی۔ وہ سب عورت کے بھوکے تھے۔ اس لڑکی کا مطالبہ کرنے لگے۔ جو شہ زور تھے وہ بوگاڑ کو چیلنج کرنے لگے کہ لڑکی نے لی تو اسے قتل کر دیں گے۔

ان دنوں قیدیوں کی تعداد بڑھ کر پچاس ہو گئی تھی۔ ان میں ایک سے بڑھ کر ایک بد معاش، ڈاکو اور قاتل تھا۔ بوگاڑ نے چند بد معاشوں کو زیر کر کے انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا تھا۔ میں نے بھی دس قاتلوں کو اپنا محکوم بنا کر کھا تھا اور جاسن کے زیر اثر چھ بد معاش تھے۔ لیکن ایسے قاتلوں کے جزیرے میں ہم تین ہونے آقا تھے۔ ہم نے جاسن کاؤن، بوگاڑ و بوج اور برین کالونی کے ماسوں سے

الگ الگ خلائے بانٹ لے تھے۔

ہمارے درمیان یہ بے پایاں تھا کہ ہم خواہ مخواہ ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے کوئی شکایت ہوگی تو آپس میں بیٹھ کر وہ شکایت دور کریں گے ہم نے ہوگا رے شکایت کی کہ اس جزیرے میں مقدر سے آئی ہوئی لڑکی کا صرف ایک حقدار نہیں ہوگا۔ یہاں یہی کہلی اور آخری لڑکی ہے کوئی دوسری اتفاق سے نہیں آئے گی۔ اس لیے وہ ہمیں بھی ملتی رہے تو جزیرے میں امن و امان رہے گا۔

وہ ہمارے لیے ایسی نعمت تھی جس سے ہوگا رے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے ہماری شکایت کو نظر انداز کیا۔ ہمیں مانے لگا تو ہم نے اس پر حملے شروع کر دیے۔ میرے اور جاسن کے دو طرف حملوں سے اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ دن رات اپنا دفاع نہیں کر پائے گا۔ ایک ہفتہ کی لڑائی میں ہمارے دو اور اس کے چار ماتحت مارے گئے تھے تب اس نے صلح کے لیے ہمیں بلایا۔

ہم تینوں نے بیٹھ کر ٹھنڈے داغ سے سوچا کہ لڑکی کو پیار و محبت سے نہیں رکھا جائے گا اور حد سے زیادہ ظلم کیا جائے گا تو وہ میرا جی کے بھر میں پیشہ کے لیے عورت سے محروم ہو جائیں گے بات مستقبل تھی مگر یہ مشکل کی بات سمجھ میں آئی کہ عورت ایک درخت ہے جو چھانڈ بھی دیتی ہے اور بے شمار پھل بھی دیتی ہے۔ اسے مرے اور مرھانے نہ دیا جائے تو یہ ایک کے بعد ایک لڑکیاں پیدا کرے گی اور اس جزیرے میں عورتوں کی کمی پوری کر دے گی۔ آئندہ چندہ میں برسوں میں یہاں کافی جوان عورتیں ہو جائیں گی۔ اگرچہ وہ ہم تینوں کی بیٹیاں ہوں گی لیکن آئندہ آنے والے قیدیوں کے لیے یہ جزیرہ جنت بن جائے گا اور ہم تینوں آقا ہوئی بچوں والی زندگی گزار کر دنیا سے چلے جائیں گے۔

آخری بے پایاں کہ وہ ہم آقاؤں میں سے ہر ایک کے پاس تین ماہ کی دھن بن کر رہے گی۔ اگر تین ماہ کے آخر تک ماں بننے کے آثار پیدا ہوں گے تو چھوڑو اسی ہونے والے بچے کے باپ کے پاس فواد تک رہے گی۔ زچگی کے بعد وہ دوسرے آقا کی دھن بن کر جائے گی اور اس بچے کی پرورش اس کا باپ کیا کرے گا۔

دنیا کے بیشتر الدین بیٹوں کی تمنا کرتے ہیں کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو لیکن ہم اور ہمارے جزیرے کے تمام خطرناک مجرم دعائیں مانگتے تھے کہ لڑکیاں پیدا ہوتی رہیں۔ جب آدم اور حوا زمین پر اتارے گئے تو دنیا کی آبادی بڑھانے کے لیے خدا کی قدرت سے بی بی حوا جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ایک وقت میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو گئی۔ پھر دوسری بار جو بیٹا اور بیٹی جنم لینے تو پہلے بیٹے کے ساتھ دوسری بیٹی کا اور پہلی بیٹی کے ساتھ دوسرے بیٹے کا ازدواجی رشتہ کرایا جاتا تھا۔ اس جزیرے میں ایسا نہیں ہو سکتا تھا ہمارے چاہنے اور ارادہ کرنے سے کیا صرف لڑکیاں پیدا نہیں ہو سکتی تھیں۔ خدا کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہمارے سامنے پیش آتا

ہے۔

وہ قیدی عورت کوئی پندرہ برس تک زندہ رہی۔ اس نے یوں کہ ہاں دو بیٹے اور ایک بیٹی کو جنم دیا۔ جاسن کے ہاں دو بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور میرے ہاں ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کو جنم دیا۔ اس دنیا سے چلی گئی۔

میرا بیٹا پیدا ہونے کے دوسرے دن مر گیا۔ تین برس پہلے ہی بیٹی جب پندرہ برس کی ہوئی تو ہوگا رے بیٹے کا ایک شہ زور اسے زندہ کر لے گیا۔ اب یہ آخری بیٹی شیا ہو گئی ہے۔ کل پورے پندرہ برس کی ہو جائے گی۔ اسے جوہیت لے گا وہ اس علاقے میں کاکڑ کا بھی آقا بن جائے گا اور میرے اقتدار کا دور ختم ہو جائے گا۔

شیانے میں بڑھ کر کھانا لگا دیا تھا اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی تھی۔ پاشانے کہا۔ ”مسٹر برین! یہاں کی مختصر مصلحت من کر یہ معلوم ہوا کہ شیا کے علاوہ اور چار لڑکیاں ہیں۔ ایک تمہاری بیٹی جو باہر کر ہوگا رے بیٹے کی ہے وہاں ہوگا رے کی ایک بیٹی ہے اور جاسن کے گھر میں دو بیٹیاں ہیں۔“

برین نے کہا۔ ”ہوگا رے کی بیٹی یاہ برس پہلے ہی جوان ہو گئی تھی کہیں کہ وہ سب سے پہلی اولاد تھی۔ اس نے دو بیٹیوں کو جنم دیا جن میں سے آج ایک گیارہ برس کی اور دوسری نو برس کی ہو گئی ہے۔ یہ دونوں ہوگا رے کی نوایاں ہیں۔“

”اور جاسن کی دو بیٹیاں ہیں۔ کیا انہیں بھی بیاہ دیا گیا ہے؟“ ”ان میں سے ایک بیاہ دی گئی ہے۔ اس نے بھی ایک بیٹی جنم دی ہے۔ اس کی دوسری بیٹی ابھی تیرہ برس کی ہے اور میری بیٹی نے بھی ایک بیٹی کو جنم دیا ہے۔ یعنی ہم تینوں آقا اب آقا بنائے ہیں اور جزیرے میں عورتوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔“

علی نے پوچھا۔ ”اس جزیرے میں ایک عورت آئی مگر عورتوں کی تعداد بڑھتی گئی اور آئندہ بھی بڑھتی جائے گی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مارکیو سان کے حکام کو ان لڑکیوں کی یہاں موجودگی کا علم کیوں نہ ہوا؟“

برین نے کہا۔ ”وہ ان عورتوں اور لڑکیوں سے اس لیے بے خبر ہیں کہ وہاں کی پولیس اور فوجی جوان جزیرے کے اندر دینی حصوں میں نہیں آتے ہیں۔ یہاں کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لیے پہلی کاپڑوں میں پرواز کرتے ہیں بیٹی پرواز کرتے ہوئے دور بین کے ذریعے ہمارے مکاتوں اور طرے معاشرت کو دیکھتے ہیں۔“

”گیارہ پہلی کاپڑوں سے عورتوں کو نہیں دیکھ سکتے؟“ ”دیکھتے ہیں۔ انہیں صرف خسرے نظر آتے ہیں۔ پہلی کاپڑوں کی آوازیں سننے ہی ہم اپنی لڑکیوں کو مکاتوں کے اندر بھاہ دیتے ہیں پھر انہیں زیادہ تر چٹپٹ اور شرٹ و ڈیو پٹا رکھتے ہیں۔ راتوں کو زنانہ لباس پہنتا ہے ہیں کہیں کہ اندر جا رہے ہوں گے بعد کوئی طیارہ یا پہلی کاپڑ جزیرے کے اوپر سے پرواز نہیں کرتا ہے۔“

”مارکیو سان کے حکام کو معلوم ہو جائے؟ یہ عورتیں ان کی نگاہوں میں آجائیں تو کیا ہوگا؟“ ”انہیں اپنے ہی اندیشوں میں جکڑا رہے ہیں کہ حقیقت کا علم ہو سکتا ہے فوج آئے گی اور تمام عورتوں کو پکڑ کر لے جائے گی۔“

”ہم بھی ان کی رائے اور بیحد ہتھیاروں کے سامنے بے بس رہیں گے۔“ ”ہم اپنی اپنی جگہ پر جہنم ہوتے دیکھیں گے۔“

برین اہلکار کے لیے جس میں جو کہ تھا وہ اس کے دل کے درد کا غصہ تھا۔ اس جزیرے کے شہدائے ظالم اور خطرناک وحشیوں کے دلوں میں بھی یہی درد تھا۔ یہی درد وہاں کی خوفناک جان ہائے کو تپا رہے مگر عورتوں سے محروم نہیں ہونا چاہتے تھے۔ وہ سب ایسے خطرناک فلولادی مجرم تھے جنہیں کوئی تو نہیں سکا تھا۔ صرف عورتوں کی موجودگی ہی انہیں یکساں کرتی تھی۔

پاشانے کہا۔ ”واقعی یہاں کے لوگوں کو عورتوں سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا کے ہر علاقے میں جہاں مورچے ہیں وہاں عورتیں لازمی ہوتی ہیں۔ جہاں عورت نہ ہو وہاں مرد رہنے سے انکار کر دے گا۔ بیٹوں قیدیوں کو ایک جزیرے میں آزاد چھوڑ کر انہیں ملتی اور گھریلو زندگی گزارنے کی اجازت دے کر عورتوں سے محروم رکھنا بہت بڑا ظلم ہے۔“

آدنی جیل کی چار دیواری میں عرق کی سزا محبت لیتا ہے لیکن مکمل نظام میں ایک مکان بنا کر عورت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کا دل اور مکان کی چار دیواری عورت کو کپکپاتی رہتی ہے۔ انسان کو اس کی فطرت کے خلاف اہم ضرورت سے محروم رکھا جائے تو وہ پھر راتیں سے یہ ضرورت پوری کر لیتا ہے۔

اس وقت ثانی علی کے پاس تھی اور کہہ رہی تھی۔ ”ہم نے دورے اس جزیرے کے مشعل سنا تھا کہ یہاں وحشی درندے رہتے ہیں۔ اب یہاں آکر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ پہلے تو مجرم تھے ہی لیکن مارکیو سان کی حکومت انہیں صحیح کر غیر مذہب زندگی گزارنے پر مجبور کر رہی ہے۔ یہاں کے حکام اتنی ہی بات نہیں

کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو آباد کرنے کے لیے آدم کے ساتھ خاوا کیوں بھیجا تھا؟ یہ حکام آدم کے بیٹوں کو عورت کے بغیر یہاں فدا کر کے توہمت کے خلاف سزا دے رہے ہیں۔“

علی نے کہا۔ ”بے شک عورت کے بغیر کوئی معاشرہ منظم اور متنوع نہیں ہو سکتا۔ ہم یہاں کے حکام کو جزیرے کے قوانین بدلنے پر مجبور کریں گے۔“

ٹی تارا کی بار پاشا کے داغ میں آج بھی تھی۔ آخری بار پاشا نے کہا۔ ”میں ایک متاہلہ جیت چکا ہوں۔ کل قافلہ متاہلے بھی جیت لیاں گا اور شیا کو حاصل کر لوں گا لیکن یہ لڑکی میری طرف اکی نہیں ہے۔ تم اس کے اندر جا کر میرے لیے محبت پیدا کر سکتی ہو۔“

”تم مرنے سوئی ہو۔ کسی سے محبت نہیں کرتے ہو۔ دل بھلا تے ہو۔ وقت گزارتے ہو پھر اسے چھوڑ کر دوسری کو چھ کرنے نکل پڑتے ہو پھر اس جزیرے میں چند لڑکیاں ہیں جن سے کوئی محبت نہیں کرتا۔ جو شہ زور ہوتا ہے انہیں اٹھا کر لے جاتا ہے۔ شیا محبت کرے یا نہ کرے۔ کل تم اسے جیت کر جزا حاصل کر لو گے پھر میں اس کے اندر تمہارے لیے محبت پیدا کرنے کے سلسلے میں وقت ضائع کیوں کروں۔“

”بات یہ ہے کہ میں شکست تسلیم نہیں کرتا۔ وہ علی کو دیکھ کر مسکراتی ہے تو مجھے یوں لگتا ہے کہ میں جیتی ہوئی بازی ہار رہا ہوں اور علی مقابلہ کے بغیر بیٹھے ٹھانے میری جیت پر قہر مٹا رہا ہے۔“ ”تم ایسی ہی فلولادی باتیں سوچتے رہو گے۔ ایک رقب کی طرح چلتے چھتے رہو گے تو علی پر غالب آنے کی کسی قدر کا سامی سے عمل نہیں کر سکو گے۔“

”میری تو سمجھ میں نہیں آتا کیا تمہیں کہوں۔ علی کو دیکھنا ہوں تو یہ فلولادی قلعہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے اندر کھینے کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ کیا تم کوئی دروازہ بنا سکتی ہو؟“

”میں اسی لیے تمہارے پاس آئی رہتی ہوں اور تمہارے ذریعے اس کی مصروفیات کے مشعل معلوم کرتی رہتی ہوں۔ کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی ایسا موقع ضرور ہاتھ آئے گا جب ہم اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور اسے اپنے قابو میں کر کے جیت کے لیے اسے اپنا آئندہ بنا سکیں گے۔“

”میں کبھی سمجھتی سوچتا ہوں! اچانک ہی اس پر حملہ کر کے زخمی کردوں لیکن اچانک حملہ اس پر ہوتا ہے جو غافل رہتا ہے۔ میں نے کسی کو بھی اسے غافل نہیں دیکھا۔ شاید رات کو وہ میری نیند میں ہوگا تو مشعل مل جائے گا۔“

”یہ مت بھولو کہ وہ لوگ اپنے داغ کو ہدایات دے کر سوتے ہیں۔ بیہوش میں کوئی بھی قدم رکھے تو آگ کل جاتی ہے۔ رات کو کبھی اس کے قریب نہ جانا۔“

”میں ایسی غلطی نہیں کروں گا لیکن رات کو ایک بار تم میرے پاس آؤ۔ شاید ایسی کوئی صورت نکل آئے کہ ہم اس پر قابو پا سکیں اور تارا کی کی صورت میں اسے ہم پر شہ نہ ہو سکے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں رات کو کسی وقت آؤں گی۔“

وہ اپنی جگہ پر دانی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے پاشا کے ذریعے علی پر نظر رکھنے کا موقع مل رہا تھا۔ پاشا اس پر غالب آنے کی فکر میں تھا اور وہ دونوں کو اپنے قابو میں لانے کی تدبیر سوچ رہی تھی۔ یہ بات اس کے حق میں تھی کہ وہ دونوں ایک جزیرے تک محدود ہو گئے تھے۔ وہاں انہیں براہ راست انہوں کی مدد نہیں پہنچ سکتی تھی۔ علی کو صرف خیال خوانی کے ذریعے سامرا مل سکتا تھا۔ وہ اسی پہلو سے سوچ رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذرائع کو کس طرح کام میں لائے۔ ایک بار علی تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کٹ جائے

تو وہ پھر اٹھا اور علی پر قابو پانے کے لیے وہاں کے خطرناک مجرموں کو اپنا آواز بلند کرنے لگا۔ وہ اب تک شیخ اس کے باپ پرین باورڈ اور ایک دوسرے بد معاش کے داغوں میں جکھ بنا چکی تھی۔ آئندہ کام کے آدمیوں پر تو یہی عمل کرنے کا ارادہ تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھی سوچتی رہی اسے بھائی سرنا کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔ اس کا برین واش ہو چکا تھا۔ اس کے ذہن سے میرے توہمی عمل کو مٹا دیا گیا تھا اور اس کے داغ کوئی آواز زار اور ناجوڑا دیا گیا تھا۔ تاکہ بعد میں بھی اس نئی آواز اور سب سے کون سکون اور اس کے داغ تک نہ پہنچ سکوں۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بھائی کے پاس پہنچ کر کوڑو وڈا زار لکیر پھر بچا۔ ”بھائی ایسے ہو؟“

”چما ہوں۔ پوری طرح صحت مند ہوں گردن اب پر جو سارے کچھ بچھلی زندگی کی بمت ہی باتیں یاد نہیں آتی ہیں۔ یہ زندگی نئی اور اجنبی لگتی ہے۔“

”میں تمہاری بچھلی زندگی کی تمام یادیں مٹا دینے پر مجبور تھی۔“

”تم نے کہا تھا مجھے فریاد کے متعلق تپان ڈنگی کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ میں اس سے انتقام لوں گا۔“

”بھائی خوش میں نہ آؤ۔ جو لوگ اسے سالہا سال سے جانتے ہیں اور اس کی رگ رگ سے واقف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی اس کا کچھ نہیں جانتے ہیں اور تم تو ابھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہو۔ میں اس کے متعلق تمہیں بتاتی رہوں گی تو بتاتے تھے ایک عمر گزار جائے گی۔ اس عرصے میں ہی میں کوئی انتقام کارروائی کر کر دوں گی۔“

”یہ اچھا نہیں لگتا کہ بھائی کے ہوتے ہوئے دشمن سے ہمنام انتقام لے۔“

”یہ باتیں چھوڑو۔ اپنی ملاصحتیں واپس لانے کی کوشش کرو۔“

”تم کہتی ہو میں تمہیں سانس روک لیا کرتا تھا۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ تھوڑی دیر سانس روک جائے تو آدمی مرجاتا ہے پھر تم نے آتما کشی کے بارے میں بھی بہت کچھ بتایا تھا۔ میرے تو کچھ پلے نہیں پڑا۔ یہ بدوحہ باہر نکل کر پھر واپس جسم میں کیسے آتی ہے؟“

وہ ہنسی ہوئی۔ ”میں نہیں سمجھا سکوں گی۔ میں نے بہترین فائنٹوں کو گاہے گاہے اور کئی زبانیں سکھانے والے استادوں کو تمہاری تعلیم و تربیت کے لیے رکھا ہے۔ دن رات محنت کرو اور لگن سے سب کچھ سیکھ رہنے کی کوشش کرو۔“

”میں پوری کوشش کروں گا لیکن تم مجھ سے کیوں نہیں ملتی ہو؟ آخر ہماری ملاقات کب ہوگی؟“

”میں بہت مصروف رہتی ہوں۔ جب تم فریاد سے مطلوب نہیں ہوتے تھے تب ہم بھی بھائی ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے۔ اب یہ اندیشہ ہے کہ دشمن کسی نہ کسی طرح داغ میں پہنچ سکتے ہیں

اور تمہارے ذریعے مجھے بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ہم دن میں گئے۔ تم اس دن کا انتظار کرو اور خوب نشت کرو۔ آؤں گی۔“

وہ اپنی جگہ واپس آگئی۔ بچے سرنا اب اس معاملے میں مددگار اور معاون نہیں رہا تھا اس لیے شیخ اس معاملات سے منہ رسی تھی۔ اس نے تمام ڈی شیٹنگ سرٹاؤں سے کیا تھا کہ وہ اپنی اپنی جگہ آرام کریں گی۔ جاسٹس اور ایسے افراد سے نہیں جو براہِ علم پیدا کریں۔ معاملے میں دلچسپی لینے کے لیے وقت نہیں نکال سکے گی۔

بچے بچے سرنا اس سے ملنے کے لیے تڑپتا تھا اور کبھی کبھی زندگی کے کہ بہن بھائی ایک ساتھ ایک جگہ نہیں اسی ذہنی پریشانی کے باعث وہ سترے سے تعلیم و تربیت کرنے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا تھا۔

اس نے سوچا اگر ڈی کو اصل شیٹنگ تاراکہ کر سکا تو دیا جائے تو وہ بہن کو پا کر خوش رہے گا اور دل لگا کر تعلیم حاصل کرے گا اور جلد سے جلد بہن کے اہم معاملات میں مددگار بن جائے گا۔

اس نے بھائی کی بہتری کی لیے اس پیلو پر غور کیا پھر رہنے والی ڈی شیٹنگ تارے سے رابطہ کیا۔ وہ کارڈوائے کرتی اپنی اپنی جگہ سے داخل ہو رہی تھی۔ جب اس نے اپنا سر اٹھا کر روک دی تو شیٹنگ تارے کو ڈوڑوڑاوا کرنے لگا۔

”ڈی کو یہاں کیوں آئی ہو؟“

وہ بولی۔ ”میزم! سرنا تیار ہے۔ پچھلے دو دن سے اپنا ہے۔ آپ نے پچھلے پانچ دنوں سے رابطہ نہیں کیا۔ میں آپ کو ایک اہم خبر سنانے کے لیے ہے جیسا ہوں۔“

”وہ اہم خبر کیا ہے؟“

”فریاد علی تیمور بھی اسی اسپتال کے ایک کمرے میں ہے۔ اصل شیٹنگ تاراکہ سیدھی ہو کر چھٹی گئی پھر اپنا پوچھا۔ ”کیا کمرہ رہی ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فریاد وہاں آکر ہے تو کیوں ہے؟ تمہاری معلومات کس حد تک درست ہیں؟“

”میزم! اگل میں نے دیکھا اسپتال کے ایک عمارت میں جو انوں کا پھرا لیا گیا ہے۔ میں کبھی کوئی اہم سرکاری شخصیت جو بیمار ہے اور اس کی حفاظت کے لیے وہاں فوجی جوانوں کی لگا رکھی ہے۔ میں سرنا کا کمرہ تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ اس کاؤنٹر آئی وہاں فوج کا ایک کیمپن اسپتال کے انچارج تھا کہ مسٹر تیمور کے کمرے میں صرف ہمارے فوجی ڈاکٹر اور جاسٹس کی۔ اپنے محلے کے تمام افراد سے کہ دیں کہ مسٹر تیمور اور اس کا ڈوڑوڑاوا کوئی نہ جائے۔“

شیٹنگ تارے نے کہا۔ ”مسٹر تیمور کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تیموری ہو گا۔“

میں نے کیمپن کے جانے کے بعد پوچھا۔ ”کیا یہ مسٹر تیمور کوئی جاسٹس فوجی شخص ہیں؟“

جاسٹس فوجی شخص ہیں۔ ”مجھے پتا نہیں ہے۔ انہوں نے رجسٹر میں کاؤنٹر لگ کر کہا۔“

”میں نے اسے تیمور انچارج آفیسر، فوجی انچارج جنس لکھوایا ہے صرف ایف اے صرف ایف اے سے فریاد علی بتا ہے میرے اندر اور میڈم دونوں صرف ایف اے سے فریاد علی بتا ہے میرے اندر جنس یہ اداروں میں ہے پھر مسٹر تیمور کو کیا ہوا ہے؟ کاؤنٹر گرل نے سندھت چاہی کہ وہ اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرے گی۔ تب میں کاؤنٹر کے قریب ہی دیننگ روم میں بیٹھ گیا۔ میرے داغ میں بات چیت تھی کہ وہ فریاد ہے۔ اس کے اپنے اس سے ملنے میں بات چیت تھی کہ وہ فریاد ہے۔ میں نے ایک گھنٹے بعد ہی پوی کر لکھا۔“

شیٹنگ تارے نے کہا۔ ”پوی؟ ہاں وہ فریاد کی اہم ساتھیوں میں سے ایک ہے۔ جلدی تاراکہ پھر کیا ہوا؟“

”میں نے اس کا تقاب کیا۔ وہ اسی جگہ کی طرف جاری تھی جہاں فوجیوں کا پھرا تھا۔ میں آگے نہیں جاسکتی تھی۔ پوی نے پرس میں سے کوئی کارڈ نکال کر آفیسر آن ڈیوٹی کو دکھایا۔ اسے اس کا ڈیوڈ سے گزرنے اور فریاد کے کمرے میں جانے کی اجازت مل گئی۔“

شیٹنگ تارے نے کہا۔ ”ہاں اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ فریاد تیار ہے۔ میں اس کے داغ میں جاسکوں گی لیکن اب غلط سے کام نہیں لوں گی۔ ابھی اس کے بارے میں اور زیادہ محسوس ثبوت حاصل کروں گی۔ تم اسپتال کے انچارج اور کسی فوجی آفیسر سے کسی بات گفتگو کرو۔ میں اس کمرے تک پہنچ کر اس تاراکہ بتاؤں گی۔“

ڈی نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں کے انچارج سے سرنا کی بیماری کے متعلق گفتگو کی۔ شیٹنگ تارے کو ابھی انچارج کی آواز سننے ہی اس کے داغ میں جکھ بٹائی۔ اس کے اندر یہ جذبہ پیدا کیا کہ اسے مسٹر تیمور کی خیریت معلوم کرنا چاہیے پھر وہ اسے اسپتال کے اندر سے ملنے لگی۔ وہاں کئی فوجی جوان آرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ ایک آفیسر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ انچارج کو دیکھ کر اٹھ گیا۔ انچارج نے مسکرا کر کہا۔ ”مجھے یہاں آنا نہیں چاہیے پھر خیال آیا کہ یہاں انچارج ہوں؟ یہ پوچھنا میرا فرض ہے کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بندہ حاضر ہے۔“

فریاد نے کہا۔ ”شکر ہے! آپ نے پوچھ کر اپنا فرض ادا کیا ہے۔ میں کئی ضرورت ہوئی تو آپ سے رجوع کریں گے۔“

انچارج چلا گیا۔ شیٹنگ تاراکہ خیال تھا شاید وہ آفیسر کا کام ہو گا پھر اس نے جاسٹس لیا۔ اس کے داغ میں کئی توہماتی سے گزرتی تھی۔ اس نے پھر خیالات پرے پٹا چلا کہ فریاد علی تیمور کو لے کر لے کر لیا تھا۔ گولی انہیں بازو کا تھوڑا سا کوشت اڑائی گزر گئی تھی۔

اس حد تک معلومات حاصل کر کے شیٹنگ تاراکہ علی دل میں

بھگوان سے پراعتنا کرنے لگی کہ یہ معلومات جی پھر اور وہ اصل فریاد ہو۔ وہ تیمور اور فوج سے کام لے رہی تھی۔ فریاد کے داغ میں نہیں جاری تھی۔ پہلے اس نے آفیسر کو کسی کام سے اس کمرے میں جانے پر مائل کیا۔ وہ ہر ایک کیمپن کے بعد کمرے میں فریاد کی خیریت معلوم کرنے جاتا تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے میں آیا۔ فریاد علی تیمور بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ آفیسر کو دیکھ کر اٹھ گیا۔ آفیسر نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔ ”مرا آپ لیٹے رہیں، آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ میں صرف ڈیوٹی کے طور پر آیا ہوں۔“

فریاد نے کہا۔ ”آرام کیا کرتا ہے۔ ایسے زخم آتے ہی رہے ہیں۔ ہفتے بھر میں یہ زخم بھی بھر جائے گا۔“

شیٹنگ تارے نے غور سے فریاد کی آواز اور لہجے کو سنا۔ اس کا لہجہ مجھ سے ذرا مختلف تھا۔ شیٹنگ تارے نے ایک کمری سانس لے کر سوچا۔ ”شکر ہے میں نے غلط سے کام نہیں لیا۔ بانی دی دے! یہ فریاد کون ہے؟“

وہ اس کے داغ میں پہنچ گئی۔ وہ ڈی فریاد تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے بیس میں شری زندگی گزارتا تھا کہ دشمن یہ سمجھتے رہیں کہ میں ان دنوں بیس میں ہوں۔ وہاں فوج کے چند اعلیٰ افسران جانتے تھے کہ وہ ڈی ہے۔ ورنہ پھر دینے والے فوجی اسے فریاد علی تیموری سمجھتے تھے۔

شیٹنگ تارے نے ساری حقیقت معلوم کر لی۔ وہ ڈی فریاد زخمی ہونے کے باعث سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اسی لیے ایک دشمن خیال خوانی کرنے والی کو محسوس بھی نہیں کر رہا تھا۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ اس شرمیں پوی اس کے ساتھ رہتی ہے۔ پوی کو اس بات کا دھوکہ تھا کہ میں نے اس سے شادی نہیں کی۔ مجھے اس بات پر شرمندگی ہے۔ جوانی کی رنگ رلیاں بوسا ہے میں دکھ پہنچاتی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا تھا اور کہا تھا ”جب تم میری زندگی میں آئیں تو عمر میں مجھ سے بہت چھٹی تھیں۔ آج بھی تمہاری عمر ایسی نہیں ہے کہ شادی نہ کر سکو۔ کوئی دوسرا جین ساتھی تلاش کرلو۔“

وہ جھنڈ تھی۔ میرے ہی نام سے زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ تب جناب علی اسد اللہ تیموری نے اسے مجھ سے ملا کر کہا۔ ”بیٹی! زندگی ایک بار ملتی ہے۔ اسے نہیں بول کر گزارو۔ دین اسلام میں راہبانہ زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے۔ شادی کرلو۔“

وہ ادب سے سر جھکا کر بولی۔ ”آپ کی ہدایات سر آگھوں پر مگر میرے حواس پر ہی چھایا ہوا ہے۔“

بزرگ نے کہا۔ ”تو پھر اسی صورت اور شخصیت والے کا انتخاب کرو۔ میرا نیک مشورہ ہے۔ ایک ڈی فریاد کو جین ساتھی بنا لو۔“

”حضور! یہ بات کھلتی رہے گی کہ میں فریاد کے کھلنے سے خود کو بھلا رہی ہوں۔“

”تم عملی زندگی گزار دو کچھ۔ یہاں میں نکاح پر حادوں کا دور
ڈی کو ناکہ کیوں لگا کہ جب تک تمہارا دل مائل نہ ہو اور جب تک
تم ازدواجی دلیفہ ادا نہ کرنا چاہو وہ شوہر کے حقوق طلب نہیں
کرسے گا۔“

جناب اسد اللہ حمزہ کی یہ بات دل کو گھتی تھی پھر ان کی
عالمانہ شخصیت بہت متاثر کرتی تھی۔ پوی انکار نہ کر سکی۔ اس کا
نکاح ڈی فراد سے چڑھا دیا پھر وہ برس میں آکر اس کے ساتھ
رہنے لگی۔ شادی کو دس ماہ گزر چکے تھے اور وہ پوی جیسی زندگی
نہیں گزار رہی تھی۔ ڈی کی عزت کرتی تھی اسے بڑی محبت سے
دیکھتی تھی کیوں کہ وہ سرے پاؤں تک فرادی نظر آتا تھا۔

شی آرا بی تمام حقائق پر بھری ہوئی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پوی
بڑی عقیدت کا فخر ہے۔ شامک کا جو مفروضہ اسٹاک وہ جانتی ہے
کوئی اور نہیں جانتا۔ اگر اسے قابو میں کر لیا جائے تو وہ آئندہ بہت
کام آئے گی اور کسی موقع پر ڈی فراہمی کام آسکے گا۔

ڈی نے شی آرا کی مرضی کے مطابق افسر سے کہا۔ ”آپ باہر
جا رہے ہیں۔ پانچ شام تک کسی کو کمرے میں نہ آنے دیں۔ میں
محکم محسوس کر رہا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔“

افسردہ کر کے چلا گیا کہ شاہجہاں بیچے تک کوئی اسے ڈسٹرب
نہیں کرے گا۔ اس کے جانے کے بعد شی آرا نے اسے تھک کر
مٹا دیا پھر اس پر بخوبی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر
اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔

کئی بار ہمارے مقابلے میں ٹھوکر کھانے کے بعد وہ ذرا
سنبھل گئی تھی۔ خوب سوچ سمجھ کر غصہ ٹھہر کر آگے بڑھ رہی تھی۔
ابھی ڈی فراد کو شکار کیا تھا اور یہ اطمینان کر لیا تھا کہ ڈی جب
اسپتال سے گھر جائے گا تو وہاں اس کے ذریعہ وہ پوی کو اعصابی
کمزوریوں میں مبتلا کرے گی پھر اسے بھی اپنی کینہ بنائے گی۔

دشمن تین دقت کھانے کی اتنی فکر نہیں کرتے جتنی فکر انہیں
میری ہوتی ہے کہ میں کہاں ہوں اور کیا کرنا پڑ رہا ہوں۔ شی آرا
بھی یوں جانتی تھی۔ وہ مجھ پر نظر رکھ کر میرے بیٹوں اور دیگر
عزیزوں کی مصروفیات کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی پھر
جزیرے میں علی کو نوپ کرتے وقت یہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ میں
ایسے وقت علی سے غافل ہوں یا نہیں؟ وہ میری غفلت کے وقت ہی
ایسا قدم اٹھاتا چاہتی تھی۔

کلی سیون میرے ساتھ رہنے لگی تھی۔ شی آرا نے ایک بار
اس معصوم اور غم پناہ کو اپنا آلا کر لایا تھا۔ اس کے داغ میں وہ
کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں نے اس کے بھائی کو کہاں قید
کیا ہے؟

میں نے اس کی یہ چوری چھپائی تھی اور اسے وارننگ دی تھی
کہ آئندہ وہ ایک معصوم لڑکی کے داغ میں آئے گی تو میں اس کے
بھائی کو سزا دوں گا۔

اس وقت اس نے بھائی کی صلاحی اور بھائی کے
حقاکہ بھی کلی سیون کے داغ میں نہیں آئے گی لیکن اس
دائیں مل گیا تھا اور اس نے ہر طرح سے اس کی حفاظت
انتظامات کر دیے تھے۔ برین وائی کرنے اور بخوبی عمل کر کے
بعد یقین ہو گیا تھا کہ آئندہ میں اس کے داغ میں نہیں جاؤں گا
اور نہ ہی اسے غلام بناسکوں گا۔

وہ بڑی خاموشی سے کلی سیون کے داغ میں آگئی۔
کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور میں اس کے پائل کو پریشانی
ہوئے سمجھا رہا تھا کہ اسے اپنے پائل کو کس طرح سیون
چاہیے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”وہ پاپا! میں کیا کروں۔“

”یہ بھاری نہیں دماغی کمزوری ہے۔ انتظام اللہ ہے کہ وہ
ی دور ہو جائے گی۔ میں ٹیلی فنی کے ذریعے تمہارا علاج کرنا
ہوں۔“

”یہ ٹیلی فنی کیا چیز ہے؟“
”تم نہیں سمجھو گی۔ یوں سمجھ لو کہ یہ ایک طریقہ علاج ہے
اب یہ دیکھو کہ تم نام اور رشتے بھول جایا کرتی تھیں لیکن
جیسے یاد رہتا ہے کہ تمہارا نام کلی سیون اور میرا نام فراد ہے
تم مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کرتی ہو۔“

”آپ بہت اچھے ہیں پاپا! میں تو آپ کو بھی نہیں سمجھتا
میرا خیال ہے کہ میں دوسری باتوں کو بھی یاد رکھنے کا ارادہ کر
کر رہی ہوں اور بعد میں بھولتی رہی ہوں۔“

”ہاں تمہارے ساتھ یہ ٹریڈنگ ہوتی ہے۔“
”اس کا مطلب ہے میں بعد میں آپ کو بھی بھول جاؤں گی
میں پاپا! میں آپ ایسا علاج کریں کہ دنیا بھلا دوں مگر آپ
رکھوں۔“

”انتظام اللہ تم ہر بات، ہر واقعہ یاد رکھو گی۔ میں تمہاری
حالت کو ہر پہلو سے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”مجھے بتائیں آپ کسی کو شوش کر رہے ہیں؟“
”جیسے بخوبی عمل کے ذریعے اپنے معمول کے داغ میں
باتیں نقش کر دی جاتی ہیں، معمول اسے ایک مخصوص بہت
نہیں بھولتا۔ میں نے کئی باتیں تمہارے داغ میں نقش کیں
دوسرے دن تم سب کی سب بھول گئیں۔ تم نے معمول بننا
اعتراف کیا تھا۔ ہمیں یہ اعتراف بھی یاد نہیں رہا۔“

”پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ میں ہر بات، ہر واقعہ یاد رکھ
گی؟“
”میں اپنے طوع پر مزید کوشش کروں گا۔ ناکامی ہوئی تو دنیا
مشہور معصوم برین سرخسوں سے رجوع کروں گا۔“
میں باتیں کرتا ہوا اس کے ساتھ رہا شش گاہ سے باہر آیا۔
نے پوچھا۔ ”ہم کہاں جا رہے ہیں؟“

”میں نے آدھا گھنٹہ پہلے بتایا تھا۔ تمہیں اتنی جلدی بھولنا
نہیں چاہیے۔“
”ہاں بھولنا نہیں چاہیے، مگر میں یاد کرتی ہوں۔“
وہ کارے پاس آکر رک گئی۔ ایک ہاتھ سے سر قدام کر سوتے
گئی میں نے کہا۔ ”میں اٹھتا رہتا ہوں۔ شاید یاد آجائے اٹھا
ہے مریض۔“

”وہ سوچے سوچے جنگی بجا کر پویل۔“ ہاں آپ ایسے آدمی کے
پاس جا رہے ہیں جس کا نام مریض ہے۔“
”وہ مائی پوڑ پوڑ لے! مریض نام نہیں ہوتا۔ کوئی عورت بیمار ہو
وہ مریض کہتے ہیں۔“

وہ میری رہائش گاہ کی دیوار پر لکھے ہوئے خوف کو غور سے
دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”یہ دوسری زبان میں لکھا ہوا ہے۔ کیا تم
پڑھ سکتی ہو۔“

”پاپا! مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں پڑھ سکتی ہوں لیکن پڑھ نہیں
جاسکتا۔“
”میں پڑھتا ہوں پاپا! پوچھو۔ وہاں سے چلو۔“

”لیکن مجھے معلوم ہوتا چاہیے کہ یہ مکان کس کا ہے۔ اگر میں
آپ سے پوچھ جاؤں تو یہاں میری آئین پر لکھا ہو گا کوئی بھی مجھے
یہاں پوچھ جائے گا۔ آپ ابھی آئین پر لکھ کر دیں۔“

”میری بیٹی! رہائش گاہ سے متعلق نہ جیسے بتاؤں گا نہ
کھوں گا۔“
”آپ کیوں نہیں بتائیں گے؟“

”اس لیے کہ تمہارے داغ میں کوئی چھپا ہوا ہے؟“
شی آرا یقیناً میری بات سے چونک گئی ہوگی۔ کلی سیون نے
پوچھا۔ ”میرے داغ میں کون ہے پاپا!“

”تو ہے جس کی شامت آئی ہے۔“
”لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میرے اندر کوئی ہے؟“
”بیٹی! تم اپنی ذات سے ایسی بے نیاز اور بے بردار بنتی ہو کہ
نہ اپنا نام یاد رکھتی ہو نہ مقام۔ کسی نے نہیں سوچیں کہ ابھی یہاں
ہو تو قہور دی ورد بعد کھانا ہو گا۔ تم کئی روز سے میرے ساتھ
ہو۔ تم نے بھی کسی مکان یا مکان کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔
اب جانتی ہو میں کوری ہو؟“

”میں پاپا!“
”اس لیے کہ پے پے سر ہائی طرف اب اطمینان ہو گیا ہے کہ
میں اس کا کچھ نہیں پکاؤ سکوں گا۔ وہ اب تک بھائی کی حفاظتی
تواہم پر عمل کر رہی تھی۔ اسے تمہارے پاس آنے کا وقت مل رہا
تھا کہ ایک خوف سے نہیں آ رہی تھی اب وہ خوف دور ہو گیا ہے۔
کیوں شی آرا؟“

کلی سیون نے کہا۔ ”آپ مجھے شی آرا کہہ رہے ہیں؟ یہ بھی
کل نام ہے؟“

”بیٹی! تم نہیں سمجھو گی۔ یہ ایک ایسی معصوم لڑکی کا نام ہے جو
ساری دنیا پر حکومت کرنے اور میرے بیٹے کو قتل کرنے کا خواب
دیکھ رہی ہے۔ میں نے وارننگ دی تھی کہ کسی وہ میری بیٹی کے
داغ میں آئے گی تو اس کی سزا اس کے بھائی کو ملے گی۔“

”پاپا! آپ ہاتھوں کی طرح کیا ہوتے جا رہے ہیں؟ کیا واقعی
میرے داغ میں کوئی ہے؟“
”ہاں بیٹی! تم ذرا خاموش رہو۔ میں کہہ۔ کار میں بیٹھو میں
ایک چیز بھول گیا ہوں۔ اپنے کمرے سے لے کر ابھی آتا ہوں۔“

میں تیزی سے پلٹ کر اس مکان کے اندر چلا گیا۔ کلی سیون
کار کا اٹھا دوڑا دواڑا کھول کر بیٹھ گیا۔ وہ چپ تھی۔ شی آرا اس کے
اندر سوچ رہی تھی۔ ”کیفیت بہت چالاک ہے۔ میری موجودگی کا
شہ کر رہا ہے حالانکہ اسے یقین نہیں ہو گا۔ بس اندر میرے میں تیر
چلا رہا ہے۔“

وہ کلی سیون کے ذریعے اس کار کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔
کاش! میں اس میں کوئی خرابی پیدا کر سکتی پھر فراد حادثے میں مارا
جاتا۔

کلی سیون نے اس کی مرضی کے مطابق ڈیش بورڈ کے خانے کو
کھولا۔ اس کے اندر نوٹوں کی کچھ گزیاں رکھی ہوئی تھیں اور ایک
طرف پستول پڑا ہوا تھا۔ کلی نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ دیکھا ہوا تھا۔
شی آرا نے اپنے اطمینان کے لیے اس کے ایک ہلت کو نکال کر
اس کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ ہلت بھی اصلی تھا۔ اس نے ہلت کو
پھر پیچھے دھال دیا۔

شی آرا کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ میں کسی بھی
مجھے مکان سے باہر آسکتا تھا۔ وہ کلی سیون کے داغ پر پوری طرح
یقین تھا کہ میرا راجح نشانہ لے سکتی تھی۔ مجھے بیشک کے لیے حکم کر
سکتی تھی۔

وقت بہت کم تھا پھر بھی وہ ہر پہلو پر غور کرنے کی کوشش کر
رہی تھی۔ ایک اہم پہلو یہ سمجھ میں آیا کہ میں نظروں سے اوجھل
ہونے کے باوجود کلی سیون کے داغ میں آکر دو سکھ سکھ ہوں کہ اس
نے ڈیش بورڈ سے پستول نکال لیا ہے اور میرے انتظار میں بیٹھی
ہوئی ہے۔

اس نے سوچا۔ ”اگر میں اس لڑکی کے داغ میں ہوں تو گولیاں
کھانے کے لیے مکان سے باہر نہیں نکلوں گا اور کار کے قریب
نہیں آؤں گا اور اگر آؤں گا تو کلی سیون کا نشانہ بن سکتا ہوں گا۔“

اس نے کلی سیون کے داغ پر پوری طرح یقین جمایا تھا۔ اس
طرح یہ یقین ہو گیا کہ میں اس لڑکی کو اپنے طور پر استعمال نہیں کر
سکوں گا اور نہ ہی پستول والے ہاتھ کو ہٹا سکوں گا۔

پھر اس نے آخری فیصلہ کیا کہ وہ یہ سنہری موقع ہاتھ سے
جائے نہیں دے گی۔ کامیابی کے نشانے فیصد امکانات ہیں اور
ایک فیصد ناکامی کا چانس ہے۔ ناکامی ہوئی تو وہ کیا بگاڑے گا۔ اب

جہج کے بچپہ ایک کمرے میں اپنے بستر پر تھی۔
 کیا؟“ شی تار نے مطلق چاڑ کر چیخے ہوئے پوچھا۔ ”تم اپنا
 خواب بیان کر دی تھیں؟ میرا خزانہ؟ اڑا دی تھیں؟ میں تمہارا سر
 تو دوں گی۔ ایسا ذلت زدہ پیدا کروں گی کہ۔۔۔“
 مرثیہ نے جلدی سے کہا۔ ”مجھے غلط نہ سمجھو۔ یہ خواب نہیں
 تھا۔“

”جستے اٹھ کر پہلے میں نے بھی میسج لکھا تھا کہ خواب دیکھ رہی تھی لیکن میرے سر پرانے دی بیروئن کا ٹکٹ تھا جو میں سر پر کے پاس سے چر کر لائی تھی۔“

”مرتا! تم خود الجھ رہی ہو اور مجھے بھی الجھا رہی ہو۔ بیروئن کا ٹکٹ ضروری نہیں کر دی ہو۔ وہاں پہلے سے کسی نے رکھا ہو۔“

”اول تو چرچ بھئی مقدس جگہ پر ایسا پلٹ لوئی میں لائے
 گا۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے تو انکو محض اب تک میری انگلی
 میں ہے جو پچھلی رات سر نہانے پہنائی تھی۔“
 اُنکی آواز نے داغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر دونوں ہاتھوں سے
 سر کو تھام لیا۔ خواب اور حقیقت کی رام کمانی سن کر سر ہچکرا رہا
 تھا۔

اسے اپنے اندر آنجہانی باپ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔
 باپ نے اچھی طرح تاکید کی تھی، فریاد اور اس کی فیملی سے کبھی
 سامنا ہو تو کڑا کر نکل جائے۔ ان سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کرو گی
 تو بڑی خوشحال زندگی گزار دو گی۔

بعد میں بمن بھائی نے سوچا، فریاد آخر کیسا بہر میں یا بافق
 القدرت انسان ہے کہ سامنا کرنے سے جان کے لالے بڑھا جائیں گے

وہ بھی ایک انسان ہی ہے۔ اگر وہ پتھر مارے گا تو کیا ہم نکلر بھی نہیں مار سکیں گے؟

اب رتہ رتہ انکشاف ہو رہا تھا کہ وہ نکلر مارنے کی بھی فرصت نہیں دیتا ہے۔ جان سے بھی نہیں مارتا ہے۔ وہ بیچ و بیچ

اجٹا چلا جا ہے اب اس اجٹن میں کس کیجے پر پہنچا جائے کہ
اصلی سرہا کہاں ہے؟ ہمیں کے پاس ہے یا قید خانے میں ہے؟
مجھے یہ غور نہیں ہے کہ میں غافل تفسیر ہوں۔ دشمنوں نے
کئی بار مجھے تفسیر کیا ہے۔ خداوند کرم نے ہاں مجھے آنا انٹوں میں
جتلا کر کے غور سے توبہ کرنا سکھایا ہے۔ ابھی اپنے متعلق جو کچھ
لکھ رہا ہوں یہ ٹی ٹی آر کے خیالات تھے۔
اصل اور اصل کے بارے میں سوچتے سوچتے اس کے اندر

دحوال بھر رہا تھا۔ وہ لہجہ کریمہ میں چڑھتی ہوئی ہمت پر اٹکی۔
تازہ ہوا میں گرمی گرمی سا کہیں لینے لگی۔ خود کو سمجھانے لگی کہ یوں
پریشان ہونے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ وہ سکون حاصل کرنے کی

کو سس لینی رہی پھر اس نے مرینا کے پاس آکر کہا۔ "میں پریشان ہو کر چلی گئی تھی۔ یہ نہ سمجھنا، تمہیں معیت میں تھا چموز دوں

”شی! آرا! جلد سے جلد میری ٹیلی پیچی کی صلاحیتیں واپس لے لو پھر دیکھو میں تمہاری کتنی بڑی طاقت بن جاؤں گی۔“
”تم اور ایک رات چچ میں گزار لو۔ میں وہاں تم پر غریبی عمل کروں گی۔ اس کے بعد تمہارے لیے دولت اور مہلت کی کمی نہیں رہے گی۔“

مرتا پارک سے اٹھ کر جانے لگی۔ شی تارائے کہا۔ ”تم سرتا سے لئے والی انگوٹھی کو زیادہ اہمیت نہ دو۔ اس پہلو سے بھی سوچ کر فریاد نے تمہیں خواب دکھایا ہو گا اور کسی ذریعے سے تمہیں وہ انگوٹھی پتا دی ہو گی۔ تمہارے سرتاے ہیروئن کا پیکٹ رکھ دیا ہو گا۔ ٹیلی پیچی کے ذریعے ایسے تماشے کیے جاسکتے ہیں۔“

”تمہاری بات سے پوری طرح انکار نہیں کروں گی لیکن تم میری بات نہیں سمجھ رہی ہو کیوں کہ ابھی کنواری ہو۔ شادی کے بعد مطمئن ہو گا کہ عورت گمراہی میں بھی اپنے مرد کی قربت سے اسے پہچان لیتی ہے۔ تاریکی میں بہت کم عورتیں غیر محسوسے دھوکا کھاتی ہیں۔ میں اپنی شناختی جس کے نکل پر دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ میرا سرتا اور تمہارا بھائی تھا۔“

”اگر ایسا ہے تو فریاد نے تمہیں محرزہ کر کے سرتا کے پاس پہنچا کر ایک غلطی کی ہے۔“
”کیسی غلطی؟“

”میں کہ سرتا کو سرحدی میں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔“
”یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟“

”سیدھی سی بات ہے۔ تم سرحدی میں ہو۔ رات کو اس کے پاس گئی تھیں اور صبح سے پہلے واپس آگئی تھیں۔“
”میں سرحد یا ازبکستان جیسے کسی علاقے میں نہیں ہوں۔ یہ جیس کا ایک پارک ہے۔“

”اوہ گاؤ! فریاد نے تمہیں جیس پہنچا دیا ہے۔“
”ہاں۔ اس نے میری طرح سرتا کو بھی محرزہ کر کے یہاں پہنچایا ہے اب تم سمجھ سکتی ہو کہ پورے فرانس میں فریاد کی گرفت کتنی خف ہے۔ اس نے سرتا کو ایسے سخت پیرے میں اور ایسی رازداری سے رکھا ہو گا کہ خیال خرابی کا کوئی پتہ نہ بھی وہاں پر نہیں مار سکے گا۔“

وہ دل برداشتہ ہو کر بولی۔ ”تم چچ میں میرا انتظار کرو۔ میں توڑی دیر بعد آؤں گی۔“
وہ اپنی جگہ حاضر ہوئی۔ توڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ ”سائنس نہ دیکھنا۔ میں شی تارائے ہوں۔“
میں نے پوچھا۔ ”کیا تمہیں میری وارننگ یاد آگئی ہے؟“
”تم نے کہا تھا کہ میں اس نیم پاگل کی سیون کے داغ میں کبھی نہ آؤں۔ اسے کبھی آواز نہ دینا ورنہ اس کی سزا میرے بھائی کو ملے گی۔“

”شاہاش! تمہیں میری دھمکی یاد ہے آگے بولو۔“
”تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔“
”پہلے تو پھر بولو۔ کیا ثابت کر سکتی کہ میں نے دھوکا دیا ہے؟“
”فریاد! میرا سر چھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ مجھے اور ابھڑا۔“

”تم اپنی حماقتوں سے الجھ رہی ہو۔ اگر میری دھمکی کی تاثیر سمجھیں اور شرافت سے یہ سوچیں کہ فریاد نے دشمنی ختم کر کے بھائی واپس کیا ہے لہذا وارننگ کے مطابق جیس میں فریاد کی دھمکی کے داغ میں نہیں جانا چاہیے۔“
”مجھ سے غلطی ہو سکتی تھی۔“

”غلطی نہیں ہوئی۔ تم نے پوری طرح بھائی کی حفاظت سے مطمئن ہو کر سوچا۔ اب کبھی سیون کو آواز نہ دینا تو فریاد کا کہنا نہیں لگاؤ گے گا۔“

”میں نے ایسا نہیں سوچا تھا۔“
”پھر میری مرضی کے خلاف کیا سوچ کر اس معصوم لڑکی کو پاس آئی تھیں۔“

”میں دوستی کرنے کے ارادے سے آئی تھی۔“
”تم نے دوستی کی نیت سے دو گولیاں چلائیں وہ فریاد کے چہرے میں بیوست ہو گئیں۔ وہ اسی جگہ مرکبا۔ اب کس سے دوستی کی گی؟“

”مجھے شرمندہ نہ کرو۔ ایک بار سچائی سے بتا دو۔ میرا حال میرے پاس ہے یا تمہارے پاس؟“
”یہ ایک مٹھا ہے جسے فریاد ہی مل کر سکتا ہے۔ افسوس کہ تمہارے ہاتھوں میں چکا ہے۔“

”نہیں ایسا نہ کہو۔ میرے گے بھائی کی نشاندہی کرو۔“
”کیسے کروں؟ ہو سکتا ہے کہ جو تمہارے پاس ہے وہی ما ہو۔ اگر قید خانے والے سرتا سے چالو کرنا چاہو گی تو ہو سکتا ہے کہ وہ واپس کر کے ڈبی لے جاؤ اور اگر چالو نہیں کوئی تو ہو سکتا ہے قید خانے والا لگا ہو۔ اس طرح تاراشکی میں گے کو چھوڑ دیا ہو سکتا ہے۔“
”سچ کر بولی۔ تم شٹ اپ۔ یہ کیا تم نے ہو سکتا ہے ہو گا ہے کہ رٹ لگاتی ہے۔ میرا بھائی کہاں ہے؟“

”تمہارے ہی پاس ہے۔“
”پھر سرتا پچھلی رات کس سے مل کر آئی تھی؟“
”یہ تو دینی بتا سکتی ہے۔“
”وہ کہتی ہے، اصلی سرتا میرا گے بھائی قید میں ہے۔“
”تو پھر مجھے سے داغ سے اور پھر پورے پاس سے سوچو۔“
”ہے؟ اگر قید خانے والے کو گے کو کوئی تو تمہارے پاس جو ہے وہاں لے کر قیدی سرتا کو تمہارے حوالے کروں گا۔“

”مجھے دونوں کی ضرورت ہے۔ پلیز قیدی سرتا کو بھی میرے حوالے کرو۔“
”جیس کوئی ایک سرتا لے گا۔ یہ یاد۔“
”تم دوسرے کو پاس رکھ کر کیا کر گئے؟“
”جب تم جیس سے کہہ دوں گی کہ تم نے گے بھائی کو لیا ہے تو میں دوسرے سرتا کے پتے پر وہیں گولیاں ماروں گا جہاں تم نے فریاد کو مارا تھا۔ آج بے جاہ فریاد۔“

”یہاں نہ کہو میں خوب سمجھتی ہوں، جسے تم گولی مارو گے وہی میرا بھائی ہو گا۔“
”ہر چیز ٹھیک ہے۔ تمہارے پاس جو ہے اسے واپس کر دو۔ میں دونوں سالوں کا ایک جگہ کھڑا کروں گا۔ ان میں سے جسے کوئی ماراں گا اس کی لاش اٹھا کر لے جانا۔ ڈانٹ ڈلاؤ۔“

میں نے سانس روک لی۔ اس نے دو تین بار آنے کی کوشش کی مگر میں نے آنے نہیں دیا۔ اب اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ گے بھائی کے داغ میں آکر مجھے مخاطب کرتی۔ وہ میرے پاس مائے والی بیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور ہم باہر سے ملے سرحد جا رہے تھے۔

”شی آرا حاضر داغ ہو کر دیکھنے لگی۔ توڑی دیر پہلے پریشان ہو کر پت پر آئی تھی تاکہ آواز ہو میں سانس لے کر سکون حاصل کرے لیکن سکون رخصت ہو چکا تھا۔ بھائی سرتا گے میں اٹھا ہوا تھا۔ وہ گے؟ وہ گے نہیں ہے؟ کیسے مطمئن کیا جائے کہ وہ میرا ماں باپ ہے یا ڈبی ہے؟ وہی آواز اور لہجہ ہے اور وہی اپنی نشان ہے اور نمٹا ہے کہ قید خانے والے سرتا کا بھی وہی لہجہ ہے اور وہی اپنی نشان ہے۔“

اس سوال کا جواب نہیں مل سکتا تھا کہ وہ کے اپنا ہے اور کے چھوڑے؟ اور میں نے یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ اسے صرف ایک سرتا لے گا۔ اگر وہ اپنا خون پہچانتی ہے تو گے کو پہچان کر اپنا لے اور دوسرے کو میرے پاس مرنے کے لیے چھوڑ دے۔
”گے کو کیسے پہچانے؟ وہ چھت پر پاؤں پھینچی ہوئی اور دوسرے اڑھٹے لگی۔ ٹیلی پیچی، پنڈت، آتما جتنی یا کالا جادو کوئی سماجی علم گے بھائی کی نشاندہی نہیں کر سکتا تھا۔ کبھی گولیاں سے پرار تھا کہ گے سے مراد پوری ہو جائے گی؟ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسا دانشور ہے جو یہ پہچانے ہو کہ وہ اور دو میں سے ایک کو چھانٹ کر ثابت کرے کہ وہی گے ہے؟“

اس کا سر درد کی شدت سے سینے لگا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اور توڑی دیر اس مسئلے پر سوچتی رہے گی تو پاگل ہو کر چلنے لگی گی۔ وہ بہت پریشانی مار کر بیٹھ گئی۔ یہی لہجہ سانس لے کر آہستہ آہستہ سانس بھرنے لگی پھر گے کی مشق شروع کی اور سانس روک کر ایسے وقت اس کے اندر سے تمام سوجھ بوجھ تمام پریشانیوں نکل

گئیں۔ یوگا کے ماہر ٹیلی پیچی جانے والے ایسے عمل سے تمام منتشر خیالات کو داغ سے نکال دینے میں کامیاب رہتے ہیں اور تمام توجہ صرف ایک خیال یا ایک فیصلے پر مرکوز کر لیتے ہیں کہ اب وہ کسی پریشان کن مسئلے کو ذہن پر غالب آنے نہیں دیں گے۔

دنیا کا کوئی مسئلہ جان لیوا نہیں ہوتا اسے ہم اپنے جذبات سے وابستہ کر کے غدا جان بنا لیتے ہیں۔ اگر وہ بھائی کے حصول میں ہاکام ہو کر اس کی محبت میں پاگل ہو جاتی تو بھائی سرتا کو کیا فائدہ پہنچتا؟ اگر وہ قیدی ہے تو قیدی ہی بنا رہے گا۔ اگر وہ مسکون اور صبح الداغ رہے گی تو آئندہ بھائی کی صحیح شناخت کا کوئی راستہ نکال سکے گی۔

وہ تقریباً دو گھنٹے تک یوگا کی مشقوں سے مگن رہی اور کامیابی سے ذہنی سکون حاصل کرتی رہی پھر چھت سے اتر کر اپنے کمرے میں آگئی۔ مجھے سے داغ سے فیصلہ کیا کہ پہلے مرنا کی صلاحیتیں بحال کر کے اپنی طاقت میں اضافہ کرنا چاہیے۔ بھائی کے ہونے یا نہ ہونے سے وہ بالکل تھکا ہوا تھی۔

اس نے مرنا کے پاس آکر اس پر غریبی عمل کیا۔ میرے غریبی عمل کے اثر کو زائل کیا۔ اس کے داغ میں ٹیلی پیچی اور یوگا کی صلاحیتیں بحال کیں لیکن اسے اپنی معمول اور تابعدار بنایا تاکہ وہ بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑ سکے پھر اسے غریبی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔



جزیرے کی راتیں بہت گرمی اور تاریک ہوا کرتی تھیں۔ کیوں کہ وہاں بجلی نہیں تھی۔ راتوں کو لائٹیں اور چراغ جلائے جاتے تھے اور سوتے وقت بجھا دیے جاتے تھے کیوں کہ کیڑے بہت کم مقدار میں باہر سے آتا تھا۔

آج کی رات سے پہلے ہی تمام مکانوں میں اندھیرا چھا جاتا تھا۔ صرف ان مکانوں میں روشنی ہوتی تھی جہاں جولاہے کھڑیوں نے کپڑے تیار کرتے تھے یا پھر خروں کے کلب میں رات گئے تک ناچ گانے اور طرح طرح کے ہنگامے ہوتے رہتے تھے۔ پاشانے علی سے پوچھا۔ ”کلب چلو گے؟ ذرا وہاں کی روشنی دیکھیں گے۔“

”مجھے ان فضول تقریبات سے دلچسپی نہیں ہے۔“
”جسٹ میری خاطر چلو۔“
”آخر تم مجھے ساتھ لے جانا کیوں چاہتے ہو؟“

”یہ تمہارا قول ہے کہ ایک سے دو بھلے ہیں کہ تم مجھے جبراً یہاں لاؤ۔ اس کالونی میں مجھے ہونے پر معاش اور سفاک قائل رہتے ہیں۔ تمہیں میرے ساتھ رہنا چاہیے۔“
”میں تھا کہ ہوا آرام سے سونا چاہتا ہوں۔“
”صاف کیوں نہیں کہتے شیا پر نیت خراب ہو رہی ہے۔ اس کا بڑھاپا ابھی سو جائے گا۔ میں باہر چلا جاؤں گا تو پھر یہاں

130

مارتے ہوئے گرج کر کہا۔ ”دودا زہ کھولو۔ دودا تو زہوں گا۔“
 برین نے تاج کی مدد سے کھول دیا۔ ہاتھ لگا کر دیکھا۔ ”کل سے یہ گھر
 تمہارا ہو جائے گا۔ اپنے ہی گھر کا دودا زہ کیوں توڑ رہے ہو؟“
 ”مسٹر برین! اس گھر سے میں کوئی کچھ نہیں ہے۔“
 ”تمہارا دوست علی تیمور ہو گا۔ بے چارے کی نیند خراب نہ
 کرو۔ آؤ میرے بستر پر جاؤ۔“
 بند کمرے میں علی تھا۔ شام کو ٹانی نے اس سے کہا تھا۔ ”پاشا
 کے ساتھ ایک سی کمرے میں نہ سونا۔ وہ دوست غدا دشمن تمہیں
 نقصان پہنچائے گا۔“
 علی نے پوچھا۔ ”تم کیا چاہتی ہو؟“
 ”میں اس کی عیاری کا بھانڈا چھوڑنا چاہتی ہوں۔ وہ آج رات
 تمہیں ضرور زخمی کر کے شہی تارا کا ٹکڑا بنا چاہے گا۔ تم کمرے کی
 لائٹیں بجھانے کے بعد وہ بے قدموں سے کمرے سے باہر آئے گا۔
 میں برین کو حمزہ کر کے تمہارے بستر پہنچا دوں گی۔“
 علی نے کہا۔ ”وہ گنہگار پاشا میرے دھوکے میں برین کو زخمی
 کرے گا۔ ایک بوڑھے کو چارنا ماننا مناسب نہیں ہے۔“
 ”میں تمہیں اس کمرے میں سونے نہیں دوں گی۔“
 ”ہاں! وہ تو کسی طرح اندر سے میں دیکھ لیتا ہے۔ مجھے کمرے
 سے باہر جاتے دیکھ سکتا ہے۔ آج میں اسے گولیاں دے دوں گی۔“
 ”تم کیا کر رہی ہو؟“

”میں اپنے بستر پر لیٹا رہوں گی۔ یہ لکڑی کا مکان ہے اور
 لکڑی کا فرش ہے۔ پاشا بھاری بھر کم ہے۔ اپنے بستر سے اٹھ کر
 فرش پر کھڑا ہو گا تو لکڑی کے تختوں کے جوڑ ضرور کراچیں گے۔
 رات کے ستانے میں، میں ہلکی سی آواز سن سکوں گا۔ تم میرے
 پاس رہو گی۔ ایسے وقت بوقت دیکھ لینا چاہیے کہ شہی تارا پاشا کے پاس
 آئی ہے۔“

”اور اگر نہ آئی ہو تو؟“
 ”تو میں اپنی ڈارک لینس پن کر تار کی میں پاشا کو دیکھ سکوں
 گا پھر اس سے منٹ لوں گا۔“
 ”چلو فرض کرتی ہوں کہ ایسے وقت شہی تارا اس کے پاس ہو
 گی۔ آگے بولو پھر کیا ہو گا؟“

”تم آسانی سے پاشا کے داغ میں نہ سکو گی۔ ان کی ہلی بھگت
 اور منہوں کو سمجھتی رہو گی۔ وہ مجھ پر حملہ کرنے آئے گا تو مجھے
 بتاتی رہو گی کہ وہ کہاں ہے؟ مجھ سے کتنے فاصلے پر ہے اور اب کیا
 کرنے والا ہے؟“

”اوہ علی! اس کا خیال مول لینے کی کیا ضرورت ہے؟“
 ”میں نے تمہیں کبھی خطرات سے کھینچنے سے نہیں روکا پھر یہ
 ہمارا طریقہ کار ہے، ہم دشمن کو جان سے نہیں مارتے۔ کوئی شمشیر
 کرتے ہیں اسے زخمی بھی نہ کریں اور ایسی نفسیاتی امارتیں کرو کہ
 تمام زندگی اسے یاد رکھے۔“

”تم یہ چاہتے ہو تو یہی ہو گا۔ ویسے میرا سارا طریقہ
 کہ میں برین کو حمزہ کر کے تمہارے بستر سے آئی اور اسے
 ہونے سے بھی بچاتی۔“
 ”نہیں ٹانی! میں علی ہوں۔ دوسرے کی موت کے لئے
 لٹ سکتا ہوں لیکن اپنے بستر کسی کے لئے موت کا سامان
 نہ بن سکے۔ خدا پر بھروسہ رکھو میں محفوظ رہوں گا۔“
 ٹانی نے اس کی مرضی کے مطابق عمل کیا۔ جب علی
 تاریکی میں لکڑی کے فرش پر ہلکی سی آواز سنئی تو ٹانی نے اسے
 ”جاؤ۔“ وہ پاشا کے داغ میں آئی۔ اسے آسانی سے جگہ لے کر
 علی اور ٹانی کو اور ہم سب کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ شہی تارا
 کے پاس آئی ہے۔ اس شہی تارا قیدی ہو گئی۔ شہی تارا وہاں سے
 تھی۔

پھر ان دونوں میں جو گفتگو ہوئی رہی، ٹانی سننے میں اور
 بتاتی رہی۔ علی نے سوچا تھا کہ پاشا اس کے چہرے پر رستے
 کاغذ کو پڑے گا پھر کاغذ ہٹا کر چہرہ دیکھے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔
 نے آکر بتایا کہ وہ علی کو برین سمجھ رہے ہیں اور یہ مفروضہ
 رہے ہیں کہ خیال خوافی کس نے والوں نے برین کو حمزہ کر کے
 کے بستر پر گھسایا ہے۔ یعنی جو ٹانی چاہتی تھی وہی دونوں دھوکے
 رہے تھے۔

پاشا علی کو تلاش کرنے کمرے سے باہر گیا تو علی نے دودا
 کو اندر سے بند کر لیا۔ ٹانی اس وقت تک پاشا کے داغ میں
 جب تک شہی تارا وہاں موجود رہی۔ اس کے جاتے ہی پھر علی
 پاس آگئی۔

اب وہ دودا زہ دھت رہا تھا اور پوچھ رہا تھا۔ اندر کون ہے
 برین اسے سمجھا رہا تھا کہ علی تیمور کو سونے دو اور تم میرے بستر
 کر سو جاؤ لیکن پاشا کی کھوپڑی گھومی ہوئی تھی۔ غصے میں
 تھا۔ علی نے بہت بری طرح گولیاں دے دیں۔ وہ بند کمرے میں جا کر
 نوک پر تھا۔ ایک سی جگہ میں علی کو زخمی کر سکتا تھا لیکن اسے
 سمجھ کر علی کو ڈھونڈنے کمرے سے نکل آیا تھا۔

بند دودا زہ کے پیچھے سے علی نے پوچھا۔ ”باہر کیوں آئے
 تھے؟“

”میں تازہ ہوا کے لئے گیا تھا۔“
 ”تمہارے ہاتھ میں ابھی تک چاقو ہے۔“
 پاشا نے چونک کر چاقو کو دیکھا پھر اسے بند کر کے جب
 رکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ درندوں کی ہستی ہے۔ اس لیے چاقو ہم
 پاس رہتا ہے۔“

”میں اپنے بستر پر تھا۔ تم میری شہ رگ کے بالکل قریب آنا
 پھر مجھے برین سمجھ کر حملہ نہیں کیا۔ کیا تم نے یہ سبق حاصل کیا کہ
 ذہانت کے سامنے شیطانی منصوبہ بندی ناکام ہوتی ہے اور غیر
 اور حیرت انگیز جسمانی قوت کسی کام نہیں آتی؟“

”میں کتا ہوں دودا زہ کھولو۔“

”میں اپنی غیر معمولی قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ صبح تک
 کمرے سے باہر رہوں گے۔ میرے تمام خیال خوافی کرنے والے اس
 وقت تک برین کاٹنے کے دس چھپے ہوئے بد محاشوں کو آواز نہ دینا
 ہے۔ تمہاری خیال خوافی کرنے والی جا بچلے ہے اور کل ہی آئے
 تھے۔ تم غدا صبح بد محاشوں سے نہیں نٹ سکو گے۔“
 ”تم کون کھولا۔“ ”میں ان سب کو اچانک ہلا دوں گا۔“
 ”لیکن ان میں سے کوئی تو ہمیں تمہارا سازا زخمی کرے گا اور
 تمہارے داغ کے دودا زہ سے میرے خیال خوافی کرنے والوں کے
 لیے کل چاہیں گے۔ میں چاہتے ہو تو اب گرج کر کھلاؤ۔“
 اس نے ہونٹوں کو سختی سے سمجھ لیا۔ دل میں حلیم کیا کہ
 ہٹانے میں ذرا بھی زخمی ہو گا تو بیشک کے لیے فراہم کی گئی کاغذ بن
 جائے گا۔ اس نے دانت پیستے ہوئے بند دودا زہ کو کھولا دکھایا
 لیکن اس کے بستر پر جا کر لیتا گیا۔

فرج کے جنرل کرنل اور چیف آف آرمی انٹیلی جنس نے ہر
 ہٹ کر خفیہ پیغام سمجھا تھا اور لکھا تھا کہ ایک اہم اجلاس میں اس کی
 شرکت لازمی ہے۔ حکومت کے اہم عہدیداران بھی شریک ہو
 رہے تھے۔ اس پیغام میں یہ وضاحت نہیں کی گئی تھی کہ اجلاس
 میں کون کون سی موضوعات کو زیر بحث لایا جائے گا۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ اجلاس کی نویت نہیں بتائی گئی تھی۔
 اسے یہ اندیشہ محسوس ہو رہا تھا کہ شاید نئے سپراسنکری تقرری ہوگی
 اور اسے موجودہ عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔ جب کوئی پیچیدہ مسئلہ
 درپیش ہوتا تھا تو ہر سپراسنکری سلوان سے مشورے کرتا تھا۔
 جان لیوا بھی جب تک ہا، اہم معاملات میں ٹانی سے رجوع کرتا
 رہا۔ دونوں ہی اس کی صلاحیتوں کو صرف ماننے نہیں تھے بلکہ اس
 سے دل کا بھی رکتے تھے۔

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے ٹانی سے رابطہ کیا۔ ”ہیلو سلوان!
 کیس ہو؟“

اس نے جواب دیا۔ ”بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ فرمائیں، کیسے
 یاد کیا؟“

”نیچلی! مجھے ایک اہم اجلاس میں شریک ہونے کے لیے کہا گیا
 ہے۔ یہ فیصلہ تمہیں بھی ایسا لیتا ہو گا۔“
 ”جو سرا مجھے ایسے کسی اجلاس کا علم نہیں ہے۔“
 ”توجہ ہے تم سپراسنکری ہو۔ تمہارا تعلق آرمی سے ہے۔
 میں تمام اجلاسوں میں مدعو کیا جاتا ہے پھر آج کیوں نظر انداز کیا
 جا رہا ہے۔“

”میں ان کوئی مصلحت ہو گی۔“
 ”مگر غور طلب ہے کہ تم نے مختصر سی مدت میں اپنے
 ملک کے لیے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے ہیں۔ تمہیں کسی

خوف!

ایک ایسا مسئلہ جس سے ہر شخص دوچار ہے
 خوف سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔

خوف سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔

خوف سے زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔

خوف سے ازدواجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

خوف سے آدمی خودکشی کر لیتا ہے۔

خوف دیکھ کی طرح زندگی کو جاتا رہتا ہے۔

شرم بھی خوف ہی کا ایک پہلو ہے اور اتنا ہی خطرناک

اگر وہ کہ جائے سہلانے زعفران نفسیات اور ایب اسلام حسین کے قلم سے



خوف و شرم

اور اس کا سبب باب

کا مطالعہ کیجیے

اور ان کو زہریلے سے نتج حاصل کر کے

کا میاں خوش و خرم زندگی گزار لیے

قیمت: ۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۳۳ کراچی ۷

”آپ میری طرف سے مطمئن رہیں۔ جب سے مرثیے میرے خلاف کارروائی کی ہے اور اعلیٰ افسران نے اس کی باتوں میں آکر مجھے چمک کیا ہے تب سے میں محتاط ہو گئی ہوں۔ اپنی رہائش کا بدلہ لیتی رہتی ہوں۔ میرے موجودہ طیلے میں مجھے کوئی پہچان

اعلیٰ فوجی افسران کے علاوہ چند اعلیٰ حکام بھی موجود تھے۔ پرانے

1. *Chlorophyll a* (Chl *a*)

آئی آئی چند دیگر دوڑیں - نزد و ستر اخبار جنگ لڑائی - 74200

جہل نے کہا: ”ہمارے ملک کے اعلیٰ حکام نے اور ہم فوجی افسران نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں سپر ماسٹر کے عہدے سے ڈسچارج کر دیا جائے۔ تمہارے خلاف مقدمہ چلایا

اس اجلاس میں قہوڑی دیر تک سکوت طاری رہا پھر ثانی نے کہا۔ ”میں پندرہ منٹ کی مہلت دیتی ہوں۔ اگر سپر ماسٹر ہولی میں عزت سے رخصت نہ کیا گیا تو میں سب کو اس کی عزت کرنے

ہول میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر کچھ لمبے سے بغیر جانے لگا۔ وہ



وہ سوچنے لگے پھر بولا۔ ”مغیر معمولی ساعت اور بصارت اور غیر معمولی جسمانی قوتیں حاصل کرنا کون نہیں چاہتا۔ تم بھی چاہتے ہو۔ شے تمہارا بھی چاہتی ہے۔ سب ہی میرے دماغ میں گھس کر ان فارمولوں کو پڑھتا اور نوٹ کرتا جاں گئے۔“

پاشا مرد میدان بنا ہوا تھا۔ مقابلے پر آنے والوں کی ہڈیاں
رہا تھا۔ انہیں اپانج بنا رہا تھا۔ جو اپانج نہیں بننا چاہتے تھے۔

میدان میں چاروں طرف خاموشی رہی۔ سب نے اچھی طرح لکھ لکھا کہ پاشا بے پناہ قوتوں کا مالک ہے جو میدان میں چھوڑے اسے ابھج مارتا ہے۔ ایسے وقت علی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔
میں چھوڑ قبول کرتا ہوں۔“
پاشا نے چونک کر دیکھا پھر شہر باہر نظر ڈالی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

”ہرگز نہیں۔“ اس نے سچ کر کہا پھر سانس روک لی۔ حالانکہ ایسے وقت شہ زور پکا کے ماہر بھی سانس روکنے کے قائل نہیں رہتے۔ بے شک وہ غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا مالک تھا۔ ثانی نے دوبارہ اس کے اندر آکر زلزلہ پیدا کرنا چاہا۔ اس کے دماغ کو ہلکی سی تکلیف پہنچی پھر وہ سنبھل کر بولا۔ ”نکل جاؤ۔ میرے دماغ سے چلی جاؤ۔“

اس نے پھر سانس روک لی۔ ثانی نے علی کے پاس آکر کہا۔
 "شیطان قوتوں کا حامل ہے۔ ٹیلی ویزی کا پیدائشہ زلزلہ برداشت کر
 لیتا ہے اس کے دماغ کو زبردستی۔"
 علی نے کھانڈی کے پچھلے لوہے سے اس کے سر پر ضرب
 لگائی۔ وہ جھکا کر گر پڑا۔ ثانی نے اندر بچھ کر دیکھا۔ اس کا دماغ
 کسی حد تک کمزور سا لگا رہا تھا اس بار وہ ٹیلی ویزی کے زلزلے کو
 برداشت نہ کر سکا۔ اس بچے پر ایسے آپ کی طرح ترپے لگا۔
 علی نے کہا۔ "سٹرپرین! اپنے تومیں سے کہہ دیں کہ اسے
 اغا کر تمہارے مکان پر چھوڑ آئیں اور کوئی اسے نقصان پہنچانے
 کی عاقبت نہ کرے۔"
 برین کے حکم سے کچھ لوگ پاشا کو اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔
 ثانی اس کے دماغ میں موجود تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "پاشا!
 تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ راضی خوش میرے معمول بن جاؤ
 ورنہ تمہارا دماغ پھوڑا بن جائے گا۔"
 اور علی نے جڑے کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
 "میں نے کسی عورت کے لالچ میں یا کالونی میں اقتدار حاصل کرنے
 کی نیت سے یہ بازی نہیں جیتی ہے۔ ہم سب کو بزدلوں کا احترام
 کرنا چاہیے۔ سٹرپرین! ہاؤڈوڈو ڈو ڈو پوچھتے ہیں لیکن ابھی ان
 میں آقا بن کر رہنے کی صلاحیت ہیں۔ اس لیے برین کالونی کے یہی
 آقا رہیں گے۔"
 ایک باڈی بلڈر نے کہا۔ "سٹر علی! تم یہاں کے تمام ش
 زوروں کی اسلٹ کر رہے ہو۔ یہ کہتے ہو کہ یہاں کی لڑکیاں
 طاقتوروں کو چھوڑ کر بزدلوں کو پسند کریں اور بوڑھے کمزور لوگ
 یہاں کے آقا بن کر رہیں اور ہمیں کبھی یہاں حکومت کرنے کا
 موقع نہ ملے۔"
 علی نے کہا۔ "حکومت صرف طاقت سے نہیں عقل سے بھی
 کی جاتی ہے۔ جس معاشرے میں ذہین افراد کو خاطر خواہ مواقع نہ
 دیے جائیں وہاں صرف طاقت اور دوندگی رہ جاتی ہے اور
 ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے عوامی کی نہیں عورت کی پسند کو
 بھی اہمیت دی جاتی ہے۔"
 دوسرے شہ زور نے کہا۔ "تم ایک مقابلہ جیت کر ہم سب کو
 اپنے اصولوں اور خود ساختہ قوانین کا پابند بنانا چاہتے ہو۔ ہم کوئی
 حکومت اور مجبور نہیں ہیں۔"
 علی نے کہا۔ "میں محبت کی زبان سے اچھی باتیں سمجھا رہا
 ہوں۔ اگر تم لوگ طاقت کی زبان سے سمجھنا چاہو گے تو پھر اسی
 طرح مقابلے ہو اگر نہیں نتیجہ بھی ہو گا جو آج تمہارے سامنے
 ہے۔ تمہارے درمیان جو بڑے بڑے سونا تھے وہ اپنا چ ہو گئے یا
 میدان چھوڑ گئے۔ اگر تم بھی یہی چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنا چ بنا کر
 یہاں کی عورتوں کو اور ذہین افراد کو ان کے حقوق دلاؤں گا۔"
 تمام لوگ پھر تالیاں بجانے اور علی کی حماقت میں نصیب

لگائے گئے۔ چند پہلوان حم کے لوگ غصہ دکھاتے ہوئے
 گئے۔ دوسری کالونیوں کے آقاؤں نے علی کا شکریہ ادا کیا لیکن
 بھی بوڑھے ہونے کے باوجود آئندہ آقا بن کر رہنے والے علی
 وہاں کا کوئی سونا انہیں اقتدار سے ہٹانے کی جرأت نہیں کر
 سکتا۔
 ایک آقا بو گاڑو نے کہا۔ "سٹر علی! آج شام کو میں ایک
 بڑی دعوت کا اہتمام کر رہا ہوں۔ تم سٹرپرین! ہاؤڈوڈو کے ساتھ
 کے تو میرے لیے عزت اور فخر کی بات ہوگی۔"
 علی نے شام کو بو گاڑو کو اپنے گھر لے کر دیکھا۔ اس عرصے میں
 تارا کو اکٹھا رکھا تھا۔ وہ قیدی سرنے کے پاس آئی تو اس کے
 میں جگہ مل گئی۔ سرنے نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"
 "میں شئی تارا ہوں۔"
 "ڈی شئی تارا! تم کیوں آئی ہو؟"
 "میں ڈی نہیں، اصلی ہوں۔ تمہاری سگی بہن ہوں۔"
 پچانو۔
 "کیسے پہچانوں؟"
 "تم ڈی کی آواز میں بول رہی ہو۔"
 "تمہیں معلوم ہے کہ میں اپنی اصل آواز اور لہجے کو
 سناتی ہوں۔"
 "لیکن اپنے سگے بھائی کو سناتی ہو۔ میں تمہارا سگہ ہوں۔"
 "ہاں مگر فریاد کے قیدی ہو۔ وہ تمہارے دماغ میں رہ کر ہمارے
 باتیں سن رہا ہو گا۔ میری اصل آواز سن کر سمجھ جائے گا۔"
 "تم کیوں آئی ہو؟"
 "میں پانچ تین کہنے آئی ہوں کہ تم میرے سگے ہو۔"
 "پھر تو تم میری بہن نہیں ہو۔ میری سگی بہن مجھے اچھا لڑ
 پچاتی ہے۔"
 "میں سگی ہوں۔ تمہیں اصل آواز اور لہجے سے اور تمہارے
 پیدائشی نشان سے تمہیں پہچانتی ہوں۔ شناخت کا کوئی تیز ذہن
 نہیں ہے۔"
 "تم میری اصل آواز سن رہی ہو۔ یہاں آکر پیدائشی نشان
 بھی دیکھ سکتی ہو لیکن تم اس قید خانے میں نہیں آؤ گی اور نہ ہی
 تمہیں آنے کا مشورہ دیا جائے گا۔"
 "بھائی سرن! تم نہیں جانتے فریاد نے ایک اور بھائی سرن
 میرے حوالے کیا ہے۔ اس کی آواز بھی تمہارے جیسی ہے اور
 اس کے جسم پر بھی بالکل ویسی پیدائشی نشان ہے۔ اب تم ہی
 کہیں اصل کو کیسے پہچانوں؟"
 "تم بھارت کی رہنے والی ہو۔ تم نے سیکڑوں بھارتی فلموں
 دیکھا ہو گا کہ جب اولاد یا سگہ بھائی چھڑ جاتا ہے اور کھائی کے
 موز پر دکھائی دیتا ہے تو کوئی واضح پہچان نہ ہونے کے باوجود
 خون پکار آتا ہے۔ خون جو ش میں آتا ہے پھر چھڑے ہوئے لگا

جاتے ہیں۔"
 "بھائی سرن! یہ قہی باتیں ہیں۔"
 "پھر تو تمہارا خون سفید ہو گیا ہے۔ مگر میں سگہ ہوں، تمہاری
 تو ازبختی میرا خون جوش میں آ رہا ہے" تمہیں پکار رہا ہے۔"
 "ذہن کی بات نہ کرو۔ کوئی دوسری پہچان بتاؤ۔"
 "ایک اور قہی نسخہ ہے۔ تم نے بچپن میں جو گیت میرے
 ساتھ گایا تھا وہ مجھے یاد ہے۔ میں گاتا ہوں۔ تمہاری یادداشت
 راہیں آجائے گی۔ وہ گیت یاد آجائے گا تو تم بھی اور میرے گائے لگو
 گی۔"
 "کیسے یہ وہ گائے لگا۔" "اوس۔" اور بچپن کے دن بھلا نہ دیتا۔
 آج نہ بھلا نہ دیتا۔ او۔ او۔ بچپن کے دن بھلا نہ دیتا۔
 وہ بول۔ "بھائی سرن! یہ تو فلم ریمارک گیت ہے۔ دلپ کمار
 اور زمر نے بچپن میں گایا تھا۔"
 "تو پھر ہم نے بچپن میں کیا کیا تھا؟ فہم۔" میں جس کا دم
 لگاؤں گا تو یاد آجائے گا۔"
 وہ جس دالا سرگیت ہونٹوں میں دبا کر سگائے لگا۔ شئی تارا
 نے اسے چوک رہے پر مجبور کیا تو لاٹری کھینچ گیا۔ وہ بولی۔ "تم زبرد
 کھینچے تک سانس روک لیتے تھے۔ اس نشتے نے تمہیں زبرد
 بھی سانس روکنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ میرے جان سے
 زیادہ یاد ہے بھائی! تمہاری یہ حالت دیکھ کر مجھے رونا آ رہا ہے۔"
 "میری پیاری بہن! ہم سب اپنے اعمال کے نتیجے میں روئے
 ہیں۔ دیئے ایک پتے کی بات ذہن میں آئی ہے۔ میں ثابت کر سکتا
 ہوں کہ میں ہی تمہارا سگہ ہوں۔"
 "وہ کیسے؟"
 "دیکھو جو سرن تمہارے پاس ہے اس میں کوئی بری عادت
 ہے؟"
 "نہیں۔ کوئی بری عادت نہیں ہے۔"
 "یہ باقی ہو کہ فریاد خوش ہے؟"
 "ہاں مانتی ہوں۔"
 "یہ بھی مانتی ہو کہ دشمن ہماری تمہاری بھلائی نہیں چاہے گا۔
 اس نے میری بوکا اور آتما گھنٹی کی صلاحیتیں چھیننے اور دماغی طور پر
 کنٹرول کرنے کے لیے مجھے نشتے کا عادی بنایا ہے۔"
 وہ قائل ہو کر بولی۔ "واقعی ہے؟ ایک اہم نکتہ ہے۔ جو سرن
 میرے حوالے کیا گیا، وہ نشتے کا عادی نہیں تھا۔ اصل تم ہو۔ فریاد
 تمہیں کنٹرول کرتا آ رہا ہے۔"
 "دیکھا پیاری بہن! آج اس کا دم لگانے سے عقل کیسے کام کرتی
 ہے پھر شہور ہے۔ کبھی کبھی تم بھی ایک آدھ دم لگا لیا کرو۔"
 "ایک عقل کی بات کر کے پھر فضول بات کر رہے ہو۔ میں
 نے تو تمہیں سرگت سگائے کا بھی موقع نہیں دیا ہے۔ اسے
 پھینک دو۔"

"اسے پھینک دوں گا تو اس غم ناریک قید خانے میں کیسے
 بیوں گا؟"
 "میں تمہاری حالت پر کڑھ رہی ہوں۔ تمہارے لیے تڑپ
 رہی ہوں۔ کہاں ہے فریاد؟ کسی کو نشتے کی لذت دانا غیر انسانی فعل
 ہے۔"
 "میں نے کہا شئی تارا! پہلے اپنا حاسبہ کرو۔ تم نے آج تک ٹیلی
 ویزی کے گھنٹوں میں کتنی غیر انسانی حرکتیں کی ہیں۔ اس لیے چارے
 ایک راجپوت کی ہی مثال کافی ہے جس نے تمہارا غلام شوہر بننا
 منظور نہیں کیا اور تمہارے جبر سے بچنے کے لیے اس نے خود کو
 تو حمار مار ڈالا۔ اور کئی دہائیوں میں تمہاری سگہ کو مار ڈالنے کی کوشش کر
 سکتی ہو۔ اس لیے اپنے بھائی سرن کے معاملے میں انسانیت کا
 واسطہ نہ دو۔"
 "فریاد! پلیز میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ میرے بھائی کو رہا کرو۔"
 "وہ کرے گا ہوں۔ سرن تمہارے پاس ہے۔"
 "پھر تمہاری قید میں کون ہے؟"
 "یہ بھی سرن ہے۔ دراصل مجھے تمہارے بھائی سے اتنی محبت
 ہو گئی ہے کہ اس کے بغیر مجھے رہنا نہیں جاتا اس لیے ایک بھائی
 تمہیں دے کر دوسرا اپنے پاس رکھ لیا ہے۔"
 "لیکن میرا تو ایک ہی بھائی ہے۔ دوسرا ڈی ہے۔"
 "تو پھر جوڑتی ہے مجھے دے دو۔ سگائے پاس رکھ لو۔"
 "میں تمہیں بڑی سے بڑی قسم دیتی ہوں سگہ کو گناہ ہے یا نہ؟"
 "اصل اور نقل کی کوئی پہچان ہوتی تو بتا دیتا۔ ویسے تمہارے
 ساتھ ایک رعایت کر سکتا ہوں۔"
 "ہاں ہاں بھولو۔"
 "تمہارے پاس جو سرن ہے اسے ایک ہفتے کے لیے مجھے دو
 اور ایک ہفتے کے لیے قیدی سرن کو اپنے پاس رکھو! اسے اچھی طرح
 جانچو اور پھر کوہ۔ مقررہ مدت کے بعد مجھے سگہ کو بھی اسے تمہارے
 حوالے کر دوں گا اور ڈی کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔"
 "میرا دل نہیں مانے گا۔ بعد میں سرجن کی کہ تم نے سرن مار
 ڈالا ہے تو میرا بھائی تھا۔"
 "چلو ایک اور رعایت کرتا ہوں۔ میں ڈی کو ہلاک نہیں کروں
 گا۔ اسے آجائے قیدی بنا کر رکھوں گا۔"
 وہ کچھ نہ بولی۔ سوچتی رہی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بھائی کے
 دماغ سے جلی پٹی ہو؟"
 "نہیں تم نے بڑی جھجک پیداکر دی ہے۔ میں نے سرن کا
 برین داش کیا ہے۔ اس کا سنجہ بدل دیا ہے تاکہ تم اس کے اندر نہ آ
 سکو۔ اب میں اسے تمہارے پاس بھیجوں گی تو تم دوبارہ اس پر توحی
 عمل کرو گے۔ میری تمام محنت پرانی پھر رو گے۔"
 "تم چاہتی ہو جیت بھی تمہاری اور پت بھی تمہاری ہو۔ عقل
 سے کام لو۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کھانے پڑا ہے۔"

”مجھے کچھ سوچنے دے، مجھے کاموقع دو۔“

”سوچتے سوچتے زندگی تمام ہو جائے گی پھر بھی کچھ نہ پاؤ گی۔ میں تمہیں بار بار قیدی سربا کے داغ میں آئے نہیں دوں گا۔ اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ ایک بھائی کے داغ میں ہو اور دوسرا بھائی تمہارے پاس ہے۔ ابھی نہیں پہچانوی تو پھر کبھی نہیں پہچانو گی۔“

”تمہارا سچا رہا ہے۔ ناکاؤ ایک مجھے تو قوی ملت دو۔“

”اپنی بات سناوے کے لیے دوسرے کی بھی بات مانو۔ اگر مجھے اپنے داغ میں آنے دو گی تو میں ابھی قیدی سربا کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔“

”نہیں۔ میں بھائی کے لیے اپنی جان دے سکتی ہوں لیکن داغ حوالے کر کے زندگی بھر کی ایسی قول نہیں کروں گی۔“

”جان کی قربانی بہت آسان ہوتی ہے۔ جان دی اور ہمیشہ کے لیے مصائب سے نجات حاصل ہو گی لیکن زندہ نہ کر بھائی کی خاطر کچل دیکھ اٹھانا ہی اصل قربانی ہے۔“

”میں اتنی بڑی قربانی نہیں دوں گی۔ مجھ سے کوئی دوسری شرط منزا کر بھائی مجھے دے دو۔“

”ایک بھائی کو حاصل کرنے کے بعد تم نے سوچا تھا کہ اب تمہاری کوئی کمزوری میرے ہاتھوں میں نہیں رہی ہے اس لیے تم نے پھر سے دشمنی شروع کر دی۔ دوسرے سربا کو حاصل کر کے پھر وہی دوش اختیار کر دو گی۔“

”میں مجھے بھائی کی قسم کھا کر یقین دلاتی ہوں اسے لے کر اتنی دوسری باتیں گی جہاں تم لوگوں کا سایہ نہ نکٹ نہ پڑا ہو۔“

”تو پھر ایک آسان شرط مان لو۔ میں چہ مجھنے کے بعد یہ سربا بھی تمہارے حوالے کر دوں گا۔“

”شرط کیا ہے؟“

”تم جہاں ہو وہاں چہ مجھنے تک خاموش رہو گی۔ کسی سے بات نہیں کرو گی۔ ٹیلیفون اور ٹیلی جیسی کے ذریعے بھی کسی کو مخاطب نہیں کرو گی۔ کوئی تمہیں مخاطب کرے تو ہتھکڑی سے انکار کر دو گی۔“

”یہ تو بہت آسان سی شرط ہے مگر تم چہ مجھنے کی پابندی کیوں عائد کر رہے ہو۔ کیا اتنی دیر میں تم دوسرا ڈی سربا بنا کر میرے حوالے کر دے گے؟ دیکھو ناراض نہ ہونا میں ایسا دھوکا کھا چکی ہوں۔“

”تم مجھ پر شبہ کر کے میں حق بجانب ہو لیکن اس بار میری سربا لے گا جس کے داغ میں ابھی تم موجود ہو۔ اگر دھوکا کھائے کا شبہ ہے تو ایسا کرنا چہ مجھنے تک اسی کے داغ میں رہو۔ میں چہ مجھنے سے پہلے ہی لے جانے کی اجازت دوں گا۔“

”تم سمجھ سکتے ہو مسلسل کسی کے داغ میں رہنا ممکن نہیں ہے کوئی نہ کوئی مسئلہ ایسا پیش آتا ہے کہ دفاعی طور پر حاضر ہونا پڑتا ہے۔“

”ہے۔“

دوست کہتی ہو۔ صرف آدھے گھنٹے بعد اسے یہاں سے را جاؤ اور جب تک اسے اپنے کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچاؤ۔ یہ سربا اس کے ساتھ گئی رہو۔ اس طرح میں اس کی جگہ کوئی ڈی نہ کر سکوں گا۔“

”میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ تمہارا سپر شہر یہ میں اب اسی کے پاس رہوں گی۔“

وہ اسی کے داغ میں ہم کر بیٹھ گئی۔ میرا مقصد پورا ہو گیا۔ اب وہ ہتھکڑیوں پر کھڑی تھی۔ میں اسے جانتی تھی۔ میں بھی اسے چھوڑا۔ اس اطمینان سے آئی تھی کہ وہ تمام مسئلے جیت چکا ہے۔ یہی کالونی کا آقا بن گیا ہے۔ آئندہ علی پر آسانی سے قابو پائے گا پھر کہ وہ بھائی کی رہائی پر کسی پاشا کو ترجیح نہیں دے سکتی تھی۔ اب چاہے قیامت آجانی وہ بھائی کو چھوڑ کر جانے والی نہیں تھی۔

یوگا دھونچ کے لوگوں نے بڑی کر بوجھی سے علی کا استقبال کیا۔ وہاں دوسری ہستی کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے جو کچھ رات کے چرائیاں نہیں کر سکتے تھے، ٹکلی پائیں لائٹ کے اختفات نہیں تھے اس لیے وہاں دن کے وقت ہی جشن منایا جاتا تھا۔ ویسے علی کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کے لیے لوگوں نے شیشیں تیار کی تھیں اور رات کو دیر تک ناچنے گانے کا پروگرام بنایا تھا۔

وہاں ہر شخص علی کے قریب آتا اور اس سے مصافحہ کرنا چاہتا تھا۔ علی نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ محزون کو یہ سمجھنا چاہیے کہ میں نے آپ کے حق میں چند فیصلے کر کے یہاں کے شہر دوزلوں کو ناراض کیا ہے۔ ناراض ہونے والے اچانک ہی حملہ کر کے مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ مجھ سے دور رہیں۔ مجھ پر کہیں سے بھی حملے ہوں تو قریب آنے والوں پر شبہ کیا جائے گا لہذا دور کی دوستی اور محبت میں ہم سب کی بہتری ہے۔“

ایک خسر نے کہا۔ ”میں جسمانی طور پر نازک ہیں۔ میں مار پیٹ کر ایسا بنایا گیا ہے۔ میں اس ظلم سے نجات دلاؤ۔“

علی نے کہا۔ ”آج سے کوئی تم پر ظلم نہیں کرے گا۔ تم اپنی مرضی کی زندگی گزارو۔ اگر کوئی چڑی چبھے تم میں سے کسی بڑے کرے گا تو میں اسے مارا کر خراب بنا دوں گا۔“

تمام خسر نے خوش ہو کر تائیاں جھنجھائیں۔ ایک شخص نے پوچھا۔ ”ہم عورت کے بغیر بھاڑ بھی زندگی کیسے گزاریں گے؟“

دوسرے شخص نے کہا۔ ”میں عورتوں اور کسن لڑکیوں کا قتل و قتل نو ہے اور ہم تقریباً ڈھائی سو ہیں جن میں ایک سو سولہ کوڑل جو ان ہیں باقی بوڑھے اور اور جڑ عمر کے لوگ ہیں۔“

ایک بوڑھے نے کہا۔ ”اے ہم کو یو ڈھاکوں کتے ہو۔“

جاری زندگی میں بھی کبھی عورت نہیں آئی اور جب جوانی نہیں آئی تو بچپان کیسے آجائے گا؟“

سب لوگ ہنسنے لگے۔ علی نے کہا۔ ”میرے چند بزرگ ہیں جو مارکیو سان کے حکام سے تمہاری سلامتی اور معاشرتی زندگی کے حلقہ بڑا کرنا شروع کر رہے ہیں۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں جلد ہی یہاں ہر عمر کی عورتیں آئیں گی اور تمہاری شاہلوں کی جگہیں مل جائیں گی۔ تمہیں سے کوئی انسانی حق سے محروم نہیں رہے گا۔“

لوگ خوشی سے ناچنے لگے۔ بڑی دیر تک بے ڈھنگے سازوں کی توافقیوں کو غنیمت سمجھتے تھے۔ دھول بھارت اور گٹار جیسے ساز انہوں نے خود بنائے تھے کیوں کہ مذہب دینا سے ایسی کوئی چیز انہیں نصیب نہیں ہوتی تھی۔ کچھ لوگوں نے انہیں بڑی مشکل سے خاموش کرایا۔ پھر پوچھا۔ ”زندہ ایسی زندگی گزارنے کے لیے خواب کب پورے ہوں گے؟“

علی نے کہا۔ ”میں کل بتا سکوں گا۔ اگر اس سلسلے میں کوئی بڑی رکاوٹ پیش نہ آئی تو دو چار دنوں میں تم سب کی مرادیں پوری ہو جائیں گی۔“

یہ ان سب کے لیے زندگی کی سب سے بڑی خوشخبری تھی۔ ان کے دل تیزی سے دھڑکنے لگے تھے۔ ان کی نگاہوں کے سامنے حسین اور جوان عورتیں مسکرا رہی تھیں۔ وہ اپنی قوت سے جاوے جا رہی تھیں اور وہ ان کے ناز اٹھا رہے تھے۔ ان کی دنیا دور تک دوش اور دھنکھن ہوتی جا رہی تھی۔

ایک گوشے میں چند شہر زور کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کمرہ ہا تھا۔ یہ شخص جزیرے والوں کو جذباتی بننے دکھا رہا ہے۔ یہ بے وقوف لوگ ابھی بھی نہیں سوچتے کہ قیدیوں کے جذبات کچل دیے جاتے ہیں۔ قید کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انہیں عورت سے دلت سے اور تمہارا دل کی خوشیوں سے محروم کر دیا جائے۔ یہ جس کا نام علی ہے کیا یہ امنی بنا سکتا ہے؟ کیا یہ قیدیوں کو ایسی مراعات دلا سکتا ہے جو قیدیوں کے لیے منوع ہوتی ہیں؟“

دوسرے شہر زور نے کہا۔ ”ہرگز نہیں۔ یہ شخص ان کے جذبات سے مکمل رہا ہے۔ اس کا باپ بھی اس جزیرے میں گورنر کو نہیں لائے گا۔“

وہ اپنی داستان میں درست کمرہ رہے تھے۔ کسی ملک یا جزیرے کے قوانین کو بدلنا آسان نہیں ہوتا لیکن ٹیلی جیسی کی قوت کے سامنے بڑی بڑی طاقتیں کھٹکے ٹیک دیتی ہیں۔ میں نے مارکیو سان کے حکمران سے کہا۔ ”میں فریاد علی تیور ہوں۔ کیا مجھے جانتے اور بچا سکتے ہو؟“

ایک حاکم نے کہا۔ ”میں نے بہت نام سنا ہے۔ آج اپنے داغ میں تمہیں سن بھی رہا ہوں۔ پہلے یہ تھے کمانیوں کی باتیں تھیں جس میں اب اپنے اندر تمہیں محسوس کر کے تمہارے وجود کا چین کر رہا ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”تو پھر میری جائزہ دیاات پر عمل کرو۔“

”فریاد صاحب! آپ جانتے ہیں کہ ہم امریکا کے جنوب مغربی جزیرے ہیں۔ ہم پر امریکی حکام مسلط ہیں۔ یہ جیسے احکامات صادر کرتے ہیں ہم اس پر عمل کرتے ہیں اگر آپ ان سے رابطہ کر کے ہم سے دیاات پر عمل کرانیں تو سہاوی ہو گی۔“

میں نے کہا۔ ”جب وہ جزیرے کی طرف پیش قدمی کریں گے تو میں ان سے نہٹ لوں گا۔ فی الحال تم سے کہتا ہوں کہ امریکی حکام نے ہولی ٹین کو پراسٹر کے وعدے سے بنا کر مسٹر انتونی پاؤلیا کو پراسٹر بنایا ہے۔ جب وہ جزیرے کے معاملات میں مداخلت کرے گا تو میں اس سے نہٹ لوں گا۔ ابھی تمہارے لیے دارنگ ہے کہ میری دیاات پر عمل نہیں کرو گے تو میں تم سب کو دفاعی مریض بنا دوں گا۔“

”جناب! آپ ہمیں تو قوی ملت دیں۔“

”یعنی تم لوگ امریکی حکام کو میری دارنگ سے آگاہ کرنا چاہتے ہو۔ اس کے لیے صرف آدھے گھنٹے کی ملت دوں گا۔“

انہوں نے ٹیلی فون پر بات لائن کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا۔ ”مسٹر فریاد علی تیور! ہمیں دارنگ دے رہے ہیں کہ اگر ہم نے ان کی دیاات پر عمل نہ کیا تو وہ ہم سب کو دفاعی مریض بنادیں گے۔“

وہاں سے کہا گیا۔ ”آپ نے پراسٹر انتونی پاؤلیا سے بذریعہ معاون پراسٹر سے رابطہ کریں۔“

انہوں نے پراسٹر کے معاون سے رابطہ کرنے کے بعد میری دارنگ سنائی۔ معاون کے ذریعے پراسٹر نے پوچھا۔ ”فریاد! اپنی کن دیاات پر عمل کرنا چاہتا ہے؟“

مارکیو سان کے حاکم نے کہا۔ ”ہم نہیں جانتے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہم دیاات پوچھیں گے تو پھر ہمیں ان پر عمل بھی کرنا پڑے گا ورنہ وہ ہمیں ناقابل برداشت سزا دے گا۔“

”فریاد سے کہو۔ مجھ سے بات کر۔“

میں نے معاون کے ذریعے کہا۔ ”میں فریاد علی تیور بول رہا ہوں۔ تمہیں پراسٹر بننے کی خوشی میں آئندہ پیش آنے والے مسائل اور مصائب کی ہمار کیا دیاات ہوں۔“

”فریاد صاحب! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ میں تو آپ کا دوست بنا چاہتا ہوں۔“

”تو پھر دوستی کا ثبوت دو۔“

”آپ حکم کریں۔“

”دوستی میں حکم نہیں دیا جاتا۔ مشورہ دیا جاتا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اپنی فوج کی کسی دستے کو مارکیو سان کے موقیعوں والے جزیرے کی طرف نہ بھیجا۔“

”مسٹر فریاد! مارکیو سان اور اس کے اطراف کے جزیرے ہمارے ہیں۔ یہ ہمارا ملکی معاملہ ہے۔ آپ کیوں مداخلت کر رہے ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”میں عارضی طور پر جہاں چاہتا ہوں اپنی مملکت قائم کر لیتا ہوں۔ وہ مہد قیدیوں کا جزیرہ فی الحال میری مملکت ہے۔ جب تک وہاں میرا بیٹا علی ہے وہاں کا ہر معاملہ میرا ہے۔ تم اپنے ملک اور اپنے عہدے کی سلامتی چاہتے ہو تو ادھر کارخانہ نہ کرو اور مارکیو سان کے حکام سے کہہ دو کہ میری ہدایت پر عمل کرتے رہیں۔ ورنہ مارکیو سان کے دس جزیرے دنیا کے نقشے سے نابود ہو جائیں گے۔“

”یہی چاہ کہ باتیں نہ کرو۔ مجھے اعلیٰ حکام سے مشورہ کرنے کا موقع دو۔“

”میں نے مارکیو سان کے حکام کو آدھے گھنٹے کی مسلت دی ہے جس میں سے پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ میں مزید آدھے گھنٹے کی مسلت دیتا ہوں۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ امریکی حکام اس معاملے سے دور رہیں گے یا نہیں؟“

”ہنر ساز مشینیں پاؤں اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو میرا پیلیج خانے لگے۔ سب کی عقل میں یہ بات آئی کہ میرے خیال خدائی کرنے والے زیادہ ہیں۔ ان میں سلطان، موناوہ اور ٹالیوٹ کا اضافہ ہو چکا ہے۔ مزید یہ کہ باربرا بھی شامل ہو گئی ہے۔ اس حساب سے میری ملٹی جیتی کی فوج ایسی یلغار کرے گی کہ کچ بچ نہ دس جزیرے سمندر میں غرق ہو جائیں گے۔ انہوں نے ہنر ساز کو مشورہ دیا ”فی الحال پیچھے ہٹ جاؤ، فریاد کو من مانی کرنے دو۔“

وہ بولا۔ ”میں نے ابھی یہ عہدہ سنبھالا ہے ایک ہنر ساز کی حیثیت سے میدان چھوڑوں گا تو میرے سرور دیکھاؤ پر دھماگا جائے گا۔ پھر کسی طرح شی تارا یا مرٹا کو بلائیں میں کوئی خاطر خواہ جوابی کارروائی کروں گا۔“

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”شی تارا اور مرٹا کا چاہ نہیں ہے وہ دونوں ہم سے رابطہ نہیں کر رہی ہیں۔ یقیناً فریاد نے انہیں بے دست و پا بنادیا ہے۔“

”بے دست و پا اسے کہتے ہیں جو ہاتھوں سے اور پیروں سے کام نہ لے سکیں لیکن وہ دونوں عورتیں خیال خدائی کے ذریعے چھپ کر رابطہ کر سکتی ہیں۔“

”کیا تم سمجھتے ہو کہ خیال خدائی کرنے والوں سے چھپنا آسان ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو اس وقت فریاد ہماری باتیں نہیں سن رہا ہوگا؟“

ہنر ساز نے فکرت خورہ لہجے میں کہا۔ ”ہاں وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کچھ بھی سن سکتا ہے اور کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔“

”ہم اسی لیے کہتے ہیں۔ مارکیو سان کے حکام اور فریاد کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔“

انتہائی پادشاہ نے مارکیو سان کے حکام سے رابطہ کیا اور ان سے کہا۔ ”ہم جزیروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے تم

لوگ اپنے طور پر فریاد سے معاملات طے کرلو۔“

اس نے رابطہ ختم کیا۔ میں نے مارکیو سان کے حاکم سے کہہ دیا کہ سب سے بڑی سپر یادر کھانے والی حکومت نے میرے مقابلے میں آنے سے انکار کر دیا۔ اس سے تم نے کیا سبق حاصل کیا؟“

حاکم نے کہا۔ ”یہی کہ تم اس سپر یادر سے فائدہ پاؤ رکھتے ہو۔“

”میں“ میں بھی ایک دن مرا جوں گا اور موت سے پہلے کروڑ ہو جاؤں گا لہذا سپر یادر اسے کہتے ہیں جو کبھی کروڑ نہیں پڑتی۔ کبھی مرنے نہیں ہے اور وہ پاؤر صرف خدا کے مطلق ہے۔“

”بے شک مسٹر فریاد تم درست کہتے ہو۔ ہمیں بتاؤ ہم سے کیا چاہتے ہو؟“

”میں قیدی مردوں کے جزیرے میں تہذیبی اور اخلاقی زندگی چاہتا ہوں۔ انہیں انسانی زندگی کی سورتیں فراہم کرنا چاہتا ہوں۔“

دوسرے حاکم نے کہا۔ ”قیدیوں کی سزائیں بھی ہوتی ہیں کہ انہیں آرام و آسائش اور سوتیلیں نہ ملیں۔“

”جرم کرنے والوں میں ایک ذرا درندگی ہوتی ہے لیکن جزیرے میں انہیں جانوروں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کر کے مکمل درندہ صفت بنا دیا جاتا ہے جب کہ مجرموں کی اصلاح ہونی چاہیے۔“

”ہم انہیں خوراک، دوائیں اور دوسری ضروری چیزیں پہنچاتے ہیں اور آپ کیا چاہتے ہیں؟“

”پانی، تیل، پنڈے، سوکھیں، گاڑیاں، اسکول، اسپتال، عبادت گاہیں۔ ان کا مذہب دنیا سے رابطہ اور ازدواجی گھریلو زندگی گزارنے کے لیے عورتیں۔“

”جناب! پھر وہ جزیرہ جنت بن جائے گا۔ کالے پانی کی سزا نہیں رہے گی۔“

”انہوں نے کافی سزا بھگت لی۔ آئندہ وہ جزیرہ قیدیوں کی آماجگاہ نہیں رہے گا۔ میں جو کہہ رہا ہوں، آپ اس پر عمل کریں۔“

”جناب! وہاں کوئی عورت جانا پسند نہیں کرے گی۔“

”ہماری آج کی دنیا میں بے شمار عورتیں بیباکی بوزمی ہو جاتی ہیں۔ شادی کے خواب دیکھتے دیکھتے مرنے جاتی ہیں۔ مارکیو سان میں ایسی ٹیکٹوں لڑکیاں اور عورتیں ہیں۔ اگر تم لوگوں نے کل تک تک مختلف عمر کی لڑکیوں اور عورتوں کا انتظام نہ کیا تو میں تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دوں گا۔ تمہاری جگہ میرے حکمران آئیں گے اور میری ہدایات پر عمل کریں گے۔“

”آپ ناراض نہ ہوں۔ ہم آپ کی ہدایات پر عمل کریں گے اگر ہمارے جزیرے سے لڑکیوں کی مطلوب تعداد پوری نہیں ہوگی تو

ہم جنہی امریکا سے جاکر لڑکیاں لے آئیں گے۔“

پانچ تک جزیرہ پہنچ دیں تاکہ کل سے انہیں بجلی کی روشنی ملے۔ ابھی بجلی کا کپڑے کے ذریعے سسٹم چاہیں اور افسروں کو روانہ کریں۔ وہ جزیرے کے لوگوں کو آزادی کی خوشخبری سنائیں گے اور انہیں ہدایات دیں گے کہ کل شام سے پہلے صاف ستھرے ہو کر اپنے لباس پہن کر کھائی ماحول پر ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں۔ وہاں آنے والی لڑکیاں جنہیں پسند کریں گی ان سے شادی کر دی جائے گی۔ کسی لڑکی پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ وہاں جانے والے پانی ان آزاد ہونے والے قیدیوں کو قانون اور شرافت کی حدود میں رکھیں گے۔“

وہ میری تمام ہدایات نوٹ کر رہے تھے اور اسی وقت اپنے افسروں کو احکامات دے رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ کسی طرح ایک بار برس کی لڑکی بہت عرصہ پہلے جزیرے میں پہنچ گئی تھی اب اس سے جو اولادیں ہوئی ہیں۔ ان میں نو عدد لڑکیاں اور پختہ عمر کی عورتیں ہیں چاہیں کہ نایک کی جائے کہ انہیں پریشان نہ کریں۔ وہ وہاں اپنی پسند کی زندگی گزاریں گی۔

میں وہاں کے حکام کے ساتھ تمام انتظامات کے سلسلے میں مصروف ہو گیا تھا۔ اور عملی تیور ہو گاؤں میں تھا۔ ہو گاؤں کے بڑے سے مکان میں آکر رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کے ساتھ جزیرے کے تین آقا اور نو عدد لڑکیاں اور عورتیں تھیں۔ وہ سب علی سے بہت خوش تھیں اور زندگی میں پہلی بار ہنسنے لگے اور مودوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کی آزادی کا کلف انہاری تھیں

ورنہ آپ سے پہلے انہیں سخت پابندیوں میں رکھا جاتا تھا۔ کھانے کے دوران اچانک کڑبو شروع ہو گئی۔ چند منٹ دور اس مکان میں زندگی سستی کھس آئے۔ ان کے انگوٹھوں میں کھاناڑاں، درخت کانٹے کے آٹے اور ہتھوڑے وغیرہ تھے۔ علی دسترخوان سے اٹھ کر ایک طرف چلا آیا۔ ہو گاؤں نے غصے سے پوچھا۔ ”یہ کیا بات تھی ہے۔ یہاں ہم ایک مہمان کی خاطر قاضی کر رہے ہیں اور تم؟“

ایک باڈی بلڈر نے کہا۔ ”ہم تمہارے مہمان کی ایسی قاضی کریں گے کہ پھر کبھی یہ جزیرے کا رخ نہیں کرے گا۔“

ایک اور پھلان نما شخص نے کہا۔ ”طاقت سے عوام پر حکومت کی جاتی ہے اور عورت اس کی ہوتی ہے، جو جین لیتا جاتا ہے لیکن یہ تمہارا مہمان ہم سے کسٹرو لوگوں کو عورتوں کا حقدار بنانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بوزمے ناحیات یہاں کے آقا رہیں گے۔ یہیں منظور نہیں ہے۔“

علی نے کہا۔ ”عورت چھین لینے کے لیے نہیں محبت کرنے کے لیے ہوتی ہے لیکن تم لوگ محبت کرنا نہیں جانتے تمہاری یہ بات درست ہے کہ حکومت طاقت سے کی جاتی ہے۔ میں نے اپنی طاقت منوالی۔ تمہیں سمجھنا ہوں کہ باہر پہلے جاؤ ورنہ یہاں آپ

میں ہی لڑمو گے۔“

وہ فضا میں ہتھوڑے والا ہاتھ اٹھا کر علی پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ ثانی نے اسے پٹا دیا۔ اس نے اپنے ہی سامنے کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ ہتھوڑے کی مار بھی، سر پٹ گیا۔ وہ فرش پر گر کر ترپنے لگا۔ دوسرے شہ زور نے گرج کر پوچھا۔ ”پاگل کے بچے، تو نے اپنے ہی سامنے کو مارا ہے۔“

دوسرے کے پیچھے کھڑے ہوئے تیسرے باڈی بلڈر نے کہا۔ ”پاگل کا بچہ تو ہے۔ تو یہاں مرنے کے لیے آیا ہے۔“

یہ کہنے ہی اس نے کھڑکی سے حملہ کیا۔ دوسرا ہٹا گیا۔ سنبھلنے سے پہلے ہی کھڑکی کا پھل شانے کی ہڈی توڑا ہوا جسم میں اتر گیا۔ ثانی تھامیں تھیں۔ لیلی اور سلمان بھی آگے تھے۔ ان میں سے تین پہلوئوں کو آٹھ مار دیا گیا تھا۔ وہ تینوں اپنے ہی ساتھیوں سے لڑتے ہوئے باہر چلے گئے تھے۔

ہو گاؤں نے تیزی سے کہا۔ ”تعب ہے۔ یہ مسٹر علی سے دشمنی کرنے آئے تھے اور آپس میں ہی لڑتے ہوئے باہر چلے گئے ہیں۔“

دوسری بار کھانے کے آقا جانسن نے کہا۔ ”جو لوگ دلوں میں نیک جذبے رکھتے ہیں ان کی مدد فرشتے کرتے ہیں۔ مسٹر علی پر خدا کی رحمت ہے۔“

علی نے مسکرا کر کہا۔ ”مسٹر ہو گاؤں نے بہت ہی لذت کھانے بکوائے ہیں۔ آئیں ہم کھانا تو پیٹ بھر کر کھالیں۔“

وہ سب دوبارہ دسترخوان کے اطراف بیٹھ گئے۔ ایک لڑکی نے کھانے کے دوران پوچھا۔ ”علی اکل کیا آپ کو مدد کرنے والے فرشتے نظر آتے ہیں؟“

”ہاں جیسے ابھی کبھی نظر آتے ہیں۔“

”میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ فرشتے کیسے ہوتے ہیں۔“

اسی وقت ایک پھلان کھلے ہوئے دھواڑے سے اندر آکر گرا پھر ترپ ترپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس دھواڑے پر پاشانے آکر اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے پھر سر جھکا کر بولا۔ ”آقا تھی تیرا آپ کا غلام حاضر ہے۔ اس بد بخت نے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی اس لیے میں نے اسے جہنم میں پھینکا ہے۔“

علی نے اس لڑکی سے کہا۔ ”دیکھ لو بیٹی! یہی وہ فرشتہ ہے جو اکسار سے خود کو غلام کہتا ہے۔“

لڑکی خوش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ علی نے کہا۔ ”پاشا آؤ اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔“

وہ بولا۔ ”میں خاکسار ہوں، مسند نہیں کے ساتھ کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ بڑے کو غلام ہی رہنے دیں۔“

علی نے کہا۔ ”تو خداوندی کے سامنے نہ کوئی بندہ رہتا ہے

نہ کوئی بندہ لوازہ۔ چلو آ جاؤ۔“

وہ آکر ادب سے بیٹھ گیا۔ ثانی نے علی کے پاس آکر پوچھا۔

”یہ غلام پسند آیا؟“

”تم نے اسے کیا بنا دیا ہے؟“
”میں نے غریبی عمل کے دوران کما تھا کہ شیطان اور حیوان
نہ بنو بندے بنو۔ یہ بعد بے دامن کیا ہے۔“

”جب شی آرا اس کے داغ میں آئے کی تب بھی اس کے
چور خیالات سے غیر معمولی سماعت و بصارت اور جسمانی اور دماغی
توانائی کے فارمولے دریافت نہیں کر سکے گی۔ میں نے وہ تمام
فارمولے نوٹ کر کے اس کے داغ سے سٹا دیے ہیں۔“
”وہ نوٹس کہاں ہیں؟“

”میرے پاس ہیں۔ میں پایا کو نوٹ کر دوں گی لیکن ایک
قاحت ہے۔ فارمولوں میں بہت سی باتیں اور الفاظ سمجھ میں نہیں
آئے۔ پاشائے اپنے ہاتھوں سے جو فارمولے لکھے ہیں ان میں ایک
سیف میں چھپا کر رکھا ہے۔ وہ فارمولے پوری تشریح کے ساتھ
واضح ہیں۔“

”وہ سیف کہاں ہے؟“

”صوبہ کے ایک چھوٹے سے شہر پنجاب میں ہے۔“

”یعنی افریقہ میں ہے۔ یہ کبوت فارمولوں کو محفوظ رکھنے کے
لیے اچھی دور کیا تھا۔“

”ہاں اس نے سوچا تھا کہ یہ تری کا رہنے والا ہے۔ یورپ
اور امریکا کی سریر کا رہتا ہے۔ دشمنوں کا تعلق بھی انہی ملکوں سے
ہے کوئی افریقہ کی طرف دھیان نہیں دے گا کہ یہ وہاں لے جا کر
فارمولے چھپائے گا۔“

”کیا پنجاب پہنچنے کے بعد وہ فارمولے آسانی سے حاصل کیے جا
سکتے ہیں؟“

”نہیں۔ پنجاب سے پچیس میل دور گھنے جنگل میں ایک وحشی
قبیلہ رہتا ہے۔ اس قبیلے کے سردار نے اسے بہت بڑے بت کے
اندھ چھپایا ہے۔ اس بت کی اونچائی بیس فٹ ہے۔ ایک چھوٹی سی
پھاڑی کو تراش کر وہ بت بنایا گیا ہے۔“

”کیا وحشی قبیلے کے لوگوں نے پاشا کو نقصان نہیں پہنچایا؟“

”اس نے وہاں جانے سے پہلے ان کی زبان سیکھ لی تھی پھر اپنی غیر
معمولی جسمانی قوت اور سماعت و بصارت کے ذریعہ ان کی نظروں
میں دیوانہ بن گیا تھا۔“

”بائی! ان اصل فارمولوں کو حاصل کر کے بابا صاحب کے
ادارے میں پہنچانا ہو گا۔ تم انہی پایا سے رابطہ کرو اور انہیں
فارمولوں کے منتقل تفصیل سے بتاؤ۔ وہ اس سلسلے میں پلاننگ
کریں گے۔“

وہ میرے پاس آگئی۔ یہ فارمولوں کا راز صرف ہمیں معلوم
تھا۔ کوئی دشمن نہ راز نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں چھپائے گئے ہیں پھر
یہ کہ اب کوئی قابل ذکر دشمن نہیں رہا تھا۔ سپر سٹار کو عارضی طور پر
لفظاً اکڑا کر کیا تھا اور شی آرا بھائی سرنا کے محلے میں مصروف ہو
گئی تھی۔ یسویوں کے پاس ایک قابل ذکر اداکار ہو گئی تھی جس کی

کارکردگی کو انہوں نے بہت محدود کر رکھا تھا۔ اسے میدان عمل
میں آنے نہیں دیا جا رہا تھا۔ یہی حال ٹیلی جیتھی جانے والے ایران
راستہ کا تھا۔ بانک میں اسے ہم سے ٹھکرانے کی اجازت نہیں دیا
تھا۔

”غیر یہ کہ ہم مطمئن تھے۔ فی الحال ہمارے معاملات میں
داخلت کرنے کی کسی پریشانی کا جب بننے والا کوئی نہیں تھا لیکن کبھی
کبھی حالات کو سمجھنے اور دوستی دشمنی کا حساب کرنے میں غلطی ہو
جاتی ہے۔ مجھے سے بھی غلطی ہو گئی۔“

میں نے سرنا کو یہ سوچ کر شی آرا کے پاس جانے دیا تھا کہ شی
آرا اس پر غریبی عمل کرنے کی اور اسے اپنی معمول بنائے گی تو اس
کے داغ کو لاک کرے گی لیکن ہم میں سے کوئی شی آرا کا لاپرو
استہا کر کے سرنا کے چور خیالات کو پڑھ سکے گا۔ یوں ہم شی آرا
کے اقدامات کو سمجھتے رہیں گے۔

پھر یہ کہ سرنا اپنے معیار سے گر چکی تھی۔ بے پے سرنا کی
داشت بن گئی تھی۔ میں نے اس لیے بھی اصل سرنا کو شی آرا کے
حوالے کر دیا کہ سرنا اپنے عاشق سرنا کے ساتھ رہے گی تو سرنا پر
بھی ہماری نظر ہارے گی۔

لیکن گڑبڑ ہو گئی۔ میں نے شی آرا کی مصوفیات معلوم کرنے
کے لیے ایک بار سرنا کی داغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک
لی۔ شی آرا کی سوچ کی لہروں کو بھی داغ میں آنے نہیں دیا۔ اس کا
مطلب یہی سمجھ میں آیا کہ شی آرا نے عمل کرنے کے دوران کوئی
دوسری آواز اور لہجہ نہیں کیا ہے۔ اب میں سرنا تک نہیں پہنچ
سکتا تھا اور اس ناگانی کے بعد سرنا بھی میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

شی آرا نے اپنے بھائی کو حاصل کرنے وقت وعدہ کیا تھا کہ
آئندہ میرے راستے میں نہیں آئے گی۔ اس نے وعدہ پورا کیا۔ خود
پچھتے ہوئی گئی اور سرنا کو میری راہ پر لگا دیا۔ اس نے سرنا سے کہا
”تم میرا لہجہ اختیار کر کے پاشا کے پاس جاؤ گی تو وہ شی آرا سمجھ کر تم
سے باتیں کرے گا۔ تم میرا بدلہ لو اور ان کو اور معلوم کرتی رہو کہ غلطی
جزیرے میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔“

سرنا بھی معلوم کرنے پاشا کے پاس آئی تو اس نے سانس
روک لی۔ وہ شی آرا سے بولی۔ ”پاشا تمہارے لیے کو بھی قتل
نہیں کر رہا ہے۔ سانس روک لیتا ہے۔“

شی آرا نے خود جا کر توڑا یا تو واقعی اس نے بے مروتی دکھائی
اسے داغ میں آنے نہیں دیا۔ تب وہ سمجھ گئی کہ غلطی کے خیال
خوابی کرنے والوں نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔

سرنا نے کہا۔ ”مطلی کے پاس ٹائی آتی رہتی ہے۔ ہمیں غلطی کے داغ
میں کسی وقت بھی جا کر آنا چاہیے۔ جب وہاں غائب ہو گی تو وہ
ہمیں محسوس نہیں کرے گا۔“

شی آرا پہلے ہی شیا کے باپ بریزا ہاؤس کے داغ میں جا چکا
تھی۔ اس نے بریزا کے پاس آنے تک کھانا غلطی باقی دو آقاؤں اور وہاں

کی عورتوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ پاشا بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔
شی آرا نے سرنا سے کہا۔ ”مطلی سر جھکائے خاموشی سے کھانا
کھائے میں مصروف ہے۔ ہو سکتا ہے ٹائی سے گفتگو میں مصروف
ہو۔ تم اس کے داغ میں جاؤ۔“

”مطلی وہاں جانے سے کیوں ڈرتی ہو؟“
میں گئی سیدان کے داغ میں دو بار چھپ کر گئی تھی۔ فرہاد نے
ہزار ہری چوری چوری پتلی بتائیں کہ کیسے سمجھ لیتے ہیں۔ غلطی نے بھی
مجھے محسوس کیا تو میری پریشانی بڑھ جانے کی ابھی میں نے دوسرے
بھائی سرنا کا برین واٹش نہیں کیا ہے۔ فرہاد پھر اس پر قبضہ نہ کر
سکا۔

سرنا غلطی کے داغ میں پہنچی۔ شی آرا سرنا کے اندر چھپی ہوئی
تھی۔ ان کی توقع کے مطابق غلطی نے سرنا کو محسوس نہیں کیا۔ کیوں
کہ وہاں دہائی پول رہی تھی۔ یوں ہڈا اننگی میں پول کھول رہی تھی
کہ پاشائے کس طرح صوبہ کے ایک وحشی قبیلے میں ان
فارمولوں کو چھپا رہا ہے۔

شی آرا کی تو چاندی ہو گئی۔ بیٹھے بٹھائے ان فارمولوں کی خیریت
چک معلوم ہو گئی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے سرنا کو چوم کر بولی۔
”تم میرے لیے لگی ہو۔ تم نے مجھے دوسرے بھائی سرنا تک
پہنچایا اور اب تمہارے ذریعے غلطی کے پاس پہنچنے سے اعزاز ہم راز
معلوم ہوا ہے۔“

سرنا نے کہا۔ ”ابھی ٹائی فرہاد کے پاس گئی ہے۔ ایسے وقت
فرہاد بھی نہیں آئے اندر محسوس نہیں کرے گا۔“

”نہیں سرنا! وہ شیطان کی کھوپڑی رکھتا ہے۔ اس کے پاس بھول
کر بھی نہ جانا۔ ورنہ وہ محتاط ہو جائے گا۔“

”تم کتنی ہو تو نہیں جاؤں گی لیکن جانے سے یہ معلوم ہو جاتا
کہ خود صوبہ کے گایا کسی بیٹے وغیرہ کو دیا بھیجے گا۔“

”وہ جو بھی پلاننگ کرے“ مجھے بھی وہاں بھیجے۔ وہاں پہنچ کر ان
سے لازمی گھراؤ ہو گا۔ ہمیں ایسا پلاننگ کرنی چاہیے کہ گھراؤ بھی
نہ ہو۔ فرہاد کو مجھ پر شبہ بھی نہ ہو اور وہ تمام فارمولے حاصل ہو
جائیں۔“

ساتھ بھی سرنا نے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹنے والی تدبیر مشکل ہی
سے داغ میں آئی ہے۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ دھیریں سوچنے
لگیں۔

موجودہ دور میں کون سا ایسا مسلمان ملک ہے جو بڑے بڑے
مسائل سے دوچار نہ ہو۔ کتنے ہی اسلامی ممالک میں خانہ جنگی
جاری ہے۔ مسلمان آپس میں کٹ مر رہے ہیں۔ جو ممالک امیر کبیر
نہیں وہ امریکا کے زیر اثر ہیں۔ اس سپر پاور کے حکم کے بغیر وہ دنیا
کے معظم مسلمانوں کو غلامی اور فحشی امداد نہیں دے سکتے۔ صرف

ایمان افروز بیانات دے کر اس مسئلے کو ٹال رہے ہیں۔ جیتائیس
برسوں سے کشمیری مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ نہیں ہو پایا۔
اسی طرح صوبہ کے خانہ جنگی اور قحط سالی ثابت کر رہی ہے
کہ آئندہ چند برسوں میں وہاں کوئی مسلمان زندہ نہیں رہے گا۔

اس سے پہلے کہ میں وہاں اپنی داستان کا سلسلہ جاری رکھوں
اپنے قارئین کو دواں کا کچھ پس منظر دکھانا چاہتا ہوں۔ صوبہ وسط
افریقہ کے مشرقی ساحل پر ہے اور ساحلی شہر مومباسا اس کا
دارالسلطنت ہے۔ یہاں چھپتیس برس تک قائم رہنے والی آمریت
نے ملک کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دیا۔ اس حکومت کا خاتمہ
ہوئے ہی خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ وہاں کئی کردہ ہیں گئے۔ علاقے
تقسیم ہو چکے۔ ایک دوسرے کے مقابلے میں حالات کا مظاہرہ کر
کے پورے ملک پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ ایسے میں
خسک سالی نے ری کسی کسر پوری کر دی۔ وہاں ایسا قحط پڑا کہ غریب
عوام ایک ایک دانے کو ترس گئے۔ مغربی خبر رساں ایجنسیوں کے
سرور کے مطابق وہاں بھوک اور بیماریوں سے روزانہ دو ہزار
افراد مر جاتے ہیں۔

مرنے والوں کی یہ تعداد دیکھ کر فضا نیت کو شرم آتی چاہیے۔
اب قحطی قحطی شرم آ رہی ہے۔ امریکا اور دوسرے بڑے
ممالک قحطی قحطی امداد بھیج رہے ہیں۔ سعودی عرب نے دس
ملین ڈالر کا سامان متاثرین کے لیے بھیجا ہے۔ خانہ جنگی کے باعث
یہ امداد بھی پوری طرح نہیں پہنچتی ہے۔ راستے میں لوٹ لی جاتی
ہے۔

اب سوچا جا رہا ہے کہ مختلف ممالک سے مختصری فوج وہاں
بھیجی جائے تاکہ ڈاکوؤں اور شہرندوں کو گرفتار کیا جاسکے اور وہاں
قانون کی عملداری ممکن بنائی جاسکے۔ ابھی صرف سوچا جا رہا ہے
آپس میں مشورے ہو رہے ہیں اور ہر خاک ہو جائیں گے کہ وہ زلف
کے سر ہونے تک۔

بارہا تندرست ہو گئی تھی۔ پارس کے ساتھ ایک پارک میں
ٹھل رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ”میں نے کبھی کسی کے ساتھ نیکی کی
ہو گی اسی لیے ایک نیک خاتون نے میرے ساتھ نیکی کی ہے۔ اگر وہ
نہ ہو تو اپنا ہتھکڑی میں آبرو نہیں کے بعد کتنے ہی خیال خوانی کرنے
والے میرے داغ میں گھس آتے۔“

پارس نے کہا۔ ”دل صاف ہو۔ نیت اچھی ہو اور ارادے
نیک ہوں تو راہ میں اچھے ہم سفر نہ رہتے ہیں۔“

”کیا تم مجھ جانتے ہو کہ وہ نیک خاتون کون ہو سکتی ہیں؟“

پارس جانتا تھا لیکن اپنی اما آئندہ فرہاد کی روحانی قوتوں کے ذکر
کی ممانعت تھی۔ اس نے کہا۔ ”وہ نیک خاتون تمہارے پاس آئی
ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے اور تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔“

میں نے کہا۔ ”تم مطمئن نہیں ہو، یہ اچھی بات ہے لیکن صوبالیہ کے شرپسندوں کے مختلف گروہ راہ کی رکاوٹیں بنیں گے۔“

میں بیک وقت کئی جگہ مصروف تھا۔ میں نے ابراہیم کو کہا۔

یہ سب چیزیں ہیں جو اس کے لئے ہیں۔ ان سے نری سے پیش آؤ۔ ان پر بے جا ظلم کرنا مذہب اور قانون کے خلاف ہے۔ تم میں سے جو شخص ان سے غلط رویہ اختیار

دل میں ہوتے ہیں اور ہر آنکھ سے ملتی ہے۔ انہیں بھی ایک ایک کر کے مل رہی تھی۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں سب نے ایک دوسرے کو پسند

کر لیا۔ حتی کہ یوزھوں کو بھی عمر سیدہ عورتیں مل گئیں۔ صرف وہ نہ گئے جو حناہوں میں زخمی اور پانچ ہو گئے تھے انہیں علاج کے لیے مارکیو سان پیچہ کا فیصلہ کیا گیا۔

برین باؤدو کا داماد یعنی شیا کی بیوی کا شوہر بھی وہاں کسی حینہ کی نظر کرم کے لیے آیا تھا۔ برین نے پوچھا۔ ”تم کیوں آئے ہو؟ تم تو میری بیٹی کا شوہر ہو۔“

وہ بولا۔ ”شوہر تھا۔ اب نہیں ہوں۔ پتا نہیں وہ کل رات سے کہاں بھاگ گئی ہے۔“

علی نے کہا۔ ”وہ اس جزیرے سے باہر نہیں جا سکے گی۔ اسے تلاش کرو۔“

”میں صبح سے تلاش کرتا رہا ہوں۔ جو عورت مجھے پسند نہیں کرتی میں اسے یہودی بنا کر نہیں رکھوں گا۔ آج شیادی کوں گا۔“

ثانی نے کہا۔ ”علی! اس نے آج صبح منہ اندھیرے ہی اپنی بیوی کو قتل کیا ہے اور اسے اپنے گھر کے قریب دیا کے پاس دفن کیا ہے۔“

علی نے پولیس افسر سے کہا۔ ”اس گھنٹہ کے ساتھ جاؤ۔ یہ بتانے کا کہ اس نے اپنی بیوی کو قتل کر کے کہاں چھپایا ہے۔ ثبوت ملے ہی آپ اسے بھی یہاں لا کر تمام لوگوں کے سامنے سزائے موت دیں تاکہ دوسرے بھی عبرت حاصل کریں اور دوسری حاصل کرنے کے لیے پہلی بیوی پر کوئی ظلم نہ کریں۔“

وہ اسے پکڑ کر لے گئے۔ قابل سمجھتا تھا کہ اس نے لاش کہاں چھپائی ہے لیکن ثانی نے اس کے اندر وہ کراسے مجبور کیا۔ اس نے وہ جگہ بتائی جہاں سے کھدائی کے بعد وہ لاش برآمد ہو گئی۔ اس شخص کو پھر ساحل پر لایا گیا اور لوگوں سے کہا گیا کہ سب اسے دو ہاتھ داریں۔ اب پولیس اور فوج کو ملا کر وہاں ساتی سو افراد ہو گئے تھے۔ ان کی بار کھاتے کھاتے وہ نیم مرده ہو گیا۔ تقریباً ڈھائی سو عورتیں اس پر ٹھوکتی رہیں۔ آخر اسے گولی مار کر سمندر میں پھینک دیا گیا۔

ان تمام عورتوں کو پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ جس شخص نے سرخ رنگ کی شرت پہنی ہوگی اسے کوئی جین سامنے بنانے کے لیے پسند نہ کرے۔ پاشا نے وہ شرت پہنی تھی۔ وہ بچھلی رات سے ہی علی کی خوشامد کر رہا تھا کہ جزیرے میں عورتیں آئیں گی تو ان میں سے ایک اسے بھی ملتی چاہیے۔

علی نے اسے سمجھایا۔ ”تم یہاں بیٹھ رہنے کے لیے نہیں آئے ہو۔ ہم جلدی یہاں سے چلے جائیں گے۔“

وہ بولا۔ ”اس غلام کو اپنے ساتھ نہ لے جاؤ۔ میں یہاں کسی حینہ کے ساتھ ساری عمر گزاروں گا۔“

”مجموعی بات ہے۔ تم یہی چاہتے ہو تو کل طلباءوں کی قطار میں کھڑے ہو جانا اور یہ یاد رکھنا کہ تم کسی کو پسند نہیں کرو گے۔“

کوئی حینہ پسند کرے گی۔“

جب لڑکیاں ساحل پر آئیں تو وہ بھی قطار میں کھڑا ہوا اور ایک سے ایک حینہ لڑکی اس کے پاس آتی تھی پھر اس کی شرت دیکھ کر آگے چلی جاتی تھی۔ اس نے کہا۔ ”میرے پاس ایک لڑکی ہے، نمک طرح دیکھتی ہے، میں اور آگے چلی جاتی ہے۔“

اس نے ایک لڑکی سے کہا۔ ”سنو! مجھے ذرا اپنی طرح دیکھو۔“

سرسے پاؤں تک کوئی حینہ نہیں ہے۔ میں اتنا طاقتور ہوں کہ گھوٹا مار کر پاؤں توڑ سکتا ہوں۔“

وہ لڑکی سہم کر چیخے بہت گئی۔ ”وہ گاؤں تم تو پکڑتے ہی منہ پڑی پہلی توڑ دو گے۔“

وہ آگے بھاگ گئی۔ پاشا نے سوچا۔ ”غلطی ہو گئی۔ کہنا انہماک کے سامنے پہلوان نہیں بننا چاہیے۔ اب میں شیادی بکھا دوں گا۔“

دوسری لڑکی آئی تو اس نے کہا۔ ”میں ایک عام سا انسان ہوں۔ محنت سے کما تا ہوں۔ حینہ تینوں وقت کھلاؤں گا۔ میں غیر معمولی طاقت والا نہیں ہوں۔ کسی سے لڑائی جھڑا نہیں کروں۔“

وہ بولی۔ ”اگر دو چار غنٹے مجھے پکڑ لیں تو تم تاشا دیکھو کیوں کہ طاقتور نہیں ہو اور لڑنا جھگڑنا نہیں جانتے ہو۔“

”ہاں بھگے۔“

”اگر کچھ نہیں۔ جیون ساتھی کے لیے ستاروں سے آگے جاؤ اور بھی ہیں۔“

وہ آگے بڑھ گئی۔ سرخ ستارے سے دوہری تھی۔ تیری کڑا اس نے ہونٹوں کو چمتی سے بند کر لیا یہ طے کر لیا کہ کچھ نہیں دیا گا۔ تیری نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا۔ ”کیا تم کتنا چاہو گے؟“

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ افسوس کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ”مجھے کوئی نہ ہے۔“

وہ جھٹکا کر بولا۔ ”کیا میں حینہ کو گھنٹہ نظر آتا ہوں؟“

وہ سہم کر بولی۔ ”تم تو ذرا سی بات پر خند ہو گئے تھو۔ ساتھ زندگی میں گزرے گی۔ سوری۔“

وہ بھی چلی گئی۔ ابھی بہت سی حینہ پاشا کو پھر غلطی احساس ہو گیا تھا کہ عورت کو خند دکھانے سے وہ کبھی نکال نہیں کرے گی۔ اس بار اس نے آنے والی کے سامنے خوش خیز ڈال دیکھا۔ مسکراتے ہوئے بولا۔ ”میرا نام یوسف البرہان ہے اور تمہارا نام؟“

وہ ناگوار سی بولی۔ ”اونہ، تو تم سعودی عرب کے ہو تم اسرائیلی ہوں۔“

وہ حینہ یہودی تھی۔ وہ بھی چلی گئی۔ وہ بچ و آب کمانے ہوئے سوئے گا۔ ”آخر کیا بات ہے؟ کوئی مجھے کھاس نہیں ڈال رہی ہے۔“

اس نے پاس کھڑے ہوئے شخص سے پوچھا۔ ”کیا میرے پاس کاک ٹی ہے یا میں بد صورت نظر آتا ہوں۔“

جب شخص جواب نہ دے سکا۔ اسے ایک حینہ پسند کر کے لے کر دوسری طرف کھڑا ہوا اور شخص بھی ایک عورت کے پاس آ گیا۔ سب ایک ایک کر کے جا رہے تھے۔ قطار ختم ہوئی جا رہی تھی۔ جو اس سے عمریں زیادہ تھے اور اس کی طرح صحت مند تھیں۔ ایک بچہ نظر آئے تھے۔ ”میں بھی لڑکیاں پسند کر کے لے لے۔“

کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ اکیلا کھڑا رہ گیا تھا۔

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

”پاشا! میں نے پہلے ہی ملنے لاؤ گا پتھر کے ذریعہ کہا۔“

کھٹی ہوئی توانائی حاصل کر لے گا مجھے تعین ہو جائے گا کہ تو فرماؤ کے ظلم سے نکل جائے۔“

وہ ایک کمری سانس لے کر بولا۔ ”فراڈ نے مجھے بہت ذلیل و خوار کیا ہے۔ مجھے اپنی آفت آگئی اور جسمانی قوت پر بڑا زنا تھا لیکن اس نے مجھے اپنی ملا جلی کا مظاہرہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔“

”بھائی سرنا! وہ باپ بیٹے پرے چلا گیا ہیں۔ متاثر ہو کر کھڑا دیکھ کر متالہ نہیں کرتے۔ اسے مٹا کر دے ڈیر کرتے ہیں۔ یوسف پاشا غیر معمولی جسمانی قوت کا مالک ہے۔ کسی فولا دی مدد کو بھی توڑ سکتا ہے لیکن وہ لڑنے کے فن سے واقف نہیں ہے۔ علی نے اسے داؤ بیچے اور عکارانہ چالوں سے گھٹ دے کر اپنا غلام بنا لیا ہے۔“

”یہ یوسف پاشا کون ہے؟“

اصل بے پے سرنا کو پاشا کی غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوتوں کے متعلق کچھ نہیں معلوم تھا۔ پاشا ایسے وقت مظہر عام پر آیا تھا جب سرنا میری قید میں پہنچ گیا تھا۔ شی آرا اسے پاشا کے متعلق بتانے لگا۔ سرنا حیرانی سے سن رہا تھا۔ بن لے اسے یہ نہیں بتایا کہ پاشا کے کچھ فارمولوں کا سراغ مل گیا ہے۔ اوروہ صوالیہ کی سمت جانے کے لیے پر قول رہی ہے۔ اسے شہر تھا کہ میں سرنا کے اندر چھپ کر ان کی باتیں سن رہا ہوں۔ اسی لیے وہ گئے بھائی سے بھی راز چھپا رہی تھی۔

سرنا نے کہا۔ ”بھئی آرا! یہ پاشا تو ذہورست ملا جلیوں کا مالک ہے۔ یہ پہلے ہی بہت بڑی طاقت بن سکتا تھا۔ تو نے اسے ہاتھ سے جانتا نہ؟ یہ کونسا نہیں کیا۔“

”میں کیا کرتی۔ میرے بعد اکیلا رہ گئی تھی۔ مجھے کئی عازلوں پر لونا پڑا تھا۔ میں تیری رہائی اور سلامتی کے سلسلے میں اُدھر مصروف رہی اور علی اور ثانی نے پاشا کو غلام بنا لیا۔“

”مجھے پاشا نہیں مل سکا لیکن اسب ہمیں اس کے فارمولوں کو کسی طرح حاصل کرنا ہو گا۔“

”یہ بھی ناممکن ہو گیا ہے۔ ثانی نے اس کے چور خیالات پڑھ کر تمام فارمولے معلوم کر کے ہوں گے۔“

”میں پاشا کو ان سے چھین کر لے آؤں گا۔“

”اس کے لیے جوش میں نہ آؤ۔ جلدی نہ کر۔ پاشا کے دماغ میں وہ فارمولے گنجائش محفوظ رہیں گے۔ تم کوئی مناسب موقع دیکھ کر کسی دن اسے حاصل کر لیں گے اور وہ تمام فارمولے اس کے دماغ سے چرائیں گے۔ اس مقصد کے لیے مجھے جلد سے جلد پہلے جیسا سرنا بن جانا چاہیے۔“

میں ان بن بھائی کی باتیں سن رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ شی آرا کو وہ جگہ معلوم نہیں ہے جہاں وہ فارمولے چھپائے گئے ہیں۔ اس نے کئی بار مجھ سے تفصیلات اٹھا کر اب جھٹلتا اور میرے خلاف چالیں چلتا دیکھ لیا تھا اور وہ بڑی کامیابی سے مجھے

میں ان بن بھائی کی باتیں سن رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ شی آرا کو وہ جگہ معلوم نہیں ہے جہاں وہ فارمولے چھپائے گئے ہیں۔ اس نے کئی بار مجھ سے تفصیلات اٹھا کر اب جھٹلتا اور میرے خلاف چالیں چلتا دیکھ لیا تھا اور وہ بڑی کامیابی سے مجھے

میں ان بن بھائی کی باتیں سن رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ شی آرا کو وہ جگہ معلوم نہیں ہے جہاں وہ فارمولے چھپائے گئے ہیں۔ اس نے کئی بار مجھ سے تفصیلات اٹھا کر اب جھٹلتا اور میرے خلاف چالیں چلتا دیکھ لیا تھا اور وہ بڑی کامیابی سے مجھے

دھوکا دے رہی تھی۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی فریاد وہ فارمولے حاصل کرنے خود سوالیہ جائے گا یا اپنے کسی بیٹے کو بھیجے گا؟

دراصل وہ خود بھیس بدل کر جانا چاہتی تھی۔ ارادہ تھا کہ مرنا ایک مضبوط ٹیم بنا کر وہاں جائے گی۔ اس کے پیچھے وہ خود ہے گی۔ مرنا کو بھی نہیں بتائے گی کہ وہ اس کے قریب ہی نہیں موجود ہے۔ ابھی خود جانے کا متمم ارادہ نہیں تھا۔ اگر یہ معلوم ہو جا کہ وہاں پارس جانے والا ہے تو وہ خواب میں بھی اُدھر نہ جاتی۔ اسی لیے یہ جانا ضروری تھا کہ باپ بیٹوں میں سے کون جا رہا ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے پارس کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا۔

”کوڈورڈز سنا؟“

”میں شی آ رہا ہوں۔“

”اچھا آ رہا ہو۔ کیا قسمت کا تارا چمکانے آئی ہو۔“

”تمہارے پاس بھی جتنے نہیں آؤں گی۔“

”کیا تجھے آئی ہو؟“

”توبہ ہے، بہت بولنے ہو۔ میرے آنے کی وجہ نہیں پوچھو گے؟“

”اتنی دیر سے یہی پوچھ رہا ہوں لیکن پوچھنے کا انداز تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔“

”پہلے تو میں تمہارے پاپا کی عظمت کا اعتراف کرنے آئی ہوں۔ انہوں نے میرے گئے بھائی کو کہا کر دیا ہے۔ اب وہ میرے پاس ہے۔“

”خوش ہوئی کہ تم نے پاپا کی عظمت کو سمجھا ہے۔ اپنے بھائی کی جلدی شادی کر دو۔ ورنہ پہلے کی طرح آزاد گھومتا رہے گا تو آئندہ یہ سہیلی والے پکڑ کر لے جائیں گے۔“

”مفضل باتیں بہت کرتے ہو۔ میرے آنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آج کل تم خرابیوں میں آنے لگے ہو۔“

”جو کہ بہت سوتی رہو گی تو ایسے ہی مرغِ مُسلم نظر آتے رہیں گے۔“

”کیا تم مذاق سمجھ رہے ہو؟“

”اور کیا سمجھو؟ تمہارے ستارے کہتے ہیں، میرے قریب نہ آؤ۔ پھر خرابیوں میں کیسے آتا ہوں؟“

”یہ نفسیاتی حقیقت ہے۔ اگر کوئی دل میں دھڑکتا ہو اور زبان سے محبت کا اعتراف نہ کیا جائے اور خواہ خواہ نفرت کی جائے تو وہ پیاری باتیں کر خرابیوں میں آتا ہے۔“

”یعنی تم دل ہی دل میں مجھے چاہتی ہو۔ صرف زبان سے انکار کرتی ہو۔“

”بابا اب تک میں یہی کہو شش کرتی رہی کہ دل سے تمہاری محبت نونہ کر بیگم دوں لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔“

”اب کیا ارادے ہیں؟“

”میرا بس پہلے تو میں اڑ کر تمہارے پاس چلی آؤں گی۔ دھرم کی بجلی ہوں۔ تمہارے پاس آنے سے میرا دھرم نفاذ ہو جائے گا۔ کیا تم مجھے نقصان پہنچا کر محبت کرنا چاہو گے؟“

”میں نے بھی ایسا نہیں کہا اور نہ کسی ایسا کرنا کہ تمہارے ستارے کہتے ہیں، میں بھی تمہیں دھرم بدلنے کے لیے لے کر آئی ہوں۔“

”ہاں کل جی، تم آزمائو۔ اگر بھی ایسا کروں تو منہ پھیر کر جانا۔“

”میں نے اب تک ڈی شی آ رہا کہ ڈریجے جس میں دھڑک رہا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں لیکن پہلے چمپ چمپ کر رہی ہوں۔“

”کیا تم نے میرے ریکارڈ میں میری تصویر اور ڈیوڈ پر فلم دیکھی ہے؟“

”تصویر اور فلم کی بات اور ہے اور یوں جی جی آنکھوں کے سامنے تمہیں دیکھوں گی تو ہائے نہ جانے میری محبت اور دیوانگی کیا عالم ہو گا۔“

”تو پھر کب آ رہی ہو؟“

”تم وہیں سرقد میں ہو؟“

”یہاں سے جانے کا ارادہ تھا لیکن اب نہیں جاؤں گی۔ یہاں اپنے سارے وجود کو اکٹھا بنا کر تمہارا انتظار کروں گا۔“

”میں برسوں آؤں گی۔ وہ دونوں تک چمپ کر تمہیں دیکھیں گے۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

”میرا آج سے پانچویں دن ملاقات کروں گی۔“

میں نے پارس کے پاس آ کر کوڈورڈز ادا کیے۔ اس نے بتایا کہ شی آ رہی تھی۔ اس کی باتوں سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ وہ پارس کو بچاؤ میں تک سرقد میں دھڑکتا چاہتی ہے۔ میں نے تمام باتیں تفصیل سے سننے کے بعد کہا۔ ”وہ شاید تمہیں شپ کرنا چاہتی ہے۔ ان بچوں کے اندر تمہیں قیدی بنا کر اپنے بھائی سرنا کا انتقام مجھ سے لینا چاہتی ہے۔“

میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی سمجھتا جب کہ اس کی حال غلط تھی۔ وہ صرف یہ دیکھ کر اور دماغی رابطہ پارس سے قائم رکھ کر مطمئن رہنا چاہتی تھی کہ وہ سرقد میں ہی ہے اور مرنا نہیں جا رہا ہے اور جب ایسا ہے تو وہ خود سوالیہ جا کر ان بچوں کے اندر وہ فارمولے وہاں سے لے آئے گی۔

میں نے کہا۔ ”میری تمہاری اسی لپٹی آنکھوں کی۔ وہ تمہارے ذہن کے تمہاری اپنی آواز اور لہجے کو متاثر کرے گی۔ یہ آواز اور لہجہ ذہنی پارس کو ذہن نشین کر اویں گی۔ تم آج کسی پہلی فلاٹ سے بارہا کے ساتھ جیس جاؤ۔ کل صبح تک جیس سے ذہنی پارس سرقد آجائے گا۔“

میں اور شی آ رہا اپنی اپنی جگہ اپنی سمجھ کے مطابق چالیں چل رہے تھے۔ شی آ رہا نے پارس سے معاملات طے کرنے کے بعد سوچا پارس سوالیہ میں جائے گا۔ اگر جا رہا ہوتا تو پانچ دنوں تک سرقد میں رہنے کے لیے راضی نہ ہوتا۔

اسے بڑی حد تک یقین ہو گیا کہ علی جانے گا پھر یہ محل میں آنے والی بات تھی کہ پاشا وحشی قبیلے کی زبان جانتا تھا۔ اس نے وہ فارمولے ایک بہت بڑے بت کے اندر چھپائے تھے اور اب وہ علی کا کام تھا۔ اپنے آقا کے ساتھ وہاں جا کر کسی عمل و وجہت کے بغیر وہ فارمولے اس کے حوالے کر سکتا تھا۔

وہ اپنے اس خیال کی تصدیق کے لیے شیبا کے دماغ میں آئی تا چلا علی اور پاشا مکان کے باہر وہاں کے آقاؤں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیبا برین ہاؤس کے دماغ میں آئی۔ پورے جزیرے میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ ہر گھر میں عورتیں اور ستر میں بیچ لگی تھیں۔ تینوں آقا علی اور پاشا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ علی نے کہا۔ ”میں نے اس جزیرے میں آ کر اپنے فرائض ادا کیے ہیں۔ اب کل صبح یہاں سے چلے جائیں گے۔“

”پلیز تپ اتنی جلدی جانے کی بات نہ کریں۔ جزیرے کے لوگ آپ کو جانے نہیں دیں گے۔“

”میں نے اس جزیرے میں تم تینوں آقاؤں کو سمجھا رہا ہوں کہ اپنے اپنے علاقے کے آدمیوں کو میری دعا کی کے متعلق بتائیں اور انہیں سمجھائیں کہ مجھے دیکھنے کی خدمت نہ کریں۔“

”میرا علی باہم خود خود کر رہے ہیں۔ آخر اتنی جلدی جانا کیا ضروری ہے؟“

”میرا علی باہم خود خود کر رہے ہیں۔ آخر اتنی جلدی جانا کیا ضروری ہے۔ میں اپنا ضروری کام تم لوگوں کو نہیں بتا

میں نے پارس کے پاس آ کر کوڈورڈز ادا کیے۔ اس نے بتایا کہ شی آ رہی تھی۔ اس کی باتوں سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ وہ پارس کو بچاؤ میں تک سرقد میں دھڑکتا چاہتی ہے۔ میں نے تمام باتیں تفصیل سے سننے کے بعد کہا۔ ”وہ شاید تمہیں شپ کرنا چاہتی ہے۔ ان بچوں کے اندر تمہیں قیدی بنا کر اپنے بھائی سرنا کا انتقام مجھ سے لینا چاہتی ہے۔“

میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی سمجھتا جب کہ اس کی حال غلط تھی۔ وہ صرف یہ دیکھ کر اور دماغی رابطہ پارس سے قائم رکھ کر مطمئن رہنا چاہتی تھی کہ وہ سرقد میں ہی ہے اور مرنا نہیں جا رہا ہے اور جب ایسا ہے تو وہ خود سوالیہ جا کر ان بچوں کے اندر وہ فارمولے وہاں سے لے آئے گی۔

میں نے کہا۔ ”میری تمہاری اسی لپٹی آنکھوں کی۔ وہ تمہارے ذہن کے تمہاری اپنی آواز اور لہجے کو متاثر کرے گی۔ یہ آواز اور لہجہ ذہنی پارس کو ذہن نشین کر اویں گی۔ تم آج کسی پہلی فلاٹ سے بارہا کے ساتھ جیس جاؤ۔ کل صبح تک جیس سے ذہنی پارس سرقد آجائے گا۔“

میں اور شی آ رہا اپنی اپنی جگہ اپنی سمجھ کے مطابق چالیں چل رہے تھے۔ شی آ رہا نے پارس سے معاملات طے کرنے کے بعد سوچا پارس سوالیہ میں جائے گا۔ اگر جا رہا ہوتا تو پانچ دنوں تک سرقد میں رہنے کے لیے راضی نہ ہوتا۔

اسے بڑی حد تک یقین ہو گیا کہ علی جانے گا پھر یہ محل میں آنے والی بات تھی کہ پاشا وحشی قبیلے کی زبان جانتا تھا۔ اس نے وہ فارمولے ایک بہت بڑے بت کے اندر چھپائے تھے اور اب وہ علی کا کام تھا۔ اپنے آقا کے ساتھ وہاں جا کر کسی عمل و وجہت کے بغیر وہ فارمولے اس کے حوالے کر سکتا تھا۔

وہ اپنے اس خیال کی تصدیق کے لیے شیبا کے دماغ میں آئی تا چلا علی اور پاشا مکان کے باہر وہاں کے آقاؤں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیبا برین ہاؤس کے دماغ میں آئی۔ پورے جزیرے میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ ہر گھر میں عورتیں اور ستر میں بیچ لگی تھیں۔ تینوں آقا علی اور پاشا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ علی نے کہا۔ ”میں نے اس جزیرے میں آ کر اپنے فرائض ادا کیے ہیں۔ اب کل صبح یہاں سے چلے جائیں گے۔“

”پلیز تپ اتنی جلدی جانے کی بات نہ کریں۔ جزیرے کے لوگ آپ کو جانے نہیں دیں گے۔“

”میں نے اس جزیرے میں تم تینوں آقاؤں کو سمجھا رہا ہوں کہ اپنے اپنے علاقے کے آدمیوں کو میری دعا کی کے متعلق بتائیں اور انہیں سمجھائیں کہ مجھے دیکھنے کی خدمت نہ کریں۔“

”میرا علی باہم خود خود کر رہے ہیں۔ آخر اتنی جلدی جانا کیا ضروری ہے؟“

”میرا علی باہم خود خود کر رہے ہیں۔ آخر اتنی جلدی جانا کیا ضروری ہے۔ میں اپنا ضروری کام تم لوگوں کو نہیں بتا

سکوں گا۔“

”تو پھر ایسا کریں۔ پاشا صاحب کو یہاں چھوڑ جائیں۔“

”پاشا میرے لیے بہت اہم ہے۔ اسے چھوڑ کر جاؤں گا تو میرا کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔“

شی آ رہا اتنا سننے کی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اب پورا یقین ہو گیا کہ علی پاشا کو لے کر جزیرے سے صبح نکلے گا اور سوالیہ کا رخ کرے گا کہیں کہ علی نے واضح طور پر کہا تھا کہ پاشا کو چھوڑ کر جانے گا تو اس کا کام پورا نہیں ہو سکے گا۔

اور علی نے ایسا اس لیے کہا تھا کہ وہ پاشا کو دنیا کے کسی علاقے میں تھا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسا کرنے سے کوئی بھی دشمن اسے قلاؤں میں کر لیتا پھر ان قلاؤں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر لیتا۔

میں اور تمہارے دشمنوں کو ایک دوسرے کی پلاننگ معلوم نہیں تھی۔ ہم سب اپنے اپنے اندازوں سے سوچ رہے تھے اور ان اندازوں کے متعلق عمل کر رہے تھے۔

شی آ رہا نے مرنا کے پاس آ کر پوچھا۔ ”کیا تپاؤں مکمل ہو گئیں؟“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

”ہاں، رات کی فلاٹ میں چار سٹیشن مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے سوالیہ کے کیپٹل موگا شو بیچ جائیں گے۔“

سینئر جاسوسی ایڈیٹر اور فونک کیڈیٹوں کا بہترین انتخاب

عظیم جاسوسی ان تھاناکا کیوں کا یہ مثال انتخاب نہیں مختلف ڈائجسٹوں نے

اول انعام کا حق مسترد کیا۔ آج ہی طلبہ فرامیں

کتب کی بیشمار دنیا

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

”اپنے تین اختریں کی آوازیں سناؤ۔“

مرتا اپنے اختریں سے باتیں کرنے لگی۔ شی تارا نے ایک کے داغ میں پہنچا جا تو اس نے سانس روک لی پھر وہ مرتا کا لہجہ اپنا کر گئی تو اس بخت نے محسوس نہیں کیا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ سیاہ فام حبشی سواہلہ سے آیا تھا۔ مرتا نے اسے نرپ کر کے اپنا تابعدار کیا۔ وہ سواہلہ کے جنگلوں اور وہاں کے قبیلوں کے متعلق پھر وہ معلومات رکھتا ہے اور وہاں کی زبانیں بھی جانتا ہے۔ اس کا نام عبداللہ تھا۔

دوسری بخت عبداللہ کی بہن مفورا تھی۔ مفورا وہاں کے ایک انشینیٹ میں زہرے لے سائیں پڑ رہی تھی۔ یہ راز دنیا والوں سے چھپایا تھا کہ وہ خود بھی زہریلی ہے اگر کسی کے جسم کے کسی بھی حصے میں رازت کا ڈسے تو وہ شخص مر جاتا ہے اور اگر اپنی لہجے ناخنوں سے جسم پر خراشیں ڈال دے تو وہ شخص زہریلے لٹے میں بری طرح مدھوش ہو جاتا ہے اس کے بعد اس پر دیوانگی کا دودھ پڑتا رہتا ہے۔

مفورا بخت ایک چور اور نورسرا تھا۔ وہ دنیا کی کوئی سی بھی تجوری کھول سکتا تھا اور چوری کرنے کے لیے دشوار ترین راستوں کے اندر سے آسانی پیدا کر لیتا تھا۔ مرتا نے اس بڑے بت کے اندر پہنچ کر فارمولے حاصل کرنے کے لیے اسے نرپ کیا تھا۔ شی تارا نے کہا۔ ”مرتہ! تم نے اچھے افراد کی فہم کیا ہے۔ اس نورسرا سے توفیق ہے کہ وہ جنگلی درندوں، وحشی قبیلوں کے درمیان سے راستہ بنا تو اہمیں فٹ اوپر بخت کے اندر جا کر وہ فارمولے ضرور لے آئے گا۔“

”مفورا کے متعلق کیا رائے ہے؟“

”یہ لڑکی تو کمال کی دیانت ہے۔ فراد کی فہم میں اگر بارس زہریلا ہے تو اب ہماری فہم میں بھی ایک زہریلی آگئی ہے۔ تمہیں یہ بتا دوں کہ علی اور پاشا سواہلہ جانے والے ہیں۔ کل صبح ایک جزیرے سے نکلیں گے شاید شام تک موگاشر پہنچیں گے اگر یہ لڑکی علی کے جسم پر بھی خراشیں بھی لگائے تو اس کا ماب ہو جائے تو فراد کا ایک بٹائیٹھ کے لیے میرا غلام بن جائے گا۔“

”میں مفورا کو علی کے پیچھے لگا دوں گی۔“

”تم نے عبداللہ کا انتخاب بھی خوب کیا ہے۔ میں تم پر ابھی عمل کروں گی اور عبداللہ کے داغ سے اس زبان کے الفاظ اور فقرے سن سن کر تمہارے داغ میں نقش کرتی رہوں گی۔“

مرتہ نے کہا۔ ”تمہاری یہ بات سن کر خیال آتا ہے کہ فراد بھی ایسا کر سکتا ہے یا شاید اس نے ایسا کیا ہو۔ اس نے علی کے ساتھ رہنے والی ثانی پر عمل کیا ہو گا اور پاشا کے داغ سے وہ زبان سن کر ثانی کو بدشعور نہیں کرادی ہوگی۔“

”مفورا! ہمیں ضرور کامیابی ہوگی۔“

کامیابی کا یقین سب کو تھا۔ ہمیں بھی تھا۔ انہیں بھی تو انہیں زیادہ یقین تھا۔ شی تارا ایک طویل عرصہ کے بعد کوگاشر پہنچنے سے نکل کر میدان عمل میں آ رہی تھی۔

بابا صاحب کے ادارے میں گری خاموشی تھی۔ وہاں کا ہر شخص میں ہے۔ ہر ذہن میں ایک ہی سوال ہے۔

”کیا ہو گا؟“

بابا صاحب کے تمام تعلیمی ادارے آئندہ چوبیس گھنٹے کے لیے بند کر دیے گئے ہیں۔

ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اب کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ آنکھیں ہونے والے ہیں؟ کیا ہو گا؟ کیا ہو گا؟

ادارے کے باہر کی دنیا کی تمام نیوز ایجنسیوں کے نمائندے اپنے صحافیوں اور فوٹوگرافرز کے ساتھ خطر ہیں۔ وہ ادارے کے اندر جانا چاہتے ہیں اور ابھی انہیں اجازت نہیں مل رہی ہے۔ دنیا کے بڑے ممالک ہاٹ لائن پر رابطہ کر رہے ہیں اور انہیں جواب مل رہا ہے کہ جناب علی اسد اللہ حمزہ اپنے تجربے میں محدود نہیں ہیں۔

اس سے زیادہ کسی بات کا جواب نہیں ملتا ہے اور رابطہ فزکس ملتا جاتا ہے۔ فزکس اذان کا وقت قریب ہے۔ ایسے وقت جناب علی اسد اللہ حمزہ بیجا جماعت نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں آئے ہیں جو بابا فرید واسطی مرحوم کے مزار اور گنیا کے قریب ہے۔

آمنہ فراد بھی مجھے سے باہر آگئی ہے اور اب وہ لکڑی کی طرف سونیا کے پاس جا رہی ہے۔

آمنہ کلیا میں داخل ہو گئی ہے اور دوڑاؤ سے کو بند کر رہا ہے دل دھڑکنے والے چند لمحات کے بعد مسجد کے فزکس اذان بلند ہوئی ہے۔

موزن مرحبا بوقت پولا

ترقی آواز آئے اور مدینے

اذان کی پہلی آواز کے ساتھ ہی کلیا کے اندر سے نوازندہ بچے کی آواز آ رہی ہے۔

دس منٹ کے بعد آمنہ مجھ سے کہہ رہی ہے۔ ”اب آتا ہوں۔ سونیا کو اذان سناؤ۔ وہ جمادی سوچ کی لمبوں سے لٹکی ہوئی اذان الہی زبان سے نوازندہ بچوں کو سنائے گی۔“

”بچہ!۔۔۔“

”ہاں بچوں۔ جب کوئی بچہ جنم لیتا ہے تو اس کے کان میں ایک ہی بار اذان سنائی جاتی ہے۔ لیکن میں نے دو بار باری باری اذان سنائی۔ ایک بار بچے کے اور دوسری بار بچہ کے کان میں۔“

ہماری دنیا میں جو اپنی ذہانت اور طاقت کا تسک معاوضے دے دے اہم ہوتا ہے اور ایسا یا گارین جاتا ہے کہ دوست ہو یا دشمن اس جتنی کبھی بھلا نہیں پاتے۔

اور سونیا ایک ایسی ہی جتنی ہے۔ وہ جب بھی خطر عام پر آتی ہے دنیا کی بڑی طاقتیں الٹ ہو جاتی ہیں۔ خطرناک خطفیں اپنی خفیہ سرگرمیاں بکھ مرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ وہ نہ نجات دہندہ بھی ہے اور ہلاکے نامکافی بھی۔ اُس کے آتے ہی دوست خوش ہو جاتے ہیں اور دشمن تیار پڑ جاتے ہیں۔

آمنہ اور اور اس کا ذکر میری داستان میں آتے ہی قارئین یوں فزکس ہو جاتے ہیں جیسے وہ ان کے مسائل حل کرنے اور مصائب دور کرنے آگئی ہو۔ قارئین کے یہ احساسات اور جذبات اس لیے ہیں کہ وہ داستان پڑھنے کے دوران میرے مسائل کو اپنے مسائل سمجھتے ہیں اور میرے مصائب دور ہونے سے انہیں ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے سونیا کے آتے ہی کھوار کے سامنے ڈھال آگئی ہو اور داستان کی کوئی دھوپ سے گزرتے گزرتے اچانک ٹھنڈی چھاؤں لگتی ہو۔

میں اور میرے قارئین اس بات پر متفق ہیں کہ میری داستان اگر بنیادی اور دینی معلومات کی جھلکیاں پیش کرتی ہے اور اسرار و جنس، ایمیشن اور دلچسپیوں کی آگاہی ہے تو اس کی مدد وہاں ملتا ہے۔ یہ تو حیرت شدہ سچائی ہے کہ جب بھی میری داستان تیار ہوتی ہے سونیا مسماہین کر جاتی ہے۔

جناب علی اسد اللہ حمزہ نے فرانس کی حکومت کو اطلاع دی تھی کہ جو ہمیں گھنٹوں کے بعد ٹھیک فزکس اذان کے وقت یکم سونیا فراد دو بچوں کو جنم دے گی قند بابا صاحب کے ادارے کے اسکول ”کالج“ سائنس لیبارٹریز، ٹیکنیکل اور میکانیکل شعبے اور بین الاقوامی رابطے کی ایجنسیاں جو چین ٹیٹے کے لیے بند رہیں گی۔ بچوں کی ولادت کے دو گھنٹے بعد بین الاقوامی رابطے کا آغاز ہو گا۔

یہ خبر جنگ کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ محترم علی اسد اللہ نے بڑے بڑے ممالک اور خصوصاً دشمن ممالک کا رد عمل دیکھنے کے لیے یہ بھی پیش گوئی کی تھی کہ ان بچوں کے پیدا ہونے ہی ان کے ساتھ اسرائیل اور امریکا پر اثر انداز ہوں گے اسرائیلی حکومت کا بنیادی ڈھانچہ کوئلن برنزیٹھ کے لیے ختم کر دیا جائے گا۔ اس کی جگہ ایک نئی خفیہ پراسرار تنظیم قائم کی جائے گی۔ دنیا کے بڑے بڑے علم نجوم کے ماہرین نوٹ فرمائیں کہ سات برس کے بعد ایک سات سالہ بچہ کبریا فراد اس تنظیم کی دھجیاں بکھیر دے گا۔

ان بچوں کی پیدائش کے دو گھنٹے بعد محترم علی اسد اللہ حمزہ نے بین الاقوامی رابطے پر بیان دیا کہ قرآنی قال کے مطابق ”لؤلؤں بچوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ ایک کا نام حرف ”مک“ سے

کبریا فراد ملے پایا ہے۔ اور دوسری کا نام ”الف“ سے ہے۔ ہمارے ادارے میں ایک نمائندہ ذہن اور تیز طرار جتنی گزری ہے اس کا نام سن کر بڑے بڑے شہزادوں کو پھونکا جاتا تھا۔ سونیا کی بچی کو اس جتنی کا نام دیا گیا ہے۔ نام ہے الف سے اعلیٰ لی لی (عانی)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آتی تھے پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن طویل گوشہ نشینی کے بعد حارے باہر تشریف لائے تب ساری دنیا نے انہیں کائنات کے اسرار و علوم کا عالم کامل تسلیم کیا۔ یوں ثابت ہوا کہ وہ طویل گوشہ نشینی کے دوران قدرتی اور روحانی طور پر دین اور دنیا کے علوم حاصل کرتے رہے تھے۔ ہم مسلمان رسول اکرم کے نقش قدم پر چلتے ہیں یوں سنت رسول ادا کرتے ہیں۔

سونیا نے بھی بابا فرید واسطی مرحوم کی کلیا میں چھ ماہ گوشہ نشینی اختیار کر کے سنت رسول ادا کی تھی۔ وہ چھ ماہ تک اس کلیا میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی نہیں رہی تھی۔ وہ وہاں ایک کپیڈ ٹرین گئی تھی۔ میں مرجع ثعلبی جتیشی کے ذریعے اس کے اندر فزکس اذان فیڈ کرنا تھا اور جناب علی اسد اللہ حمزہ کی کلام پاک کا ایک ایک لفظ ایک ایک آیت ان کے متنی ”معلوم اور تفسیر کے ساتھ سونیا کو فیڈ کرتے تھے۔ بابا فرید واسطی مرحوم کی کلیا کے اندر ایک جدید کپیڈ ٹرین لائبریری اور آڈیو، ویڈیو لائبریری ہے۔ آمنہ فراد روحانی ثعلبی جتیشی کے ذریعے کپیڈ ٹرین کی تمام معلومات کو سونیا کے اندر نقش کرتی رہتی تھی۔

ایک حاملہ عورت کو چھ ماہ تک روحانی ثعلبی جتیشی کے ذریعے اس طرح فیڈ کیا جائے تو اس کے بچے کس بلا کے ذہن اور کپیڈ ٹرین کی طرح تیز رفتار ہوں گے؟ اسے ایک مونی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس میں معجزہ کی روشنی میں یہ پیش گوئی درست نکلتی تھی کہ سونیا اور کپیڈ ٹرین کا پورہ کبریا فراد سات برس کی عمر میں کیا گل کھلائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گوشہ نشینی کا راز کھینچنے والے بحر طلمات میں روشنی کا تیار ضرور رہتے ہیں۔ جناب علی اسد اللہ حمزہ نے دوسری پیش گوئی کی کہ اعلیٰ لی لی (عانی) کے ساتھ امریکا پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ وہ باؤنچ کراچ منٹ پر پیدا ہو گی۔ اسی وقت ٹرانسفارمریشن میں ایسی ٹیکنیکل خرابیاں پیدا ہوں گی کہ وہ پھر نئے ثعلبی جتیشی جاننے والوں کا اضافہ نہیں کر سکیں گے۔ اس خرابی کے ساتھ سب سے بڑی خرابی یہ ہو گی کہ پھر باؤنچ اور وہاں کے حکام شی تارا اور مرتا کی ثعلبی جتیشی کے محتاج ہو جائیں گے پھر چند برسوں کے بعد اس ٹرانسفارمریشن کے نقصان کا پتا چلے گا۔ شی تارا ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گی۔

شی تارا کے سلسلے میں یہ پیش گوئی تھی کہ وہ مزید سات برس تک دو پوش رہنے میں کامیاب رہے گی۔ کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا اور اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔

اصل بی بی (عافی) سات برس کے بعد اچانک ہی اُس کی شرمگسٹ پہنچ جائے گی۔ آگے چل کر وہ سات برس کی سونیا زادی کیا کرے گی؟ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

اسرائیلی فوج کے حملے پر بیڑہ گھونسا رہے ہوئے کہا۔
 بھگواس ہے یہ پیش گوئی نہیں ایک ہانگی کی بھواس ہے یہ
 مٹھکے نذر بھگواس بھگواس ہے سن کر خوش ہوں گے جو ایک سات
 برس کا بچہ ہمارے ملک میں قتل ہو کر طرح آنے کا اور عطاری
 ایک نئی اسرائیل حقیقہ کو خاک میں ملا رہے گا۔ کیا آپ لوگوں کی
 عقل اسے حلیم کہتی ہے؟

ایک بوئے سے شایانہ طرز کے ڈرا انک، روم میں اعلیٰ حکام
اور چند اعلیٰ فنی افسران اس روم میں آئے ہوئے تھے۔ ان
کے درمیان شراب کی بڑا ایل کر دوش کر رہی تھیں۔ کچھ شرابی
رہے تھے کچھ نگار سے شوق کر رہے تھے اور کچھ باپ سے تمباکو کا
دھواں اڑا رہے تھے۔ ایک اعلیٰ حکام نے ٹور کے کشت کی ایک
بائی چٹانے ہوئے کہا۔ ہم پوروں کے پاس ایسا باغ ہے کہ ہم
اس کی حکام کو جدھر چاہتے ہیں اظہر موزے ہیں۔ ہم جیسے عجیبہ
اور زتے دار کرائوں کو وہ اسلئے تجویز کی سٹن فیئر کمانی
نثارا ہے۔

کرن ڈاؤن لے گا۔ مٹائی بات بچانے لگے۔ تب بھی اس پر
 تنبیہ کی سے غور کرنا چاہیے۔ لکھنؤ تحریکی کی یہ بات درست
 ثابت نہیں ہوئی کہ گولڈن ریز کو محکمہ کرنا جائے گا اور ہماری
 داخلہ اور خارجہ پالیسیاں مرتب کرنے کے لیے ایک خفیہ تنظیم قائم
 ہوگی۔“

جزل ٹھوٹ نے کہا۔ ”اسد اللہ حمزوی نے علی بیور کے ذریعے ہماری حکومت کے اندرونی معاملات معلوم کیے اور ان کی روشنی میں یہ پیش گوئی کی۔ ایسا تو بڑی خاص ہو گیا۔“

ایک حاکم نے کہا۔ ”مجرم ہمیں ماضی کے سچے تجربات سے کچھ سیکھنا چاہیے۔ فریاد اور اس کے بیڑے نے ہمارے خلاف مختلف اوقات میں جو کما“ وہی کر دکھایا۔ ہمارے ملک میں آکر ہمارے خلاف بہت سی ناممکن باتوں کو ممکن بنایا پھر آرام سے ایسے ملے گئے۔“

دوسرے نے کہا۔ ”انہوں نے ہمارے ٹیلی میٹھی جاننے والوں کو مار ڈالا یا اغوا کر کے لے گئے۔ ایک الپا ہمارے پاس رہتی ہے جسے ہم نے آہنی پردوں میں چپا کر رکھا ہے۔ ان کے لیے یہ آہنی پردہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے تو آہستہ آہستہ اسرارِ کائنات کے کوڈز کو فزکس کو پامال سے اکاڑ کر بے نقاب کر دیا۔ کون الپا کو بھی لے جائیں گے تب ہم بھی کمرہ کی کہل بھلائی کے کمری بکواس کرنا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ ہم خوش فہمی کی دلدل سے نکل

ایک اور نے کہا۔ ”بے شک‘ پے درپے نقصانات المر کے بعد بھی ہم عجیبہ مسائل کو حل کرتے وقت شراب پیکس جوش میں ہی آتے رہیں گے ہوش میں کبھی نہیں آئیں گے۔“

جنرل شوٹ نے پھر سینٹر خیل پر کھونا مارتے ہوئے چل پڑا۔
 "کیا آپ یہ کھانا چاہتے ہیں کہ وہ پیش گوئی درست ہوگی اور ہم ج
 کر لیں کہ ایک بجہ کارنامے دکھانے میں آئے گا۔"

”جہل! آپ حلیم نہ کریں لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہم
 قریب دینے کے لیے ایک بچے کا شوش چھوڑ دے ہوں۔ ہم امام
 برس بعد اس کی توقع کریں گے اور کل ہی سات برس سے ہوا
 بچے پارس اور علی تیمور اگر بھر ایک بار ہماری خدیہ عظیم کی جھلک
 دیکھ چکی جانیں۔“

”اُدھنی میں دو اداؤں کو گولہ رکھنا چاہیے کہ وہ ہمارے پاس ایک بھی ادا نہیں جاتی جانے والے کو نہیں رہتے دس کے کسی ادا لیا کہ انہا کر س گھبرا اس کا صفایا کر دیں گے۔ دس سری بات یہ ہے کہ وہ ہماری ہی خفیہ تنظیم کے متعلق کچھ جان گئے ہیں۔ وہ فرما اس تنظیم تک پہنچنے کے لئے کئی گیارے ہوں گے۔“

کر لے ڈیوڑھے کہا: ”دشمن آج حرکت میں آئے ہیں یا مان
برس کے بعد ہمیں تو ہر وقت چوکنا رہنا ہے۔ ہم نہایت ہی زلف
یا فضا سانسنی دور سے گزر رہے ہیں۔ اس کے باوجود کسی ہلک
روحانیت کے شکار نہیں اور علم نجوم کو حلیم کرنے پر۔ یہ بہتر

حکام کہ ہم بھی اپنے دو حاکم بیٹروا علی جان ہونے سے خوش ہو گئے۔
 چودھویں ماہ کو دھرم گھم سے ملنے دو نواسیدہ بھیل کا زانچہ بھائی
 فرض کریں کہ شیخ کی کچھ گولیاں روکے ہے تو ان بھیل کے
 زانچے سے ان کی کچھ گولیاں اور ان کے کسی آئندہ لٹو کو ملنے
 چھاپاں نہیں لیں گی۔ ہم زانچے کی روشنی میں ان قتل
 خلیفہ کے ساتھ کچھ معلوم کر سکیں گے۔

”درست ہے روحانیت کا جواب روحانیت سے، علم نجوم
 روزِ علم نجوم سے اور ان کے قدر کا جواب قدر سے نہ چاہا ہے۔
 ایک سیکرٹری موبائل فون اٹھائے آیا پھر اپنے ایک حاکم
 والا۔ ”سر! اسٹرکی کال ہے۔“

حاکم نے فون انیڈ کیا۔ ”ہیلو سپر ماسٹر! میں بول رہا ہوں۔“
 آپ سے رابطہ کرنے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا۔“

پراسرار نے کہا ”آپ یقیناً علی اسد اللہ تھریزی کے جیانی متعلق ہم سے باتیں کرنے کے لیے سوچ رہے ہوں گے مگر میں کسی مسئلے میں آپ سے قاطب ہوں۔ کیا واقعی آپ لوگوں کے لیے یہی سب سے اچھا ہے اور ایسی کوئی خفیہ تحفہ قائم کی ہے؟“

”یہ درست ہے، لوگوں کو ہرگز کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن یہ کہاں سے؟“

”یہ درست ہے، کوئی خفیہ تحفہ قائم کی ہے۔“

پرماسٹر نے دل میں کہا۔ ”تم یہودی بڑے جھوٹے ہو۔“
 اے نہیں اگلو گے کہ ایک خبیثہ تنظیم قائم کی گئی ہے۔

پھر اس نے فون پر کہا۔ ”بے شک آپ کے ہاں خفیہ محکمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تو صاف گو‘ اسٹریٹ قانونڈ اور انسان

”شکر ہے، آپ بتائیں کیا پیش گوئی کے مطابق ٹرانسفاہمر
 ٹین کا نام ہو چکی ہے؟“

ہاں۔ ہم حیران ہیں کہ یہ خراب ہے ہوئی ہمارا حیل ہے۔
 چوکی کا پیش گوئی کے پیچھے کسی سازش میں ہیں۔ یہ عقل نہیں مانتی
 کہ لہذا ماضی میں دور پیچہ کر کے گا کہ دشمن خراب ہو گئی اور وہ
 خراب ہو جائے گی۔ فردا اور اس کے مل جل بھیجے جانے والے
 فردا فوجی افسران میں سے کسی کے دماغ میں پہنچے ہیں جو
 انفرادی دشمن کے خفاہ کے ذمے دار ہیں۔ ہم نے ان تمام
 افسران کو گرفتار کر لیا ہے۔ جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے

کون بلی جیتی جائے والے رشتوں کا شکار ہوا ہے۔
 ”میرا سزا اگر وہ مشین کسی انسان کے ہاتھوں خراب کرائی
 گئی ہے تو کسی بہترین کامیگر کے ہاتھوں جلد ہی اس کے ناقص دور
 ہو جائیں گے اور اگر پیش گوئی کے مطابق خراب ہوئی ہے تو پھر
 مشین کے درست ہونے میں برسوں لگ جائیں گے۔“

”پیش کوئی کجاس ہے ہم نہیں مانتے“
تھوڑی دیر گفتگو ہوئی ری پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ اسرائیلی حاکم

یہ بھی جاننے والوں سے معلوم ہوا کہ ”

مہرل شوہرٹ نے کہا۔ ”حقیقت چھپ نہیں سکے گی۔ ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے پاس نئے ٹیلی میٹھی جاننے والے پیدا ہوں گے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر تھریڈ کی پیش گوئی کے مطابق ٹی ٹارا اور مرزا امریکی حکام پر اثر انداز ہوں گی اور یہ بات ہم سب جیھی نہیں رہے گی۔“

گھر لے گیا۔ ”ہم نے ماضی میں پرہیزگارے کی ٹہلی بیچی
 جانے والوں کو اغوا کر لیا،“ ان سے ایک عرصے تک کام لیتے رہے۔
 اب ہمارے پاس صرف الیا رہ گئی ہے۔ اگر ہم نے پرہیزگارے کو کچھ
 ٹہلی بیچی جانے والوں کو فریب نہ کیا تو ہم صرف پرہیزگارے ہی
 نہیں، مسلمان خیال خواتین کرنے والوں کے سامنے بھی مجبور اور
 سلبی بنا کر دیں گے۔“

میرا کہیں ہمارے جاسوس ایک مرے سے اسی تاک میں کہ ان کا کوئی خیال خونی کرنے والا نظریوں میں آجائے پھر وہ اسی پر تمام اوجہ آجائے تاکہ اراے میں لے آئیں گے۔

ایک نے سوال کیا۔ "ہمارے جاسوس صرف امریکا میں کیوں ہیں؟ فرانس میں کیوں نہیں ہیں؟ فرماؤ گے، فرانس میں جانے والوں کو

نرپ کرنے کی کوششیں کیوں نہیں کی جارہی ہیں؟
جنرل نے جواب دیا۔ ”آپ کو علم نہیں ہے۔ ہمارے جاسوس
ہمارے اندر کے اندر کے آگے ہمارے کچھ علاقہ میں داخل ہوئے۔“

ہیں۔ ہمیشہ اُن کی ناک میں لگے رہتے ہیں۔ اب ہمیں کچھ کامیابی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ان دو بچوں کی ولادت کے موقع پر فرماؤ اور اس کا پورا خاندان اس ادارے میں جمع ہو جائے ایک بار فرماؤ کی فراز موت کے وقت پوری فیملی ادارے میں جمع ہوئی تھی اب دوسری بار یہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ ہمارے لوگ جال بچا رہے ہیں۔ یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے ایک تودہ نئی جیسی جاننے والے کو، پارس یا علی تیمور کو یا پھر ان نوزائیدہ بچوں کو نقصان پہنچائیں گے اُنہیں کر کے یہاں لائیں گے۔“

ایک نے شراب کا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کیا پھر کہا۔
 ”بائی کاؤ! اگر سونپا کے دو بچے ہمارے ہاتھ لگ جائیں تو میں خوشی
 کے مارے پوری ایک بوتل ایک ہی سانس میں لی کر مر جاؤں گا۔“
 اس لی بات پر سب لوگ ہنسنے لگے۔ ایک حاکم نے کہا۔

”جنرل شوٹ! ایسا کوئلان کا کس شاید پھر بھی نہ ملے۔ آپ فرماؤ
کے کسی بھی فیملی ممبر کو نہپ کر کے یہاں لانے کے لیے اپنی تمام
صلاحیتیں اور تمام ذرائع استعمال کریں۔ اس بازی میں معدوم کسی
غلطی کا جاتا ہے اور پچھتاہٹا ہے اس سے پہلے ہی ہر پہلو سے غلطیوں
کے اگلے۔۔۔ کا اگلے۔۔۔ کا اگلے۔۔۔

ایک اور حاکم نے کہا۔ ”میں بھی یہی کہتا ہوں، ہمیں خوش قسمتی سے یہ موقع مل رہا ہے، آپ سے توقع ہے کہ کوئی غلطی کر کے خوش بختی کو بد بختی میں نہیں بدل دیں گے۔“

جزل نے کہا۔ ”میں نے ایسے ذہین افراد کی چار نمیں بنائی ہیں جن سے شاز وادری کسی معمولی لغزش کی توقع کی جاسکتی ہے۔ وہ یہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ ہیرا سٹریجی اس سلسلے میں ادارے کی طرف چال پھیل رہا ہو گا اور اسے تمام ذرائع استعمال کر رہا ہو گا۔ شہنشاہ آرا“ نے بے سہرا اور مرغا بھی اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے اور ہنگامہ بخت کی طرح چپ سادھ کر رہنے والا ماسک میں بھی بڑی خاموشی سے کوئی چال ضرور طے گا۔“

جبل شوریٹ نے گلاس کا آخری گھونٹ لے کر کہا۔ ”اب میں اجازت چاہوں گا کیوں کہ موجودہ مشن میں مصروف رہنے کے لیے جا رہا ہوں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر ضرور کوئی خوشخبری سناؤں گا۔“

وہ ان سے رخصت ہو کر جانے لگا۔ اس کو غمی کے بارہاں مسلخ
فوجیوں کا سخت پراختا کیوں کہ اسرائیلی حکومت کے تمام اہم افراد
وہاں جمع ہوئے تھے۔ ایک فوجی جوان نے جہل کے لیے کار کا
دروازہ کھولا۔ وہ پچھلی سیٹ پر آیا، ہاپلے سے ایک قد اور پاڈی
بلور بٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی جہل جو تک گیا بھر مسکرا کر بولا۔
”وہ وہ بلک آدمہ؟ آخر؟ اور سہاں؟“

بلک آدم نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بیٹہ جاؤ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ بیٹہ گیا۔ کار آگے بڑھ گئی۔ جنرل نے کہا۔ "ابھی اس ہال میں اجلاس جاری ہے۔"

وہ اپنی مخصوص غراٹ سے ہولا۔ "اجلاس نہیں، شراب کے دور جاری ہیں۔ میں نے تیری بھری اور خفائی فوج کے کمانڈروں کو وارننگ دی کہ جب تک ایک بھی دشمن ٹیلی فنی جانے والا زخم ہے، وہ شراب، تمباکو اور عورت سے دور رہیں گے ورنہ جہنم میں پہنچا دیے جائیں گے۔"

"بلک آدم! اس انداز میں گفتگو نہ کرو۔ میں فوج کا جنرل ہوں۔ ہماری فوج کے تمام کمانڈرز تمہاری وارننگ کا پورا مان رہے ہیں۔"

"تم نے یہ خبر شانے میں دیر کر دی۔ جتنی دیر تم... وہاں شراب نوشی میں مصروف رہے، اتنے سے وقت میں بڑی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ وہ بے ہمارے تینوں کمانڈرز زہریلی شراب پی کر مر گئے ہیں اور اب فوج میں ایسے کمانڈرز ہیں جو شراب نہیں پیئے کئی نشہ نہیں کرتے اور یوگا میں مارت دیتے ہیں۔"

جنرل کاغذ ہوا ہونے لگا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا۔ "تم میری کار میں کیوں آئے ہو؟"

"جنرل! انٹرمیڈی چیز ہے۔ تم نے مددوشی میں کار نہیں پہچانی؟ نمبرلیٹ نہیں پڑھی اور میری کار میں آکر بیٹھ گئے۔"

جنرل شوہٹ نے آگے سرک کر اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسلح باڈی گاڑو کو دیکھا۔ ڈرائیور اور باڈی گاڑو اس کے اپنے نہیں تھے۔ اس نے گرج کر حکم دیا۔ "گاڑی روکو واپس لے چلو۔"

گاڑی نہیں رکی۔ وہ غصے سے ہولا۔ "بلک آدم! یہ وطن دوستی نہیں، دشمنی ہے۔"

"دشمنی یہ حتیٰ کہ تم لوگ عیاشی کرتے رہے اور دشمن خیال خوافی کرنے والوں کے ہاتھوں خود ذلیل ہوتے رہے اور یہودی قوم کو ذہانت اور طاقت کے لحاظ سے کم تر ثابت کرتے رہے۔"

وہ ہولا۔ "بلک آدم! فوج اور حکومت کی طرف سے تم تمام آدم برادر کو اس لیے زیادہ سے زیادہ اختیارات نہیں دیے گئے ہیں کہ تم ہماری ہی جان کے دشمن بن جاؤ۔ یہ نئی تنظیم دشمنوں کے خاتمے کے لیے وجود دلائی گئی ہے۔ میں دوستوں ہوں۔"

بلک آدم نے ایک بازو اس کی گردن کے پیچھے لے کر اُسے دھوکا دیا پھر کہا۔ "مناظرہ شکست دشمنوں کو مات دینے کے لیے لازمی ہے کہ پہلے دوست نادر دشمنوں کا صفایا کیا جائے۔"

وہ تڑپ رہا تھا۔ خود کو گرفت سے آزاد کرانا چاہتا تھا۔ وہ کوئی کزور اور ہتیار نہیں تھا۔ فوج کا جنرل ہونے کے ناتے خاصا سخت مند آدمی تھا لیکن اس کی گامی تار ہی حتیٰ کہ وہ فولادی جھپٹے میں ہے۔ اس فولادی باڈی بلڈز نے اس کی گردن اور سر کو دونوں

ہاتھوں میں لے کر ایک جھٹکا دیا، ہڈی ٹوٹنے کی واضح آواز سنائی دی پھر جنرل کی تمام ہر وجہ ٹھنڈی پڑ گئی۔

آگے جا کر وہ گاڑی سرک کے کنارے ایک ایسے گھر کے پاس رک گئی۔ ایمریٹس سے دو فوجی جوان اسٹرینچز کے کنارے انہوں نے کار کا چھلکا دو دروازے کھولا۔ جنرل کی لاش کھینچ کر باہر آگئی پھر اسے اسٹرینچ پر ڈال کر ایمریٹس کے اندر لے گئے۔

آدم کی کار آگے بڑھ گئی۔

اس نے ایک چھوٹا سا زائیر نکال کر رابطہ کیا پھر کہا۔ "ہیلو! اے برادر فار آدم برادرز۔ ہیلو! ہیلو! اے برادر فار برادرز۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "ہیلو بلک آدم! تمہارا برادر سیکرٹ آدم بول رہا ہوں۔ تمہاری کار کا ٹیلی فون تمہاری کار کو دیکھا تھا۔ ہمارا بڑا بھائی برین آدم بھی اسکرین پر دیکھ رہا ہے۔ بات کرو۔"

وہ ہولا۔ "ہیلو برادر برین آدم! فوج کے اہم افسران میں سے جتنے عیاش تھے وہ ختم ہو گئے ہیں۔ ہمارے طریقہ کار کا پورا اہم ہے کہ پہلے اپنے اندر کی گندگی اور کزوری دور کرو۔ اس کے بعد دشمنوں کو بہت زیادہ طاقتور تسلیم کر کے اپنی طاقت کا صحیح اطلاق کرو۔"

دوسری طرف سے برین آدم نے کہا۔ "ہم صحیح انداز کر رہے ہیں۔ طاقت کی بنیاد ذہانت ہے۔ ذہانت میں سنجیدگی ہو تو شراف ہے۔ ذہانت میں مکاری ہو تو سیاست ہے اور ذہانت میں چالاکی ہے۔ کبھی زہر نہ ہونے والی طاقت ہے اور یہ تینوں خصوصیات فریاد اس کی جلی ہیں۔"

بلک آدم نے پوچھا۔ "ہماری خصوصیات کیا ہیں؟"

"ہماری ذہانت میں مکاری ہے، چالاکی ہے مگر شرافت نہیں ہے جس طاقت ور کے پاس شرافت ہو، وہ انتہا پسند نہیں ہوتا۔ فریاد اور اس کے بیٹوں کی حرکتوں کا جائزہ لو تو سمجھ میں آئے گا کہ کبھی نرم پڑ جاتے ہیں۔ حالات کے مطابق اپنے اندر چھپ چکے کرتے ہیں، کبھی دشمن کو ذمہ لے دیتے ہیں بلکہ اسے زخم دے دیتے ہیں۔ علیٰ تصور تمام گولہ بریزی کی شہر تک پہنچ چکا تھا لیکن یہاں سے جاتے وقت اس نے کسی کو جانی یا مالی یا جہانی نقصان نہیں پہنچایا۔ شرطانہ ذہانت اور طاقت یہی ہے کہ دشمن بہت سے پا ہو جائے تو اسے بخش دیا جائے۔"

"برین آدم! ہم تمام برادرز ہمیں بے انتہا ذہین تسلیم کرتے ہیں اور ہمیں بڑا بھائی کہتے ہیں۔ ہمیں تاؤ، ہم شرطانہ ذہانت اور طاقت کا مظاہرہ کیسے کریں؟"

برین آدم نے کہا۔ "فریاد اور اس کی جلی کے تمام دشمن نے باا صاحب کے ادارے کے اطراف جال بچھا رکھا ہے۔ ہمارے ذہین جاسوس بھی ہیں لیکن ہمارے وہ جاسوس دشمنی

موجود ہیں۔ وہ میری ہدایات پر عمل کریں گے۔ وہ شرطانہ لے موجود ہیں۔ یہ خلیفہ کرتے ہیں کہ سونا کے دونوں بچے مسموم ہیں۔ ذہانت سے یہ خلیفہ کرتے ہیں کہ سونا کے دونوں بچے مسموم ہیں۔ دشمن ان سے نہیں، ان کے مال باپ سے ہے۔ اس لیے ہم بچوں کو نقصان نہیں پہنچانے کے، سراسر نامک میں اور شہر آوارو فیو کوئی ان کے ساتھ کچھ نہیں دیں گے۔"

"ہر اگر ان کا کوئی خیال خوافی کرنے والا ہمارے ہاتھ لگ جائے؟"

"جاسوس پر ضرور قابو پائیں گے اور اسے یہاں لے آئیں گے یہاں کہ جن سے جنگ جاری ہے، ان سے جاری رہے گی۔ سلوانہ وف پیرادام کھلانے والی سونا خانی ہمارے ٹیلی فنی جانے والے سے مورکھن کو لے گئی۔ ہمیں بھی موقع ملے تو جواباً ایسا کرنا چاہیے۔ تم دو گئی کی تیار کر۔ صبح کی فلائٹ سے یہیں جا رہے ہو۔ دیکھو!"

رابطہ ختم ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار ایک کو خفی کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ بلک آدم کا سرے اتر کر کو خفی کے اندر آیا۔ وہاں باہر فوجی جوانوں کا پہرا تھا اور اندر چھ مسلح لڑکی باڈی گاڑو تھیں۔ بلک آدم ایسا فولاد تھا کہ اسے کسی باڈی گاڑو کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ کسی اختیار کے بغیر مقابل کو توڑ پھوڑ کر دیتا تھا۔ یہ تمام انتظامات الپا کی حفاظت کے لیے کیے گئے تھے۔

الپا نے ڈرائنگ روم میں آکر کہا۔ "برادر! تم کہاں رہ گئے تھے؟ ہمیں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ تمام کر ہولا۔ "میری بہن! ہم سات برادرز ہیں اگر میں مصروف رہا کروں تو تم کسی دوسرے برادر کو اہم پرورش دے سکتی ہو۔"

"میں یہی کرتی ہوں لیکن جو رپورٹ دینا چاہتی ہوں اس کا نقش صرف تم سے ہے۔"

وہ صوفے کے پاس آکر ہولا۔ "پھر تو یہاں آرام سے بیٹھو اور رپورٹ میں کرو۔"

"یہاں نہیں، میرے ساتھ آؤ۔ پہلے میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم سے دوسرے کمرے کی طرف جانے لگے۔ الپا بالکل بدل گئی تھی۔ چوتھی تھی تاہم اس کا برین داش ہو چکا تھا۔ وہ اپنی پچھلی تمام زندگی کے حالات اور واقعات بھول چکی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کرایا گیا تھا کہ وہ سات محبوبہ فریاد اور فخریہک بھائیوں کی بہن ہے۔ اس کا ایک برادر برین آدم ذہانت میں بیکہ ہے۔ دوسرا برادر وراث آدم عالمی سیاست کی بلبل علیہ کا زہرست کھلاڑی ہے۔ تیسرا برادر بلک آدم غیر معمولی جسمانی قوت کا حامل اور مسافق قاتل ہے۔ چوتھا برادر راکھ آدم نیگرو انٹیمز پیدا کرنے والا سائنس داں ہے۔ اس نے کچھ ایسی چیزیں بھی ایجاد کی ہیں جو ٹیلی فنی جاننے والوں کو

عارضی طور پر مسائل میں جلا کر سکتی ہیں اور ساتوں آدم برادرز کو قائم سے پہنچا سکتی ہیں۔ پانچواں برادر شیخ خواد آدم کھانا ہے۔ وہ نام کا مسلمان اور کام کا یہودی ہے۔ تمام اسلامی ممالک کی سیاسی زندگی میں پہلے اور انتشار پیدا کرنے کا ماہر ہے۔ چھٹا برادر جان آدم امریکی حکام کی کزوریوں سے کھیلتا ہے۔ جن میں کزوریوں نہیں ہوتی ہیں، ان میں پیدا کرتا ہے اور اسرائیلی مفادات کے لیے انہیں بلک میل کرتا ہے۔ ساتواں برادر سیکرٹ آدم مملکت اسرائیل کے داخلی معاملات کا نگران اعلیٰ ہے۔ اسرائیلی حکام اور آدم برادرز کے درمیان رابطے کی ایک کڑی ہے۔ فطلی کرنے والے کسی بھی حاکم یا فوجی افسر کو جہنم میں پہنچانے کے لیے اسے بلک آدم کے حوالے کرتا ہے۔

الپا کو بتایا گیا تھا کہ وہ ان ساتوں بھائیوں کی کلونی لاڈلی بہن ہے۔ اپنے بھائیوں کی طرح وہ بھی ایک غیر معمولی صلاحیت کی حامل ہے۔ یہی ٹیلی فنی جاننے جاتی ہے۔ برین داشک کے بعد جب وہ بیدار ہوئی تھی تو اس نے انہیں کھولنے کے بعد سب سے پہلے بڑے بھائی برین آدم کو دیکھا تھا۔ برین آدم نے اس کی راہنمائی کے لیے کہا۔ "میری آواز اور لہجے کو گرفت میں لو۔ ٹیلی فنی کی ٹھیکہ تمہاری یادداشت میں محفوظ ہے۔ اسے آزاد اور میرے مات میں آؤ۔"

اس نے ہدایات پر عمل کیا پھر برین آدم کے مات میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے پر اسے اپنے حلقہ دی کچھ معلوم ہوا۔ برین داشک کے دوران اس کے مات میں نقش کیا گیا تھا پھر یہ بات بھی جتنی سے نقش کی گئی تھی کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کے حلقہ کچھ نہیں سوچے گی۔ وہ صرف اتنی ہی کہے گی کہ مل باپ مر چکے ہیں اور وہ سات بھائیوں کے ساتھ میں بڑی محبت سے زندگی گزار رہی ہے اور اپنے وطن اور اپنی قوم کے لیے اہم بدلہ ادا کر رہی ہے۔

بہر حال وہ بلک آدم کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل کر ایک کمرے میں آئی وہاں بستر ایک قد آور شخص سو رہا تھا۔ بلک آدم نے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میری ٹیلی فنی کا حکم ہے۔ میں نے اس پر عمل کر کے اس کے تمام چور خیالات اگلا لیے۔ یہ اب تو میری نیند سو رہا ہے۔"

الپا نے بتایا اس کا شخص کا نام طاہر شامی ہے۔ باا صاحب کے ادارے کا جاسوس ہے اسرائیلی شہید اطلاعات میں ایک یہودی سیکرٹری تھا۔ طاہر شامی نے اسے بڑی ہوشیاری سے نہپ کیا۔ اس سلسلے میں پارس کی شہرک حیات جو جو نے ٹیلی فنی کے زیرِ اس کی شکایت آسمان کیس۔ یہودی سیکرٹری کو بڑی رازداری سے ختم کر دیا گیا۔ اس کی جگہ یہ طاہر شامی سیکرٹری بن کر جاسوسی کر رہا ہے۔

اُدھر شی تارا اور عمرانی گھرائی کرنے والوں کے دماغ میں یہ کہہ کر دیکھ رہی تھی۔ ایک عمرانی کرنے والے کی سوچ نے بتایا کہ علی اور ثانی نے پاشا کو فطری ہینڈ کوارٹرز میں پھنسا دیا ہے اور مریم کو لے کر ادارے میں چلے گئے ہیں۔ اب شاید چوبیس گھنٹوں تک نہ وہ نظر آئیں گے نہ اُن کی عمرانی کی جاکے گی۔

شی تارا نے مریم کے پاس آکر پوچھا۔ ”کیا رپورٹ ہے؟“
مریم نے کہا۔ ”میں دوبارہ پاشا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر چکی ہوں لیکن وہ گہمت سانس روک لیتا ہے۔ یقیناً ثانی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔“

”یہی بات ہے۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ دونوں بابا صاحب کے ادارے میں چلے گئے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹوں تک کسی معاملے میں مصروف نہیں رہیں گے۔ یعنی وہ خفیہ فارمولا حاصل کرنے ابھی مواصلہ نہیں جانتے گے۔“

مریم نے کہا۔ ”میرا خیال ہے‘ پارس مواصلہ جائے گا۔“
”میں اس کے پاس جا رہی ہوں۔ تم ٹھیک ہیں سینڈ کے بعد اس کے دماغ میں جاؤ گی تو تمہیں جگہ مل جائے گی۔ وہ تمہیں محسوس نہیں کر سکے گا۔“

شی تارا اس کے دماغ سے نکل کر پاس آئی۔ جلدی سے بولی۔ ”سائنس دان کہتا ہیں تمہاری شی تارا ہوں۔“
وہ بولا۔ ”ہائے تم تو وہ چیز ہو جس کے آتے ہی سائنس رک جاتی ہے اور دل دھڑکنے لگا جاتا ہے۔“

”میں اپنے وعدے کے مطابق تم سے ملنے شرفِ آگئی ہوں جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا۔ دو دن تک ٹھپ ٹھپ کر تمہیں دیکھتی رہوں گی پھر تیرے دن تمہارے سامنے آؤں گی۔“

”مجھے خوشی ہے کہ تم وعدے کے مطابق شرفِ آتی ہو لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں وہاں تمہارا انتظار نہ کر سکا۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرا ایک بھائی اور میری ایک بہن پیدا ہوئی ہے۔“

”معلوم ہے لیکن وہ تمہارے سوتیلے بھائی بہن ہیں۔“
پارس نے ہنسنے ہوئے کہا۔ ”سوتیلے نہیں گئے ہیں۔ دراصل میں ماما کا بیٹا ہوں۔ ادارے کی اہم شخصیات کو معلوم ہے کہ مجھے ممانے جنم دیا ہے اور اپنا دودھ پلایا ہے۔“

”کیا واقعی؟“
”جی نہیں کرو۔ نہیں کوئی توہمی حقیقت نہیں بدلے گی۔“
”کیا تم یہ کہہ رہے ہو کہ سونیا نے برسوں پہلے فراہم سے نکاح کے بغیر ہی تمہیں پیدا کر دیا۔“

”یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ نکاح نہیں پڑھایا گیا تھا۔ تمہارے دھرم میں مناج سے چھپ کر مندر میں بنگلوں کے سامنے شادی ہو جاتی ہے اسی طرح بابا جوانی میں ماما کو کرے بگا کر ایک قاضی کے پاس لے آئے تھے اور اپنا نکاح پڑھوایا تھا۔ اس کو نوامہ بعد میں

کاغذات اسے بلا دیک ٹوک بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچا لیتے تھے۔

میں بھی جناب علی اسد اللہ حمزوی کی طرح اعلان کیا تھا۔ میں اقوامی رابطے کی انجمنی کو بیان دیتا تھا کہ میں اور میرے دونوں بیٹے پارس اور علی تیمور چوبیس گھنٹوں کے لیے ادارے میں پہنچ رہے ہیں۔ ”لیٹی“ سلطانہ اور سلمان کے حلقہ میں بھی دوستانہ اور دشمنی کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ بھی ادارے میں پہنچ گئے ہیں۔

پراسرار اور شی تارا کو علی تیمور کے حلقہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ قیوں کے جزیرے میں انتظامی تبدیلیاں لانے کے بعد یوسف البرہان عرف پاشا اور مریم کے ساتھ وہاں سے چلا گیا ہے۔ شی تارا کی نظریں علی پر تھیں۔ اس کا خیال تھا کہ علی جزیرے سے نکل کر پاشا اور ثانی کے ساتھ خفیہ فارمولے حاصل کرنے مواصلہ جائے گا۔

علی اور ثانی کو معلوم تھا کہ شی تارا کے جاسوس عمرانی کر رہے ہیں۔ دونوں نے انہیں خوب عمرانی کا موقع دیا۔ وہ جزیرہ مارکیو مان سے نیواک آئے پھر وہاں سے پارس پہنچے۔ وہاں انہوں نے پاشا کو فطری ہینڈ کوارٹرز میں پھنسا کر اسے ایک پھونے سے جھگڑے میں لکھڑکھڑایا۔ اس سے کہا۔ ”تمہاری حفاظت کے لیے تمہیں یہاں قید کیا جا رہا ہے کیوں کہ ہم چوبیس گھنٹوں تک تم سے دور بابا صاحب کے ادارے میں رہیں گے۔“

پاشا قیدی بن کر رہا نہیں مان سکا تھا کیوں کہ وہ ثانی کا معمول اور تابعدار تھا اور علی کا بھی وقار دین کر رہتا تھا۔ وہ دونوں مریم کو ساتھ لے کر بابا صاحب کے ادارے میں آگئے۔ مریم نے پوچھا۔ ”کیا میرا پاشا ادارے میں کبھی داخل نہیں ہو سکے گا؟“

علی نے کہا۔ ”اس نے جناب علی اسد اللہ حمزوی کی پیش کش کو قبول نہیں کیا تھا اس لیے اسے وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملے گی۔“

”لیکن بیٹا اب تو وہ تمہارا اور ثانی کا وقار ہے۔“

”بے شک ہے لیکن توہمی عمل کے ذریعے ہے جب وہ توہمی عمل کے زیر اثر نہیں رہے گا اور پورے ہوش و حواس میں رہ کر ادارے کے قاعدے و قوانین کی پابندی قبول کرے گا تب اسے ادارے میں قبول بھی کیا جائے گا اور اسے وہاں عزت بھی ملے گی۔“

مریم نے پوچھا۔ ”کیا تم لوگوں سے کوئی غلطی ہو تو تمہارا داخلہ بھی ممنوع ہو گا؟“

”جی ہاں، ہم کیا چیز ہیں۔ ہمارے بابا کو بھی برسوں تک ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب انہوں نے تمہارے شعلہ کی تہ اُن کی غلطیاں معاف کر دی تھیں اور اُن پر سے پابندی ہٹا دی تھی۔ آج وہ بھی یہاں پہنچ چکے ہوں گے۔“

کے چور گوشے میں یہ مقصد چھپایا گیا تھا کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں جانا ہے اور اس ادارے کے کسی خاص خلیہ کے لئے اسے کوئی چھپ کر اپنے ملک لانا ہے۔
اپنے اپنے باقی چھ برادر سے کہا تھا کہ وہ برادر کے دماغ میں زیادہ سے زیادہ حاضر رہا کرے گی اور کسی کو خونی کرنے والے کو برادر کے چور خیالات دھنسنے نہیں دے گا۔ اصل طاہر شای کے چور خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ اس کے دماغ میں آتی رہتی ہے۔ اس نے جھپٹے میں علی رابطہ نہیں کیا تھا۔ جب طاہر شای اس سے بہت اہم چاہتا تو علی ابیب سے پارس کا ایک فون نمبر ڈاک کرنا تھا کہ کریم پور روک دیتا تھا۔ ”کوڈ زید نوٹف۔“

ایک مختصر پہلے اس نے چارے طاہر شای کو بلا کر کہا۔ ”ایک آدمی کے جو سے بات کرنے کے لیے دی گئی ہے۔ وہ مخصوص نمبر ڈاک کر کے بولا۔ ”کوڈ زید نوٹف۔“
اس نے کریم پور روک دیا۔ میں منت کے بعد اسے اپنے میں جو جو کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”میلو زید نوٹف۔“
معلوم ہو چکا ہو گا کہ تمنا نے دو بچوں کو ختم دیا ہے۔ یہاں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں ذرا مصروف تھی اس لیے نے رابطہ نہ کر سکی۔ کوئی کیا خاص بات ہے؟“

”جی ہاں، جھپٹے دونوں مشرطنی سے فکڑ پڑش کے طریقہ دھوکا کھانے کے بعد یہاں کے اعلیٰ جنس والے اہم خلیہ افراد کو بڑی سختی سے چیکنگ کر رہے ہیں۔ اپنے افراد کی ان کے نشانات لیے جارہے ہیں۔ میں نے سمجھنا شروع سے معلوم کیا کہ کل ہمارے شعبہ کے اہم افراد کی اگلیوں کے نشانات جانچیں گے۔ ایسا ہوا تو میری اصلیت طاہر ہو جائے گی۔“
جو بولے کہا۔ ”ہاں ایسا ہوا تو تم کو قمار ہو جاوے گا۔“
نیکری کا ایک آپ ختم کر کے طاہر شای کی اصل صورت باؤ۔

”یہ میں کر چکا ہوں اور میرے پانچ بچے کی فلاح میں جانا کر چکا ہوں۔ کل ادارے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔“
”پلو اچھا ہے۔ تم نے یہی یہاں ہماری خوشیوں میں شریک کے لیے آؤ۔“

جو بولے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنا اپنے برادر کے دماغ میں باتیں بن چکی تھی۔ برادر اس کا معمول اور تابعدار ہوا۔ اس کی سوچ میں طاہر شای کے حلقہ تمام اہم باتیں پورے شلا جو جو کے ساتھ رابطہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو دے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کے لیے ہر شای مراصل سے گزرے گا۔
وہ تمام باتیں یاد کرنے کے دوران طاہر شای کی اپنی سلام دیکھ رہا تھا اور تمام اہم کاغذات کا مطالعہ کر رہا تھا۔

ساتواں برادر نیکرٹ آدم اسرائیلی اعلیٰ جنس کے ذریعے بیرونی ممالک سے آنے والے جاسوس کی تلاش میں رہتا تھا۔ جب سے علی تیمور نے وہاں یہودی کارمن بن کر ٹرانسپیرنٹ اگلیوں کے نشانات کے ذریعے دھوکا دیا ہے تب سے اسرائیلی حکومت کے تمام شعبوں میں اہم یا مشکوک افراد کی اگلیوں کے نشانات دوبارہ چیک کیے جانے لگے تھے۔ اسی سلسلے میں جب طاہر شای کی اگلیوں کے نشانات کا جائزہ لیا گیا تو آشفاق ہوا کہ وہ شعبہ اطلاعات کا یہودی سیکریٹری نہیں کوئی اور ہی بندہ ہے۔

برادر نیکرٹ آدم نے سسٹم اپا سے کہا۔ ”میں اس فراڈ یہودی سیکریٹری سے باتیں کر رہا ہوں تم اس کے اندر پہنچ کر اس کی حقیقت معلوم کرو۔“
اپنا نے معلوم کیا اور بتایا کہ اس کا نام طاہر شای ہے اور وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا جاسوس ہے۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ کر کے اپنی رہائش گاہ میں لایا پھر عمومی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنایا۔ اب اس نے ایک آدم سے کہا۔ ”برادر! اپنی خواب گاہ میں چلے۔ میں تم پر عمل کر کے تمہارے ذہن سے تمہاری آواز اور لہجے کو سٹاکس کی اور طاہر شای کی آواز اور لہجے کے علاوہ اس کی بہت ہی اہم شخصیات کے بارے میں نقش کھینچوں گی۔“

ایک آدم اس کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آکر بولا۔ ”کیا میرے چہرے پر بلا ٹھیک چہرے کی کیا جائے گی؟“

”تمہارے چہرے پر بلا ٹھیک چہرے کی کیا جائے گی؟“
اس نے ایک اور انسانی نکاح کے پیش سے کئی مامک ملے ہیں۔ برادر کے پاس طاہر شای کی تصویریں موجود ہیں۔ وہ ایک تیار شدہ مامک میں کچھ تبدیلیاں کر کے ایک کھینچے بعد یہاں آنے والا ہے۔ وہ کسی سرجری کے بغیر اس مامک کو تمہارے چہرے پر ایسے چسپاں کرے گا کہ اپنی ایک ایک کیرا بھی تمہاری جھپٹی ہوئی اصل صورت نہیں دکھائیے گا۔“

ایک آدم اسے بستر پر لٹا کر اس کے چہرے پر بلا ٹھیک کر دیا۔ کوئی خیال خونی کرنے والا اس کے دماغ میں نہیں آ سکا تھا لیکن اس نے سسٹم اپا کو لے دیا اور راضی ہو کر اس کا معمول بن گیا۔ ان ساتوں آدم برادر میں یہ بڑی خدیاں ہیں کہ وہ کوئی نقش نہیں کرتے تھے اور کسی حسین ترین عورت کے بھی حاشہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے اس نے اپنا بھی حسین عورت کو اپنی بہن بنایا تھا اور اپنے اندر سے وہ تمام کمزوریاں ختم کر دی تھیں جن سے دشمن فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

تقریباً تین گھنٹے کے بعد توہمی بندے سے بیدار ہوا تو اس نے اپنا نام طاہر شای بتایا اور اس کے پاس سے آواز میں بولا۔ ”برادر راکٹ آدم وہاں پہنچ گیا تھا اور اس کے چہرے پر مامک چڑھا دیا تھا۔ ایک آدم اگرچہ اپنا نام آدم زید نوٹف بول گیا تھا نام دماغ

پیدا ہوا پھر میں نے جوان ہو کر ضد کی کہ انہیں دنیا والوں کے سامنے نکاح چھوڑنا چاہیے اس لیے انہوں نے میرے ایک باریکی کیا۔ اب تو تم طعنہ نہیں دو کی کہ کچھ فریاد اور اعلیٰ بی بی میرے گھر نہیں ہیں؟

”یہ تمہاری بہن کا نام اعلیٰ بی بی کیوں رکھا گیا ہے؟“

”یہ ایک لمبی رواد ہے۔ مختصر یوں ہے کہ میری پیدائش کے ایک سال بعد مجھ پر ایک بیٹا اور بیٹی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ میں ان دونوں اعلیٰ بی بی زندہ تھی اس سے محالہ تھا کہ ابھی بیٹی پیدا نہ ہو۔ میں مرنے کے بعد تمہارے پیٹ میں لوگوں کی ہڈیوں کے ایک بھائی کے ساتھ مجھے پیدا کر لیتا۔ یوں اعلیٰ بی بی نے مجھے ہونے اور دوبارہ جنم لینے میں چوبیس برس گزار دیے۔“

”تم بھندو ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لینے والی بات مانتے ہیں، تمہارے ہاں اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا پھر کیسے کہتے ہو کہ اعلیٰ بی بی نے سونیا کے بہن سے دوبارہ جنم لیا ہے؟“

”بھئی تم بھندو ہو۔ اس لیے جیسے یہ ہڑی شالی ہے یقین نہیں کرو گی کہ تمہارا دھرم ٹنٹ ہو جائے گا اور یقین کرو گی تو میری بہن کا نام اعلیٰ بی بی رکھتے رہیں۔ اعتراض نہیں ہو گا۔“

”وہاں گویا ایسے گھیر کر بائیں کرتے ہو؟ مجھ میں نہیں آتا تمہیں کس حد تک جھوٹا چاہا سمجھا جائے اور تم نے یہ کہاں کی باتوں میں الجھایا ہے؟ کیا تم بابا صاحب کے ادارے میں آگئے ہو؟“

”ہاں میں رہا ہوں۔ بابا اور علی وغیرہ صرف چوبیس محضوں کے لیے آئے ہیں لیکن میں کم از کم ایک ہفتہ میاں رہوں گا اور اپنی سگی ماں اور گھر کے بھائی بہن کے ساتھ بہت اچھا وقت گزاروں گا۔“

”یعنی تم اپنی شی تارا سے ملاقات نہیں کرو گے؟“

”کون شی شی تارا؟“

”میں تم سے اصل شی تارا بول رہی ہوں۔ آج تک کسی نے مجھے نہیں دیکھا، میں تمہاری محبت سے مجبور ہوں اس لیے تمہارے سامنے آؤں گی۔“

”تم میرے سامنے نہیں آؤ گی۔“

”کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔“

”میں اتنا جانتا ہوں کہ جناب علی احمد اللہ حمزہ جیہ جج بولتے ہیں۔ انہوں نے پیش گوئی کی ہے کہ شی تارا مزید سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی۔ کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔ اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔ تم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور تسلیم کرو کہ تم مجھے اپنی اصلی آواز اور لہجہ نہیں سن رہی ہو۔ یہ میرا یقین ہے کہ تم سات برس تک اپنا چہرہ نہیں دکھاؤ گی اور جناب حمزہ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق سات برس کے بعد میری بہن اعلیٰ بی بی جیسے بے نقاب

کے کہنے کی۔ وہ ہنس کر بولی۔ ”ہوئے برسے تمیں مار خاں مجھ تک نہیں آئیں گے اور سات برس کی اعلیٰ بی بی مجھے بے نقاب کرے گی۔ اگرچہ یہ سراسر چٹکانہ شی بات ہے تاہم علم نجوم میری کھنکھن ہے۔ میں بھی اعلیٰ بی بی کا زائچہ بنا کر دیکھوں گی کہ تمہاری صاف کی پیش گوئی میں کتنی صداقت ہے۔“

”جب صداقت معلوم ہو جائے تو مجھ سے بات کرنا۔ اگلے دو برس وقت ضائع نہ کرو۔“

اس نے سانس روک کر شی تارا اس کے داغ سے غور کرنا کے لیے اس کی آنکھوں سے پانی اتر رہی تھی اعلیٰ بی بی کے حضور بتایا۔ مرنے کے بعد تمہارے پیٹ میں لوگوں کی ہڈیوں کے ایک بھائی کے ساتھ مجھے پیدا کر لیتا۔ یوں اعلیٰ بی بی نے مجھے ہونے اور دوبارہ جنم لینے میں چوبیس برس گزار دیے۔“

”تم بھندو ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لینے والی بات مانتے ہیں، تمہارے ہاں اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا پھر کیسے کہتے ہو کہ اعلیٰ بی بی نے سونیا کے بہن سے دوبارہ جنم لیا ہے؟“

”بھئی تم بھندو ہو۔ اس لیے جیسے یہ ہڑی شالی ہے یقین نہیں کرو گی کہ تمہارا دھرم ٹنٹ ہو جائے گا اور یقین کرو گی تو میری بہن کا نام اعلیٰ بی بی رکھتے رہیں۔ اعتراض نہیں ہو گا۔“

”وہاں گویا ایسے گھیر کر بائیں کرتے ہو؟ مجھ میں نہیں آتا تمہیں کس حد تک جھوٹا چاہا سمجھا جائے اور تم نے یہ کہاں کی باتوں میں الجھایا ہے؟ کیا تم بابا صاحب کے ادارے میں آگئے ہو؟“

”ہاں میں رہا ہوں۔ بابا اور علی وغیرہ صرف چوبیس محضوں کے لیے آئے ہیں لیکن میں کم از کم ایک ہفتہ میاں رہوں گا اور اپنی سگی ماں اور گھر کے بھائی بہن کے ساتھ بہت اچھا وقت گزاروں گا۔“

”یعنی تم اپنی شی تارا سے ملاقات نہیں کرو گے؟“

”کون شی شی تارا؟“

”میں تم سے اصل شی تارا بول رہی ہوں۔ آج تک کسی نے مجھے نہیں دیکھا، میں تمہاری محبت سے مجبور ہوں اس لیے تمہارے سامنے آؤں گی۔“

”تم میرے سامنے نہیں آؤ گی۔“

”کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔“

”میں اتنا جانتا ہوں کہ جناب علی احمد اللہ حمزہ جیہ جج بولتے ہیں۔ انہوں نے پیش گوئی کی ہے کہ شی تارا مزید سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی۔ کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔ اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔ تم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور تسلیم کرو کہ تم مجھے اپنی اصلی آواز اور لہجہ نہیں سن رہی ہو۔ یہ میرا یقین ہے کہ تم سات برس تک اپنا چہرہ نہیں دکھاؤ گی اور جناب حمزہ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق سات برس کے بعد میری بہن اعلیٰ بی بی جیسے بے نقاب

کے کہنے کی۔ وہ ہنس کر بولی۔ ”ہوئے برسے تمیں مار خاں مجھ تک نہیں آئیں گے اور سات برس کی اعلیٰ بی بی مجھے بے نقاب کرے گی۔ اگرچہ یہ سراسر چٹکانہ شی بات ہے تاہم علم نجوم میری کھنکھن ہے۔ میں بھی اعلیٰ بی بی کا زائچہ بنا کر دیکھوں گی کہ تمہاری صاف کی پیش گوئی میں کتنی صداقت ہے۔“

”جب صداقت معلوم ہو جائے تو مجھ سے بات کرنا۔ اگلے دو برس وقت ضائع نہ کرو۔“

اس نے سانس روک کر شی تارا اس کے داغ سے غور کرنا کے لیے اس کی آنکھوں سے پانی اتر رہی تھی اعلیٰ بی بی کے حضور بتایا۔ مرنے کے بعد تمہارے پیٹ میں لوگوں کی ہڈیوں کے ایک بھائی کے ساتھ مجھے پیدا کر لیتا۔ یوں اعلیٰ بی بی نے مجھے ہونے اور دوبارہ جنم لینے میں چوبیس برس گزار دیے۔“

”تم بھندو ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لینے والی بات مانتے ہیں، تمہارے ہاں اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا پھر کیسے کہتے ہو کہ اعلیٰ بی بی نے سونیا کے بہن سے دوبارہ جنم لیا ہے؟“

”بھئی تم بھندو ہو۔ اس لیے جیسے یہ ہڑی شالی ہے یقین نہیں کرو گی کہ تمہارا دھرم ٹنٹ ہو جائے گا اور یقین کرو گی تو میری بہن کا نام اعلیٰ بی بی رکھتے رہیں۔ اعتراض نہیں ہو گا۔“

”وہاں گویا ایسے گھیر کر بائیں کرتے ہو؟ مجھ میں نہیں آتا تمہیں کس حد تک جھوٹا چاہا سمجھا جائے اور تم نے یہ کہاں کی باتوں میں الجھایا ہے؟ کیا تم بابا صاحب کے ادارے میں آگئے ہو؟“

”ہاں میں رہا ہوں۔ بابا اور علی وغیرہ صرف چوبیس محضوں کے لیے آئے ہیں لیکن میں کم از کم ایک ہفتہ میاں رہوں گا اور اپنی سگی ماں اور گھر کے بھائی بہن کے ساتھ بہت اچھا وقت گزاروں گا۔“

”یعنی تم اپنی شی تارا سے ملاقات نہیں کرو گے؟“

”کون شی شی تارا؟“

”میں تم سے اصل شی تارا بول رہی ہوں۔ آج تک کسی نے مجھے نہیں دیکھا، میں تمہاری محبت سے مجبور ہوں اس لیے تمہارے سامنے آؤں گی۔“

”تم میرے سامنے نہیں آؤ گی۔“

”کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔“

”میں اتنا جانتا ہوں کہ جناب علی احمد اللہ حمزہ جیہ جج بولتے ہیں۔ انہوں نے پیش گوئی کی ہے کہ شی تارا مزید سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی۔ کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔ اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔ تم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور تسلیم کرو کہ تم مجھے اپنی اصلی آواز اور لہجہ نہیں سن رہی ہو۔ یہ میرا یقین ہے کہ تم سات برس تک اپنا چہرہ نہیں دکھاؤ گی اور جناب حمزہ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق سات برس کے بعد میری بہن اعلیٰ بی بی جیسے بے نقاب

کے کہنے کی۔ وہ ہنس کر بولی۔ ”ہوئے برسے تمیں مار خاں مجھ تک نہیں آئیں گے اور سات برس کی اعلیٰ بی بی مجھے بے نقاب کرے گی۔ اگرچہ یہ سراسر چٹکانہ شی بات ہے تاہم علم نجوم میری کھنکھن ہے۔ میں بھی اعلیٰ بی بی کا زائچہ بنا کر دیکھوں گی کہ تمہاری صاف کی پیش گوئی میں کتنی صداقت ہے۔“

”جب صداقت معلوم ہو جائے تو مجھ سے بات کرنا۔ اگلے دو برس وقت ضائع نہ کرو۔“

اس نے سانس روک کر شی تارا اس کے داغ سے غور کرنا کے لیے اس کی آنکھوں سے پانی اتر رہی تھی اعلیٰ بی بی کے حضور بتایا۔ مرنے کے بعد تمہارے پیٹ میں لوگوں کی ہڈیوں کے ایک بھائی کے ساتھ مجھے پیدا کر لیتا۔ یوں اعلیٰ بی بی نے مجھے ہونے اور دوبارہ جنم لینے میں چوبیس برس گزار دیے۔“

”تم بھندو ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لینے والی بات مانتے ہیں، تمہارے ہاں اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا پھر کیسے کہتے ہو کہ اعلیٰ بی بی نے سونیا کے بہن سے دوبارہ جنم لیا ہے؟“

”بھئی تم بھندو ہو۔ اس لیے جیسے یہ ہڑی شالی ہے یقین نہیں کرو گی کہ تمہارا دھرم ٹنٹ ہو جائے گا اور یقین کرو گی تو میری بہن کا نام اعلیٰ بی بی رکھتے رہیں۔ اعتراض نہیں ہو گا۔“

”وہاں گویا ایسے گھیر کر بائیں کرتے ہو؟ مجھ میں نہیں آتا تمہیں کس حد تک جھوٹا چاہا سمجھا جائے اور تم نے یہ کہاں کی باتوں میں الجھایا ہے؟ کیا تم بابا صاحب کے ادارے میں آگئے ہو؟“

”ہاں میں رہا ہوں۔ بابا اور علی وغیرہ صرف چوبیس محضوں کے لیے آئے ہیں لیکن میں کم از کم ایک ہفتہ میاں رہوں گا اور اپنی سگی ماں اور گھر کے بھائی بہن کے ساتھ بہت اچھا وقت گزاروں گا۔“

”یعنی تم اپنی شی تارا سے ملاقات نہیں کرو گے؟“

”کون شی شی تارا؟“

”میں تم سے اصل شی تارا بول رہی ہوں۔ آج تک کسی نے مجھے نہیں دیکھا، میں تمہاری محبت سے مجبور ہوں اس لیے تمہارے سامنے آؤں گی۔“

”تم میرے سامنے نہیں آؤ گی۔“

”کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔“

”میں اتنا جانتا ہوں کہ جناب علی احمد اللہ حمزہ جیہ جج بولتے ہیں۔ انہوں نے پیش گوئی کی ہے کہ شی تارا مزید سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی۔ کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔ اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔ تم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور تسلیم کرو کہ تم مجھے اپنی اصلی آواز اور لہجہ نہیں سن رہی ہو۔ یہ میرا یقین ہے کہ تم سات برس تک اپنا چہرہ نہیں دکھاؤ گی اور جناب حمزہ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق سات برس کے بعد میری بہن اعلیٰ بی بی جیسے بے نقاب

طور پر پہنچ جاتے ہیں۔ آپ شاید یقین نہ کریں، میرے بھائی مرزا اور مرزا نے ہشتاد میں اپنی آنکھوں سے حمزوی اور آندہ کو دیکھا ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے ان کے پاس آئے تھے پھر ان کی آتما فتنی کو ناکام بنا کر چلے گئے۔

”تم ایسی بات کہہ رہی ہو جس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ وہ دونوں میرے ساتھ پہنچ کر نظر آئے پھر کیسے غائب ہو گئے؟“

”سی این این کی اسکرین پر بولنے والا دنیا کے تمام ممالک اور تمام گھروں میں کیسے پہنچ جاتا ہے سچے سچے آف کر دو کیسے غائب ہو جاتا ہے۔ آپ کہیں کے کہیں بولتی ہوئی شخص تصوریں ہوتی ہیں زندہ انسان۔ آپ نہیں حاضر نہیں ہوتے میرے بھائی اور مرزا یقین سے نہیں کہتے کہ حمزوی اور آندہ ہمیں نہیں آئے تھے۔ جب سائنس نے انسان کی حرکت تصاویر ایک جگہ سے دوسری جگہ مختلف آلات کے ذریعے پتہ چاری ہیں تو کیا قدرت کسی آتش کے بغیر حمزوی اور آندہ کا کربک عکس ہزاروں میل دور پیش نہیں کر سکتی؟ البتہ میں ہم قدرتی مظاہر سے انکار کرتے ہیں، بعد میں اپنی کلمات سائنس کے ذمے میں آچکے ہیں۔“

سیرا سترنے کہا۔ ”یہ باتا ہوں، آج کے تیس چالیس برس پہلے کوئی ڈیڑھ اور لی دی کی بات کرتا تو غلط سمجھا جاتا۔ کوئی یقین نہ کرتا کہ ایک جگہ بولنے اور حرکت کرنے والا ہزاروں میل دور زندہ انسان کی طرح دیکھا جائے گا۔ پہلے ہم جسے ممکنہ فیکٹس ہیں پھر ذہین لوگ اسے سچ کر دکھاتے ہیں۔ کوئی دی دے تم کیا کہنا چاہتی ہو، کیا انہوں نے روحانی ٹیلی ویژنی کے ذریعے ٹرانزفا مر مشین میں خرابی پیدا کی ہے؟“

وہ بولی۔ ”یہی میری سمجھ میں آتا ہے۔ آپ کے ملک میں مشینوں کے بے مثال کاریگر ہیں۔ ذرا سوچیں، وہ ٹرانزفا مر مشین کو درست کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ جو کام انسان کی ذہانت سے بعید ہو جائے، اس کے پیچھے قدرت کوئی تماشا دکھاتی رہتی ہے۔ اس بات کو شاید ہم کچھ عرصہ بعد تسلیم کریں۔ فی الحال مشین کے ساتھ لکھا ہو رہا ہے۔“

”شی تارا! تم لوگ اس سے بڑی حد تک مطمئن کر رہی ہو۔

میں کو شش کولن گا کہ آج ہی سے ہمارے دینی اور دنیاوی ماہرین روحانی ٹیلی ویژنی پر ریسرچ کریں لیکن تم اپنے حلقہ بتاؤ۔ حمزوی نے جو پیش گوئی کی ہے کہ سات برس کی بچی تمہیں بے غائب کرے گی۔ اس سلسلے میں تمہاری جو توقع دیکھا کرتی ہے؟“

”میں جانتی ہوں، ان تین دنوں میں کتنے ہی دوستوں اور دشمنوں نے ان بچوں کی جیم کٹنی بنا لی ہے۔ میں بھی اس کا مطالعہ کر چکی ہوں، ان کے حلقہ پہلے ہی سن لیں کہ دونوں بہن بھائی کی طالع پیدائش قوس ہے، طالع شش پدی ہے، جنم راس یا قمری برج حوت ہے، قوس ایک آتش برج ہے۔ ان بھائی سبھی میں خسر ہے، کری ہے۔ یہ کری ثبت ہوگی تو دونوں کو محبت سے گمراہ دے گی۔

متنی ہوگی تو دشمنوں کو زندہ جلا دے گی۔ اس کا عمران بیان کر رہا ہے۔ اس سارے کے تحت دونوں بچے سوچ پرست ہوں گے، جو انہیں دراث میں لے گی۔ یہ بھی ایک جگہ سکون سے رہیں گے، پارے کی طرح متحرک رہا کریں گے۔ بڑے بڑے قول کرتے رہیں گے، یوں تجویز کی آگ میں کندن ہوسکتے گے۔“

”ہر برج کا ایک خاص نشان ہوتا ہے۔ قوس کے نشان پر ایک تیر انداز ہے۔ اس تیر انداز کا اوپری جسم انسان کا ہے اور پچھلا دھڑ گھوڑے کا ہے۔ یعنی اس نشان کے تحت پیدا ہونے والا عجب و غریب اور بڑی جھوٹہ شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ قوس کے نشان میں جو تیر چھوڑا جا رہا ہے اس کا سرخ آسمان کی طرف سے گویا ان بچوں کی منزل بتا رہی ہو اگر کسی۔“

تیر اندازی ایک کھیل بھی ہے۔ یہ بھائی بہن نہایت اعلیٰ مقام کا نہ سمجھ میں آئے والا کھیل کھیلنے والے کھیل کے انداز میں حبت کے دیوتا کی پوز کا بھی مشغلہ ہے، یہ دونوں طالع معاملات میں بڑے فراخ دل ہوں گے جہاں اچھے لوگ بھی گئے، محبت میں حاتم ملی بن جائیں گے۔ قوس کے نشان میں جو دھڑ گھوڑے کا ہے، ان دونوں میں گھوڑے جیسی بے لگام طاقت کی نصف جانور کی تصویر بتاتی ہے کہ یہ حیوانی خواہشات کا حامل، شگول اور خود غرض ہوں گے۔

”یہ گھوڑے بہترین تربیت پائیں تو زندگی کی ہر دوڑ میں آگے رہیں گے۔ یاد رہے کہ انہیں تربیت دینے والی سونیا ہوگی۔ اگر انہیں کوئی نہ کرے تو یہ دونوں گھوڑے بھادر و حوصلہ مند نہ رہیں گے اور تیز رفتار ہوں گے، اپنی تیز رفتاری سے آگے جالے والے پیچھے چھوڑتے رہیں گے۔“

”یہ ہے حد زندہ دل اور اپنی باتوں سے جسنائے والے ہوں گے لیکن خاموشی اختیار کریں گے تو خطرناک اور پراسرار بن جائیں گے۔“

سیرا سترنے کہا۔ ”شی تارا! تم تو ان دونوں کی خوبیاں و خویاں بیان کر رہی ہو۔“

وہ بولی۔ ”آپ قوج نہیں دے رہے ہیں، میں خویاں کے ساتھ ان کی کمزوریاں بھی بیان کر رہی ہوں۔ ابھی اس کی وضاحت کروں گی، چونکہ نواز احمد اعلیٰ لی لی میرے لیے پہنچ گئی ہے، ان لیے میں نے اس کے زائچے پر زیادہ توجہ دی ہے۔“

”حمزوی کی پیش گوئی کسی حد تک درست لگتی ہے۔ اس کی پیش گوئی کا انداز حلق اور انوکھا ہے۔ وہ اپنے دین کے مطالعہ ستارے الف کہتے ہیں تو وہ اللہ اکبر کہہ رہا ہے۔ ستارے نہیں کہتے کہ کوئی اعلیٰ لی لی ہوگی یا کوئی سات برس کی بچی ہوگی، مجھے بے غائب کرے گی، ایسی کوئی بات جو قوس دیکھا میں نہیں نے ہاں یہ دنیا صاف طور سے کہہ رہی ہے کہ آپ سے ٹھیک ملے

برس بعد میرے ستارے گردش میں ہوں گے۔ وہ میری پریشانیوں کا حل ہو گا۔ میں کامیابوں کے لیے جو ششیں کولن کی، ان میں ہلاہلاں کا زیادہ احتمال ہو گا۔ اس طرح یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سات برس بعد میری پریشانیوں کا سبب فریاد اور اس کی جھلی کے ناک ہوں گے۔ ان میں شاید وہ بھی شامل ہو۔ میں فرض کر رہی ہوں کہ وہ قدرتی لی لی میرے لیے قیامت بن جائے گی اس لیے میں اس کے زائچے سے اس کی ایک ایک کمزوری و صوبہ کر اپنی یادداشت میں محفوظ کر رہی ہوں۔

”میں نے ابھی کہا تھا کہ قوس آتش برج ہے۔ اگر اعلیٰ لی لی ثبت انداز اختیار کرے گی تو محبت سے دلوں کو گرم کر دے گی۔ یعنی اندازے دشمنوں کو جلا دے گی۔ یہ سننے میں اچھا لگتا ہے لیکن رانا لوگ سمجھتے ہیں کہ خسر اور گرم مزاجی خود اپنی ذات کو نقصان پہنچاتی ہے۔ میں ایسا طریقہ کار اپناؤں گی کہ اعلیٰ لی لی کو بات بات پر خسر آتا رہے۔ میں اسٹیج کرتی رہوں گی کہ اسے کن باتوں اور دیکھنے کے ذریعے مجھ سے پاگل بنایا جا سکتا ہے۔ وہ بڑی مشہور بنی نواز انداز اور بڑی غرے والی ہوگی۔ اپنے مرتبے اور شہرت کے مقابلے میں دوسروں کو حقیر سمجھے گی اور یہ ایسی عادت ہے کہ یہ دور نہ ہوئی تو وہ زمانے بھر میں بری طرح ڈیل ہوگی۔ میں ہر ممکن طریقے سے اس کی اس عادت کو پختہ کرتی رہوں گی۔

”اس کے مزاج میں یہ ہے کہ بڑے بڑے پہنچ تو قوس کرے گی۔ دشمنوں اور دشمنوں کو دعوئیں دیتی رہے گی۔ یوں دیکھا جائے تو یہ بھاری ہے لیکن ”آہل مجھے سینگ مار“ والی منافقت بھی ہے۔ میری کو شش ہوگی کہ وہ ایسی منافقتیں کرتی رہے تاکہ سینگ مارنے میں آسانی رہے۔“

”وہ سوچ پرست اور خود غرض بھی ہوگی۔ گمراہ کی طرح رنگ بدلتی رہے گی۔ ایسی حرکتیں اسے نقصان پہنچا سکیں گی۔ ستارے ایسی بہت سی کمزوریوں کی نشاندہی کر رہے ہیں جو اسے تباہ ہو کر دیکھ لیگیں لیکن ہاں ایک ایسی بہت سی ہے جو اس کی تمام کمزوریاں دور کر دے گی۔ اس بلا سے محفوظ رہنے کی دوی صورتیں ہیں، ناں مرنا یا اپنی ناں کا دودھ نہ پک نہ لے لے لے اس سے بچ جائے، انوکھا لکھا جائے یا پشیمانی کا نیند سلا دی جائے۔“

سیرا سترنے کہا۔ ”سونیا کو مارنے کے لیے کتنی ہی مکار اور شر نذر آئے اور خاک ہو گئے۔ اس کی موت کی خواہش کرتے کرتے عیادت گزر رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ پیدا ہونے سے پہلے عیادت کو سہلی بنا کر دنیا میں آئی ہے۔ اس کی موت کا سپنا نہ دیکھ تو میرے اور وہ دونوں بچے پتا لگیں گے فلوڈی پرے میں رکھے گئے ہیں۔ اب تک کوئی اخبار والا بھی ان کی تصویریں آنے لے اور اس کے اندر نہ جا سکا۔ اس اور اس کے نوٹروا فرقا

غزائیکو والوں کو ان کی تصویریں فراہم کر رہے ہیں۔“

لے کوئی شریک نہیں بنائی ہوگی۔ ایک طویل مدت کے بعد فریاد کا پورا خاندان ایک جگہ جمع ہوا ہے۔ تم کچھ نہ کچھ تو ضرور کر رہے ہو گے۔“

”ہاں، سب ہی اس سوچ سے قانع اٹھانے کی اپنی سی کوششیں کر رہے ہیں۔ میں بھی کر رہا ہوں مگر یہ نہ پوچھنا کیا کر رہا ہوں۔ آج کل میں قمیص معلوم ہو جائے گا۔“

”میں نہیں پوچھوں گی لیکن میری ٹیلی ویژنی اور تمہارے لاکھود ذرائع ایک ہو جائیں تو ہم باہم کھٹول میں کوئی بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔“

”تمہاری ضرورت ہوئی تو ضرور قمیص یاد کریں گے ابھی تو میرے ٹیلی ویژنی جاننے والے بڑی ذہانت سے کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“

وہ آہستہ ہوئی بولی۔ ”حمزوی کی چال کامیاب ہو رہی ہے۔ اس نے قمیص مجھ سے کھرا لے لیا ہے۔“

”تم غلط سمجھ رہی ہو، ہم بہترین دوست ہیں اور۔“

”میں باتیں نہ بناؤ۔ جب ضرورت ہو تو مجھے آواز دینا۔ گڈ بائی۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ باقی طور پر ہوئی کے کرے میں حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ حمزوی نے پیش گوئی کے ذریعے زبردست سیات دکھائی ہے۔ سیرا ستر اور چند اعلیٰ حکام کو یہ اندیشہ ہو گیا ہے کہ شی تارا اور مرزا کا اپنے مختلف معاملات میں شریک کیا جاتا رہے گا تو وہ دونوں ٹیلی ویژنی کی صلاحیتوں سے ان پر چھا جائیں گی۔ ان کے ملک میں لیڈروں کی موت اور سونیا ٹائی، موٹار اور ٹائوٹ کے چلے جانے کے بعد صرف دو ٹیلی ویژنی جاننے والے رہ گئے تھے۔ وہ دونوں تو آسمان تھے۔ ان کے مقابلے میں شی تارا اور مرزا عملی تجویزات سے گزرتے گزرتے زبردست چال باز ہو گئی تھیں۔

شی تارا سوچ رہی تھی، لیڈو کے دامادی جی قمرال سے ٹیلی ویژنی کی صلاحیتیں چھین لی گئی ہیں۔ اس کے بعد صرف دو نو آموز رہ گئے ہیں۔ اگر ان کا بھی مقابلہ ہو جائے یا انہیں ٹپ کر کے اپنے پاس لایا جائے تو پھر سیرا ستر کے پاس ایک بھی خیال خرافی کرنے والا نہیں رہے گا۔ ٹرانزفا مر مشین ناکام ہو چکی ہے۔ ایسے میں سیرا ستر ٹیلی ویژنی کے ہتھیار کے بغیر فریاد کے مقابلے پر منتا نہیں رہتا چاہے گا۔ وہ میرے اور مرزا کے تعاون کا محتاج ہو جائے گا۔ شک شاید اس طرح حمزوی کی پیش گوئی پوری ہو جائے اور اس پر یاد رکھانے والے ملک کے حکمرانوں پر میری حکمرانی ہو جائے۔

وہ صوفے پر سے اٹھ گئی۔ ابھی سے ایک اچھا سا لباس اور توپا نکالا پھر غسل کرنے چلی گئی۔ وہ نازم ہو کر کچنے ڈانٹک پال میں جانا چاہتی تھی۔ اس طرح مسلسل.... خیال خرافی کی حکمت

دور ہو جاتی۔ وہ خیال خوانی کی دنیا سے دور زندہ انسانوں کے درمیان ذرا جتنی بولتی تو آئندہ اہم منصوبے بنانے کے لیے ذہن تازہ اور ہشاش بشاش رہتا۔

اُس نے غسل کے بعد بزمین اور نہایت جیتی ساہی پٹی۔ بیش قیمت ہیرے جو اہرت سے جڑے ہوئے زیورات پہنے سر سے پاؤں تک (زندہ ستانی) پہیلی باہر نکل گئی۔ اس ہوٹل میں مختلف ممالک کی جوڑیں اکثر اپنے ملک کے عوامی لباس میں نظر آتی تھیں۔ اپنے لباس کو اپنے زیورات اور اپنے رنگ و رنگارنگ سے ظاہر کرتی تھیں کہ وہ کس قدر امیر و بکیر ہیں۔

شی تارا کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ اسے وہاں کوئی بچان لے گا۔ ایک بھائی کے سوا کوئی اس کی صورت آشنا نہیں تھا۔ اس کے تمام دشمن بابا صاحب کے ادارے تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ اسے اس کیس سے کسی سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس کے وہ نہایت آزادی سے شاہانہ انداز میں بیڑیوں سے اٹھتی ہوئی کھانک ہال میں آگئی۔ کتنی ہی لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں پھر وہ اٹھی ہی رہ گئیں۔ غضب کا شامانہ بکھرے پھرا ہوا حسرت تھا۔ سرتاپا ہندوستانی راجا کی رنگ رہی تھی۔

ایک میز پر بیٹھی ہوئی بار بار نے کہا۔ ”اے! اے! دیکھو، کیا زبردست چیز ہے۔“
پارسی نے ہنسنے لگا دیکھا پھر شوق دیدے چلیں چھپکا بھول گیا۔ یوں ہی وہ ایک نماز دار کی چلیں چھپکا تھا۔

میں دودھ کا جلا ہوں چھاپہ بھی چھوک چھوک کر پیتا ہوں۔ ایک بار میری عارضی موت ہوئی تھی تو میری پوری فیملی بابا صاحب کے ادارے میں جمع ہو گئی تھی۔ دشمنوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا تھا۔ ماسک میں نے جو جو کو اور سپر مارٹر نے آمنہ (رستوئی) کو اغوا کر لیا تھا۔

اس بار بھی میں نے دشمنوں کی توقع کے مطابق اعلان کیا کہ میں اور میرے دونوں بیٹے نوزائیدہ بچوں کی خوشیاں منانے کے لیے اپنی تمام مصروفیات ملتوی کر رہے ہیں اور ہم سب چو میں گھنے ادارے میں سونیا اور بچوں کے پاس گزاریں گے۔

یقیناً ان کی توقع پوری ہو رہی ہوگی اور وہ سب ادارے کے اطراف گھیرا ڈال چکے ہوں گے۔ ادارے میں بھی داخل ہونے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔ ابھی میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کسی کیس چالیں چل رہے ہیں لیکن اطمینان تھا کہ ان کی چالیں کامیاب ہوں گی تو خوب تماشا رہے گا۔ یہ وہ دشمن نہیں جانتے تھے کہ اس ادارے میں فریاد پارسی علی تھور سونیا سونیا خانی اور جوہ کی دودھ میسر رہتی ہیں۔ وہ سب ادارے میں تھیں اور ہم سب ادارے کے باہر تھے ہم باپ بیٹوں نے اور خانی نے ابھی تک سونیا سے ملاقات نہیں کی تھی اور بچوں کو نہیں دیکھا تھا۔

”علی، ثانی، مریم اور پاشا مارکیو سان سے نیوارک پر نیوارک سے جیس آئے تھے۔ انہوں نے ملٹی ہڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں پاشا کو پہنچایا۔ اس بنگلے کے ایک کمرے میں چور بٹھا کر کہا۔ ”ہم ابھی آتے ہیں۔“

وہ تھوڑی دیر تک اکیلی بیٹھی رہی پھر اس کے پاس علی اور مریم آئے۔ قہر سمجھ نہ سکی کہ وہ اصل میں ہیں۔ ان کی ڈیڑھ دو دوں ڈی کے ساتھ جیس سے روانہ ہو کر بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد اصل علی اور ثانی اس بنگلے میں آئے۔ علی نے کہا۔ ”میں نے تم سے دھڑکی کی ہے۔“
”تم نے؟“
”جی ہاں اور تم نے تمہارے بچے ہاتھ دھر گئی ہیں۔“
”وہ اس ہڈ کوارٹر میں نہیں آئیں گی اور تم انہیں ہال میں آگئے۔“
”ہم یہاں کب تک رہیں گے؟“
”صرف چوبیس گھنٹے۔ ہم اتنی دیریں ادارے کے اندر رہے۔“

”ہم چھپے ہوئے کشتیوں کو بے غلبہ کر دیں گے۔ اس سلسلہ تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔“
”میں حاضر ہوں مگر میں کیا کر سکتا ہوں۔“

علی نے کہا۔ ”تمہارا میرے بھائی اور میں جس کوارٹر میں ہیں اس کے اطراف دور تک مسلح افراد کا پیرا ہے اور خفیہ طور پر گھیرے نصب کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم بھی یہاں بیٹھ کر ان کی نگرانی کو گے۔ اس نیپ ریکارڈ میں تمہاری آواز نہ آئے۔ پھر اسے آف کر کے اپنی غیر معمولی سماعت سے تمہاری آواز دھیان دو۔“

ثانی نے ریکارڈ کو آن کیا۔ چند سیکنڈ کے بعد سونیا کی آواز آئی۔ ”ہیلو علی! کیا بات ہے۔ مجھے اپنی آواز ریکارڈ کرنے کیوں کر رہے ہو؟ کیا اتنی آواز کافی ہے یا اور بولوں؟“
پھر پھر خاموش ہو گیا۔ ثانی نے اسے آف کر کے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے پاس پہنچ کر کوڈورڈز ادا کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم! پاشا نے آپ کی آواز سن لی ہے۔ آپ بائیں کمرے میں قوت سماعت سے سنے گا۔“

سونیا نے سسکار کر کہا۔ ”آمنہ جرجے میں مچی ہے۔ میں آتا ہوں چلو اپنے بچوں سے بول رہی ہوں۔“
ثانی نے واپس آکر پاشا سے کہا۔ ”مما بول رہی ہیں۔ ان آواز سنو۔“

وہ کان لگا کر سننے لگا اور کہنے لگا۔ ”ادام اپنے بچوں کو غائب کر کے کہہ رہی ہیں، میرا بچہ کیا شہزادہ! ارے واہ! نام لے کر بیٹا مسکرا لگا اور میری شہزادی اعلیٰ لی لی! تم کیوں خاموش! اللہ اللہ! چہرے پر ایسی شہید کی جیسے کسی مسئلے کو حل کر دی

ہی جان! ابھی مسائل حل کرنے کے لیے ماں زندہ ہے۔ یہ تھارے بیٹے کھینے کی عمر ہے۔ چلو ہنو، سسکارو، ہاں، ہاں، شاہ!۔“
ثانی خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس موجود تھی۔ اُس نے کہا۔ ”مما! پاشا ایک ایک لفظ سن رہا ہے۔ اب کسی مسلح گارڈ کو بائیں اور بائیں خاموش رہیں۔“

پھر وہ بائیں طور پر حاضر ہو کر بولی۔ ”پاشا! اب تمہیں مماتے آس پاس بلی بلی کی آوازوں کو سننا ہے۔“
”میں سن رہا ہوں۔ قریب ہی چڑیاں چھپا رہی ہیں۔“
”جرا غور سے اور کچھ سنو۔“

وہ قہر سے سننے ہوئے بولا۔ ”قدموں کی آواز ہے پہلے دور قریب آ رہی ہے۔ اب باوام آنے والے سے کہہ رہی ہیں کہ انہیں نہیں آتے جاسکتے ہو۔ ہاں اب وہ قدموں کی آواز پھر رفتہ رفتہ دور ہو رہی ہے۔“

ثانی نے کہا۔ ”تم واقعی باکمال ہو۔ اب سے رات دس بجے تک آرام کرو۔ ہو سکے تو سو جاؤ کیوں کہ رات دس بجے سے صبح اذان کے وقت تک تمہیں جاگنا ہے اور وہ وقت دقت سے تمہاری طرف کان لگائے رکھنا ہے۔ ان کے آس پاس رات کے وقت کوئی مسلح گارڈ نہیں آئے گا۔ سب دور سے نگرانی کریں گے۔ اگر تم قدموں کی آواز سنو تو سمجھ لو، وہ آنے والے دشمن ہی ہوں گے۔ تم فوراً مجھے اور علی کو آواز دو گے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے مماتے کو الارٹ کر دوں گی۔“

پاشا نے کہا۔ ”یہ بڑی سخت ڈیوٹی ہے۔ میں رات کو جاگنے کا عادی نہیں ہوں۔“
علی نے کہا۔ ”تم جاگو گے رات کو کھانے کے بعد ایک فوجی ڈاکٹر آئے گا، وہ تمہیں ایسا انجکشن لگائے گا کہ آنکھوں سے نیند اڑ جائے گی۔“

”میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری آزادی چھن گئی ہے۔ پتا نہیں کیاں تمہاری ہر بات مان لیتا ہوں۔“

”یہ تمہاری سماعت مندی ہے۔ خدا کا شہادہ کہ تمہاری سماعت کی آزادی سے شی تارا فائدہ نہ اٹھا سکے۔ روزانہ اب تک تمہاری کھوپڑی میں کس کس کو وہ فارمولے معلوم کر لیتی اور تمہیں جان سے مار ڈالتی۔ کیا وہ فارمولے حاصل کرنے کے بعد کوئی بھی تمہیں زندہ چھوڑے گا۔“

”نہیں، پتا نہیں کب تک خطرات میں گھرا ہوں گا۔ سوچتا ہوں میرے پاس زبردست صلاحیتیں ہیں۔ میں دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہوں۔“
”کوئی مجھے ذہنی نہیں کر سکے گا لیکن تم لوگوں نے مجھے جکڑ لیا ہے۔“

”تمہیں کوئی بھی ٹیلی بیٹھی جانے والا جکڑ سکتا ہے۔ جب تمہارے پاس ہوس، عزت سے ہو۔ شی تارا! پھر پاشا بیویوں

کے بیٹے چڑھو گے تو وہ کوڑی کے بھی نہیں رہو گے۔“
ثانی نے کہا۔ ”پاشا! کام کی باتیں کرو۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تمہاری دفاعی قوت بھی غیر معمولی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خیال خوانی کا زلزلہ پیدا کیا جائے تب بھی تمہارا دماغ متاثر نہیں ہوتا۔ اس حساب سے تمہاری یادداشت بھی غیر معمولی ہوگی۔“

”ہاں! برسوں پرانی باتیں اب بھی میرے حافظے میں محفوظ رہتی ہیں۔“
”پھر فارمولے کی بہت سی باتیں یاد کیوں نہیں ہیں؟“
”اُس لیے کہ میں نے دانستہ یاد نہیں رکھا۔ چند اہم ادویں کے اوزان کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا تاکہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ سے عمل فارمولے معلوم نہ کر سکے۔“

”لیکن میں نے معلوم کیا ہے کہ تم نے ان فارمولوں کا مسودہ صوبالہ میں کس چھاپا کر رکھا ہے۔ کل رات کی فلائٹ سے تم وہاں جاؤ گے۔“

”ہاں! جہاز میں گیس نے بے پناہ طاقت کے زخم میں یہ نہیں سوچا تھا کہ یوں غلام بنایا جائے گا۔ یہ ٹیلی بیٹھی بھی کیا چیز ہے۔ میں غلامی نہیں کرنا چاہتا مگر کر رہا ہوں۔“

اس کی باتوں کے دوران ثانی اس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے اسے بستر لیٹنے پر مجبور کیا۔ وہ ایک اگھواڑی کے لڑکٹ گیا پھر اس نے بجائی سے کر کے آنکھیں بند کیں ثانی نے اسے ایک منٹ کے اندر سلا دیا۔

میں پارسی اور باربرا شرفقت میں تھے۔ ہم نے طے کیا تھا کہ صوبالہ کے جنگلات سے وہ فارمولے لانے کے لیے پارسی اور باربرا جائیں گے۔ ان کے ساتھ پاشا بھی رہے گا۔ میں نے باربرا پر تو بھاری عمل کے ذریعے وہاں کی مقامی بولی اس کے ذہن میں نقش کر دی تھی۔ پاشا یہ بولی جانتا تھا۔ یہ زبان اسی کے دماغ سے سن کر میں نے باربرا کے دماغ میں پہنچائی تھی۔

ہمارا خیال تھا کہ فارمولے جہاں چھپائے گئے ہیں وہ جگہ پاشا کے علاوہ صرف ہمیں معلوم ہے لیکن شی تارا نے خفیہ قسمت سے یہ راز معلوم کر لیا تھا پھر یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ہم میں سے کون ان فارمولوں کے لیے صوبالہ جائے گا۔ یہ جاننے کے لیے اس نے پارسی سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا کہ وہ تین دن بعد اس سے شرفقت میں ملاقات کرے گی۔

مقتصد یہ تھا کہ اگر پارسی کو صوبالہ جانا ہو تو وہ کہہ دیتا کہ وہ تین دن بعد شرفقت میں نہیں رہے گا۔ اس طرح شی تارا کو معلوم ہو گیا کہ پارسی وہاں جا رہا ہے۔

میں نے شی تارا کی چال کے جواب میں فیصلہ کیا کہ ڈی پارسی کو شرفقت بلایا جائے گا اور شی تارا کو دھوکا دیا جائے گا لیکن ایسے ہی وقت سونیا نے دو بچوں کو جنم دیا تو میں نے چال بدل دی۔ پارسی پر

عمل کر کے اس کے ذہن سے اس کی اپنی آواز اور لیے کوبدل یا۔
 بابا صاحب کے ادارے میں پارس کی جو ذی بھی اس کے ذہن میں
 پارس کی آواز اور لہجہ نقش کر دیا گیا۔ اس ذی کو ماضی یاد نہ رہا۔ وہ
 خود کو مکمل پارس سمجھنے لگا۔

جب شی آثار نے خیال خزانہ کی پرواز کی تو آواز اور لیے کے
 مطابق ذی پارس کے دماغ میں پہنچی۔ اصلی پارس کے اندر اس
 لیے نہ پہنچ سکی کہ اصل کا لہجہ بدل گیا۔ خیال خزانہ اپنی کی برس شی
 آواز کو ذی کے اندر لے گئی تھی اور وہ یہ معلوم کر کے مطمئن ہو
 گئی تھی کہ پارس بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔

پارس پارس کے ساتھ ساتھ یہ روانہ ہو کر قہر پچا ہوا
 قلعہ طے پایا تاکہ دوسری رات کو غلامانے سے پاشا وہاں آنے کا
 پھیرا ہوا تھا وہ تین مواصلہ جانے لگے۔ یہ محض اتفاق تھا شی
 آثار کی شہادت آتی تھی کہ اس نے بھی قہر پچا کر اسی مشہور
 محلہ میں قیام کیا تھا۔

جسے چاری نے اچھی طرح یقین کر لیا تھا کہ تمام دشمن
 دوسرے دن شام تک ادارے سے باہر نہیں آئیں گے۔ حیات
 انسانی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ آدمی سوچتا ہے میں نے ہر پہلو سے
 پیش بندی کی ہے، کسی طرف سے مصیبت نہیں آئے گی لیکن آ
 جاتی ہے۔

وہ ڈانٹک ہال میں آئی۔ آتے ہی احساس ہوا کہ جوائوں اور
 بوزھوں کی نگاہوں کا مرکز بن گئی ہے۔ جن کے ساتھ حسین
 عورتیں تھیں وہ بھی اپنی حیثیتوں کو گھر کی طرف مرنے لگے
 گئے تھے۔ جو حسین مرکز نگاہ بن جاتی ہے وہ دیکھنے والوں پر نگاہ
 ڈالنے سے کرا پاتی ہے۔ بے اختیار غور پیدا ہوتا ہے اس نے بھی
 بے شمار باریکی ہوئی نظروں کو نہیں دیکھا۔ یوں پارس کو بھی نہیں
 دیکھا۔ اک شان بے نیازی سے چلتی ہوئی پارس اور بارہا کے
 قریب سے گزرتی ہوئی ایک خالی میز کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔
 پارس سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بارہا نے
 پوچھا۔ ”کیا مرنے ہو؟“

”میں مولیا جیوں تمہاری بلا سے۔ تم تو کھاس نہیں ڈال
 رہی ہو۔“
 ”دیکھو میں نے کئی بار سمجھایا ہے میں مرد ہوں۔ مجھ سے
 دوستی کو مشتق نہ کرو۔“
 ”اس حسینہ کو دیکھ کر تمہاری بات محل میں آ رہی ہے۔ میں
 دوستی تم سے کون گا اور مشتق اس سے۔“
 وہ مسکرا کر بولی۔ ”اس کا مطلب ہے اس میں کوئی خاص بات
 دیکھ رہے ہو۔ میں نے بھی اسے دیکھتے ہی محسوس کیا ہے کہ یہ کوئی
 غیر معمولی لڑکی ہے۔“

”یہاں میں سوچ رہا ہوں کہ یہ مختلف ہی کیوں لگ رہی ہے؟“
 ”مگر لڑکیوں میں کوئی خاص بات ہوتی ہے جو انہیں دوسروں

سے الگ کرتی ہے۔ تم میں بھی ایسی ایک بات ہے۔ اگر
 تمہارا کوئی دشمن ہو گا تو فوراً تمہیں پہچان لے گا۔“
 ”کوئی مذاق ہے کہ اس بدلے ہوئے چہرے کے بعد پھر
 لے گا؟“

”چہرہ بدلنے سے فطرت نہیں بدل جاتی ہے۔ حسینہ! اگر
 رہتا کہ نازل انسانوں کی طرح چلیں سمجھتے رہتا چاہیے۔ اس قدر
 بالکل ذہریلے سانپ لگ رہے ہو۔“
 وہ جلدی سے چلیں سمجھتے ہوئے بولا۔ ”میں مولیا میں
 لیکن یہ حسینہ ہے ہی ایسی جانے کتنے لوگ چلیں سمجھتے ہیں۔“

”کیا تم عورت کے سوا کسی دوسرے موضوع پر چل رہی
 تھیں؟“

”یہاں تمہارے اندر حسد اور جلا جلا پیدا ہو رہا ہے؟“
 ”تم اتنے دنوں میں مجھ گئے ہو گے کہ میں ایسی نہیں ہوں۔“
 ”تم نے دنوں میں تمہیں بھی سمجھ لیا چاہیے کہ میں کی
 ذات میں کچھ محسوس کرتا ہوں تب ہی اس میں دیکھی جاتی ہوں۔
 پلڑے تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ یونی نہیں کھٹک رہی ہے۔
 بات ضرور ہے۔“

”وہ میرے پیچھے کسی میز پر ہے میں اسے دیکھ نہیں سکتی۔
 سمجھ کیسے سکتی ہوں۔ خیال خزانہ سے کچھ معلوم کر سکتی ہوں
 پاپائے تختی سے ناید کی ہے کہ جب تک جان پر نہ بنے تب تک
 تک خیال خزانہ نہ کرنا۔ خواہ مخواہ دوسرے متوجہ ہو جاتے ہیں۔
 مسائل میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔“

”بھی خیال خزانہ نہ کرو۔ کسی اور داؤ پیچ سے دوستی کرنا
 آج سے میں تمہیں مودحہ کر رہی ہوں۔“
 ”کسی سے دوستی کرنا مودحہ کیا ہے تو تم بھی مرد ہو میں نہ
 مردا لگی کی بند لینا نہیں چاہتی۔“
 ”تم کسی کام کی نہیں ہو۔ پاپائے تمہیں یونی میرے مانتا
 دیا ہے۔“

”مجھے بیکار اور پھوڑا کھانا پسند ہے۔ تمہارے لیے کسی کو
 کی دلالتی پر رشتہ سمجھتی ہوں۔“
 پارس نے اونچی آواز میں کہا۔ ”موت آپ۔ تم خود کو
 کیا ہو؟ میں ایک عزت دار ہندوستانی ہوں۔ کوئی عیاش
 نہیں ہوں۔ تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟“
 بارہا نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر مدام غصہ آ کر بولا۔
 ”ڈراما ہے؟“

”ہاں۔ فیس میں اٹھ کر ملی جاؤ۔“
 وہ کرسی سے اٹھنے والے انداز میں کھڑی ہو گئی۔ اپنے
 پکڑے ہوئے بیچ کو پیٹ رہی تھی۔ ”میں کوئی سنی
 نہیں ہوں۔ تم ایک بار شٹ اپ کرو گے میں ہزار بار شٹ اپ

شٹ اپ کوں گی۔“
 وہ ایک طرف پلٹ گئی پھر بائیں ہاتھ کی پٹائی لے کر ہال میں
 بیٹھے ہوئے لوگ کھانا چھوڑ کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ بارہا کے
 نظروں سے اوپر اٹھنے کے بعد وہ پھر کھانے اور اپنے ساتھیوں
 سے بائیں کونے لگے۔ پارس نے چور نظروں سے دیکھا۔ شی آثار بھی
 اسے دیکھ رہی تھی۔ اس اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں کبھی ایسا نہیں
 ہوا تھا۔ بارہا جس طرح غصہ دکھا کر گئی تھی اس طرح کی حرکت
 وہاں اپنی کٹ کے خلاف سمجھی جاتی تھی۔

وہ دیکھ کر کھانے کا آڈر دینے ہوئے بولی۔ ”وہ جوان کون ہے
 جس کی گھڑی فریڈ اس طرح اس کی انٹل کر کے گئی ہے۔“
 ”تجائیں یہ کون لوگ ہیں؟ میں ہوسٹل کی پانچویں منزل پر
 رہنے ہیں کیا ان کے حلقے میں معلوم کروں؟“

”کوئی ضروری نہیں ہے۔“
 وہ چلا گیا۔ دوسرا دھڑ پارس کے کھانے کا آڈر دینے لگا
 تھا۔ بارہا نے پارس کے دل پر اس دوسری آواز کی پھر اس کے
 اندر رہ کر کہیں میں آئی۔ کہیں میں وہ وہاں دیکھا۔ جو شی آثار سے
 آڈر لے کر آیا تھا۔ بارہا نے خیال خزانہ کے ذریعے پکڑ چلایا۔
 جس دیکھ کر اندر آئی وہ دل کی مرضی کے مطابق شی آثار کے
 کھانے کی ڈالی پارل کے پاس لے گیا۔ پھر وہ دوسرے دیکھ کر اندر
 گئی اور اس کے ذریعے پارس کے کھانے کی ڈالی شی آثار کے پاس
 پہنچا دی۔

اس کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ وہ مختلف ڈشوں کو دیکھ کر بولی۔
 ”یہ کس کا آڈر لے آئے ہو۔ یہ میری پسند کا کھانا نہیں ہے۔“
 دوسرا دیکھ کر ڈالی دھکیلتا ہوا آیا۔ اس کے ساتھ پارس تھا۔
 اس نے کہا۔ ”مس! کچھ اچھا دیکھو غلطی ہو گئی ہے۔ تمہارا کھانا
 میرے پاس آیا ہے۔“

پھر وہ ڈالی سے ڈشیں اٹھا کر میز پر رکھنے لگا۔ شی آثار جلدی
 سے اٹھ کر بولی۔ ”وہ نو۔ تم میرے لیے کھانا چن رہے ہو۔ کیا کیا
 کہ تم نے تم میرے کھانے کے ساتھ یہاں تک آئے کی زحمت
 کی ہے۔“

”میں شاید ایسا نہ کرنا لیکن تمہاری طرح ہندوستانی
 ہوں۔ ہمارا دھرم کھانا ہے کہ جس کی امانت ہو اس کے پاس چل
 کر اسے پہنچانی جائے۔“
 وہ خوش ہو کر بولی۔ ”تم ہندوستانی ہو، کتنے اونچے خیالات
 رکھتے ہو۔ مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔“

”پہنچے دیکھو سے ہزاروں میل دور پر دیکھیں تم سے مل کر
 مجھے بھی بے حد خوشی ہو رہی ہے۔“
 ”میں نے دیکھا ہے تم اور حوا تھاپے ہوئے تھے۔ کیا اس میں
 کچھ اسرار ہے؟“
 ”یہ میرے لیے تم سے ملاقات کے بعد دوسری خوشی ہے۔“

وہ قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دونوں دیکھ رہے تھے
 کے بعد چلے گئے۔ شی آثار نے اس کی طرف ایک ڈش بڑھا کر کہا۔
 ”میں دہلی سے آئی ہوں۔ میرا نام پرجا ہے۔“
 وہ بولا۔ ”پرجا تو ہے حسین اتفاق ہے۔ تمہارا نام پرجا اور میرا
 نام پریم کمار ہے۔ دونوں کے ناموں میں محبت ہی محبت ہے۔“
 وہ مسکرا کر بولی۔ ”میرا مزاج میرے نام کے خلاف ہے۔ میں
 محبت کو کبواس سمجھتی ہوں۔“

”یعنی صرف ہمارے نام ہی نہیں ملے خیالات بھی ملتے ہیں۔
 میں بھی محبت کو کبواس سمجھتا ہوں۔ میرا پیشہ پہلوانی ہے۔ مجھے
 پہلوانی سے مشتق ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا۔ وہاں اس میز پر ایک لڑکی
 مشتق کرنے آئی تھی۔ اسے ایسا غصہ دلایا کہ بھاگ گئی۔ میں
 عورتوں سے دور رہتا ہوں۔ صرف تم سے اس لیے اپنا تیت ہے کہ
 میرے دیکھ اور دھرم کی ہو۔ ہزاروں میل دور تمہارے پاس یوں
 لگ رہا ہے جیسے میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں۔“

”میں بھی اپنا تیت محسوس کر رہی ہوں۔ تمہاری یہاں کیا
 مصروفیت ہے؟“
 ”میں یہاں کے کسی مشہور پہلوان سے مشتق لڑنے آیا ہوں۔
 اسی ہمارے مہری پہلوانوں کے داؤ پیچ کچھ کر جاؤں گا۔ اس طرح
 بھارت کا نام روشن کروں گا۔“

”یہ ہمارے دیکھ کے لیے بڑے فخر کی بات ہے اگر یہ کشتی کل
 تک ہوئی تو میں ضرور دیکھوں گی۔“
 ”کیا کل کے بعد نہیں روہو گی؟“

”شاید نہ سکوں۔ میری ایک بہن صوبائی کے فاقہ زدہ پتیار
 لوگوں میں آج اور دو ماہ میں تقسیم کرنے کے لیے کل شہر بیٹھا۔ پیچھے
 کی۔ مجھے اس نیک کام میں اس کا ہاتھ بٹانے کے لیے وہاں جانا ہو
 گا۔“

”چھا تو تمہاری بہن بھی ہے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم
 دونوں ہمیں صوبائی جا کر اس جوانی میں نیکیاں کما رہی ہو۔ بانی دا
 دے کھانے کے بعد کیا پروگرام ہے؟“

”میں اکیلی تھی اس آجائے شہر میں رات کو باہر جانے سے ڈر
 رہی تھی۔ سنا ہے چاندنی راتوں میں دیوانے نکل کا مٹھرا دوا خانا کا
 ہوتا ہے۔“

”میں پہلوان ہوں۔ میرے ساتھ کہیں بھی چلو گی تو ڈر نہیں
 لگے گا۔ قہر میں رات کبھی نہیں ہوتی۔ یہ بڑی راتیں دیکھیں
 شہر ہے۔ دیکھنے سے قتل رکھتا ہے۔“

انہوں نے کھانے کے بعد کرائے پر ایک کار حاصل کی پھر شہر
 دیکھنے کے لیے چل پڑے۔ دن کے وقت سڑکوں پر ٹریفک کا بڑا شور
 ہوتا ہے۔ رات دس بجے تک عوامی ٹرانسپورٹ اپنے گھر کی گلی میں
 چلی جاتی تھی۔ بڑے بڑے ریسٹورن کی خوبصورت اور قیمتی
 گاڑیاں ہی نظر آتی تھیں راستوں اور گلیوں میں ہوٹلوں اور کلوں میں

طرح طرح کی حسنائیں نظر آتی تھیں۔ کچھ دلال، کچھ نو سراز اور غیر ملکوں کو تھکنے والے جگہ جگہ دکھائی دیتے تھے۔

نئی تار نے ایک چوڑی کی دکان کے سامنے کار روکنے کو کہا پھر کار سے اترتے ہوئے بولی۔ ”میں میرے جواہرات کی دیوانی ہوں۔ جس ملک میں جاتی ہوں وہاں کے میرے موتی ضرور خریدی ہوں۔“

پارس نے کہا۔ ”تمہارے بدن پر بیش قیمت جواہرات کو دیکھ کر ہی پتا چلتا ہے کہ تم صرف انہیں بچتی ہی نہیں ہو بلکہ ان کے متعلق خاصی معلومات بھی رکھتی ہو۔“

دکاندار نے اس کے بدن پر قیمتی جواہرات سے اندازہ لگایا کہ موتی اسی ہے۔ اس نے جبکہ کر سلام کیا پھر ان کے آگے آگے اگلے پاس چلتے ہوئے بولا۔ ”تحریف لائیں میرے پاس بھی کچھ ایسے جواہرات ہیں جو آپ کی پسند اور ذوق کے مطابق ہوں گے۔“

وہ شوکیں میں بے ہوش ہوئے میرے موتی دیکھ کر بولی۔ ”یہ تو کچھ بھی نہیں۔ مصری نوادرات میں سے کوئی میرا لے تو میرے چھکشن میں اضافہ ہوگا۔“

دکاندار نے کہا۔ ”یہ دکان کا بیرونی حصہ ہے۔ چوری، دیکھتی کا اندیشہ رہتا ہے اس لیے غیر معمولی جواہرات اندر دینی حصے میں رکھے جاتے ہیں۔ آپ تشریف لائیں۔“

اس نے ایک دوواڑہ کھولا۔ دوواڑے پر موتیوں کی لڑیوں کا پردہ تھا۔ ہر لڑی میں چاندی کی گھنٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ وہ لڑیوں کے درمیان سے گزر رہے تھے تو گھنٹیاں ایک دوسرے سے ٹکرا کر بجتی جا رہی تھیں۔ اس وقت وہ سب کی نہیں سکتے تھے کہ خطرے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔

وہ ایک تنگ سی راہداری میں پہنچ گئے۔ وہاں کی نیم تاریکی میں شی تارا کو ایک ذرا خطرے کا احساس ہوا۔ ایسے وقت وہ اس دکاندار کے دماغ میں پہنچنے کی بجائے ہو گئی۔ اس نے اپنی سلامتی کے لیے اپنی بھائی بھائی کی کھائی تھی کہ عام حالات میں بھی خیال خرابی نہیں کہے گی۔ کئی اجنبی کے دماغ میں نہیں جاتے گی۔ اکثر خیال خرابی کرنے سے بچ کر کھل جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اجنبی مصیبت میں جاتے گا یا کسی اجنبی جان پر بن آئے گی تب وہ ٹپکی جیتی کا ہتھیار استعمال کرے گی۔

اب ایسا وقت آیا تھا۔ اس نے راہداری سے گزرتے ہوئے خیال خرابی کی پرواز کی پھر اس دکاندار کے اندر پہنچ گئی۔ وہ غیر ملکی گاہکوں سے باتیں کرنے کے لیے تھوڑی مدت انگریزی بول لیتا تھا۔ اگر یہ زبان نہ جانتا تو وہ سب کچھ اس کے چور خیالات پر بھرتی پاتی۔

چور خیالات نے بتایا کہ وہ دونوں ٹرپ ہو چکے ہیں۔ اس نے پارس کا بازو تھام کر کہا۔ ”واپس چلو“ میں جواہرات نہیں خریدوں گی۔“

اس نے پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟ ارادہ کیوں بدل رہی ہو؟“ وہ سرکشی میں بولی۔ ”میری چھٹی حس کہہ رہی ہے یہاں خطرہ ہے۔“

پارس نے ہنسنے ہوئے کہا۔ ”میں ضلع موگیر کا موگیر کی پهلوان ہوں۔ کوئی بھی خطہ ہوگا اسے دھکیلا پاٹ مار کر بچاؤ لڑوں گا۔“

وہ اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس دوواڑے کی طرف لے جانے لگی، جہاں موتیوں کی لڑیوں کا پردہ تھا مگر راہداری کے دونوں طرف سیٹ پتھر کی دیواریں نظر آئیں۔ وہ دوواڑہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی وقت راہداری کا اکلوتا بلب بج گیا۔ گہری تاریکی چھا گئی۔ تاریکی اچانک ایسے آئی جیسے بلا آگئی ہو۔ وہ نے اختیار تحفظ حاصل کرنے کے لیے اس سے پلٹ گئی۔ پارس نے دکاندار کو آواز دی۔ ”۳۰ مسٹر! تم کہاں ہو؟ تم نے لائٹ کیوں بجا دی ہے؟“

کوئی جواب نہ ملا۔ وہ ساتھ آئے والا اندھیرے میں غائب ہو گیا تھا۔ شی تارا ذرا اور چپک گئی۔ وہ بزدل نہیں تھی لیکن اپنی ذہانت اور صلاحیتیں آزمائے بغیر حرام موت مرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ گردن میں بانیں ڈال کر اس کا سر اپنی طرف جھکا کر اس کے کان میں آہستہ سے بولی۔ ”وہ دکان دار ایسا اندھیرے میں ہم سے ذرا دور ہے۔ دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ ایک طرف جا رہا ہے۔“

پارس نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر ان کے کان میں پوچھا۔ ”تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ اندھیرے میں موجود ہے اور دیوار سے لگ کر کہیں جا رہا ہے؟“

وہ اپنی خیال خرابی کا عہد نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ اس لیے بولی۔ ”میری قوتِ سماعت غیر معمولی ہے۔ دیوار سے لگ کر چلنے کے باعث اس کے لباس کی سرسراہٹ اور اس کے جوتوں کی ٹپکی سی آواز سن رہی ہوں۔“

اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ ایک نامانی مصیبت میں پڑنے سے اور مصیبت ایسی تھی کہ دونوں کو محتاط طبع کی طرح طاری تھی۔ تاریکی میں کسی دشمن کی موجودگی میں ضروری باتیں کرنے کے لیے ایک دوسرے کے کانوں تک پہنچانا لازمی تھا کہاں تو وہ پارس کا نام سننے ہی اپنے کان پکڑتی تھی۔ کہاں یہ کہ اپنے کان اس کے ہونٹوں سے لگا رہی تھی۔ تدریج جب اپنی منوائی ہے تو تدریج دھڑکی دھڑکی رہ جاتی ہے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے مگر مقدور کی کھینچی ہوئی لکیر چل رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یوں نہیں لگا چاہیے لیکن ایک مقناطیسی کشش محسوس کر رہی تھی۔ ہوش کے ذائقہ ہاں میں غیر شعوری طور پر مٹا رہی تھی۔ وہ آواز سے کہاں سے کہاں لے آیا تھا۔ اس نے سوچا کہ کان میں آخری بات بول کر الگ ہو جائے گی۔ تاریکی میں صرف ہاتھ پکڑنے کی بات

نے اس کے کان میں اپنی سانسیں چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”میں بھی دیوار سے لگ کر ایک سمت چلتا جا رہی ہوں۔ آخر کیسے تو پہچانیں گے۔“

”میں بھی یہی کہنے والی تھی۔ ویسے کیا تم سرگت نہیں پتے ہو؟“

”نہج ہے۔ اس مصیبت میں تمہیں سرگت کی طلب ہو رہی ہے۔“

”مفضل باتیں نہ کرو۔ میں ماچس یا لائٹ کے لیے پوچھ رہی ہوں۔“

”میں پهلوان ہوں۔ سرگت نہیں پتا جان بنا ہوں۔“

”ہوش سے پهلوانی کی ذہنیں مارے آ رہے ہو۔ کچھ کر کے تو دکھاؤ۔“

”کیا یہ کم ہے کہ مصیبت کے اندھیرے میں تمہیں سیٹھ رکھنے کا فرض ادا کر رہا ہوں۔“

وہ جلدی سے الگ ہٹ گئی لیکن اس کے ایک بازو کو تھام لیا کیوں کہ تاریکی میں چھڑنے والے مشکل سے ایک دوسرے کو ڈھونڈ پاتے ہیں۔ وہ دیوار سے لگ کر چلنے لگے۔ شی تارا نے دکاندار کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ اب وہ دیوار سے لگا ہوا نہیں تھا ایک کھلی جگہ کھڑا تھا۔ اس کے سامنے دور ابرام کی کھلی اونچی دیواریں دکھائی دے رہی تھیں۔ چاندنی رات تھی۔ اونٹ ایک قلعہ میں ابرام کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ ابرام مصر کا راجہ تھا۔

شی تارا نے چرانی سے سوچا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ قاہرہ کے مراٹھ بازار کی ایک دکان میں داخل ہوئی تھی۔ اسے دکان کے اندر دینی حصے میں ہونا چاہیے تھا پھر وہ دکان دار اپنی جلدی اس چار دیواری سے باہر ابرام مصر کے سامنے کیسے پہنچ گیا ہے؟

اس نے پھر دکاندار کے خیالات پڑھے۔ تب وضاحت سے معلوم ہوا کہ اس کے سامنے ایک وسیع و عریض دیوار پر ابرام مصر اور گزرتے ہوئے اونٹوں کی متحرک تصویر ایک بڑے جینز کے ڈزے پر دکھائی جا رہی ہے پھر ایک بوڑھی عورت دکھائی دی۔ وہ دیوار کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے سرخ اور سیاہ ڈھیلا سالیاس پہنا ہوا تھا۔ گلے میں موتیوں کی کڑیاں تھیں۔ سفید لائے بال ٹھنڈے پر پچھے ہوئے تھے۔ پیشانی سے سر کے پچھلے سے تک ایک سرخ پٹا بندھی ہوئی تھی۔ اس کی دائیں مٹھی میں فرعون کا ایک ہتھ مارا ہتھ مارا قہار بائیں ہاتھ میں ایک عصا تھا جو تختہ شامی پر بیٹھتے فرعون کے ہاتھ میں ہوا کرتا تھا۔

بوڑھی دونوں ہاتھ فغانیں بلند کر کے مقامی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ پہلے تو یہی کہہ رہی تھی کہ کوئی عمل کرنے کے لیے منتر پڑھ رہی ہے پھر دکاندار کے دماغ نے ترجمہ پیش کیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”اگلی۔ وہ اگلی۔ میری پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہوتی۔ میری

ایک مٹھی میں فرعون ہے اور دوسری مٹھی میں وہ عصا ہے جو موسیٰ کے دور میں جادوگروں نے فرعون کو اس کی حفاظت کے لیے دیا تھا۔ یہ جادوئی عصا مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں کہتا۔ وہ اب بھی ہے۔“

وہ دونوں تاریکی میں دیوار سے لگ کر چلتے ہوئے محسوس کر رہے تھے کہ راہداری والا راستہ ڈھلان کی طرف جا رہا ہے۔ وہ نیچے یعنی کسی خانہ میں اتر رہے تھے۔ دیوار انہیں دوسری سمت موڑتی جا رہی تھی پھر وہ ضلع فرش پر پہنچ گئے۔ سامنے دیوار پر ابرام مصر اور اونٹوں کی متحرک تصویر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بوڑھی ساتھ دونوں ہاتھ بلند کر کے اب انگریزی زبان میں کہہ رہی تھی۔ ”یہ تمہارا کشہ میرا لے آئی ہے۔ اسے دیکھ لو۔“

دیکھنے کی بات کہنے ہی لائیں آں ہو گئیں۔ ذرا سی در کے لیے دونوں کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ کیوں کہ وہاں صرف بجلی کی ہی نہیں میرے جواہرات کی بھی خاصی جگہ بٹ گئی تھی۔ وہ جواہرات چادروں طرف مختلف شوکیں میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ شوکیں کے درمیان ایک شاندار طرز کی کرسی پر ایک بوڑھی قہقہہ سوت اور نکلتی میں نظر آ رہا تھا۔ کرسی کے اطراف دو پهلوان نما بازی گاڈز تھے۔ یونا اپنی تیز جھلکی آنکھوں سے شی تارا اور پارس کو چند لمحوں تک دیکھا رہا پھر بوڑھی ساتھ سے بولا۔ ”وچ لیزٹی! تو نے کہا تھا، وہ میرا ایک ایسی حسین دوشیرہ کے پاس ہے جس کے بدن سے ایک زہریلا سپانڈ پلٹا ہوا ہوگا۔“

ساتھ سر جھکا کر بولی۔ ”آقا لائی! اتیری یہ منک خوار جھوٹ نہیں بولتی۔ تیرا مطلب میرا اسی دوشیرہ کے پاس ہے اور یہ نوجوان ایک سانپ ہے جو دوشیرہ کی حفاظت کے لیے پلٹا ہوا میاں آیا ہے۔“

یوونا ان سب کا آقا تھا۔ مسکرا کر بولا۔ ”یہ سانپ ہے تو میں نیلا ہوں کیوں حسینہ! تو نے کبھی سانپ اور نیلے کی لڑائی دیکھی ہے۔“

شی تارا نے کہا۔ ”مطلب کی بات کر تو کس میرے کا طالب ہے؟“

یوونا آقا لائی نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک نضا سائبر انکالا۔ وہ میرا آٹھ کی پتلی کے برابر تھا اور اس کی شکل انسانی آٹھ کی طرح تھی۔ شی تارا اس میرے کو دیکھ کر چونک گئی۔ بالکل ایسا ہی ایک میرا اس کے نیگل میں لاکٹ کی طرح لگا ہوا تھا وہ نیگل اس کے گلے میں تھا لیکن میرے والے لاکٹ کو اس نے بلاؤز کے اندر چھپا رکھا تھا۔

آقا لائی نے کہا۔ ”۳۰ سے حسینہ! یہ ایک آٹھ میرے پاس ہے اور دوسری آٹھ تیرے پاس۔ میں نے دنیا کے چار بڑے معتبر نوجویں سے معلوم کیا ہے پھر یہ بوڑھی بوچ لیدی بھی یہی کہتی ہے۔ یہ دو آنکھیں جس کی کپ (ٹوپی) یا آنچ میں لگی ہوں گی۔ وہ ساری دنیا کا بے تاج بادشاہ بن جائے گا۔ سارے جہان کی دولت اس کے

قدموں میں ہوگی اور خطرناک دشمن اس کے آگے کھٹے کھٹے رہیں گے۔

وہ بول رہا تھا اور شی تارا دل میں یل میں حلیم کر رہی تھی۔ اس کی جو خوش دنیا بھی کبھی نہیں تھی کہ جس دن اسے میرے والی دوسری آنکھ نے لگی 'ساری خوشیں دور ہو جائیں گی۔ فردا جیسے ناقابل گھٹ لوگ اس کے دوست بن جائیں گے یا پھر اس سے دور بھاگتے رہیں گے پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ بھی پارس کے قریب میں نہیں آئے گی۔ اسلام قبول کرنے والی بات بھی نہیں جائے گی۔

آقا لاثانی نے کہا۔ "آج برسوں کے بعد تو میرے خواہوں کی تعبیر بن کر آئی ہے۔ ایک آنکھ میرے پاس ہے۔ تو دوسری آنکھ اپنے پاس رکھ کر کچھ حاصل نہیں کر سکتی گی۔ میں ابھی ملاقات سے اسے نہیں سکا ہوں لیکن میں بہت ہی شریف بدعاش ہوں۔ پہلے شرافت سے مانگ رہا ہوں۔ تو اس کی جو قیمت طلب کرے گی وہ ابھی دوں گا۔ اگر تو کسی جوہری کی بیٹی ہے تو ان چاروں طرف رکے ہوئے جو اہرات کی بابت کا اندازہ کر سکتی ہے۔ وہ دوسری آنکھ مجھے دے دے اور یہ تمام خواہرات سمیٹ کر لے جا۔"

وہ بولی۔ "میرے تو اپنے قد سے اونچی بات کہہ رہی نہیں سکتا۔ میں اپنے قد بھی بولی دیتی ہو" تو جس قدر دولت کی توقع کرتا ہے" میں اس سے دینی دوں گی کیوں کہ تیری طرح مجھے بھی دوسری آنکھ کی جستجوری تھی۔ میرے بھی یہی خواب ہیں کہ میں ساری دنیا کی بے تاج ملکہ بن جاؤں۔"

"یہ بھی ممکن ہے میری جان! وہ آنکھ مجھے دے" میں شنتاؤ بن کر تجھے ملکہ عالم بنا دوں گا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تجھے دیکھنے کی مہنت میں بائی گیا ہے۔ بڑی ممکن چیز ہے۔"

وہ باتوں کے دوران سوچ رہی تھی وہاں سے نکلنے کے لیے خیال خوافی کا مظاہرہ کرنا ہی پڑے گا لیکن پہلے عقل سے کام لینا چاہیے۔ اپنے سامنے پریم کار کو آڑنا چاہیے۔ اگر یہ معیبت سے نجات دلانے میں کامیاب ہو گا تو میری کبھی بھی راز رہے گی۔

آقا لاثانی نے کہا۔ "میرا خیال ہے تو نے وہ میرا اپنے لباس میں کیس چھپا رکھا ہے۔ میرا مشورہ ہے اپنے ہاتھ سے نکل کر پیش کر دے ورنہ یہ بدن تو میرا ہونے ہی والا ہے۔ مجھے یہ ہاتھ ڈال کر نکالنا ہو گا۔"

وہ شاندار طرزی کر سی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا قد پورے چار فٹ ہو گا اس کی اونچائی شی تارا کی کر تک ہوگی۔ وہ سراٹھا کر شی تارا کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسی عید کا چاند دیکھ رہا ہو۔ پارس نے کہا۔ "میرے بچے! اپنی ماں کو دیکھنے کے لیے تجھے ہمت پر چڑھا ہو گا۔"

اس کا ہونٹنے ہی یونہی لاثانی اچانک ہی فرش سے تقریباً چھ فٹ اوپر اچھلا اس کے اچھلنے کے انداز نے بتا دیا کہ وہ جتنا تنگ کا باہر

ہے۔ پارس نے سمجھا کہ فلا تنگ ملک مارے گا لیکن وہ فضا میں ہو کر ٹوٹی طرح محوم گیا۔ یہ کمال کی جتنا تنگ تھی۔ سرکس کا لٹی بازی کر لگتا تھا۔ پارس جیڑائی میں مار لگایا۔ ٹوٹی طرح ایک پر پار کرتے ہی اس کے منہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ ٹھوکر کا پیچھے کیلہ ہوا پس فرش پر آکر کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ کر کے رکھ کر بولا۔ "مہربان کتنا ہی زہرا ہو" اسے نونے سے بچ کر رہنا چاہیے۔"

پارس نے کہا۔ "بے شک تو نے بڑی فضا رانہ لگ مارا ہے۔ بڑے سے بڑے شہ زور کے منہ پر یہ ٹھوکر پڑتی تو اس کا ہڈی ٹوٹ جاتا یا دانت باہر آ جاتے۔ تو مجھے دیکھ اور ان کے گمراہ نہیں بھڑا۔ دوسری بار یہ ٹھوکر مارنے والے شخص سے ہتھیار ڈالیں ٹوٹ جائیں گے۔"

وہ کوٹ اتار کر ایک طرف بچھتے ہوئے بولا۔ "ماتا ہوں آج مارنے میں اتنا زبردست ہے تو میرے میں بھی زبردست ہو گا۔"

اس نے کوٹ کے بعد کھلائی کو بھی اتار چھٹا پھر فضا میں چلا تنگ لگائی۔ انداز ایسا ہی تھا کہ پھر فلا تنگ ملک مارے گا۔ پارس بیٹھ گیا۔ وہ اس کے سر سے گزر گیا اب اسے پیچھے کی لڑ ہونا تھا لیکن پارس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نہیں تھا پھر سرگھما کر دیکھا تو وہ آگے بھی نہیں تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "پریم کار! وہ اوپر ہے۔"

اس نے سراٹھا کر دیکھا۔ وہ ہمت کے غلبے سے تنگ ہوا تھا۔ پارس کے سراٹھاتے ہی جیسے آسمان سے بجلی کی طرح آیا۔ ٹھوکر مارا۔ اس کے ساتھ ہی فضا میں اپنی فلا بازی کا کر فرش پر پہنچ کر دونوں ہاتھ کر کے رکھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ "مجھے اپنے ہاتھ استعمال نہیں کر رہا ہوں" صرف لاثانی کے نمونے پیش کر رہا ہوں۔ بائی داوے تو اپنے ہیوں پر کھڑا ہے اس پر حیران ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "میرے استاؤ نے نصیحت کی تھی کہ عقل لوٹے گا ان کا انداز اختیار کرے تو اس کی مار کا ڈانک اس کے حلقوں کا انداز سمجھ میں آتا رہے۔"

وہ ہنسنے ہوئے بولا۔ "میرا انداز سمجھنے تک تو خاک ہو جائے گا۔"

پارس نے فرش پر دونوں کھٹے تنگ دیے۔ ہوئے لے پڑا۔ "فکست حلیم کر رہا ہے؟"

"نہیں" تنگ تنگ کچھ میں آگئی۔ بچنے کے ساتھ بچنے کے قدم برابر ہو کر متاقلہ کرنا چاہیے۔ آؤ اب کھٹے کر۔ تمہارے متاقلہ تو لوگ آتے ہوں گے ایسا بتا نہیں آیا ہو گا۔"

چھوٹے قدم کے کاٹنے کے لیے یہ مشکل ہوتی ہے کہ وہ قدم متاقلہ کے چرے اور سینے پر ضرب نہیں لگ سکتا۔ اس لیے وہ اپنے اچھلنے فلا بازی کاٹنے اور ضربیں لگانے کی ٹینک حاصل کر رہا ہے۔ جب پارس اس کے برابر ہوا تب بھی وہ فضا کی کتبہ کلا اور فضا کی کھٹے کرنے پر مجبور تھا کیوں کہ فرش پر جیتنے بل کر قریب آکر چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے کھٹے کرنے کے دوران پارس

کی گرفت میں آ جاتا۔ یہ کچھ میں گیا کہ وہ ہاتھ نہیں اٹھا چاہتا۔ کھٹے کرتے ہی دور ہو جانے کی تنگ تنگ استعمال کر رہا ہے۔

وہ فرش پر دونوں ہاتھوں سے سرسٹ کرتے ہوئے "ہا ہا ہا" کی آوازیں نکالتے ہوئے پارس کے چاروں طرف گردش کرنے لگا۔ یہ بھی روانہ کا انداز تھا پھر وہی بے جتنا تنگ کے قریب کھٹے کھٹے۔ ایسے طریقے سے چا نہیں پتا تھا کہ چاروں طرف گردش کرنے والا کسی سمت سے کب حملہ کرے گا۔ پارس فضا میں مل بھی محوم کر بھی سرگھما کر دیکھ رہا تھا پھر بولنے لگا۔ "گردش کرتے ہوئے اچانک ہی چلا تنگ لگائی اور دھوکا لگایا۔ اس نے یہ سمجھا کہ اس بار بھی لاثانی مار کر نکل جائے گا لیکن پارس نے فلا تنگ کرنے والے کی تنگ پکڑ لی۔ پکڑ کر فرش پر نہیں چھوڑا اسے سرے بلند کر کے یوں سمٹانے لگا جیسے ہمت کا چھٹا کھوتا ہے۔ وہ پھر باقیوں میں اپنی تنگ نہیں چھڑا سکتا تھا۔ پارس نے اس کی پکڑ کر سانسے والی دیوار پر دے مارا۔ وہ دوار سے ٹکرا کر فرش پر گر کر ہڑکی لینڈ کی طرح اچھل پڑا۔ یہ دھوکا فرش پر کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ کر رہا ہے۔

یوں لگ رہا تھا کہ وہ گوشت پوست اور ہڈیوں کا نہیں خالص ریو کا انسان ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ زور سے دیوار کے ساتھ ٹکرا تا تو ایک تھک جگہ سے ضرور ٹوٹ پھوٹ جاتا۔ ادھر اس کے دونوں ہڈی گڈا پھلوانوں نے پارس پر حملہ کیا لیکن وہ چار فولادی ہاتھ کا کر لولہاں ہو گئے۔ تنگ اور پاچوں سے لوبہ رنے لگا۔ شی تارا خوش ہو کر کہہ رہی تھی۔ "وہ پریم کار! اتنا واقعی زبردست پھلوان ہو اس لیے کوئی جب میں ڈال کر لے چلو۔ باہر جا کر اس کجنت کی مہنتی معلوم کریں گے۔"

یونہی لاثانی نے کہا۔ "آج تک کوئی شہ زور مجھے شکست دے سکا۔ تو تمہیں لڑتا رہے گا لیکن میرا کچھ نہیں بگڑے گا اور تم دونوں کو باہر جانے کا راستہ بھی نہیں ملے گا۔ بہتر ہے میری بات مان لے میری جان حسین! دوسری آنکھ مجھے دے دے۔"

پارس نے کہا۔ "میں مانتا ہوں" تو میرے ہاتھوں مرے گا نہ شکست کھائے گا۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں پھر اس سے سمجھو تاکر وہ گامی سے بولی۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

یونہی نے ہنسی بجا کر کہا۔ "یہ ہوئی مردوں والی بات۔ تو میرا دوست بن جا" یہ تھا ہوتے ہی میرے قدموں میں جک جائے گی۔ میں تجھے مال کر دوں گا۔"

یونہی نے دوسری کا ہاتھ بوسایا۔ پارس نے اسے تمام کر کہا۔ "میں نے دوران آسانی سے ہاتھ نہ آتا۔ اس لیے یہ ترکیب اتالی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ہاتھ سمیٹ کر اس کی گردن دھجلی۔ وہ ہاتھ ہٹا کر رہائی کی خوش کرنے لگا۔ پارس نے اسے دونوں

ہاتھوں میں اٹھا کر ہمت کی طرف پوری قوت سے اچھلا۔ وہ زور دار آواز کے ساتھ ہمت سے ٹکرایا۔ بچے فرش پر آکر حرام سے گر کر اچھل کر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اپنی گھر رکھ لیے۔ کجنت واقعی ریو کا ثابت ہو رہا تھا۔ اس کا کچھ نہیں بگڑا تھا۔ وہ بولا۔ "یک بار دھوکے سے پکڑا اب کیسے پکڑے گا؟"

"اب پکڑے گا کیا کیوں گا۔ تجھے تو خالی کر دیا ہے۔ اپنی جیب دیکھ لے۔ وہ میرا آنکھ اب تیرے پاس نہیں ہے۔"

اس نے جلدی سے جیب نکلی۔ پارس نے طعنی کھول کر دکھائی۔ اس کی ہتھیلی پر ایک آنکھ چمک رہی تھی۔ شی تارا نے خوش ہو کر کہا۔ "میرے دو پریم کار! ابھی یہ میدان جنگ نہ ہوا تو میں تمہارے ہاتھ چوم لیتی۔"

پارس نے کہا۔ "ہاتھ بھی کوئی ہونے کی چیز ہے۔ اب وہ رخسار کی بات کرو۔ میرے پاس مطلوبہ میرا ہے اس ہاتھ وہ اس ہاتھ لو۔"

یونہی نے پارس کو غافل سمجھ کر حملہ کیا پھر فولادی ہاتھ کا کر پیچھے جا کر۔ بڑا ذہین تھا اچھل کر دونوں ہاتھ کر رہے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ فضا میں بلند کر کے ہتھیلی بٹائی۔ اس کے ساتھ ہی دہلی کی لائنیں بگھ گئیں۔ پہلے کی طرح گمراہی تار کی چھائی۔

اندھیرے میں شی تارا کو سب سے پہلے خنای کا احساس ہوا پھر اندیشہ ہوا کہ پریم کار اس دوسری آنکھ کے ساتھ کیسے چلا نہ جائے۔ ایک تو وہ اندھیرے کا سامنے تھا پھر اس کی اہمیت بڑھ گئی تھی پھر وہ اچانک ہی چنچ پڑی۔ کوئی آکر اس سے پلٹ گیا تھا۔ جست سے ہونے والی گٹا ہوا لباس میں ہاتھ ڈال رہا تھا۔ صاف سمجھ میں گیا کہ وہ اپنی میرا آنکھ سے محروم ہو کر اب شی تارا سے دوسری آنکھ وصول کرنے آیا ہے۔

پارس تار کی میں شی تارا کی آواز کی سمت آیا پھر وہ بولنے کو دھج کر اس سے الگ کرنے لگا۔ تینوں کے درمیان جیٹا جیٹا ہونے لگی۔ ایک پورے اور ایک آدھے حو کے درمیان وہ سینڈویچ بن گئی تھی۔ یونہی جک بن کر ہمت کیا تھا۔ اس کے بلاڈ کو۔ چاڑ چکا تھا۔ پارس اسے کھینچتا تھا وہ ریو کی طرح کھینچ کر پھر اس سے جا لگتا تھا۔

شی تارا نے فیصلہ کیا "اب اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا ہی ہو گا تب اس سے پیچھا چھوٹے گا لیکن اس سے پہلے ہی پارس نے کہا۔ "اب تو تمام عمر اس سے لپٹا رہے۔ دوسری آنکھ بھی میرے قبضے میں آگئی ہے۔"

یہ سننے ہی ہوناشی تارا کو چھوڑ کر فرش پر آیا پھر پارس کی آواز کی سمت چلا تنگ لگائی۔ پارس نے بولتے ہی وہ جگہ چھوڑ دی تھی۔ یونہی کے دھب سے فرش پر گرنے کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "میں یہاں ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ بھرتی سے ایک طرف ہو گیا۔ جہاں سے بٹ گیا تھا وہاں بھی فرش پر سے وہ بک کی آواز ابھری۔ ایک تو اپنے پاس جو ہیرا تھا وہ جب سے نکل گیا تھا پھر وہ شی آرا سے بھی دوسرا ہیرا بچیں نہیں سکا تھا۔ ان ٹاکاویں نے اسے پاگل کر دیا تھا۔ وہ پارس کی آواز میں سن کر دوبار فرش پر گر۔ تیری بار بار سے سر کھرا یا پھر جھٹکا کرولا۔ ”تم دونوں اسی تاریکی میں قید رہو گے“ باہر جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔ جب بھوکے پیاسے مر جاؤ گے تو تمہارے مردہ ہاتھوں سے وہ دونوں ہیرے بہ آسانی مل جائیں گے۔“

خاموشی چھا گئی۔ شی آرا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ چونکہ وہ نہ خانے میں تھی اس لیے باہر کی ہلکی سی روشنی بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی تھی پھر رات کا وقت تھا اس نے اس کا تھا کہ ایسی کمزری تاریکی قبر میں ہوا کرتی ہے اس نے پریشان ہو کر آواز دی۔ ”پریم کارا تم کہاں ہو؟“

”میں یہاں ہوں۔“ وہ آواز سنا کر فوراً وہاں سے بٹ گیا لیکن وہ بک کی آواز نہیں آئی۔ بولنے سے حملہ نہیں کیا تھا۔ شاید چلا گیا تھا۔

وہ بولا۔ ”پریم! اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت سے سن کر تازہ وہ جراثیم یہاں موجود ہے یا نہیں؟“

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بولنے لاثانی کے داغ میں پہنچی۔ بولنے نے چند ساعتوں کے لیے اپنے داغ کے اندر بے چینی سی محسوس کی پھر سانس روک لی۔ ان چند ساعتوں میں شی آرا کو معلوم ہوا کہ وہ کسی دوش میں کرے میں ہے۔ اس نے دوبارہ داغ میں پہنچنے کی کوشش کی لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ بولی۔ ”پریم! وہ یہاں نہیں ہے کسی چور راستے سے باہر چلا گیا ہے۔ پلیز میرے پاس آؤ۔ اس تاریکی سے وحشت ہو رہی ہے۔“

وہ قریب آیا۔ اس کے ہاتھ لگاتے ہی وہ بولے سے چیخ پڑی اس نے کہا۔ ”میں ہوں۔“

اس کے لباس کی ایسی کی تیشی ہو گئی تھی۔ اگرچہ اندھیرے میں پھنسا ہوا بلاؤز اور گوربان دکھائی نہیں دے رہا تھا پھر بھی وہ ساری سے بدن کا اوپر حصہ ابھی طرح چھپانے لگی۔ پارس نے پوچھا۔ ”کیا کر رہی ہو؟“

”اس ذیل کینے نے میری آستین اور گریبان کو فوج لیا تھا۔“

”بھوکا آدمی اندھیرے میں کیسی کرتا ہے۔“

وہ اس کی گردن میں بائیں ڈال کر بولی۔ ”تم ایسے نہیں ہو۔“

”مگر تم میری دھڑکنوں سے لگ کر ایسی ہو رہی ہو۔“

”تم نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ چائیں تمہارے اندر ایسی عجیب سی کشش ہے جو مجھ میں نہیں آتی۔“

”تم نے بول میں کہا تھا کہ جنت کو کھاس سمجھتی ہو۔“

”ہاں کہا تھا کہ تاریکی میں ارادے بدل جاتے ہیں۔“

اندھیرا تاریکی پر جھک گیا اس کے ارادوں کی قدر کرنے لگا وہ بولی۔ ”تم کیلے بھی ہو اور چالاک بھی۔ تم نے بڑی چالاکی سے اس کی ہیرا آٹھ جین لی۔ وہ آٹھ مجھے دے دو۔“

”یہ لو۔“ اس نے تاریکی میں اس کا ہاتھ پکڑا پھر اس کی ہتھ پراک ہیرا آٹھ رکھ دی۔

وہ بولی۔ ”یہ تو ایک سی ہے اور میری ہے۔“

”تمہاری ہے اسی لیے تو واپس کر رہا ہوں۔“

”پلیز، وہ دوسری بھی دو۔ میں برسوں سے اس کی تلاش کر رہا تھا۔“

”وہ تمہارے پاس رہے یا میرے پاس۔ کیا فرق پڑتا ہے؟“

”بہت فرق پڑتا ہے۔ وہ بونا درست کہہ رہا تھا۔ جو کچھ لو بھی یہی کہتی ہے۔ میں ان دونوں ہیرا آنکھوں کی کلپ بنا کر مرے بالوں میں لگاؤں گی تو میری زندگی سے تمام خوشی دور ہو جائیگی۔ دشمن میرے سامنے کھٹے نیک دیں گے۔ میری طرح کوئی دلدن نہیں ہو گا۔ میں ساری دنیا پر حکومت کروں گی۔“

”عورت کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے مرد کے دل پر حکومت کرے۔“

”یہ کنائی باتیں نہ کرو۔ وہ مجھے دو۔“

”مجھے کیا ملے گا؟“

”میں جو مل رہی ہوں۔ ساری دنیا میری رہے گی اور میں تمہاری رہوں گی۔“

”اچھی بات ہے۔ پہلے مجھے پالنے کا یقین کر لینے دو۔“

وہ یقین کرنے لگا۔ وہ یقین دلانے لگی۔ اس نے بھی کی گھص کو اپنے سائے تک بھی نہیں دیا تھا۔ ستارے کہہ گئے تھے کہ وہی ایک مسلمان اس کی زندگی میں آئے گا۔ اس نے خدا کی اس تحریر کو بدلنے کے لیے ایک راجست سے شادی کئی ہاں لیکن شادی کے تمام انتظامات ہونے کے باوجود وہ کنواری رہی۔ اس غیرت مند راجست نے اس کا کاغذ بننے سے پہلے ہی خود کو ذالاکا۔

اس واقعہ سے شی آرا کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ تقدیر کی بیٹی ہوئی کبیر چلتی ہوئی ایک دن پارس کے پاس پہنچے گی۔ اس کے ساتھ یہ بھی امید تھی کہ وہ مدھیرے تقدیر کو بدل دے گی۔ ان مقدمہ کے لیے اس نے ایسے دن اور تاریخیں معلوم کیں جو مونی ثابت ہو سکتی تھیں اور ان تاریخوں میں پارس سے ٹکراؤ ہو گا تھا۔ وہ تاریخیں تھیں، تین، تیرہ اور تیس۔

جو توش دیکھنے نے بھی بتایا تھا کہ وہ دوسری ہیرا آٹھ حاصل کر لے گی تو تمام ٹاکاویں کامیابیوں میں بدل جائیں گی۔ اس نے کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے اپنی ذات کو داؤ پر لگا دیا۔ اسے اطمینان تھا کہ اس تاریکی میں کوئی مسلمان نہیں پریم کارا تھا۔ ان دو ہیرا آنکھوں کو پالنے کی خدمت بھی بھروسوں کے جذبات

لاڈلا قادی خدا اور جذبات میں بستے ہوئے اسے یوں تو بہت کچھ یاد رہا۔ صرف یہ معلوم تھی کہ آج پارس کو اس کی زندگی میں لانے والی یہ شخص تیرہ تاریخ ہے۔

جب دریا چڑھ کر اتر آیا اور اس پر زہرلا نافر طاری ہو گیا تب اس کے اندر گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ کچھ مدد ہوش میں بھی خطرے کا احساس ہوا۔ یہ احساس حاوی نہیں ہوا کیوں کہ وہ نشے کی ایک جیب سی مستی ہمیشہ وادیوں میں بھگ رہی تھی۔ اسے پتا نہ چلا کہ اتنا وقت گزرتا جا رہا ہے پھر وہ رفتہ رفتہ ہوش میں آنے لگی اور اسے مینا کی باتیں یاد آنے لگیں۔ اس نے مینا سے ایک بار پوچھا تھا کہ پارس میں ایسی کیا بات ہے، جس کے لیے تم دیوانی رہتی ہو؟ مینا نے اسے بتایا تھا کہ وہ زہرلا ہے۔ ایک بار اس کے زہر کا چنگیز جانے کوئی عورت پھر اسے بھلا نہیں پاتی۔ اس کے بعد کوئی اور نہیں بھاتا۔ ضرورت اسی کو پکارتی رہتی ہے۔

مینا کی باتیں یاد کرتے ہی کچھ دھک سے وہ گیا۔ داغ میں غصے کی گھنٹی بجتی تھی۔ وہ آٹھ کر بیٹھ گئی۔ پارس نے پھر اسے پکڑ کر کھینچ لیا اور پوچھا۔ ”کہاں چلیں؟ کب سے تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔“

وہ کمزوری آواز میں بولی۔ ”مجھے کیا ہوا تھا؟ کیا میں بے ہوش ہو گئی تھی؟“

”بے ہوش نہیں، مدد ہوش ہو گئی تھی۔“

وہ سہم کر بولی۔ ”تسکیم کون ہو؟“

”انسان ہوں۔“

”میں وہ وحشی لڑکی اور بونا لاثانی کہہ رہے تھے کہ تم سانپ ہو۔“

”اور یہ بھی کہا تھا کہ میں تمہاری حفاظت کے لیے آیا ہوں۔ کیا یہ محبت تھا۔ کیا میں تمہاری حفاظت نہیں کر رہا ہوں؟“

”ہاں مگر تم پریم کارا ہو؟“

”بے شک، تسکیم شہ کیوں ہے؟“

وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اچانک لائش آن ہونے سے شوکا۔ منہ پھیر کر اس درست کرنے لگی۔ یہ خیال آیا کہ وہ اصل بات بھول کر سانپ اور انسان کے مسئلے میں کیوں الجھ گئی ہے؟ اصل معاملہ تو وہ ہیرا آنکھوں کو حاصل کرنے کا تھا۔ اس نے سہکا۔ ”دو شئی ہو گئی ہے۔ وہ بونا پھر آئے گا اور پریم کارا سے میرے یقین لینے کے لیے غنڈوں کی فوج لے کر آئے گا۔ اس سے پہلے مجھے ان ہیروں کو قبضے میں کر لینا چاہئے۔“

وہ پاس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ ”وہ پھر آئے گا۔ تم وہ میرے مجھے دے دو۔“

”تم انہیں کہاں چھپاؤ گی؟ پہلی بار وہ بلاؤز چاڑ کر گیا اب باقی کہاں تو رہے گی۔“

”میں نہیں بتا چکی ہوں کہ دونوں آنکھیں میرے پاس ہوں

کی تو محسوس فتم ہو جائے گی۔ دشمنوں کو شکست ہوگی۔ ہم اس معیشت سے نکل جائیں گے تم میرا ہیرا جو داہیں کیا تھا اسے پھر مجھ سے لے لیا ہے۔“

”تم ہوش میں نہیں تھیں۔ اس لیے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ یہ دونوں ہیرے تمہارے پاس نہیں، میرے پاس تو ہیں پھر محسوس کیوں نہیں مل رہی ہے۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گھص کی چیخ نکالی دی۔ وہ کارپڈور کے سرے سے اچھل کر ان سے ذرا دور فرش پر آکر گرا پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر قدام کر ڈینگا۔ اس کی تکلیف سے صاف ہاتھ چل رہا تھا کہ کسی نے اس کے داغ میں زہرلا پیدا کیا ہے۔

شی آرا فوراً ہی آٹھ کمزری ہو گئی اس کے داغ میں پہنچی تو معلوم ہوا واقعی اس کا داغ تکلیف کی شدت سے پھوڑا بن گیا ہے۔ اس کے پھوڑا داغ نے بتایا کہ ایک نوجوان لڑکی اسے تکلیف میں مبتلا کر رہی ہے۔

پھر اسے بار بار نظر آئی۔ وہ کارپڈور سے نکل کر ان کے سامنے ہال میں آگئی تھی، پارس اسے دیکھتے ہی فرش سے اٹھ کر بولا۔ ”اچھا تو محترمہ آپ ہیں۔ اتنی دیر سے کیا کر رہی تھیں۔ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟“

وہ بولی۔ ”اس قید خانے میں کیا تکلیف تھی؟“

”کیا قید خانے میں راحت ملتی ہے؟“

وہ شی آرا کو کچھ کر بولی۔ ”ایسی حسین راحت ملتی رہی پھر بھی مجھ سے پوچھ رہے ہو۔“

پارس نے پوچھا۔ ”وہ کیا کماں ہے؟“

بار بار نے فرش پر پڑے ہوئے گھص کو دیکھ کر کہا۔ ”اس کے چور خیال نے بتایا ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ کیوں گیا ہوا ہے۔ اب چلو گے یا میں راحت حاصل کرتے رہو گے؟“

پارس شی آرا کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ ”چلو۔“

شی آرا کے داغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہ آنے والی لڑکی بیٹی جیسی جاتی ہے اور وہ وہی ہے جو ہوش میں پریم کارا سے لا جھڑک رہی تھی کیا وہ لڑائی جھگڑا کھنچ ایک ذرا تھا۔ شی آرا کا داغ چچ چچ کر کہہ رہا تھا کہ وہ بیٹی جیسی جانے والی کے حوالے سے اسے یہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ زہرلا نوجوان پارس ہے پارس ہے پارس ہے۔ وہ گاؤ! آج کتنی تاریخ ہے؟“

تب یاد آیا۔ آج تیرہ تاریخ ہے۔ اس کا سر پھلانے لگا۔ کس بری طرح تقدیر نے اس کا حاصرہ کیا تھا۔ فوری طور پر کہیں سے بچ نکلنے کا راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر لمحہ ہی اندیشہ تھا کہ بچ نکلنے سے پہلے ہی اصلیت ظاہر نہ ہو جائے۔ پارس نے اسے چلنے کے لیے کہا تو وہ فوراً ہی وہاں سے باہر جانے کے لیے چل پڑی۔

بارا اس شخص کو آگے دھکیلے ہوئے لے جا رہی تھی۔ وہ سب اس کی راہنمائی میں اس دھانے سے نکل آئے۔ اس کے چور دروازے سے نکل کر چوہری والی دکان میں پہنچے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجے گئی۔ بارا نے اس شخص سے کہا۔ "چلو رہیو راتھاؤ اور بات کرو۔"

اس نے رہیو راتھاؤ کر آواز سن کر دوسری طرف سے اس کا آگاہی بول رہا تھا۔ "میلو طیب میرا! میں لاشائی بول رہا ہوں۔"

"فریاضے آتا! میں آپ کا خادم طیب میر ہوں۔"

"میرا! ٹانگ کے ذریعے ان قیدیوں سے چھو۔ وہ دونوں میرے میرے حوالے کریں گے یا نہیں؟ اگر وہ انکار کریں تو۔"

بارا نے بات کاٹ کر میر کی زبان سے کہا۔ "وہ دونوں بچی بھو توڑ کر ہائی پانچے ہیں۔ اب تم اپنا سر پیٹے رہو۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں بکواس نہیں کر رہا ہوں۔ میرے اندر کوئی ٹیلی بیٹی جاننے والی بول رہی ہے۔"

ادھر شی آرا نے موقع سے فائدہ اٹھایا جیسے ہی بارا اور پارس فون کی طرف متوجہ ہوئے تھے وہ چوہری کی دکان سے دھبے قدموں باہر آگئی تھی۔ باہر وہ کار موجود تھی جس میں وہ پارس کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے ایک اور کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اندر اندازہ لگایا کہ اس کار میں بارا آئی ہوگی کیوں کہ وہ کار بھی اس ہوگئی تھی۔

اس نے بارا کی کار میں جھانک کر دیکھا اسٹیرنگ کے ساتھ چابی لگی ہوئی تھی۔

اس نے چابی نکال لی پھر آگے والی کار میں آکر اسٹیرنگ سنبھالا۔ اس نے اشارت کیا پھر راتھاؤ کرتی ہوئی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔ ان لمحات میں اس کی یہی آخری خواہش تھی کہ طوفانی رفتار سے جتنی دور جا سکتی ہے پارس سے اتنی ہی دور چلی جائے اپنی سلامتی کے لیے وہ میرے کی دو آنکھوں کا نقصان بھی برداشت کر رہی تھی۔ سوچ رہی تھی "اس سے بڑا دھول میل دور جا کر ڈی شی تارا اور ڈی سرتا کے ذریعے ان آنکھوں کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔"

ادھر فون پر پولاٹا غائی کہ رہا تھا۔ "میں اس سانپ کا سر نکل دوں گا۔ جاسی دکان کے سامنے جو کار کھڑی ہوئی ہے اس سے چا چل گیا ہے کہ وہ میرے ہی ہوئی میں قیام کر رہا ہے۔ میرے آدمی اسے ہوئی سے نکلے نہیں دیں گے۔"

پارس نے دکان کے باہر کار اشارت ہونے کی آواز سنی۔ سر ہما کر دیکھا تو وہ کار جا رہی تھی جس میں بیٹہ کر وہ ہوئی سے آیا تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا تو جی راتھاؤ نہیں آئی۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔ بارا نے اس کے پیچھے آکر پوچھا "کیا ہوا؟ پڑا اونگھی۔"

وہ بولا "تعب ہے! ہم نے اسے معیت سے نکالا۔ وہ ہمیں

چھوڑ کر چلی گئی۔"

"اپنے اعمال پر شرم کرو۔ پتا نہیں اس بے چاری پر کیا کرتے رہے کہ اس نے مجھے اپنی عافیت بھیجی۔"

"بارا! اسٹیریجی سے سوچنے کی بات ہے۔ وہ وہ ہیرا میرے پاس تھے انہیں حاصل کرنے کے لیے وہ ہڈیوں کو ہڈیوں ان ہیروں کے لیے اس منظور حینے نے خود کو میرے حوالے کر دیا تھا۔ اس حینے کو اور پورے لاشائی کو طعم نجوم کے پھر لے لیا تھا کہ وہ دونوں ہیرے جس کے قبضے میں ہوں گے اس پر غور نہیں آئے گی۔ دشمن کھٹے ٹھیک دیں گے اور دنیا جہان کی ہیرا اس کے قدموں میں ہوگی۔ وہ ان سب کو ٹھکرا کر اچھا کر بھاگ گئی ہے؟"

"ہاں۔ یہ ہے جو تیرائی کی بات۔ مگر بھاگ کر کہاں چلے گی؟ ہوئی میں ضرور لے گی۔"

"تم اس کے خیالات پر دھو۔"

"سوری۔ میں پیپا کی ہدایات پر عمل کر رہی ہوں جب کہ خیمہ اور پیچیدہ مسئلہ ہو گا تب ہی خیال خوانی کروں گی۔ وہ کون سی گئی ہے تو کیا ہوا؟ میری کار میں چلو تم اسے ہوئی میں بکواس کر رہے ہو۔"

"تم اتنی تیزی سے چلے ہوئے کار کے پاس آئے تو چابی قاب نہ رہی۔"

"میں چابی میں پھر کچھ کچھ تھی۔ چوری کرنے والے کارا کر لے جاتے ہیں صرف چابی نہیں لے جاتے۔"

پارس نے کہا۔ "وہی پریمالے گئی ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہم اس کے تعاقب میں آئیں۔"

"یہ پریمالے کچھ بڑا راز رہی جتنی جا رہی ہے۔"

"اب تو اس کے خیالات پر دھو۔ یہ کوئی پیچیدہ کیس ہے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پچھلی داپیں آگئی۔ شی آرا نے سانس روک لی۔ بارا نے دھمکائی کوشش کی۔ شی آرا نے کہا۔ "پہلے! کوڈورڈ؟"

بارا نے پوچھا۔ "پریمالے! کوڈورڈ کیا پوچھ رہی ہو؟"

اچانک ہی پارس پھر ڈر کر کیوں چلی گئی ہو؟

اس نے سانس روک لی بارا نے پارس سے کہا۔ "چاہا واقعی بڑا سراہ ہے۔ مجھ سے کوڈورڈ پوچھ رہی تھی اور کیا پتہ کر کے کہ یہ پریمالے کا قہر میں نہیں ٹھنڈا کر رہا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں نے چند سیکنڈ میں یہ معلوم کیا ہے کہ وہ ایک ہونڈ ہے اور امریکا کے مجسمہ آزادی کے سامنے سے گزر رہی ہے۔"

پارس سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ "میرا اصل لبو وہ لاشائی کے دماغ میں قہقہے ہے۔ شی آرا میرے پاس آتا ہے کہ وہ ذی کے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ اسی طرح پریمالے اس عورت کے لیے میں ہماری سامنے بولتی رہی جو نیوکارک میں ہے اسی طرح اس نیوکارک والی کے اندر پہنچتی تھیں۔"

"یعنی جو پریمالے ہمارے سامنے تھی۔ میں اس کے اصل لبو لے کر گرفت میں لے بغیر کبھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گی۔"

"یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ اس نے ہمیں دھانے میں خیال خوانی کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسے انڈیشا تھا کہ تم اس کے دماغ میں آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ جاؤ گی اگر وہ درجہ چلی جائے گی تو اس سے آنکھیں چار نہیں کر سکو گی اور اس کے جعلی لبو کے محتاج رہو گی یا پھر اس کار کے ذریعے ہم قاتل کریں گے اس لیے وہ اس کی چابی لے گئی ہے۔"

"پارس! وہ کوئی بڑا سراہ عورت تھی۔ تم حسن پرستی میں گم رہے۔ تم نے اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی؟"

"مجھے حسن پرستی کا الزام نہ دو۔ اس کی اصلیت میں نہیں جان سکتا تھا۔ تم ٹیلی بیٹی کے ذریعے معلوم کر سکتی تھیں۔ ٹھیک ہے کہ تم پیپا کی ہدایات پر عمل کر رہی ہو مگر ایمان سے کو کیا اس کے اس طرح بھاگنے سے پہلے ہمیں اس پر کسی قسم کا شبہ ہوا تھا؟"

"میں یقینی ہوں وہ بڑی چالاک عورت تھی۔ ہم اس پر کسی طرح کا شبہ نہ کر سکتے تھے۔ وہ کون سی؟"

اس نے ایک ٹیلی فنی والے کو روکا پھر دونوں اس میں بیٹھ کر ہوئی کی طرف جانے لگے۔ بارا نے کہا۔ "میں ابھی کسی نیوکارک والی کے دماغ میں گئی تھی اس نے مجھ سے کوڈورڈ پوچھے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ پریمالے کا تعلق کسی بڑی اور بڑا سراہ شخص سے ہے۔ جس میں ٹیلی بیٹی جاننے والے ہیں۔ تب ہی وہ نیوکارک والی مجھے دماغ میں محسوس کر کے حیران نہیں ہوئی تھی۔ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں آتے رہے ہوں گے۔"

وہ ہوئی میں آئے چلا پھر ایک چھوٹی سی بیٹی لے کر پندرہ منٹ پہلے گئی ہے۔ بارا نے رشتہ اسے کار والوں کو بتایا کہ کار کی چابی کس کی ہو گئی ہے۔ وہ چوہری کی دکان کے سامنے سے کار نکالیں پھر وہ ساری کار لے کر شی آرا یا پریمالے کی تلاش میں نکل پڑے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ انڈیورٹ یا ریلوے اسٹیشن گئی ہو گی۔ پارس کا ڈورڈ یہ کہ رات کے تین بجے وہ ناکام ہو کر ہوئی میں آئے وہاں پوچھا۔ "پریمالے! لڑکی جو ہوئی سے کار لے کر گئی تھی وہاں آئی ہے یا نہیں؟"

پارس نے کہا۔ "ابھی تک وہاں نہیں آئی ہے۔ بارا نے کہا۔ "وہ اصل لبو وہ لاشائی کے دماغ میں قہقہے ہے۔ شی آرا میرے پاس آتا ہے کہ وہ ذی کے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ اسی طرح پریمالے اس عورت کے لیے میں ہماری سامنے بولتی رہی جو نیوکارک میں ہے اسی طرح اس نیوکارک والی کے اندر پہنچتی تھیں۔"

پارس نے کہا۔ "وہ بڑی چالاک عورت تھی۔ ہم اس پر کسی طرح کا شبہ نہ کر سکتے تھے۔ وہ کون سی؟"

اس نے ایک ٹیلی فنی والے کو روکا پھر دونوں اس میں بیٹھ کر ہوئی کی طرف جانے لگے۔ بارا نے کہا۔ "میں ابھی کسی نیوکارک والی کے دماغ میں گئی تھی اس نے مجھ سے کوڈورڈ پوچھے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ پریمالے کا تعلق کسی بڑی اور بڑا سراہ شخص سے ہے۔ جس میں ٹیلی بیٹی جاننے والے ہیں۔ تب ہی وہ نیوکارک والی مجھے دماغ میں محسوس کر کے حیران نہیں ہوئی تھی۔ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں آتے رہے ہوں گے۔"

وہ ہوئی میں آئے چلا پھر ایک چھوٹی سی بیٹی لے کر پندرہ منٹ پہلے گئی ہے۔ بارا نے رشتہ اسے کار والوں کو بتایا کہ کار کی چابی کس کی ہو گئی ہے۔ وہ چوہری کی دکان کے سامنے سے کار نکالیں پھر وہ ساری کار لے کر شی آرا یا پریمالے کی تلاش میں نکل پڑے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ انڈیورٹ یا ریلوے اسٹیشن گئی ہو گی۔ پارس کا ڈورڈ یہ کہ رات کے تین بجے وہ ناکام ہو کر ہوئی میں آئے وہاں پوچھا۔ "پریمالے! لڑکی جو ہوئی سے کار لے کر گئی تھی وہاں آئی ہے یا نہیں؟"

پارس نے کہا۔ "ابھی تک وہاں نہیں آئی ہے۔ بارا نے کہا۔ "وہ اصل لبو وہ لاشائی کے دماغ میں قہقہے ہے۔ شی آرا میرے پاس آتا ہے کہ وہ ذی کے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ اسی طرح پریمالے اس عورت کے لیے میں ہماری سامنے بولتی رہی جو نیوکارک میں ہے اسی طرح اس نیوکارک والی کے اندر پہنچتی تھیں۔"

پارس نے کہا۔ "وہ بڑی چالاک عورت تھی۔ ہم اس پر کسی طرح کا شبہ نہ کر سکتے تھے۔ وہ کون سی؟"

اس نے ایک ٹیلی فنی والے کو روکا پھر دونوں اس میں بیٹھ کر ہوئی کی طرف جانے لگے۔ بارا نے کہا۔ "میں ابھی کسی نیوکارک والی کے دماغ میں گئی تھی اس نے مجھ سے کوڈورڈ پوچھے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ پریمالے کا تعلق کسی بڑی اور بڑا سراہ شخص سے ہے۔ جس میں ٹیلی بیٹی جاننے والے ہیں۔ تب ہی وہ نیوکارک والی مجھے دماغ میں محسوس کر کے حیران نہیں ہوئی تھی۔ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں آتے رہے ہوں گے۔"

وہ ہوئی میں آئے چلا پھر ایک چھوٹی سی بیٹی لے کر پندرہ منٹ پہلے گئی ہے۔ بارا نے رشتہ اسے کار والوں کو بتایا کہ کار کی چابی کس کی ہو گئی ہے۔ وہ چوہری کی دکان کے سامنے سے کار نکالیں پھر وہ ساری کار لے کر شی آرا یا پریمالے کی تلاش میں نکل پڑے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ انڈیورٹ یا ریلوے اسٹیشن گئی ہو گی۔ پارس کا ڈورڈ یہ کہ رات کے تین بجے وہ ناکام ہو کر ہوئی میں آئے وہاں پوچھا۔ "پریمالے! لڑکی جو ہوئی سے کار لے کر گئی تھی وہاں آئی ہے یا نہیں؟"

پارس نے کہا۔ "ابھی تک وہاں نہیں آئی ہے۔ بارا نے کہا۔ "وہ اصل لبو وہ لاشائی کے دماغ میں قہقہے ہے۔ شی آرا میرے پاس آتا ہے کہ وہ ذی کے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ اسی طرح پریمالے اس عورت کے لیے میں ہماری سامنے بولتی رہی جو نیوکارک میں ہے اسی طرح اس نیوکارک والی کے اندر پہنچتی تھیں۔"

پارس نے کہا۔ "وہ بڑی چالاک عورت تھی۔ ہم اس پر کسی طرح کا شبہ نہ کر سکتے تھے۔ وہ کون سی؟"

اس نے ایک ٹیلی فنی والے کو روکا پھر دونوں اس میں بیٹھ کر ہوئی کی طرف جانے لگے۔ بارا نے کہا۔ "میں ابھی کسی نیوکارک والی کے دماغ میں گئی تھی اس نے مجھ سے کوڈورڈ پوچھے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ پریمالے کا تعلق کسی بڑی اور بڑا سراہ شخص سے ہے۔ جس میں ٹیلی بیٹی جاننے والے ہیں۔ تب ہی وہ نیوکارک والی مجھے دماغ میں محسوس کر کے حیران نہیں ہوئی تھی۔ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں آتے رہے ہوں گے۔"

ہوں گے۔"

"میں بات کچھ کہہ رہا ہوں، تم تو ایک سو کن کی طرح اس سے جمل رہی ہو۔"

"میں اور اس کی سو کن؟ یعنی تم مجھے اپنی کچھ سمجھ رہے ہو۔ بڑی خوش فہمی ہے تمہیں۔"

"تم ایک نفسیاتی مریض ہو۔ لڑکی بن چکی ہو اور لڑکی کھلانے سے انکار کرتی ہو۔"

"کیا تم باہر نفسیات ہو؟ فضول باتیں کرو گے تو یہ گھدا ان اٹھا کر سر توڑ دوں گی۔ کام کی بات کرو۔ ابھی تم کیا کہہ رہے تھے؟"

"پریمالے! کچھ باتیں ایسی ہیں جن سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے شی آرا چھپی ہوئی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ وہ ہندوستانی ہے پھر کہہ رہی تھی کہ کل تک صومالیہ کے شہر بیضا بنے جانے کی۔"

بارا نے کہا۔ "پھر تو اسی وقت ہمیں اس پر شبہ کرنا چاہئے تھا۔"

"کیسے کرنا؟ وہ کہہ رہی تھی کہ اس کی ایک بہن ہے، وہ صومالیہ کے فائدہ اور پارس لوگوں کے لیے اناج اور دوا نہیں لے کر بیضا بنے جانے کی۔ پریمالے! شرمیں بہن کا ہاتھ بٹانے جانے کی۔ ایسی صورت میں اس پر کیسے شبہ کرنا۔"

"اگر اس کے حسن و شباب سے محروم نہ ہوتے تو یہ سوچتے کہ پریمالے ہندوستان آئی ہے۔ وہ شی آرا ہو سکتی ہے اور صومالیہ میں اس کی کوئی بہن نہیں بلکہ اس کی ساتھی مرنا جا رہی ہے۔ شی آرا بھی وہاں پہنچے۔ الی ہے۔ ان دونوں چیلن کو ان فارمولوں کی ہوا لگ گئی ہے۔"

"کیسے ہوا لگ جائے گی؟ وہ فارمولے کہاں ہیں؟ یہ صرف ہم جانتے ہیں۔"

"فرمیں! کو بھی اپنے بہت سے رازوں کے متعلق ایسی ہی خوش فہمی رہتی ہے لیکن پیپا ان کے گہرے رازوں کو پالیتے ہیں۔ ہمیں خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہئے۔"

"درست کہتی ہو۔ چلو ہم فرض کر لیتے ہیں کہ انہیں اس جنگلی قبیلے اور اس میں فٹ اونچے بت کے متعلق معلوم ہو چکا ہے، جس کے اندر پاشانے وہ فارمولے چھپائے ہیں اور اب مرنا انہیں حاصل کرنے جا رہی ہے۔ شی آرا بھی پریمالے پریمالے ہندوستان سے میاں آئی ہے اگر ایسا ہے تو یہ پریمالے شی آرا کل تک صومالیہ کے شہر بیضا بنے جانے کی۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ وہ شی آرا ہے تو اسی شرمیں ہے۔ اپنا چوڑا اپنا انداز بدل کر کسی فلائٹ سے صومالیہ جانے کی۔ وہاں ہم اسے پہچان نہیں سکیں گے۔"

"میں نہیں پہچان سکیں گے؟"

"مگر تو یہی ہوں کہ وہ اپنا چوڑا اپنا اشکال بدل لے گی۔"

"تم نہیں جانتی ہو، ایک بار کوئی میری تمنا میں آ جائے تو

اس کے بدن کی مخصوص منک مجھے یاد رہ جاتی ہے۔ وہ لاکھ ہر دوں میں چھپ کر ایک بار بھی میرے قریب سے گزرے گی تو میں اسے پہچان لوں گا۔

”پھر تو کمال کو گئے۔ تمہارے اندر تمام بد مصاشوں والی صلاحیتیں ہیں۔ وہ کیا بے شرمی ہے، کسی کے ساتھ مخزن کلا کرنے کے بعد اس کی منک کو سانسوں میں بٹا لیتے ہو۔“

وہ بولا۔ ”میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مخزن کلا کر ضروری ہے۔ ہم تم ایک ہفتے سے ایک دوسرے کے ساتھ دن رات رہتے آ رہے ہیں ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے اس کے باوجود میں لاکھوں کی بجائے میں انھیں بند کر کے تمہاری منک سے ہمیں پہچان لوں گا۔“

”اوندہ گمزی دیکھو چار بج چکے ہیں۔ میں سونے جا رہی ہوں۔ کل شام کو صوبالے جانے کے لیے پاشا خصوصاً حیارے سے آنے والا ہٹا وہ کمرے سے چلی گئی۔ پارس سو پٹے لگا۔ کیا وہ شئی تارا تھی؟“

لیکن وہ کیسے ہو سکتی ہے؟ اس ناگن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے بل سے باہر نہیں آتی ہے جہاں رہتی ہے وہیں سے خیال خواتی کے ذریعے جنگ لڑتی ہے۔

پھر جناب علی اسد اللہ حمزوی کی پیش گوئی تھی کہ شئی تارا ابھی سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی، کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا اور اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔

وہ ایسے بزرگ تھے کہ ان کی پیش گوئی کو کسی قیمت پر نہ بھٹایا نہیں جاسکتا تھا۔ اس حوالے سے پارس یہ مانتے کو تیار نہیں تھا کہ شئی تارا آئی تھی اور اس کی سانسوں میں سچ بس کر واپس چلی گئی ہے البتہ جو پتہ آئی تھی، اس کا چہرہ دیکھ چکا تھا اور اس کی آواز بھی سن چکا تھا۔

تب یاد آ گیا کہ نہیں، پریمہا پرانی آواز اور لہجے میں بو بھتی رہی تھی۔ اسی لیے بار بار کسی دوسری عورت کے داغ میں پہنچ گئی تھی۔ یوں سمجھ میں آ رہا تھا کہ پریمہا کے پیچھے چھپی ہوئی شئی تارا نے اپنی آواز اور لہجے کو چھپایا تھا اور پیش گوئی کو درست ثابت کیا تھا۔

ابھی تک کوئی اور تو کیا؟ اس کے ساتھ ختمائی میں وقت گزارنے والے پارس نے بھی اس کی آواز اور لہجے کو نہیں سنا تھا۔

دوسری پیش گوئی تھی کہ کوئی شئی تارا کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔ اب جو پریمہا پارس کی زندگی میں آئی تھی وہی اس کی اصلی شکل تھی یا وہ شکل تبدیل کر کے آئی تھی۔ حقیقت جو بھی ہو۔ حالات یہی سمجھا رہے تھے کہ شئی تارا اس کے بازوؤں میں آنے کے باوجود روپوش رہی اور پیش گوئی کے مطابق سات برس تک روپوش رہے گی۔

جو سامنے آنے کے باوجود کسی پتلوسے بھی نہ پہچانا جائے، وہ

روپوش کلاتا ہے۔ پارس نے ایک لمبی سانس لے کر چھوڑ دئے ہوئے سوچا، تقدیر کے تماشے فوراً ہی سمجھ میں نہیں آتے تھے تاہم وہ کون تھی؟ رفتہ رفتہ حقیقت ضرور بے نقاب ہوگی۔

اگر شئی تارا میری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے پارس پر بار بار کوٹھڑی پر تک چو لری کی دکان کے سامنے رکھے پتھر مار دیا تھا۔ اتنی دیر میں وہ ہوش سے اپنا اپنی لے کر اسی کاٹھن میں گئی۔ بہت دور جانے کے بعد اس نے وہ کار چھوڑ دی۔ ایک بار وہ نائٹ کلب سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے بوڑھے کو نوپ کیا کیا اس کے خیالات نے بتایا کہ ساتھ برس کی عمر میں بھی عیاش ہے۔ اس نے اتنی رات کو نائٹ کلب سے نکل رہا تھا۔ وہ اس کی کار میں بیٹھ کر بولی۔ ”مجھے کہاں لے جاؤ گے؟“

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”تمہاری چھین کو ساری دغا کی بر کرانے لے جا سکتا ہوں۔ بولو کہاں چلو گی؟“

”نی اٹال اپنے کمرے چلو۔“

وہ ایک شاندار ننگے میں پہنچ گئی۔ پہلے ہی اس کے خیالات بڑھ کر معلوم کر چکی تھی کہ وہ بڑھا اپنے عزیزوں سے دور ایک ننگے میں تھا رہتا ہے اس وقت ایک بے انتہا حسین لڑکی کو اپنے اوپر عاشق ہوتے دیکھ کر ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ وہ اسے اپنی خواہش میں لے آیا۔ اس کے اندر خواہشات کا طوفان اٹھ رہا تھا لیکن وہاں پہنچے ہی طوفان اٹھانے والی نے اسے بستر پر لٹا دیا پھر خیال خواتی کے ذریعے اسے تھک کر سلا دیا۔

اس کی اپنی میں خاصے میرے جواہرات تھے وہ ایسے زیورات کی دیوانی تھی جس ملک میں جاتی تھی وہاں کے بہت جواہرات خریدتی رہتی تھی۔ اس کی اپنی میں دو سرائی سالان میک آپ کا ہوا کرتا تھا۔ جدید طرز کا ایسا ریڈیو میک آپ ہوا تھا کہ چندہ میں منٹ میں صورت ایک دم بدل جاتی تھی۔ وہ گے ذریعے یا دیگر طرز کے ذریعے بالوں کا اسٹائل اور رنگ بھی بدل بنا تھا۔

اس نے چہرہ بدلنے کے دوران مرنے سے رابطہ کیا۔ وہ شرمینا بیچتی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ”تم میں کیا کر رہی ہو؟“

جنگلی قیلے کی طرف کیوں نہیں نہیں؟“

وہ بولی۔ ”میں یہاں پہنچی تو شام ہو چکی تھی۔ میرا گائیڈ ہوانہ کہتا ہے کہ جنگل میں رات ہو جائے گی۔ جنگل میں اور نام کی شے نادرہ خطرات کا اندیشہ رہتا ہے۔“

”تم یہاں خطرات سے کھیلنے آئی ہو کسی اڑکنڈ لفظ ہوئی ش عیاشی کرنے کے لیے نہیں آئی ہو۔ ہمیں پتا نہیں ہے کہ کیا دھوکا؟“

”فرمانے اعلان کیا تھا کہ وہ اور اس کے بیٹے چھین تھیں۔“

تک ادارے سے باہر نہیں جائیں گے۔ یہ باپ بیٹے کے فراڈ ہیں۔

میں نے پارس کے داغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ بھی ادارے میں تھا اور یہ بھی ایک فراڈ تھا۔ میں جس کے داغ میں گئی تھی وہ پارس نہیں اس کی ڈی تھا۔“

”وہ گارڈ یا تو پراسل پارس کہاں ہے؟“

”وہ میرے اعصاب پر سوار ہے۔ یہاں قہر میں ہے۔“

وہ پارس سے سامنا ہونے اور اس سے پیچھا چڑانے کی پوری روداد اسے سنائے گئی۔ مرنے سے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ ”یہ تو بہت برا ہوا۔ اب تو وہ تمہارے پیچھے چڑا رہے گا۔“

”ایک بار میں پھنس گئی۔ بار بار ایسا نہیں ہو گا۔ میں میک آپ کے ذریعے خود کو بدل چکی ہوں۔“

”شئی تارا تم بھول رہی ہو، میں تمہیں بتا چکی ہوں وہ جس کے ساتھ کچھ وقت گزار لیتا ہے اس کے بدن کی مخصوص منک سے آشنا ہو جاتا ہے۔ تم خواہ اپنے چہرے کی پلانک سرجری کرالو وہ پھر بھی تمہاری منک سے ہمیں پہچان لے گا۔“

”اوہ گاڈ! یہ تو واقعی میرے حق میں برا ہوا ہے۔ میں جہاں جاؤں گی وہاں یہ اندیشہ رہے گا کہ وہ میرے قریب سے گزرتے ہوئے میری بو لے گا۔ میں اس کے خوف سے باہر نہیں نکل سکوں گی۔ اپنی خیر باتیں گاہ میں قید ہو کر رہتا رہے گا۔“

”اس کی کینہیں کر رہے سے بہتر ہے کہ اپنی باتیں گاہ کی چار دیواری میں قید رہو۔ کیا تم نے اس سے پیچھا چڑانے کے بعد رابطہ کیا تھا؟“

”مجھ سوچ رہی تھی کہ اپنا طیلہ بدلنے کے بعد اس کے داغ میں جاؤں گی اور تقدیر کیوں کی کہ وہ ادارے میں ہے یا قہر میں مجھے ڈھونڈنا پھر رہا ہے۔“

”اگر تم اس سے بہت دور نکل گئی ہو تو تقدیر کو جانتی ہو اگر وہ قہر سے بیخواب آئے گا تو کیا ہو گا؟“

لوگوں کو ڈھونڈنا پڑے اور اگر سامنا ہو تو پہچان نہ پائے۔“

”تم پھر بھول رہی ہو میں لاکھ میک آپ میں رہوں، مجھے بھی میرے بدن کی منک سے پہچان لے گا۔“

”کیا مصیبت ہے۔ وہ ہماری بو پہچاننے والا انسان نہیں شیطان ہے۔ میری بدایات سنو اور ان پر فوراً عمل کرو۔ کل گیارہ بجے سے پہلے کوئی ظافٹ صوبالہ نہیں جائے گی۔ پارس کل دوسرا شام سے پہلے بیخواب نہیں پینے گا۔ تم ابھی رات کو سڑ کرنے کے انتظامات کرو اور جتنی جلدی ہو سکے اس جنگلی قبیلے کی طرف چل پڑو۔ اگر تم نے زہریلا دیر کی تو پھر وہ فارمولے ہمیں کبھی نہیں ملیں گے۔“

”ٹھیک ہے، میں ابھی دو گائی کی تیار کرتی ہوں اگر تم پارس کو ادھر آنے سے روک سکتی ہو تو یہ کویش ضرور کرو۔“

”مجھے ہے جو بن پڑا وہ کوئی کی۔ توڑی دیر بعد پھر آؤں گی۔“

”تم نے زہر کا جام پلایا۔ یوں تسلیم کرتے ہو کہ پارس ہو؟“

وہ مرنے سے رابطہ ختم کر کے سوچنے لگی۔ ”کاش صوبالہ میں میرے مقابلے پر فراہ آتا یا علی تیور آتا۔ ان دونوں سے وہ خطرہ نہیں ہے۔ پارس سے ہو رہا ہے۔ کم بخت جنگل کی مکمل فضا میں آسانی سے مرنے کی بو لے گا۔ میں تو اب صوبالہ کا رخ نہیں کروں گی۔“

اس نے اپنا چہرہ اور بالوں کا اسٹائل بدلنے کے بعد آئینہ دیکھا۔ اب اسے پیدا کسے والے بال باپ بھی نہیں پہچان سکتے تھے مگر؟ آؤ پارس۔

اس نے خیال خواتی کی پرواز کی۔ پھر اس کے داغ میں پہنچ گئی۔ وہ سو رہا تھا۔ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ باکوازی سے بولا۔ ”کون ہے؟“

”میں ہوں تمہاری شئی تارا۔“

وہ گھڑی دیکھ کر بولا۔ ”خدا کی پناہ۔ رات کے تین بجے کیوں یاد کر رہی ہو؟“

”مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔“

”مجھے کوئی لوری یاد نہیں ہے۔ میں ہمیں کیسے سلا سکتا ہوں۔“

”میں تمہارے پاس آؤں گی تو تمہاری آغوش میں نیند آجائے گی۔“

”تم آغوش میں آؤ گی تو میری نیند اڑ جائے گی۔ باقی دی وے، ہمیں پتا چکا ہوں یہ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ یہاں تم قدم نہیں رکھ سکو گی۔“

”اگر تم بابا صاحب کے ادارے میں ہو تو پارس نہیں ہو، اس کی ڈی ہو۔“

”یہ تمہاری کچھ پر ہے کچھ بھی کچھ لو۔ مجھ پر نیند کا غلبہ ہے۔ پلیر سوئے دو۔“

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی۔ یہ تو بالکل پارس ہے پھر یہ قہر میں کون ہے؟

اس نے بریم کار کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کیا پھر خیال خواتی کی پرواز کی بریم کار کی صوبالہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ ”کون ہے؟“

”میں ہوں تمہاری شئی تارا۔“

”یہ شئی تارا کیا چیز ہے؟“

”اگر تم یہ نام نہیں جانتے ہو تو میں پریمہا ہوں۔“

وہ چمک کر بولا۔ ”پریمہا! اچھا تم ہو۔“

تجب ہے۔ ٹیلیفون کے بغیر بول رہی ہو۔ میرا بھی یہ کمال ہے کہ میں ٹیلیفون کے بغیر سن رہا ہوں۔ جب سے تم نے آکر میری میں آکر مجھے روشن جلے دکھائے ہیں اور جب سے میں نے تمہیں زہر کا جام پلایا ہے تب سے ہم دونوں بالکل ہو گئے ہیں۔“

”تم نے زہر کا جام پلایا۔ یوں تسلیم کرتے ہو کہ پارس ہو؟“

”یہ پارس کون ہے؟ کیا اتنی بڑی دنیا میں وہ ایک زہریلا ہے۔ تم نے میرا کھانا اور گن اس کے گاری ہو۔ میرے زہر کو اس کے نام کر دی ہو۔“

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے پارس کے لیے کو گرفت میں لیا تو ادارے میں پہنچی اور پریم کمار کے لیے کو گرفت میں لے کر قہرہ میں دی۔ پارس کو اس کے زہریلے پن سے بچان سکتی تھی۔ صرف پارس ہی زہریلا نہیں ہے۔ پریم کمار بھی زہریلا ہے۔ جیسا کہ مرثیہ کا موجودہ نیم میں صغورہ بھی زہریل تھی۔ ایسی مثالوں سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ پارس نہیں ہے۔ زہریلا پریم کمار ہے۔

وہ بولی۔ ”تمہاری بات دل کو نگ رہی ہے۔ شاید اس لیے کہ تم نے مجھے جیت لیا ہے۔ میرا دل بھر تم سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔“

”تو پھر چلی آؤ۔ میں اسی ہوٹل میں ہوں۔“

”میں مجبور ہوں۔ اس ملک سے نکل چکی ہوں۔ ہندوستان جا رہی ہوں۔ میں تمہاری محبت کو آزانا چاہتی ہوں۔ مجھے چاہے ہو تو کل صبح کی فلائٹ سے چلے آؤ۔“

”صاف گولی سے کام لو۔ تم محبت کو نہیں آزنا رہی ہو بلکہ یہ مظلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں واقعی پریم کمار ہندوستانی ہوں تو تمہارے پیچھے ہندوستان ضرور آؤں گا۔“

”چلو کسی۔ میں پوری طرح یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم میرے دشمن پارس نہیں ہو۔“

شی نارا کی چالاکی سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ پارس وہ فارمولے حاصل کرنے صوبالہ نہ جائے اگر جائے گا اور اس کے پیچھے ہندوستان نہیں آئے گا تو پھر وہ پریم کمار نہیں سو فیصد پارس ہی ہو گا۔

وہ بولا۔ ”میں تم سے کمر چکا ہوں کہ یہاں پہلوانوں سے کشٹیاں لڑنے آیا ہوں۔ تم نے اچانک میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اب کتنی ہو کہ ہندوستان جا رہی ہو جو کسی وجہ کے بغیر ساتھ چھوڑ دے اور دور جا کر اپنے پیچھے آنے کو کہے وہ مجھ سے ہوتی ہے نہ محبت کرنا جانتی ہے۔ اگر میرے پریم کمار ہونے کا یقین کرنا چاہتی ہو تو قہرہ واپس آؤ اور مجھے یہاں کشٹیاں لڑتے ہوئے دیکھتی رہو۔“

”میری کچھ بھولیاں ہیں۔ میں قہرہ واپس نہیں آؤں گی۔“

”جس آنا چاہتے ہیں۔ تمہاری وہ دوبہرا آنکھیں ایک جگہ چپا کر رکھی ہیں۔ کیا وہ انتانت واپس لینے نہیں آؤں گی؟ وہ آنکھیں تمہارے لیے خوش تھی ہیں خوش تھی لائیں گی۔ میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی جو خوش تھی کو ٹھکرا کر بد تھی کی طرف جائے۔“

”بے شک وہ دونوں میرے میرے لیے بہت زیادہ اہم ہیں لیکن میری جو خوش دہائی کتنی ہے کہ وہ میرے مجھے قہرہ میں حاصل نہیں ہوں گے اس لیے تم سے اتنا کر رہی ہوں کہ قہرہ چھوڑ دو

میرے پاس چلے آؤ۔ یوں تو آ رہے ہو؟“

”سوری۔ بیا ساکون میں کے پاس آتا ہے۔ تم آ سکتی ہو؟ جاؤ مجھے خیر آ رہی ہے۔“

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ بات نہیں بن رہی تھی۔ وہ تصانیات واضح تھے۔ ایک خوش تھی لانے والے دو میرے ہاتھ آتے آتے نہ ملے تھے اور اب ان کی دواہی کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ دوسرے پارس کے ہونے نہ ہونے کی تصدیق نہیں ہو رہی تھی اگر وہی ہوتا تو دوسرے دن صوبالہ پہنچ جاتا تو وہ فارمولوں سے بھی محروم ہو جاتا۔ اس نے سوچا بہتر ہوتا وہ میرے آقا لاٹانی کے پاس رہے اس یونے سے کوئی چیز چھین لینا نہایت آسان ہوتا۔ پارس تو قہرہ چنا تھا۔ اسے چاہنے کے خیال سے ہی دانت ٹوٹنے سے گتے تھے

یہ تدبیر سوچ کر یوں لاٹانی سے کام لیا جائے اگر وہ پارس کے پیچھے پڑ جائے گا تو اس سے میرے بھی یقین کے گا اور اسے صوبالہ جانے سے بھی روک سکے گا۔ دیے بھی وہاں پارس سے نینے کے لیے شی نارا کو بحسن آلا کاروں کی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت پوری کرنے کے لیے وہ لاٹانی کے پاس پہنچ گئی۔

بلک آدم اپنی جتنی بھول چکا تھا۔ الپانے اسے چنا ہانڈر کے ظاہر شامی بنا دیا تھا۔ ظاہر شامی بابا صاحب کے ادارے کا پاس تھا۔ وہ اسرائیل جاسوسی کرنے آیا تھا۔ الپانے اس کے داغ میں کھس کر اس کے متعلق تمام حالات معلوم کیے تھے۔ ان معلومات کو بلک آدم کے داغ میں بند کیا تھا۔

جو جو اکثر خیال خوانی کے ذریعے ظاہر شامی سے رابطہ کرتا تھی۔ وہ ظاہر شامی کے لیے کو گرفت میں لے کر بلک آدم کے داغ میں پہنچی تو اسے شب نہیں ہوا۔ وہ بھی سمجھتی رہی کہ ظاہر شامی بائیں کر رہی ہے۔ ظاہر شامی (بلک آدم) نے بتایا کہ اسرائیل میں ایک جاسوسی کی حیثیت سے اس کا تعیند ملنے والا ہے اس لیے واپس آ رہا ہے۔ جو جو نے حالات کے پیش نظر تائید کی اور کہا۔ ”آجائو۔“

بلک آدم اسرائیل سے پرواز کر کے جیس آکر یہاں پہنچا۔ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا۔ ادارے کے آہنی گتے کے پاس پہنچنے تک بڑی سخت چینگ ہوئی رہی اس کے شامی کاغذات دیکھے گئے۔ اشتی ایک آپ کمرے سے اس کی تصویریں اناری گئیں۔ اسے انکمرے مشین کے سامنے سے گزرا کیا۔ وہ پولو سے ہر زاوے سے اور ہر انداز سے ظاہر شامی چاہتے ہوئے جو جو نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”چھا ہوا تم فوراً ہی ایب سے چلے آئے۔ دیر کرتے تو یقیناً گرفتار کر لے جاتے۔“

”میں خوش نصیب ہوں۔ ایسے وقت آیا ہوں جب ہلام ایک نہیں دو خیشاں مل رہی ہیں اور یہ ایسا مبارک موقع ہے کہ

میں فراہ صاحب کو پارس صاحب کو اور علی تیمور صاحب کو پہلی بار قریب سے دیکھ سکوں گا۔“

”جو جو نے کہا۔“ ضرور دیکھو گے۔ جہیں یہاں نہ کر دی پاس دلی آنکھوں سے ہر ایک کو دیکھتا ہے اگر چہ بڑا سخت پیرا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ کوئی دشمن اس ادارے کے اندر قدم نہیں رکھ سکے گا تاہم جیٹا اور چکس رہنا چاہئے۔“

اسے رہائش کے لیے جو جو کے کوارٹر کے سامنے ایک چھوٹا سا کوارٹر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے اس کوارٹر کے ایک کمرے میں آکر بیٹھ گیا۔ الپانے اس کے اندر موجود تھی۔ اس سے بولی۔ ”کیا تم کمرے میں نہ کر جو کے کوارٹر پر نظر رکھ سکتے ہو؟“

وہ اٹھ کر ایک کھڑکی کے پاس گیا۔ اسے کھولنے سے سامنے جو جو کی رہائش گاہ نظر آنے لگی۔ اس نے کھڑکی پر پردہ کھینچ کر کہا۔ ”ہاں میں اس پردے کے پیچھے سے نظر رکھوں گا لیکن اس کی رہائش گاہ سے نہیں کیا حاصل ہو گا۔“

”بہت کچھ حاصل ہو گا۔ یہ کیوں بھول رہے ہو کہ پارس اس ادارے میں موجود ہے اور جو جو اس کی بیوی ہے۔ وہ کسی بھی وقت اپنی بیوی سے ملنے اور اس کے کوارٹر میں وقت گزارنے آئے گا۔ دو شاربیک وقت تمہارے ہاتھوں کی پہنچ میں ہوں گے۔“

”تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ وہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ واقعی ایک ہی وقت میں دونوں کو روپ کیا جا سکتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں دونوں پر نظر رکھوں گا۔“

اس نے پھر ایک بار کھڑکی کے باہر دیکھا۔ سامنے کوارٹر کا دروازہ منقطع تھا۔ جو جو کیس مصروف ہو گئی۔ اس کے ساتھ پارس کو روپ کرنے کے لیے صرف بیٹھنے کا وقت دیا گیا تھا۔ یہ وقت گزر جاتا تو پارس اس ادارے سے چلا جاتا۔ پارس، علی تیمور سلطان سلطانہ اور لیلیٰ میں سے کسی کو اغوا کر کے لے جانا بہت بڑا کارنامہ ہوتا لہذا وہ جو جو کے علاوہ پارس پر بھی ہاتھ ڈالنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ کمرے سے نکل کر کوارٹر کے برآمدے میں آیا۔ وہاں فٹنے کے بہانے دور تک ماحول کا جائزہ لگنے لگا۔ اس پاس کچھ فاصلوں پر کی کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ یقیناً ادارے کے اہم افراد ان کوارٹرز میں رہتے ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا اندازہ درست نکلا۔ بائیں طرف ایک کوارٹر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جو شخص برآمدے میں آیا اسے دیکھ کر بلک آدم چونک گیا اس نے فل ایب میں کولٹن ہینز کے ریکارڈ میں اس کی تصویریں دیکھی تھیں۔ وہ برآمدے میں نظر آنے والا ہے مورگن تھا۔ نیے خانی اغوا کر کے لائی تھی۔

مورگن نے اسے دیکھ کر کہا۔ ”ہیلو! میں پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم ہو؟“

”تمہارے لیے نیا ہوں۔ ورنہ میڈم جو جو کا پرانا قمار راخت

ہوں۔ بندے کو ظاہر شامی کہتے ہیں۔“

دونوں اپنے اپنے برآمدے سے اتر کر ایک دوسرے کے قریب آئے پھر مصافحہ کیا۔ ”میرا نام مورگن ہے، بے مورگن۔ میں میڈم سونیا خانی کا وقار راخت ہوں۔ ابھی میڈم کے سامنے حاضر ہونے جا رہا ہوں۔ شاید صبح تک میری کیس ڈیوٹی رہے گی۔ کل ہماری ملاقات ہو گی۔“

وہ چلا گیا۔ الپا پھر بلک آدم کے اندر آ گئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر مظلوم ہو کر ابھی بے مورگن وہاں سے کیا ہے۔ بولی۔ ”بے مورگن ہمارا بہت سی کام کا بندہ تھا۔ سونیا خانی اسے پکڑ کر یہاں لے آئی ہے۔ یقیناً اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ اسی لیے یہاں آزادی سے گھوم رہا ہے۔“

”بائی گاڈ! اگر میں اسے اپنے وطن واپس لے جاؤں تو یہ میرا ایک بڑا کارنامہ ہو گا۔“

”میرے موصی کا انتظار کرتے رہو اور خود احتیادی سے منصوبوں پر عمل کرتے رہو۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں توقعات سے زیادہ کامیابی ہو گی۔“

”ایک تو مشکل یہ ہے کہ قدم قدم پر پابندیاں ہیں۔ یہی دیکھ لو کہ میں یہاں سے ادارے کے کسی حصے میں نہیں جا سکتا جب تک جو جو نہیں چاہے گی اور مجھے کسی جگہ نہیں بلائے گی۔ میں یہاں سے کیس نہیں جا سکتا۔“

اسی وقت جو جو کیس سے آئی۔ اسے دیکھ کر بولی۔ ”یہاں کیا کر رہے ہو؟“

وہ بولا۔ ”میں اپنے برآمدے میں کھڑا ہوا تھا۔ سڑبے مورگن نے مجھے مخاطب کیا تو ادر چلا آیا۔ وہ ابھی مس خانی کے پاس گیا ہے۔“

”کیا تم بے مورگن کو شکل سے پہچانتے ہو؟“

”نہیں۔ آج میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ اسی نے اپنا نام بتایا تھا۔“

وہ اپنے کوارٹر کی طرف لیٹ کر بولی۔ ”میرے ساتھ آؤ۔ میں نے کھانا تیار کیا ہے۔ کھانے کے بعد ہمیں صبح تک جاگنا ہے۔ ماما کے کوارٹر کے قریب ہماری ڈیوٹی ہو گی۔“

وہ جو جو کے ساتھ اس کے کوارٹر میں آکر بولا۔ ”کیا تم خودی پکاتی ہو؟“

”ہاں ادارے سے بھی کھانا ملتا ہے لیکن میں مصروف رہنے کے لیے خود پکاتی کھاتی ہوں۔“

”میڈم! کیا ایک ذاتی سوال کر سکتا ہوں؟“

”ضرور یہاں بکن میں آ جاؤ۔ میں کھانا گرم کروں گی۔ تم بائیں کرتے رہو۔“

وہ اس کے ساتھ بکن میں آکر بولا۔ ”پارس صاحب بیٹھ ادارے سے دور رہتے ہیں کیا۔۔۔ آپ دونوں ازدواجی زندگی نہیں

گزارتے ہیں؟

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ”نہیں“ میں ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہی ایک بار اپنے پاس کے بچے کی ماں بننے والی تھی لیکن اس کے زہر نے میری کوکھ کو نقصان پہنچایا۔ ایک بڑے آپریشن سے گزرنے کے بعد مجھے یہ نئی زندگی ملی ہے۔“

”خدا آپ کو سلامتی اور خوشحالی دے لیکن شوہر کے لیے آپ کے جذبات ہوں گے کہ آپ ان کے ساتھ رہا کریں اور ان کی خدمت کریں۔“

”میں ایسے جذبات کے ساتھ رہوں گی تو پاس کے ساتھ ازدواجی و خفیہ ادا کرنا ہو گا جو میری زندگی کے لیے خطرناک ہے۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق مجھے اس کے زہر سے دور رہنا چاہئے۔ اس لیے میں روحانیت کی طرف مائل ہوں۔ تھراپی ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ جس پاس کو جان سے زیادہ چاہتی ہوں اس کے لیے نامرغ ہو چکی ہوں۔“

بلک آدم نے سوچا۔ ”یہ یہاں تھراپی ہے۔ پاس سے اس کی ملاقات نہیں ہوتی ہے۔ لہذا پاس اس کو راز میں نہیں آئے گا۔ مجھے اس کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔“

اس نے چور نظروں سے اپنے بائیں ہاتھ کے ناخنوں کو دیکھا۔ بہت عرصہ پہلے اس کے پیدائشی ناخن نکل دیئے گئے تھے اور نعلی ناخن اس طرح لگائے گئے تھے کہ وہ جب چاہتا انہیں ڈھکن کی طرح اٹھا کر ان کے نیچے کوئی نیچی سی چیز چھپا لیتا تھا۔ فی الوقت اس کے ناخنوں کے اندر وہ سونف پوشیدہ تھا جسے زبان پر رکھنے اور حلق سے اتارنے کے بعد اعصابی کمزوری مسلط ہو جاتی تھی۔

اس نے اچانک ہی جو جو کی تھوڑی کے نیچے ہاتھ لے جا کر اپنی فولادی انگلیوں سے اس کے جیزوں کو بکڑ لیا۔ گرتا اتنی سخت تھی کہ جو جو کے دیبے پھیل گئے۔ منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ وہ ایسا فولادی شیطان تھا کہ سر کو پکڑ کر ایک جھگڑے سے گردن توڑ دیتا تھا۔ بڑے بڑے شہ زور اس کی گرت سے نہیں نکل سکتے تھے تو پھر ایک عورت تھی۔ وہ غرا کر بولا۔ ”مڑ کھو۔“

اس کے ساتھ ہی اس نے ایک انگوٹھے سے ایک انگلی کا ڈھکن اٹھایا۔ وہ مڑ نہیں کھول رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”آخری وارننگ دیتا ہوں۔ منہ نہیں کھولو کی تو بڑے ٹوٹ جائیں گے۔“

تکلیف کی شدت سے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ جیزوں کی بنڈیاں ترخنے ی والی ہیں۔ اس نے منہ کھول دیکھ اس کے منہ میں انگلی ڈال کر ناخن کے نیچے چپے ہوئے پاؤڈر کو اس کے حلق تک پہنچانے لگا۔ جو جو اس کی انگلی کو داخوں سے کاٹنے لگی۔ دانت انگلی کے گوشت میں گڑھے گئے تھے۔ لوہے کا تھا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ ”کوئی بات نہیں“ میرے لوہے کے ساتھ اس سونف کو کھلنے میں آسانی رہے گی۔“

وہ ذرا سی دیر میں ہی ست پڑ گئی۔ وہاں سے اترتے ہی

کمزوری محسوس ہونے لگی تھی۔ اس کا منہ پھر کھل گیا۔ انگلی گڑے ہوئی دانت پھر الگ ہو گئے۔ وہ بلک آدم کے ہانڈوں پر گہری گہری سانس لینے لگی۔ اس نے اسے دونوں ہانڈوں میں لپیٹ لیا۔ بچن سے چٹا ہوا بوند دم میں کیا پھر اسے آرام سے لٹا دیا۔

اپا نے کہا۔ ”بچن کا چلو بچھا دو اور کسی نے ہمیں یہاں آتے نہیں دیکھا ہے تو وہاں اپنے کو راز میں جاؤ۔ میں اس پر نگر شروع کر رہی ہوں۔“

وہ جو جو کے کوارٹر سے باہر رات کے لیے آیا۔ دور ٹیکہ کی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے قدم پڑھاتا ہوا اپنے کوارٹر میں گیا۔ اپا ایک کھٹے کے اندر ہی آئی۔ اس سے بولی۔ ”ایک سہ بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے فریاد علی تیمور کی ہوا کو اپنی معمول اور تھراپی دیا ہے۔“

وہ بولا۔ ”سسر! اپا! آج صبح وہ ابھی کھانے کے بعد کھل جانے والی تھی اور وہاں نہ کچی اور توخمی نیند سوتی رہی تو اس نے تمام رشتے دار دوڑے چلے آئیں گے اس کے دماغ میں کھل کر معلوم کر لیں گے کہ وہ توخمی نیند پوری کر رہی ہے۔“

”میں نے اسے معمول بنا کر بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ اب سے دو گھنٹے بعد یعنی رات کے ایک بجے ہمارے ساتھ ہونا کے کوارٹر کے قریب جائے گی۔ اس سے بچھ قافلے پر ایک کبھی میں تمہارے ساتھ صبح تک رہے گی۔ تمہیں سیکورٹی کے لیے ہتھیار دے جائیں گے۔“

یعنی وہ ایک بجے سے پہلے توخمی نیند سے بیدار ہو جائے گی؟

”ہاں اور ایک ایسا راز معلوم ہوا ہے جسے سن کر تھوڑے چک چک کر گئے۔“

”سسر! جتنس میں جھلنا نہ کرو۔“

”اس ادارے میں فریاد اور اس کے دونوں بیٹے پاس اور علی تیمور موجود نہیں ہیں۔ وہ اپنے تمام دشمنوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ یہاں ہمیں ان تینوں کی ڈنڈیاں نظر آئیں گی۔“

”یہ واقعی اہم معلومات ہیں اگر ہمیں معلوم نہ ہوتا تو ہم ہوا کھا کر کسی ڈی کو اغوا کر کے لے جاتے۔ اچھی طرح اطمینان کرو۔ کہیں جو جو بھی ڈی نہ ہو۔“

”میں نے جو جو کے دماغ کی گرہ کو کھول کر معلومات حاصل کی ہیں۔ اس نے تم سے جھوٹ کہا تھا کہ وہ پاس کے لیے ناظر ہے۔ جب اس کے نکاح میں ہے تو نامرغ کیسے ہوگی۔“

”اس نے مجھ سے جھوٹ کیوں کہا تھا؟“

”اس لیے کہ یہاں ڈی پاس رہتا ہے۔ تمہارے پاس کے ذہن میں سوال پیدا ہو گا کہ میان بیوی ایک ہی ادارے میں رہ کر کیوں ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں۔ خود کو نامرغ کہہ دیتے ہیں تو سوال کا جواب مل جاتا ہے۔“

”جنگل میں وہ کہاں جائیں گے؟ وہاں کوئی مخصوص جگہ ہوگی؟ یہاں بٹانے ان فارمولوں کو چھپایا ہے؟“

”میں نے معلوم کرنا چاہا لیکن جو جو اس سے زیادہ نہیں جانتی

”ہاں“ اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ جو جو اصلی ہے۔ اس لیے ڈی پاس اس سے دور رہتا ہے۔“

”اور یوں بھی ثابت ہوتا ہے کہ آتم سونیا اور جو جو سے فریاد اور اس کے بیٹوں کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی ہے۔ یہ پورا خاندان ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرتے رہنے کے لیے ایک دوسرے کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ فریاد پاس علی تیمور، آتم سونیا، جو جو اور سونیا ثانی جانتی ہیں کہ کون کہاں ہے اور کون معاملات سے دوچار ہو رہا ہے۔“

”پھر تو جو جو کو معلوم ہو گا کہ وہ بیٹوں باپ بیٹے کہاں ہیں؟“

”ہاں“ علی اور ثانی پیرس کے فطری ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔ وہاں کے ایک بنگلے میں انہوں نے ایک عجیب و غریب محض کو قیدی بنا رکھا ہے۔“

”عجیب و غریب محض سے کیا مراد ہے؟“

”اس کا نام یوسف الہیان ہے۔ اسے پاشا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ وہ حیرت انگیز غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہے۔ کئی نازیبہ یا ٹیلیفون یا سیٹلائٹ کے بغیر ہزاروں میل دور ہونے والی مشکوک سن لیتا ہے۔“

”یہ تو بچکانہ بات ہے۔ کیا عقل اسے تسلیم کر سکتی ہے؟“

”موجودہ سائنسی ترقی کے دور میں کوئی بات ناممکن اور حیرت انگیز نہیں رہی۔ ہم ایک سو سو صدی میں داخل ہونے والے ہیں۔ آج جو بات حیرت انگیز اور ناقابل یقین ہوگی، وہ کل صرف قافلے میں ہی نہیں، قافلے میں اور معمولی سی ہو کر رہ جائے گی۔ وہ پاشا رات کی گہری تاریکی میں ملی اور چپتے کی طرح صاف طور سے دیکھ لیتا ہے۔ دماغ ایسا فولادی ہے کہ فلی بیٹھی کے زلزلے اس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ جسمانی قوت میں تمہاری طرح ناقابل تخیل ہے۔“

”پھر تو ایسے محض کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ مانی سسر! اپا! میں اس محض کو کیا نام بتایا تھا اس کا؟ ہاں پاشا! میں پاشا کو ضرور باقاعدگی اور تائید ادا کروں گا۔“

”پاشا کل شام چھ بجے تک ہیڈ کوارٹر والے بنگلے میں رہے گا۔ پھر سات بجے فرانس کے ایک خصوصی طیارے میں صوبالیہ کے شہر پہنچا جائے گا۔ اس نے حیرت انگیز سماعت و بصارت اور غیر معمولی دماغی و جسمانی قوتوں کے لیے جو ادویات استعمال کی ہیں ان سب کے فارمولے کئی کافدات میں کھل کر صوبالیہ کے ایک جنگل میں چھپا دیئے ہیں۔ شہر صوبالیہ میں پاس اور ٹیلی بیٹھی جانے والی بارہا اس کا انتظار کریں گے پھر وہ تینوں وہاں سے اس جنگل کی طرف جائیں گے۔“

”جنگل میں وہ کہاں جائیں گے؟ وہاں کوئی مخصوص جگہ ہوگی؟ یہاں بٹانے ان فارمولوں کو چھپایا ہے؟“

”میں نے معلوم کرنا چاہا لیکن جو جو اس سے زیادہ نہیں جانتی

”ہے۔“

”ہم تمہارا معلوم کر چکی ہو“ اتنی ہی بہت ہے۔ بڑے بھائی برین آدم کو پاشا کے متعلق فوراً بتاؤ۔ برادر برین آدم ذہانت میں بیٹا ہے۔ وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے زبردست چلائنگ کرے گا۔“

”میں جاری ہوں تو ڈی دیر بعد آؤں گی۔“

”اس نے بلک آدم کے دماغ سے نکل کر بڑے بھائی برین آدم کے دماغ پر دستک دی۔ کوڈوڈا ادا کیے۔ اس نے کہا۔ ”ہاں“

یو لوسسز! کوئی خوشخبری ہے؟“

”جی ہاں“ میں نے فریاد علی تیمور کی بیوی یعنی پاس کی بیوی جو جو کو اپنی معمول اور تھراپی دیا ہے۔“

”تم خوش کر رہی ہو لیکن ایسی خوشیوں کے پیچھے فریاد کی چالاکیاں چھپی ہوتی ہیں۔“

”میں نے ہر پہلو سے اطمینان کیا ہے۔ ان کے چند ایسے راز ہیں جو فریاد کے بیٹوں اور بھوں کو یا پھر آتم اور سونیا کو معلوم ہوتے ہیں۔ وہ راز میری معمول جو جو کو معلوم ہیں یوں ثابت ہوا ہے کہ وہ اصلی جو جو ہے۔“

”وہ راز کیا ہیں؟“

”پہلے راز کی بات یہ ہے کہ فریاد اس کے دونوں بیٹے اور سونیا ثانی ادارے میں موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے وہاں اپنی اپنی ڈی رکھی ہے۔“

”پھر تو وہ زبردست مکاری دکھا رہے ہیں۔ ہم تو دھوکے سے بچ گئے۔ سہرا سز و غیرہ کے تحت ضرور کسی ڈی کو وہاں سے اغوا کر کے لے جائیں گے پھر بعد میں اپنا سرخوش گئے۔ تم نے بہت اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ کوئی اور راز معلوم ہوا ہے؟“

وہ پاشا اور اس کی حیرت انگیز صلاحیتوں اور خفیہ فارمولوں کے متعلق بتانے لگی۔ برین آدم خوشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ ”اپا! تم ہماری بہت سی چاری بہن ہو۔ تم نے پاشا جیسے انسان کو دریافت کر کے کمال کر دکھایا ہے۔ اب میں فریاد اور اس کے بیٹوں کو دکھاؤں گا کہ ذہانت کے تحت ہے۔ وہ فارمولے یہاں میرے پاس آئیں گے۔ تم جاؤ اور برادر بلک آدم کے ساتھ رہو۔ برادر سے کو جو جو کے بعد وہاں اور کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ کل تک وہاں سے نکل جائے۔ ہمارے ملک کا عیاد پیرس سے دوپہر کو پرواز کرتا ہے۔ اس کے لیے ایک سیٹ ریڈ رہے گی۔ وہ وہاں سے قہرہ چھپے گا۔ قہرہ سے ہمارا ایک بیلی کا پڑا اسے صوبالیہ پہنچا دے گا۔“

”برادر! میں نے جو جو کے دماغ سے یہ معلوم کیا تھا کہ کل چار بجے سلمان اپنی بیوی سلطانہ کے ساتھ بلی کا پڑے کے ذریعے پیرس جانے گا۔ میں نے جو جو کو حکم دیا ہے کہ وہ سلمان کے ساتھ پیرس جانے اور برادر بلک آدم کو بھی لے جانے اس طرح برادر چار

بچے کے بعد ہی پھر بچنے لگا۔ آپ ایسے انتظامات کریں کہ جو جو کو فوراً ملے ایسا لاکر اس کا برہنہ واش کیا جائے اور برادر کو صوبالہ پتھلیا جائے۔

”میں بھی کروں گا تم برادر کے پاس جاؤ۔“

وہ بلیک آدم کے پاس آئی۔ جو جو باہر بچے توڑی خند سے بیدار ہو گئی توڑی محل کے مطابق وہ بھول گئی تھی کہ بلیک آدم نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی اور اسے اعصابی کنزروی میں جھلا کیا تھا۔ اس نے بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھوا۔ بلیک آدم کھانا گرم کر کے لے آیا پھر اس کے ساتھ کھاتے ہوئے بولا۔ ”میڈم! آپ وہ کھاتے تھیں کہ میری خند سوتی رہیں۔ میں ہو رہا تھا۔“

وہ بولی۔ ”میں بے وقت نہیں سوتی چونکہ صبح تک جاگنا ہے اس لیے تھوڑی خند پوری کی ہے۔“

وہ کھانے کے بعد ڈیوٹی کے لیے ایک کین میں آگئے۔ وہاں بلیک آدم کو ایک شات گن اور ایک کلا شکوف دی گئی۔ جو جو نے کہا۔ ”تم یہاں چوس کر رہو، میں تم سے مل کر آتی ہوں۔“

سونیا کا کوارٹر کوئی چندہ گز کے فاصلے پر تھا۔ اس کے برآمدے پر دو مسلح جوان تھے، چار مسلح لیڈی گاؤز تھیں۔ ایک نے پوچھا۔ ”کوڈورڈز پلیز؟“

جو جو باہر کھڑے ہوئے مسلح گاؤز کو کوڈورڈز سنانا نہیں چاہتی تھی اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس لیڈی گاؤز کے داغ میں کوڈورڈز آدیا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہاں بڑی رازداری سے کام لیا جا رہا تھا۔ بڑا سخت پر تھا اس کے باوجود الپا جو جو کے داغ میں وہ کرسونیا کی خواب گاہ تک پہنچی۔

خواب گاہ میں ایک آرام دہ بستر تھا۔ بستر کے دونوں طرف بچوں کا ایک ایک پانا تھا۔ وہ دونوں پائے خالی تھے یعنی بچے وہاں نہیں تھے اور بستر پر ان کی ماں بھی نہیں تھی۔ ایک میز کرسی کے پاس ایک مسلح لیڈی گاؤز لٹھی ہوئی تھی۔ جو جو کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی، قوی انداز میں اسے سیلیوٹ کیا۔ جو جو نے پوچھا۔ ”مما اور بچے کہاں ہیں؟“

”میڈم! پاپا نہیں ماما سونا اپنے بچوں کے ساتھ کہاں نکل ہو گئی ہیں۔“

”اگر وہ کیس نکل ہو گئی ہیں تو اتنی سخت پہرے داری کیوں ہے؟“

”اس لیے ہے۔“ لیڈی گاؤز نے یہ کہتے ہوئے میز پر رکھے ہوئے ریکارڈز کا ٹھنڈا دیا چند سیکنڈ کے بعد بچے کے رونے کی آواز سنائی دی جو سمجھنا کی آواز ابھری۔ وہ چار سے پچھار تھیں ہوئی کہہ رہی تھی ”ارے ارے میرے سنے بچے کو کیا ہو گیا ہے۔ تم تو میرے کبریا شزارے ہو۔ ارے واہ! میں نے ہی میرا بیٹا مسکراتے لگا اور میری شزاری اعلیٰ لی! تم کیوں خاموش ہو؟ اللہ اللہ! چہرے پر ایسی خندیں کی جیسے کسی مسئلے کو حل کر رہی ہو۔ میری جان! ابھی

مسائل حل کرنے کے لیے ماں زندہ ہے۔ یہ تمہارے ہنسنے کیلئے عرصے چلو، مسکرائے۔“

ایک ٹھنکی سی بچی کی ہنسی سنائی دینے لگی۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ ”باب! باب! باب!“

جو جو نے پوچھا۔ ”یہ سب کیا ہے؟“

لیڈی گاؤز نے نیپ ریکارڈز کو بند کرتے ہوئے کہا۔ ”اس ریکارڈ کی آواز باہر تک جاتی ہے۔ باہر دوست ہوں یا دشمن؟“ سمجھیں گے کہ ماما اپنے دونوں بچوں کے ساتھ یہاں موجود ہیں۔ کوارٹر کے اندر اور باہر اتنا سخت پراد دیکھ کر پوری طرح ان کی موجودگی کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ آپ بھی یہی سمجھ کر ان سے ملے آتی ہیں۔“

الپا نے جو جو کی سوچ میں کہا۔ ”مجھے ماما سے رابطہ کرنا چاہئے۔“

جو جو ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سونیا کے پاس آئی۔ سونیا نے کوڈورڈز سن کر کہا۔ ”چھاؤ میری جو جو میرے کوارٹر میں پہنچی ہوئی ہے۔“

”مما! اب اچانک بچوں کو لے کر کہاں روپوش ہو گئی ہیں؟“

”بچی! میرے اندر رہ کر بیٹھے اور دونوں بچوں کو دیکھو۔ تم تین بیٹھتے ہیں۔“

”کیا آپ یہاں غلو محسوس کر رہی ہیں؟“

”جہاں زیادہ سخت پر ہوا ہے وہاں زیادہ خطرات کی گمانیں ہوتی ہیں۔ میں ایسی جگہ ہوں جہاں میری حفاظت کے لیے ایک بھی ہتھیار اور ایک بھی پہرے دار نہیں ہے۔“

”یہ کون سی جگہ ہے ماما؟“

”جو جو! میری جان! یہ نہ پوچھو اور تعین کرو تمہارے پاپا کو پاس اور علی کو کسی کو بھی اس جگہ کاظم نہیں ہے۔“

”کیا پاپا تو جیسے تو انیس بھی لے لگتا نہیں بتائیں گی؟“

”یہ وہ جگہ ہے جہاں بابا فرید واسطی صاحب اپنی زندگی میں عبادت اور ریاضت کے لیے آتے تھے۔ دنیا والوں سے دونوں کر ایک مخصوص مدت تک یہاں قیام کرتے تھے پھر اپنے قائم کردہ ادارے میں پہنچ جاتے تھے انہوں نے تاکید کی تھی کہ میں بھی اس مقام کی نشاندہی نہ کروں۔ میں بابا صاحب کی ہدایات پر عمل کر رہی ہوں۔“

”جب آپ دونوں بچوں کے ساتھ ہر طرح سے محفوظ ہیں تو پھر خالی کوارٹر کے اندر اور باہر اتنے سخت حفاظتی انتظامات کیوں کیے گئے ہیں؟“

”تم جانتی ہو ہمارے دشمن کنزور کنزور نادان نہیں ہیں۔“ بھی طاقت، ذہانت اور وسیع ذرائع رکھتے ہیں۔ وہ اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود میرے کوارٹر تک پہنچیں گے یا ہمارے کسی املاک کو نقصان پہنچا دیں گے۔ میں بابا صاحب کی ہدایات پر عمل کر رہی ہوں۔“

”ابھی کہہ رہی تھی کہ اس بار ایسا نہ ہو۔ اب جاؤ۔“

ایک ڈیوٹی پر کھنکھہ کر دھنکوں کو تعین دلاؤ کہ تمہاری ماما اپنے بچوں کے ساتھ اسی کوارٹر میں ہے۔ صبح تک وہاں دشمن ضرور ہے۔“

”ابھی کہہ رہی تھی کہ اس بار ایسا نہ ہو۔ اب جاؤ۔“

جو جو دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ الپا نے بڑے بھائی برین آدم کے پاس آکر کہا۔ ”پورا خاندان بڑا زبردست جاہل ہے۔ انہوں نے ایک خالی کجوری کے اطراف پوری فوج کا سپرانا لگا دیا ہے۔ ماری دنیا میں ایسا مشکلہ بنایا ہے جیسے اس کجوری میں دنیا کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ اب چوری کرنے والے آئیں اور خزانہ چرا کر لے جائیں۔ مائی بگ برادر اس ادارے میں سونیا اور اس کے بچے نہیں ہیں۔ ہم سب کو اٹھایا جا رہا ہے۔“

”کیا کہہ رہی ہو سسز؟“

الپا نے اسے بتایا کہ وہ جو جو کے اندر رہ کر سونیا کے خالی کوارٹر میں گئی تھی پھر جو جو کی خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور اس کے بچوں کے پاس پہنچی تھی۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کسی ایسی پناہ گاہ میں ہے جس کا تعلق باضامی میں بابا فرید واسطی مرحوم سے رہا تھا اور اس مقام کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔“

برین آدم نے کہا۔ ”سسز! تم نے جو جو کے داغ پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ شہریت معلومات حاصل کی ہیں اگر اسے اپنی معمول نہ بتائیں تو واقعی تم کو تھپے رہنے بے شک میں ان کی ذہانت کا معترف ہوں مگر تم اپنے معاملات میں ان کی ذہانت سے کٹر اگر کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ اب دانشمندی یہی ہے کہ جو جو کو کسی طرح فوراً وہاں سے نکال کر لاؤ۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

”وہ تو اسی وقت نکلے گی جب مسلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔“

جو نے بلیک آدم کے ساتھ کوارٹر سے باہر آکر دوڑا ہے
کولاک کر دیا۔ پھر اس کے ساتھ ڈیوٹی پر چلی گئی۔ وہ اجنبی قاتل
کوارٹر کے اندر بستر پر ڈا ہوا سوچ رہا تھا کہ وہ کیسا فلاحی انسان
تھا جس نے ایک ہی گھونٹے میں میرے چوہہ طبق روشن کر دئے
تھے۔ وہ تکلیف کی شدت سے کرا رہے ہوئے اٹھتا چاہتا تھا مگر اٹھ
نہ سکا۔ تکلیف ایسی بھی نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر بستر بیٹھ نہ سکا۔
دوسری بار وہ ذرا سا اٹھا پھر کچھ پر سر اٹکیا۔ وہ چاروں شانے چت
ہو گیا۔ اس نے پریشان ہو کر خلا میں گھٹے ہوئے سوچا۔ ”یہ میرے
ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“

اپا نے کہا۔ ”تمہیں ٹیلی بیجی کی مار پڑی ہے۔“
اس نے گہرا کر دوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ ”تڑپ کر
کہا۔ ”تمہیں میرے اندر کوئی نہیں آسکا۔ میں سانس روک لیتا
ہوں۔ چلے جاؤ۔ یہاں سے چلے جاؤ۔“
اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ اپا نے اس کی کوشش
ناکام بنا کر کہا۔ ”میں تمہارے اندر ہوں۔ اب زبان سے کچھ نہ
بولنا۔ باہر آواز جانے گی۔ یولو گے تو داغ میں زلزلہ پیدا کر دوں
گی۔“

وہ سوچ کے ذریعے بولا۔ ”تمہیں میں چپ رہوں گا۔ تم کہو
جو مجھ سے کیا چاہتی ہو؟“

”دی جو تم جو سے چاہتے تھے۔ وہ تمہاری معمول نہ بن
سکی۔ تم میرے معمول اور تابعدار بن جاؤ۔“

وہ انکار کرنے لگا۔ اپا نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرتے
ہوئے اس کے ہونٹوں کو سختی سے بند کر دیا۔ وہ شہید ذہنی اذیتوں
میں مبتلا ہو کر تڑپا ہوا بستر سے نیچے فرش پر گر پڑا۔ منہ کھول کر حلق
بھاڑ کر چیخا چاہتا تھا لیکن اپا اسے منہ کھولنے نہیں دے رہی
تھی۔ وہ تھوڑی دیر باہر آئے آپ کی طرح تڑپنے کے بعد تھک کر
ست پڑنے لگا۔ وہ بولی۔ ”کسی جیل و جت کے بغیر میرے احکامات
کی تعمیل کرتے رہو۔ انھو اور بستر آرام سے لیٹ جاؤ۔“

وہ تکلیف اور کمزوری سے تھر تھراتے ہوئے فرش پر سے اٹھا
پھر بستر پر لیٹ گیا۔ اپا اس کے خیالات بڑھنے لگی۔ اس کا نام ٹیری
ہارٹ تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار تھا۔ دانشمن میں رہ کر اس
نے کئی چھوٹے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ سہرا سٹار اور دیگر
حکام کو اس سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ اچھا فاضل نہیں تھا مگر
چالاک اور معاملہ فہم تھا۔ سہرا سٹار نے اپنا دست راست رکھا تھا
اس کا خیال تھا کہ ٹیری ہارٹ ایسے ہی کارنامے انجام دیتا رہا تو
ایک دن جان بولہذا اور سہرا دام سلوان کی طرح زبردست ٹیلی بیجی
جاننے والا نکلائے گا۔

پھر سہرا سٹار نے کہا۔ ”ٹیری! اب تمہاری بہت بڑی آزمائش
ہے۔ تمہیں شیر کے منہ سے لقمہ چھین کر لانا ہو گا۔“
وہ بولا۔ ”آپ کام ہاتھیں۔ کسی شیر سے نہ ڈرائیں۔“

”بابا صاحب کے ادارے میں فرہاد کا پورا خاندان مقیم
ہے۔ اس کے چھلی ممبر میں سے کسی خیال خوانی کرنے والے
والی کو اغوا کرنا ہے اور کسی کو پیش کے لیے ختم کرنا ہے۔“
ٹیری ہارٹ نے کہا۔ ”مجھے یاد ہے اب سے کئی برس پہلے
ادارے میں ایسا ہی ایک اجتماع ہوا تھا اور ہمارے آؤی رہنے
اغوا کر کے یہاں لے آئے تھے مجھے بھی یہی موقع مل رہا ہے۔
ضرور فائدہ اٹھانے کے لیے وہاں جاؤں گا۔“
”نہیں ٹیری! خود وہاں نہ جانا۔ پکڑے گئے تو ہم تم سے کچھ
ہو جائیں گے۔“

”سٹار! میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ ایسا موقع بار بار
آتا۔ بابا صاحب کا ادارہ فلاحی قلمہ کھلاتا ہے۔ میں اس ادارے
کی جڑوں میں گھس جاؤں گا۔“

”بڑے بڑے دعوے کرنے سے کامیابی محکوم ہو جاتی ہے
تم سے پہلے بیکروں ان کے سامنے گھر اور خاک ہو گئے۔“
”اور ہم میں ایسے بھی تھے جنہوں نے فرہاد کو گولی مار کر
کے منہ میں پھنپھال دیا۔ رونی کو شہید کر دیا اور اعلیٰ لیوی کو موت
گھاٹ اتار دیا۔ مائی سٹار! جو لوگ مقابلے سے پہلے دشمنوں
موجود ہو جاتے ہیں انہیں بعد میں ذات آئیر گھٹت لٹی ہے
میں اس ادارے کو اندر سے اچھی طرح دیکھنا اور اس کے قند
شعبوں کو تباہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ایک بار جانے دیجئے
وہاں سے زندہ سلامت لوٹ آؤں گا۔“

”نہیں! میں اجازت نہیں دوں گا۔ ہمارے حکام بھی راضی
نہیں ہوں گے۔“

”آپ لوگ برسوں سے اپنے ٹیلی بیجی جاننے والوں کی
حفاظت کرنے میں ناکام ہوتے آ رہے ہیں۔ دشمنوں نے جب آپ
ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہونے والوں کو اغوا کر لیا یا جان سے
ڈالا۔ یوں درجنوں ٹیلی بیجی جاننے والے پیدا کرنے کے بارے
میں صرف وہ باقی رہ گئے ہیں۔ ایک میں ہوں وہ سارا دیکھ
ہے۔ آپ ہم دونوں کو شہید کی دھم چھا دیں۔ فرہاد یا اس کے
بیوی ہمارے پیچھے پڑیں گے تو زمین کھود کر ہمیں نکال دیں۔
آپ ہمیں آزادی سے کام کرنے دیں گے تو ہم دشمنوں کو نشانہ
گاڑ دیں گے۔“

”میں تمہارے دلیرانہ جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن تم
سے خیال خوانی کے ذریعے اس ادارے میں پہنچو گے اور اپنے
کارڈوں کو منصوبوں کے مطابق استعمال کرو گے۔“

”سواری میں کتنا زور دے دوں بن کر کام نہیں کروں گا۔“
”ٹیری! ہوش میں ہو! انکار کی سزا جانتے ہو؟“
”جانتا ہوں لیکن مجھے سزا سے موت نہیں ہوگی۔ نہ ہی آپ
ذہن سے ٹیلی بیجی کو واپس کیا جائے گا کیوں کہ ہم دے دیں
ہیں۔ آپ ہم سے محروم ہو جائیں گے۔“

”مچھاؤ تم ٹرانسفارمر مشین کی خرابی سے قاعدہ اٹھا رہے ہو
اور باغیانہ انداز اختیار کر رہے ہو؟“
”مگر باہمی ہو تا تو یہی آسانی سے فریب دے کر اس ملک سے
چلا جاتا۔ میری خیال خوانی کے آگے کوئی دیوار کھڑی نہیں رہ سکتی۔“

”مچی بات ہے۔ میں تم سے بعد میں باتیں کروں گا۔“
سہرا سٹار نے اعلیٰ حکام اور فنی انفران سے رابطہ کیا اور
انہیں بتایا کہ ٹیری ہارٹ حکم عدولی کر رہا ہے۔ اس کے انداز سے
بجائے ظاہر ہو رہی ہے۔ سب نے حنفہ فیصلہ کیا کہ ایک باہمی
خیال خوانی کرنے والے پر محسوس کرنے کی نادانی منگی بڑے گی۔
اسے گولی مار دینا سہرا سٹار سے وہ زندہ ہوا تو دشمنوں سے جانے گا یا پھر
ان کے ہتھے چڑھ جائے گا۔ یہ بات زیادہ نقصان دہ ثابت ہوگی۔
اعلیٰ فنی انفران کے حکم سے ٹیری ہارٹ کی رہائش گاہ کو
چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ چھوڑا گیا جانے والے فنی جوانوں
نے اسے بھڑکی پتاری مار کر ٹیری ہارٹ ان جوانوں کے دماغوں
سے مکمل کر فزار نہ ہو سکے لیکن اس نے بھڑکی پس کر قندہ لگاتے
ہوئے کہا۔ ”وہ تو فزار ہو چکا ہے۔ مجھے لے جا رہے ہو۔ میں تو اس
کی ڈاڑھی ہوں۔“

بعد میں وہ ڈی ثابت ہوا۔ اس نے کہا۔ ”میں نے سونیا ثانی
سے یہ کر سیکھا ہے۔ وہ اپنی خیر بادشاہ گامیں خود نہیں رہتی تھی
الٹی ڈی کو رکھتی تھی۔ آپ حضرات اسے گرفتار کرنے آئے تو اس
کے سامنے کو بھی نہ پکڑ سکے۔ آج میں نے وہی کر ڈالیا ہے میں
یہاں سے نکل چکا ہوں۔ اب گھیر لیتے رہو۔“

وہ وہاں سے نکل کر پیرس آیا تھا پھر بابا صاحب کے ادارے
کے قریب اس علاقے میں پہنچا جہاں سہرا سٹار کے جاسوس کسی نہ
کسی جیس میں پیچھے رہتے تھے۔ وہ ایسے ایک جاسوس کو پہلے ہی پیر
سٹار کے ذریعے جانتا تھا اس کے داغ میں رہ کر معلوم کیا کہ جاسوس
نے ادارے سے متعلق کیا کچھ معلوم کیا ہے۔

یوں تو بہت سی معلومات کا پتا چلا لیکن یہ معلومات اس کی
مرضی کے مطابق تھی کہ روزانہ گوشت اور بیڑیوں سے لدے
ہوئے ٹرک ادارے کے اندر مچ جاتے تھے اور شام کو واپس آتے
تھے اس نے ایک ٹرک ڈرائیور کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر
گم کیا کہ وہ جو ہیں کھنٹوں تک اپنی رہائش گاہ میں چھپا رہے گا۔
ڈرائیور نے حکم کی تعمیل کی۔ ٹیری اس کی جگہ ٹرک ڈرائیور کرنا
ہوا ادارے میں داخل ہو گیا۔ ٹرک کو ایک خاص جگہ روک کر
غالی کیا جاتا تھا۔ ٹیری نے اس ٹرک میں ایک بڑی خرابی پیدا کردی
کہ وہ روزانہ دو ٹرک ادارے کے اندر رہ سکتے خیال تھا کہ وہ
کامیاب ہو کر واپس جائے گا۔

وہ کھٹے بعد ہی ایک مسلح گاڑی کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس نے چور
خیالات پڑھ کر ضروری معلومات حاصل کیں پتا چلا کہ پوی اور

فرہاد وہاں ایک کوارٹر میں رہتے ہیں۔ وہ گاڑی ان کا تابعدار ہے۔
ٹیری، فرہاد کے قریب سے بھی گزرتا نہیں چاہتا تھا۔ مجھ سے
نکرانے والوں اور ناکام ہونے والوں کے نام سے یاد تھے۔ وہ کسی
دوسرے ٹیلی بیجی جاننے والوں کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے فرہاد
اور پوی کے گاڑی سے دوری رہا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ڈی فرہاد سے
خوفزدہ ہو رہا ہے۔ اس نے صرف اتنا فائدہ اٹھایا کہ اس گاڑی سے
ایک ریوالور حاصل کر لیا۔

دوسرے کو پتا چلا کہ ٹرک کو روک دیا گیا ہے تاکہ وہ ادارے کا
کچھ مسلمان لے کر پیرس جائے یوں اسے کچھ شکار کھینے کا موقع مل
گیا تھا اور وہ شکار کھینچتے کھینچتے جو جو کے کوارٹر میں آکر اپا کے سامنے
بے بسی کے عالم میں اس کا معمول اور تابعدار بن رہا تھا۔

اپا نے کہا۔ ”ٹیری! ہارٹ! تم میری سوچ کی لمبوں کو محسوس
نہیں کرو گے اور کسی دوسرے کی بھی سوچ کی لمبوں کو محسوس کرتے
ہی سانس روک لیا کرو گے۔“

ٹیری ہارٹ نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ ”تم صبح ٹرک
لے کر پیرس جاؤ گے وہاں تم داغیں اسٹیشن کے سینا گوج میں جاؤ
گے اور ہمارے دہلی سے ملاقات کرو گے۔“

وہ بولا۔ ”میں کل پیرس جاؤں گا اور آپ کے دہلی سے
ملاقات کروں گا۔“

”آپ تم ایک گھنٹے تک سوتے رہو گے پھر میرا رہوئے کے بعد
اپنے ٹرک کے پاس چلے جاؤ گے اور کسی دوسری جگہ نہیں بھگو
گے۔“

اس نے پھر حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ ”سو جاؤ۔“
دوسرے ہی لمحے وہ نیند میں ڈوب گیا۔ اپا نے بڑے بھائی
برین آدم کے پاس آکر کہا۔ ”پھر ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں۔“
”سٹار! تم جو بھائیوں کی جان ہو اور ہمارے لیے باعث افتخار
ہو خوشخبری سناؤ۔“

”میں نے سہرا سٹار کے ایک خیال خوانی کرنے والے ٹیری
ہارٹ کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔“

”تم سلامت رہو ہزار برس۔ تم نے تو کمال کر دیا ہے۔“
وہ ٹیری ہارٹ کے متعلق بتانے لگی کہ اسے کس طرح ٹرپ
کیا ہے پھر وہ بولی۔ ”کل ٹیری پیرس کے سینا گوج میں جائے گا اور
دہلی داؤ سے ملاقات کرے گا۔ اسی طرح جو کل شام کو پانچ بجے
تک وہاں پہنچے گی۔ آپ ان دونوں کو فوراً خلی ابیب لے آئے
انتظامات کریں اور دہلی داؤ کو بھی اس کی ڈیوٹی بھجوائیں۔“
”یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ تم اطمینان سے جاؤ اور برادر کے
ساتھ رہو۔“

وہ بلیک آدم کے پاس آگئی۔ ایک گھنٹے بعد جو نے الپا کی
مرضی کے مطابق اپنے کوارٹر کا دروازہ کھولا۔ ٹیری ہارٹ وہاں سے
نکل کر ادارے کے اس حصے میں چلا گیا جہاں اس کا ٹرک کھڑا ہوا

رات کے تین بجے دو جاسوس سوئیا کے کوارٹر تک جاتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ وہ دونوں ادارے کے سیکرٹری گاؤڈ کی رودی میں تھے۔ گرفتاریوں سے پہلے انہوں نے فائرنگ کی۔ وہاں سے فرار ہونا چاہا لیکن زخمی ہو کر گر پڑے۔ سلمان نے ان کے خیالات بڑے اور تباہ کن دونوں کا نقشہ پیرا پیرا سننے انہوں نے اعتراف نہیں کیا۔ سلمان نے کہا۔ ”ان کے اندر ایک ٹیلی فنی جانے والا موجود ہے۔ وہ انہیں اعتراف کرنے سے روک رہا ہے لیکن وہ مجھے ان کے چور خیالات بڑھنے سے نہیں روک پا رہا ہے۔“

سلمان نے معلوم کیا کہ سپر ماسٹر کے پاس دو ہی ٹیلی فنی جانے والے دھنگے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیری ہارٹ باقی ہو کر نہیں بچوٹ ہو گیا ہے۔ دوسرے کا نام وکی سول ہے جو ان جاسوسوں کی مدد کے لیے ان کے اندر موجود تھا اور یہ الزام نہیں اٹھاتا چاہتا تھا کہ سپر ماسٹر نے سوئیا اور بچوں کو نقصان پہنچانے کے لیے انہیں ادارے کے اندر بھیجا ہے۔ ان دونوں جاسوسوں کو ادارے سے باہر لے جا کر فرانسیسی پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

ہیڈ کوارٹر کے بنگلے میں غانی اور علی سوربہ تھے۔ پاشا جاگ رہا تھا۔ اسی نے سوئیا کے کوارٹر کی قریب قدموں کی آہٹیں سنی تھیں پھر وہاں کے جتنے گاؤڈ کی آواز سنی سن چکا تھا ان میں سے ایک گاؤڈ کے کراہنے کی آواز سنائی دی تھی۔ پاشا نے غانی کو جگا کر کہا۔ ”مڈم سوئیا کے قریب غلو ہے۔“

غانی نے فوراً خیال غانی کے ذریعے سلمان کو خطرے سے آگاہ کیا۔ ایسے ہی انتظامات اور ہوشیاری کے باعث وہ دونوں جاسوس گرفتار ہوئے تھے۔

وہ رات گزر گئی۔ میں نے ادارے میں جیسے ہی گھنٹے گزارنے کا اعلان کیا تھا۔ اس میں سے باہر گھنٹے گزارنے تھے۔ اس عرصہ میں صرف دو شخص جاسوس گرفتار ہوئے تھے۔ ہم میں سے کسی کو جو پر شبہ نہیں ہوا تھا کہ وہ کسی کی معمول بن چکی ہے۔ الپا اور بلیک آرم بڑی ہوشیاری اور... احتیاط سے ہمیں دھوکا دے رہے تھے۔

دوسری صبح ٹیری ہارٹ ٹرک ڈرائیو کرتا ہوا دن کے کیا ہجے ہیرس پچھانڑک کو اس کی مقررہ جگہ پچھانڑک کوچ کے دہلی واؤڈ کے پاس آگیا۔ دہلی نے اسے ایک دے خانے میں پچھانڑا۔ اب اسے جو جو کا انتظار تھا وہ شام کو پانچ بجے تک آنے والی تھی۔

شام کے چار بجے پاشا کے لیے ایک خصوصی عیارہ انفرورس کے رن دے پر تیار تھا۔ علی اسے عیارے تک چھوڑنے کے لیے آیا۔ غانی اپنے بنگلے میں تھی لیکن پاشا کے اندر موجود تھی تاکہ دشمن کسی طرف سے چال چلیں اور پاشا کو ہم سے چھین کر لے جانے کی کوشش کریں تو ہمیں فوراً معلوم ہو جائے۔

علی نے اسے خیریت سے عیارے پر سوار کرایا جب وہ وہاں سے پرواز کرنے لگا تو غانی نے باربرا کے پاس آکر کہا۔ ”پاشا یہاں

سے روانہ ہو چکا ہے۔ اب تم میرا لہجہ اختیار کر کے اس کے پاس میں رو۔ وہ قہر مچ جائے تو اس کی خیریت سے آگاہ کر دو۔“

”میں پاشا کے پاس جا رہی ہوں۔ تمہیں پارس بلا رہا ہے۔ اس نے پارس کے پاس آکر کوڈ وونڈز اور کیے بھرا ہوا۔“

”میری یاد دیکھو آ رہی ہے؟“

وہ بولا۔ ”بڑی مصوفیات میں الجھا ہوا ہوں۔ مجھے پانچ سوئے کی فرصت ملی تو تم نیند اڑانے آگئیں۔“

”کیا یہ کواس کی ابتدا ہے؟“

”سچ کہتا ہوں۔ تم خواب میں آئی تھیں۔“

”کیا تمہارے جیسے بد معاش کے خوابوں میں ماں بھی مل آئے گی ہیں۔“

”میں تو شکایت ہے کہ اکیلی نہیں آئیں تمہارے ساتھ ٹیلی آیا تھا۔“

”شکر ہے۔ تم نے کوئی شرط نہ خواب دیکھا ہے۔“

”تم علی کے ساتھ تھیں پھر وہ خواب شرط نہ کیے ہو نہ کہ۔“

”اے تمہیں شرم نہیں آئی اس کیواس کا مطلب کیا ہے؟“

”مطلب اپنے دل سے اپنے ضمیر سے پوچھو کیا فائدہ آیا ہے۔ جو ان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ دن رات رہتی ہے نہ خدا کا خوف نہ پردہ رگوں کا لحاظ قیامت کے دن کو کسے ہیں گئے۔“

”پلیز آئیجنے کے سامنے بیٹھ کر وضعت کرو۔ تمہاری بچانے کے ساتھ ساتھ عاقبت بھی سنو رہا جائے گی۔ تمہارے جیسا شیطان۔“

”مجھے ہی نہیں سکتا کہ میرے اور علی کے درمیان خدا ہوتا ہے۔ بالی بات کرو کیا باربرا کے ساتھ عداوت میں مصروف رہتے ہو؟“

”تم یقین نہیں کوئی میں باربرا کے ساتھ معاملہ مستقیم ہوں رہا ہوں۔ ادھر تم دونوں کے درمیان خدا ہے۔ ادھر ہم دونوں کے درمیان خدا کی قدرت ہے۔“

”پھر اپنے دو۔ تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے۔ کام کیا کہ۔ کیوں بلایا ہے؟“

”ایک الجھن میں ہوں۔ باربرا نے لڑکا ہے نہ لڑکی نہ مجھ سے محبت کرتی ہے نہ میرا بیچا چھوڑتی ہے۔ اس کے دہانے نے۔“

”مجھے نیگ اور باربرا سنا کر رکھا ہے۔ اس طرح یہ سمجھ میں آیا ہے کہ علی بھی کیوں پارسا بنا ہوا ہے۔ کیا واقعی تم باربرا کی لڑکی ہو؟“

”حسنت ہے تم پر۔“

وہ اس کے دماغ سے جلی گئی۔



”میں نے اسے خیریت سے عیارے پر سوار کرایا جب وہ وہاں سے پرواز کرنے لگا تو غانی نے باربرا کے پاس آکر کہا۔“

وہانی اور اس کے حواریوں کو استہلال کرے گی۔

اس شخص کے لیے اس نے لٹا لٹائی سے رابطہ کیا۔ اس نے پاس روک لیا۔ دوسری بار بھی تارائے کما ”ماسٹ“ نہ روکنا میں دت ہوں۔“

”میرا تحت طیب منیر کہ رہا تھا کہ ایک لڑکی نے اس کے دماغ میں آکر زلزلہ پیدا کیا تھا اور میرے اس قیدی کو دے خانے سے لے گئی تھی جس کے پاس وہ بیاباں میرے ہیں۔“

”میں وہ لڑکی نہیں ہوں بلکہ وہ ہوں جس کے پاس وہ دوسرا بیاباں میرا تھا۔ تم اسے مجھ سے چھین لینا چاہتے تھے لیکن وہ میرا نہ میرا نہ تھا۔ اسی نے وہی لڑکی سانپ کہہ دی تھی اس کا نام ہم کار ہے۔“

وہ بولا۔ ”مگر تم پہلے ہی میری بات مان لیتیں تو یہ زبردست فساد نہ ہوتا۔ ہر حال میں اسے میرے لے کر ہوئی سے باہر نہیں جانے دوں گا۔“

”تم ہوئی کے اندر دیکھیں نہیں جاتے؟ کیا پولیس سے ڈرتے ہو؟“

”ہاں کے چند بڑے پولیس افسران میرے منگ خوار ہیں۔ مجھے پولیس کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اس فانیو انٹار ہوئی کا سب سے بڑا بد اثر ہوں وہاں کوئی ہنگامہ کر کے برنس کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ مجھے اطمینان ہے اس ہوئی سے باہر جانے کے بجائے راستے ہیں ان تمام راتوں پر میرے درمیان صفت لڑنے شرط نہ لباس میں موجود ہیں۔“

”تمہارے تمام غنڈے پریم کار اور اس کی ساتھی لڑکی کے صورت آشنا نہیں ہیں۔“

”میں نے ایک گھنٹے کے اندر امیگریشن آفس پہنچ کر اپنے ٹک خاؤں کو تھوڑا اور ٹک کھلایا اور ان کے دہانے کا غذا ت دیکھے۔ تم اس کا نام پریم کار غلط کہہ رہی ہو۔ اس کا نام پارس علی ہو رہا ہے۔“

”میں نے اُنار کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ گڑا دل دھڑکنے والی بات ہی تھی۔ وہ لا شعور میں دھڑکنے والا گھبراہٹ میں چوری سے آیا اور اسے چار کر چلا گیا تھا۔“

”لڑکا لٹائی کہ رہا تھا۔“ پارس کے ساتھ جو لڑکی ہے اس کا نام باربرا ہے۔ میں نے ان کی تصاویر کی کئی کاپیاں بنوا کر اپنے تمام نقصان کو دے دی ہیں۔“

”میں نے اُنار کا عجیب حال تھا۔ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی مگر اس کو سمجھ نہیں تھی اس کا آنا اور اس کا جانا ایسا ذرا ناگہانی ایسا مداح اور ایسا بدشت نام تھا کہ وہ دہریہ بھی نہیں تھی اور اس پر کبھی نہیں تھی۔ وہ وہاں کی طرح آیا تھا اور کبھی تعبیر کی طرح دل دے دیا۔“

وہ بولا۔ ”میں نے اُنار کا عجیب حال تھا۔ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی مگر اس کو سمجھ نہیں تھی اس کا آنا اور اس کا جانا ایسا ذرا ناگہانی ایسا مداح اور ایسا بدشت نام تھا کہ وہ دہریہ بھی نہیں تھی اور اس پر کبھی نہیں تھی۔ وہ وہاں کی طرح آیا تھا اور کبھی تعبیر کی طرح دل دے دیا۔“

”میں نے اُنار کا عجیب حال تھا۔ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی مگر اس کو سمجھ نہیں تھی اس کا آنا اور اس کا جانا ایسا ذرا ناگہانی ایسا مداح اور ایسا بدشت نام تھا کہ وہ دہریہ بھی نہیں تھی اور اس پر کبھی نہیں تھی۔ وہ وہاں کی طرح آیا تھا اور کبھی تعبیر کی طرح دل دے دیا۔“

”میں نے اُنار کا عجیب حال تھا۔ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی مگر اس کو سمجھ نہیں تھی اس کا آنا اور اس کا جانا ایسا ذرا ناگہانی ایسا مداح اور ایسا بدشت نام تھا کہ وہ دہریہ بھی نہیں تھی اور اس پر کبھی نہیں تھی۔ وہ وہاں کی طرح آیا تھا اور کبھی تعبیر کی طرح دل دے دیا۔“

وہ خیال غانی بھول کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی تھی۔ غرض حال ہی ہو کر سبز رنگی تھی۔ کبھی اس کوٹ ہو رہی تھی، کبھی اس کوٹ کبھی جٹ ہو رہی تھی، کبھی ہٹ بھڑا تھا کہ بیٹھ گئی۔ سبز سے اتر گئی۔ تیزی سے چلی ہوئی آئیجنے کے سامنے آئی۔ اپنے چہرے کو اپنے بدن کو سوائے نظروں سے دیکھنے لگی۔ آئینہ صاف رہا تھا کہ وہ آنے والا ہستی بدل گیا ہے۔

وہ آئیجنے سے لپٹ کر مرنا کے پاس پہنچ گئی۔ پہنچنے ہی ہو پڑی۔ ”ہائے مرنا نہیں نے ابھی طرح تصدیق کی ہے کہ وہ ظالم کینڈا راس ہی تھا۔ میں لٹ گئی ہوں۔ بھاد ہو گئی ہوں۔ یہ اندیشہ بڑھ گیا ہے کہ ایک دن وہ اسی طرح قریب دے کر مجھے مسلمان بنا دے گا۔“

”کیسی باتیں کرتی ہو۔ دین دھرم میں قریب کام نہیں آتا۔ دنیا کا کوئی ساندہب ہو۔ اسے دل سے قبول کیا جاتا ہے قریب دے کر کسی کو ہندو مسلمان نہیں بنایا جاسکتا۔“

”آہ اسی طرح بولتی رہو۔ میری تیلی ہو رہی ہے۔ میں قریب نہیں کھاؤں گی اپنے دھرم پر قائم رہوں گی۔“

”تم پریشانی اور بدخواہی میں یہ نہیں سمجھ رہی ہو کہ پارس نے دھوکا نہیں دیا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ تم شی تارا ہو اگر جانتا تو جس حاصل کرنے کے بعد تھا نہ انداز میں خود کو ظاہر کرتا۔ تم نے بعد میں ٹیلی فنی کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تھا۔ اس وقت بھی وہ تمہیں پرہیز بھتا رہا تھا۔ کیا میں درست نہیں کہہ رہی ہوں؟“

”واقعی میں نے اس سے مل کر اور اس نے مجھ سے مل کر دھوکا کھایا ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہوئے بھی دھوکا پہچان نہ سکے۔“

”ہاں یہی بات ہے۔ اب اس کے پاس ہونے کا یقین کرنے کے بعد میرے لیے بھی خطرات بڑھ گئے ہیں۔ وہ یہاں ذرا سی جتنو کے بعد مجھے دھوکا نہ کالے گا۔“

”اسی لیے میں نے کہا تھا کہ رات ہی کو جھگڑی طرف چل پڑو۔ اس کے پہنچنے سے پہلے فارمولے حاصل کرو۔“

”میں یہاں سے کیسے نکلتی۔“ جس حالت میں چلی ہوں۔ صبح تک وہ سیاسی پارٹیوں کے درمیان فائرنگ ہوتی رہی صبح سے دوسرے اور دوسرے شام ہو گئی ہے۔ دکانیں بند ہیں۔ راستے دیران اور سناں ہیں۔ گاڑیاں نہیں چل رہی ہیں۔ ہم ان حالات میں ہوئی سے کیسے نکل سکتے ہیں؟“

وہ درست کہہ رہی تھی اس ملک میں ایک عبوری حکومت قائم ہوئی تھی جو بہت کمزور تھی۔ باقی گروہ اور مسلح قبائلی قانون سے چھلنے رہتے تھے۔ وہاں سونا چاندی اور کرنسی نوٹوں کی اہمیت نہیں تھی۔ سب سے زیادہ قیمتی اور تاباں چیز اناج تھی۔ انہیں میں جگہ کرنے والے تمام گروہوں کے سربراہ اپنے لڑنے والے جوانوں کو خواہ کے طور پر کریم نہیں اناج دیتے تھے۔

تقد سال کے باعث اناج کا ایک دانہ کہیں نظر نہ آتا تھا۔ عورتیں بچے بوڑھے اور جوان فاقے کرتے کرتے یوں بڑوں کے ڈھانچے ہو گئے تھے کہ قبروں سے اٹھنے والے مردے دکھائی دیتے تھے جن کے پاس ہتھیار تھے "انہوں نے اپنا اپنا ایک گروہ بنالیا تھا اور بیوی ملک سے آنے والی امداد کو بندر گاہ یا انپورٹ بری ری لوٹ لیتے تھے۔ اس پورے ملک میں ابتداء ہی سے ریل گاڑیاں نہیں ہیں۔ لوگ بیوں اور ٹرکوں میں سفر کرتے ہیں۔ اناج سے لدے ہوئے ٹرک فاقہ زدہ عوام تک پہنچ نہیں پاتے تھے راتے ہی میں لوٹ لے جاتے تھے۔

ان حالات میں مرنا اپنی ٹیم کے صرف تین افراد کے ساتھ ہوٹل سے باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔ ہوٹل کے کیراج میں گاڑیاں اور چند نیکو ملازم تھے۔ وہ مناسب موقع دیکھ کر وہاں سے نکلنے والی تھی۔ شی آرنے کہا۔ "حالات بتا رہے ہیں کہ تمہارے وہاں سے نکلنے سے پہلے پارس پہنچ جائے گا۔ اسی کو مقدر کہتے ہیں جو حالات ہمارے لیے ناموافق ہیں اس کے لیے موافق لگ رہے ہیں۔" "شی آرنے! تم کسی بھی طرح اسے قابو میں روک لو۔ وہاں سے نکلنے نہ دو۔"

"میں یہی کوشش کر رہی ہوں۔" اسی وقت عبداللہ نے مرنا کے پاس آکر کہا۔ "میزم! وہ کہیں کھل گئی ہیں۔ سڑکوں پر گاڑیاں چل رہی ہیں۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی۔ "خود! چلو۔ ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔" شی آرنے کہا۔ "بھگوان کا شکر ہے یہ موقع مل رہا ہے۔ تم جاؤ۔" میں یہاں پارس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔" وہ دفاعی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ پارس کو روکنا ناممکن سا لگ رہا ہے اس کے ساتھ خیال خوانی کرنے والی باربرا ہے۔ وہ ہوٹل سے باہر جانے کے لیے ٹیلی پیسٹی کے جھکڑے آڑے کی اور لاٹانی کے آڑے کا فیض لے اپنے ہاتھوں میں ان کی تصویریں لے لے انتظار ہی کرتے رہ جائیں گے۔ اس نے لاٹانی کے پاس آکر کہا۔ "پارس کے ساتھ جو لڑکی باربرا ہے، وہ ٹیلی پیسٹی کے ذریعے تمہارے غنڈوں کو اپنا تابعدار بنا لے گی۔ تم ہوٹل کے بڑوں کی پروا نہ کرو۔"

"میں یہی چاہتا ہوں لیکن میں اپنے ہوٹل کی بدنامی کیسے کروں؟ پارس بڑے بنگلے کرے گا۔"

"تم صرف ایک معمولی سا چھوٹا سا کام کرو۔ اس کے کمرے میں بٹھتے ہی اسے زخمی کر دو۔ وہ زخمی ہونے کے بعد مجھے اپنے داغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔ میں اس کے داغ پر قبضہ نہاؤں گی تو وہ میرا غلام بن جائے گا۔ ہوٹل میں ایک ذرا بنگلہ نہیں ہو گا۔"

"مجھے بات ہے۔ تم میرے ساتھ رو۔ میں ہوٹل کے باربا ہوں۔" وہ ہوٹل کے سامنے ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے بازو سے بولا۔ "طیب منیر! ریو اور میں سالسٹر لگا کر دو۔ گاڑی کاٹر دے میں لے چلو۔"

شی آرنے کہا۔ "یاد رکھو! اسے صرف زخمی کو گے گا۔ نہیں کرو گے۔" وہ سر جی جانے کا ڈکٹیا فرق پڑے گا؟ کیا وہ تمہارا باربا ہے؟ شی آرنے کو غصہ آیا۔ بار تو وہ ہوئی تھا مگر وہ اپنے باربا کے اعلان رکھنا چاہتی تھی۔ لاٹانی کی بات سے یوں کہ جیسے وہاں کے حوالے سے السٹل کر رہا ہے۔ وہ بڑبڑ کر بولی۔ "بھگوان! یہ کدو! یار ہو گا تمہاری بہن کا؟" کندھ مجھ سے ایسی باتیں نہ کر۔" وہ بھی پیش میں آکر بولا۔ "اے گورے کی بچی! یاد دلاؤ! یازاری عورت، میری بہن کو گالی دے رہی ہے۔ تو کیا تمہیں یہ میں تیری ٹیلی پیسٹی کے بغیر وہ میرے حاصل نہیں کر سکتا۔ گدی اہمی حاصل کر کے۔"

وہ آگے بڑھ نہ کہہ سکا۔ چیخ مار کر لاری سیٹ سے اچھلنے سے ٹکرایا پھر پھیلی اور اگلی سیٹ کے درمیان کرکروانی ٹکلی کی شدت سے ترپنے لگا۔ شی آرنے اپنی دوسری اس کے داغ میں رہنے کا قاعدہ اٹھایا تھا۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "موت نے مجھے دے دیا۔" بازاری عورت کہا ہے۔ اب تو اسی عورت کا غلام رہے گا۔" ذرا نیورے گاڑی روک دی تھی۔ طیب منیر ٹکلی میں طرف جھک کر پوچھ رہا تھا۔ "میرے آقا! یہ اچھا کیا ہو گیا ہے؟ آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

وہ دودھ نہ کھول کر اگلی سیٹ سے باہر آیا پھر پھیلی طرف آیا اور آقا لاٹانی کو سہارا دے کر سیٹ پر بٹھائے لگا۔ شی آرنے کہہ میں جانتی ہوں لاٹانی! تم جسمانی اور دفاعی طور پر بہت طاقتور ہو۔ خانے میں پارس نے تمہیں جس طرح اٹھا اٹھا کر پیچھا چکا تھا۔ دو سرا ہوتا تو مرنا تاگر تم ریز کے پتلے ہو۔ تمہیں چوں کا کاٹا نہیں ہوتا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراچے ہوئے بولا۔ "ایک بار تو میرے ہاتھ لگ جائیں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ لاٹانی پھر چھین مار کر ترپنے لگا۔ راہ گیر اس کی چھین سن کر کڑک گئے تھے۔ لاری کڑکیوں پر چڑھ سوالات کر رہے تھے۔ طیب منیر نے کہا۔ "پریشانی کی بات ہے۔ ان پر ایسا ہی دودھ پڑتا ہے۔ ذرا نیور فوراً کسی قریبی ایجن لے چلو۔"

ذرا نیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ یوں راہ گیروں سے چل گئی۔ شی آرنے طیب منیر سے کہا۔ "کسی اسپتال میں لے ایک لمبا چکر کاٹ کر اداس ہوٹل میں چلو۔"

وہ ہوٹل کے چاروں طرف چکر لگا کر پھر وہیں آیا۔ شی آرنے کہا۔ "ہاں! میں تمہاری دفاعی کیفیت کو سمجھتی رہوں گی۔ جیسے تم ہی سانس روکنے والی توانائی حاصل کرو گے، میں پھر تمہیں دفاعی انجن میں جٹا کر دوں گی۔"

وہ انہیں بند کئے، تکلیف برداشت کر رہا تھا اور اس کے خلاف غرت سے سوچ رہا تھا۔ ایک عورت سے ذہن ہو کر غصہ بھی آ رہا تھا اور یہ سمجھ بھی آ رہا تھا کہ غصے میں سرخ ریشم کے مر جائے گا لیکن اس عورت کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔

اس نے غم دیا۔ "گھاڑی سے اترو۔ ہوٹل کے اندر جاؤ اور نہایت ہوشیاری سے پارس کے کمرے میں پہنچ کر اسے زخمی کرو۔ نہیں وہاں پہنچنے میں دس منٹ لگیں گے۔ میں اتنی دیر پارس کے پاس نہ کر سکتی ہوں۔" وہ چلی گئی۔ لاٹانی چند لمحوں تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم موجود ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوبارہ مخاطب کیا۔ جواب نہ ملنے پر ذرا نیور سے بولا۔ "خود! گاڑی اشارت کو اور سڑک کے اس پار بڑگ اسٹور کے سامنے چلو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنا ہو گا گاڑی اشارت کر چکا تھا۔ اسے تیزی سے ذرا نیور کر رہا تھا۔ لاٹانی پیچ کر کہہ رہا تھا۔ "ٹریک قوانین کی پروا نہ کرو۔ سڑک کر اس کو اور منبر! جیسے ہی بڑگ اسٹور میں داخل ہوں تم سالسٹر لگا دو ریو اور وہاں کے ڈاکٹر کو دکھا کر مجبور کرنا کہ وہ مجھے بے ہوش کا انجکشن لگائے۔ تم نے دیکھا ہے کہ ایک عورت مجھے دفاعی تکلیف میں جٹا کر کے غلام بنا جاتی ہے۔ اپنے آقا کو بچاؤ۔ بے ہوشی کے بعد مجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دو۔ ہوٹل میں پارس اور باربرا پر نظر رکھو۔ ان سے ہر حال میں دونوں بے رحم ہیں لو۔"

وہ بڑگ اسٹور میں گیا۔ ادھر شی آرنے پارس کو مخاطب کرنے لگا۔ "اکٹر لوگ تقدیر کی چکر بازی نہیں سمجھتے۔ شی آرنے پارس کو دبا دھونکا جانتی تھی۔ لاٹانی کے ذریعے زخمی کر کے اسے اپنا غلام بنا دودھ منیر سے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ لاٹانی کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ شی آرنے کے تعاون سے یا اس کے تعاون کے بغیر میرے قتل کرنے کے لیے قدم قدم پر ہوا لگا چکا ہے۔ ان کی اندیشہ الکی قتل کر پارس اور باربرا اسلحہ سے نہیں رہ سکتے تھے لیکن وہ نہیں مانتے تھے کہ تدبیر سے کام لیتے ہوئے بگڑ جاتے ہیں۔ تقدیر بگاڑنی بہت قدر بہت کم میں لاتی ہے اور جو ہوٹل میں انجان بنے بیٹھے ہیں ان پر مہمان ہوئی رہتی ہے۔"

وہ دھونک انجان نہیں تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ یوں انہی اس شمر کا بے تاج بادشاہ ہے۔ ان بیروں کے لیے انہیں موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ ہوٹل سے زندہ سلامت جانے نہیں لگا۔ دوسری طرف شی آرنے کی بھی ایسی کوششیں ہوئی گی۔

جب اس نے مخاطب کیا تو پارس نے پوچھا۔ "کون ہو؟ کوڈرڈ؟" وہ بولی۔ "کوڈرڈ ہیں، تمہاری اندھیرے کی ساتھی۔ اس سے بہتر کوڈرڈ نہیں ہو سکتے۔ لوگ روشنی میں ساتھ دیتے ہیں۔ تاریکی میں چھوڑ جاتے ہیں۔ میں نے تاریکی میں تم سے دوستی کی ہے اور مصیبت کے اندھیروں میں تمہاری دوست رہا کروں گی۔" "میرے پاس آنے کی زحمت کیوں کی ہے؟" "یہ بتانے کے لیے کہ اب تم سے دھوکا نہیں کھاری ہوں۔ تم پریم کار نہیں پارس ہو۔"

"ہام تو درجنوں ہو سکتے ہیں۔ یاد تو ایک ہی رہے گا۔" "ہاں! میں اعتراف کرنے آئی ہوں کہ آئندہ مقدر سے نہیں لڑوں گی۔ میں تمہیں اپنے جسم و جان کا مالک تسلیم کرتی ہوں اور آج سے ابھی سے تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ جائیز میرے پاس آ جاؤ۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں! پاسا کو نہیں کے پاس آتا ہے۔" "چلو یہی سہی۔ میں آ رہی ہوں۔ پانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گی۔"

وہ پارس سے بولتے ہوئے گھڑی دیکھ رہی تھی۔ پانچ منٹ گزر چکے تھے اس کے حساب سے لاٹانی دس منٹ میں پارس تک پہنچنے والا تھا اور اب پہنچنے کے لیے پانچ منٹ بگڑ گئے تھے۔ پارس نے پوچھا۔ "اتنی جلدی کیسے آؤ گی؟ کیا اسی ہوٹل میں ہو؟" "ہاں! اپنے کمرے سے نکل پڑی ہوں۔ تمہارے داغ سے بھی نکل رہی ہوں۔ اب کمرے میں ملاقات ہو گی۔"

وہ پارس کے اندر سے مطمئن ہو کر نکلے۔ اطمینان یہ تھا کہ وہ کمرے میں بیٹھا اپنی شامت کا انتظار کر رہا ہے اور کسی بھی لمحے لاٹانی وہاں پہنچ کر اسے زخمی کرنے والا ہے۔ وہ حالات کو قابو میں رکھنے کے لیے لاٹانی کے پاس آئی تو جھاک کی طرح بیٹھ گئی۔ اس کا داغ بے ہوشی کے باعث بے حس ہو چکا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں اسے پکار رہیں یا زلزلہ پیدا کر رہیں۔ جب اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ وہ دفاعی طور پر حاضر ہو کر پیچ پڑی اس نے ایک گھد ان اٹھاواڑے آئینے پر اسے مارا۔ لاٹانی کو گالیاں دینے لگی۔ وہ ایک بوڑھے عیاش کے مکان میں تھی۔ وہ ہوس میں اسے اپنے ساتھ لایا تھا پھر اپنی شاندار کوشش میں پہنچ کر اس کا معمول اور تابعدار بن گیا اس وقت وہ اس کی چھین سن کر دھڑکا ہوا آیا پھر بولا۔ "کیا ہو اپنی! اے گالیاں دے رہی ہو؟"

"تمہارے باپ کو گالیاں دے رہی ہوں، سٹور کے بچے! جاؤ یہاں سے۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ وہ پاؤں پیچ کر ٹپٹے لگی۔ اپنے آپ سے کہنے لگی۔ "مجھے اپنے آپ پر قابو پانا چاہیے۔ اسی طرح مجھے میں رہوں گی تو نکامیاں چھٹی ہو جائیں گی! ابھی امید ہے ابھی وہ ہوٹل میں موجود ہے۔ میں دوسرے آڑے کاروں کے ذریعے اسے

زخمی کر سکتی ہوں۔“

وہ فرش پر لوگ کے آسن میں بیٹھ گئی پھر سانس روک کر اپنے اندر سے ہنسنے کی تمام گرمیاں تمام ترغیبتیں اور تمام پریشانیوں کاٹنے لگی۔ یہ ہفتیں پندرہ منٹ تک کئی رہی پھر اس ہوش کے انجمان کی آواز اور لہجے کو یاد کیا اور اس کے اندر پہنچ کر اسے ہوش کے پچھلے دروازے پر لے گئی وہاں لاٹانی کے دو پہرے دار غنڈے سنبھلے تھے۔ وہ انجمان کے ذریعے ان کے اندر پہنچ گئی۔ انجمان نے اس کی مرضی کے مطابق ان سے کہا۔ ”آقا لاٹانی کا حکم ہے کہ تم دونوں سات سو باہ نہر کے کمرے میں جاؤ اور اس کمرے میں جو نوجوان ہو، اسے زخمی کر دو پھر اس کے سامنے ہی سات سو اٹھائیس نہر کے کمرے میں ایک نوجوان لڑکی قیام کر رہی ہے“ اسے بھی صرف زخمی کر دو۔“

ایک غنڈے نے پوچھا۔ ”کیا وہ اپنا کرا کھولیں گے یا لاک توڑنا ہو گا۔“

انجمان نے کہا۔ ”میں ماسٹر کی لے کر چلا ہوں۔ دروازہ کھل جائے گا۔“ وہ ان کے ساتھ کاؤٹر پر آیا۔ اس کی ایک دروازے ساتویں فلور کی ماسٹر کی لے کر جب میں رکھی پھر وہ تینوں لفٹ میں آئے لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل میں پہنچے بارہ اور پارس اپنے اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ شی تارا سے بہت پہلے ہی بارہا ہوش کے انجمان اور دوسرے اہم افراد کو نرس کر چکی تھی تاکہ غلو بڑھ جائے تو ان آٹھ کادوں کے ذریعے وہاں سے نکل سکے۔ تھوڑی دیر پہلے شی تارا اس انجمان کے داغ میں آئی اور غنڈوں کے پاس گئی تو بارہا نے پارس کے پاس آکر اسے بتایا کہ دشمن کس ارادے سے آ رہے ہیں۔

پارس نے کہا۔ ”انہیں آئے دو۔ میں نے جو طریقہ بتایا ہے، اس پر عمل کرو۔“

شی تارا اس انجمان کے داغ میں آری تھی اس کے پیچھے دو غنڈے تھے۔ ایک نے کاریڈور میں بیٹھے ہی رہو اور نکال لیا۔ وہ تینوں سات سو باہ نہر کے دروازے کے سامنے آئے۔ انجمان نے کل بیل کاٹن دیا پھر انتظار کیا اس کے بعد دروازے پر دستک دی۔ شی تارا باقی گئی کہ پارس اندر موجود ہے۔ انجمان نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ ”مشترک پارس! تم اندر موجود ہو۔ دروازہ کھولو۔“

پارس کی آواز آئی۔ ”میری جان! تم نے پانچ منٹ میں آئے کا وعدہ کیا تھا مگر یہ دیر سے آئی ہو اور اچھی خاصی بھرت لے کر آئی ہو۔“

وہ انجمان کے ذریعے بولی۔ ”دروازہ کھول دو۔ تم بری طرح چھن گئے ہو۔ فرار کے راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ اب تمہاری ذہانت کام نہیں آئے گی۔“

”میری ذہانت یہ ہے کہ دروازہ نہیں کھولوں گا۔ خود کھول کر آتا ہو گا۔“

انجمان نے جب سے چابی نکالی۔ شی تارا رہو اور دواغ غنڈے کے داغ میں آگئی تاکہ دروازہ کھلتے ہی گولی چلا کر پارس زخمی کر دے لیکن بازی تو ذہانت سے کھلی جاتی ہے۔ پارس کی ذہانت نے کام دکھایا۔ جیسے ہی انجمان نے دروازے کے کھولنے میں چابی ڈالی، ایک دم سے چپتے ہوئے کھلی کے پچھلے کھانے لاک پارس نے کھلی کا ٹکڑا ناری ہوش میں ڈال کر سوچا آج کرنا قتل شی تارا رہو اور دواغ کے ذریعے دروازے کے لاک پر ہتھ کرنا چاہتی تھی۔ بارہا نے اس سے پہلے ہی رہو اور لاک کا نوک غنڈے کی طرف کر دیا۔ ٹانگیں کی آواز کے ساتھ ہی وہ چوڑا کار اجلا پھر کاریڈور کے فرش پر گر کر ترے لگے۔ دوسرے تمام کھول کے دروازے کھلتے لگے۔ حوشریں چیخنے لگیں۔ مردوں نے دواغ اپنے دروازے بند کر لیے۔ رہو اور دواغ وہاں سے بھاگنے لگا۔ پارس نے سوچ آف کیا۔ انجمان غلو سال ہو کر لاش کے پاس گر پڑا۔ تمام کمروں کے مسافروں کو نکال رہے تھے۔ ہوش کے پیکر مارا گاؤڑ آگئے تھے پولیس کو بھی فون کر دیا گیا تھا۔ شی تارا انجمان کے داغ میں کہہ رہی تھی۔ ”حوصلہ کرو۔ انھوں اور اپنے سیکورٹی کھانڈر سے کو کہ وہ سات سو باہ نہر کا دروازہ کھولائیں۔“

سیکیورٹی افسر اس انجمان سے پوچھ رہا تھا۔ ”مرا کیا اس غنڈے نے آپ کو بھی گولی ماری ہے؟“

بارہا نے انجمان کو کہنے پر مجبور کیا۔ ”ہاں وہ غنڈا مجھے اپنا ہاتھ تھا لیکن اسی کے ساتھی کو گولی لگ گئی۔ مجھے سارے کمرے لے چلو۔“

شی تارا نے سخت لمحے میں کہا۔ ”میں جو کہہ رہی ہوں وہی کرو۔ یہ دروازہ کھلو اور دن میں ہمیں ذہنی مریض بنا دوں گی۔“ بارہا نے کہا۔ ”تم یہ دروازہ نہیں کھلو اس کو۔“ ہلکے تمام ٹیلی بیٹھی جاننے والے ان تمام سیکورٹی گاؤڑز کے داغوں میں موجود ہیں۔ جاؤ غنڈا پانی پور اور سوچو کہ تم یہاں مصروف رہ کر پانی صوبالہ کی قسم کو تو کام بننا ہی ہو؟“

وہ دفاعی طور پر حاضر ہو گئی۔ یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ بہت حاصل کرنے کے لیے پارس تک نہیں پہنچ سکے گی پھر بھی معلوم ہوا کہ بارہا اور پارس اس کی صوبالہ والی قسم کے متعلق بہت جانتے ہیں۔

وہ فوراً ہی مرنے کے پاس آکر بولی۔ ”کیا بیجا ہے کل ٹل ہو؟“

”ہاں، تم دیکھ رہی ہو، میری جیب ورتوں اور جھانپوں کے درمیان سے گزر رہی ہے۔ آگے والی جیب میں صفرا اور ذلی، تین ٹیکو ملازمین کے ساتھ ہیں۔ میں، عبداللہ اور باقی تین ملازمین کے ساتھ ہوں۔“

”تم کتنا فاصلے طے کر چکی ہو۔ اور کب تک اس قلعے میں پہنچو گی؟“

”جی تارا! ہمیں کیا ہو گیا ہے۔ ابھی تو ہم نے سفر شروع کیا ہے۔ خطرات دور ہے۔ عبداللہ نے بتایا ہے کہ ہم دو گھنٹے کے بعد دھانے جو کہ ساحل پر پہنچیں گے۔ وہاں ہمیں کسی لالچ کا انتظام کر کے دیا جائے گا۔“

”ابھی تو ہم نے پہلے سے لالچ کا انتظام نہیں کیا ہے؟“

”اس ملک میں دو دواغ ہیں۔ دواغ ہے جو بارہا اور دواغ ہے پھیل ان میں جو نکلتا ہے اور انہیں چلتی ہیں ان پر سب کچھ کیا گیا ہے۔ انہیں کاندھ ہو جاتا ہے۔ جب وہ ان لالچوں سے لالچ لوٹ کر لے جاتے ہیں تب ہم جیسے مسافروں کو دیا پار کرنے کا موقع ملتا ہے۔“

”مرتا! اس بات کی سو فیصد تصدیق ہو گئی ہے کہ وہ بہت کم کار نہیں پارس ہے۔ یہاں کسی طرح کا تو میں نہیں آتا ہے۔ میری تمام خوشیاں کام ہوتی جا رہی ہیں۔ بتائیں وہ قارہ میں کیوں رہا ہوا ہے اور کب یہاں سے صوبالہ پہنچ جائے گا۔ کوئی ایسا شارت کھانڈر کر کہ تم اس کے آگے سے پہلے وہ قارہ ملے حاصل کر کے وہاں سے نکل سکو۔“

مرتا نے عبداللہ سے کہا۔ ”مگر ہم اسی رفتار سے چلتے رہے تو دشمن ہمارے سروں پر آچکیں گے۔“

”میں کیا آپ دیکھ رہی ہیں کہ کیسے اونچے نیچے راستے ہیں۔ اگر یہ گاؤڑ کی گزریں میں یا دھل میں پھنس جائے گی تو ہم پھیل ہو جائیں گے۔ رفتار اور سوت ہو جائے گی۔“

”کیا اور کوئی شارت کھانڈر نہیں ہے؟“

”میں جس راستے پر لے جا رہا ہوں، یہی شارت کھانڈر ہے۔“

”کیا دواغ پار کرنے کے لیے فوراً لالچ یا شتی کا انتظام ہو جائے گا۔“

شاخ قریب آتی جا رہی تھی۔ عبداللہ اچھل کر بپ کے ہونٹ پر آ گیا پھر بیٹا بدل کر پوز لیتے ہوئے بپک مارتے ہوئے اس شاخ کے قریب آتے ہی کرانے کا ایسا ہاتھ مارا کہ وہ کوڑکا ہونٹ کی آواز کے ساتھ آدھی ٹوٹی باقی آدھی اس کے جسم کے ہوجھ سے ٹوٹی۔ وہ شاخ سمیت گاڑی سے ڈرا دور جا کر گھاس پر گر پڑا۔

آگے پیچھے چلنے والی گاڑیاں رک گئیں۔ صفورائے اچھی گاڑی سے اترتے ہوئے سکرانے ہوئے ڈی کوڈز سے کہا۔ ”دیکھو! یہ ہے میرا بھائی۔ یہ انسان ہے مگر شیر کے بھی طاقت رکھتا ہے۔“

مرتا بھی جیب سے اتر آئی۔ عبداللہ چوں سے لدی ہوئی شاخ کو ایک طرف پیچید کر کھڑا ہو گیا تھا۔ مرتا نے کہا۔ ”میں باقی ہوں۔ تم بہت ش زور اور زبردست قاتلو ہو مگر وہ اس لیے خطرناک ہے کہ تم سے مقابلہ نہیں کرے گا اور ہمیں بے بس کر دے گا۔“

صفورائے پوچھا۔ ”آپ کس کی بات کر رہی ہیں؟“

”فراہم علی بیور کا بیٹا پارس جو نہایت ش زور ہے مگر دشمنوں سے بہت کم مقابلہ کرتا ہے۔ اس نے سونا کے سامنے میں پوروش پائی ہے۔ بیشمکاری سے میدان ہارنا ہے۔“

صفورائے کہا۔ ”تو پھر میرے زہر سے مرے گا۔“

”تمہارا زہر اس کے لیے شروت ہو گا کیوں کہ وہ بھی زہریلا ہے۔“

”کیا واقعی؟ اگر یہ سچ ہے تو بتاؤ وہ کس حد تک زہریلا ہے تاکہ میں اپنے زہر کو اس سے بڑھ کر استعمال کر سکوں۔“

”میں نہیں جانتی کہ وہ کس حد تک زہریلا ہے کیا تم اپنے زہر میں اضافہ کر سکتی ہو؟“

”ہاں! اس سے سامنا ہو گا تو پہلے میں اسے آزماؤں گی۔ اس کے زہر کی مقدار اور شدت کا اندازہ کروں گی۔ اس کے بعد۔“

اس نے اپنے گریبان سے ایک شیشی نکالی پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ ”جس طرح سوزا وانیوں میں نمک ڈالنے سے جھاگ میں تیزی پیدا ہوتی ہے ویسے ہی میں اس زہر کا ایک قطرہ زبان پر رکھ لوں تو میرے زہر میں ایسی شدت پیدا ہوگی کہ پارس کو زوں لوں تو وہ باقی مانگنے سے پہلے دم توڑ دے گا۔“

شی تارا نے کہا۔ ”مرتا! اپنی اچال سے صفورائے ہمارے لیے امید کی کرنا ہے۔ آگے جو وقت ضائع نہ کرو اور سوچ پارس کو ختم کر دینے کی اور کیا تدابیر ہو سکتی ہیں۔“

وہ قافلہ آگے بڑھ گئی۔ شی تارا اپنی جگہ واپس آگئی۔ خیال خوانی کا سلسلہ اچانک ہی ٹوٹ گیا تھا وہ دونوں ہاتھوں سے سر قلم کر سوچنے لگی۔ ”جب سے وہ زہریلا میری زندگی میں آیا ہے تب سے یہ میری بار میرا سر جکا رہا ہے۔ جی گھبرا نا بھی ہے اور جی ہاتھ بھی ہے کہ وہ نش پھر لے دینا کا کوئی نش ہو“ اس کی غایت میں ہوتی ہے کہ اس کی طلب پکارتی رہتی ہے اگر اس طلب نے شدت اختیار کی تو کیا ہو گا؟“

وہ پریشان ہو کر بھر مینا کے پاس آئی اس سے بولی۔ ”جب
پارس پہلی بار تمہاری زندگی میں آیا تھا تو کیا تمہارا سر چکرایا کرتا
تھا؟“

”ہاں“ ایسا ہوتا تھا۔ میں سمجھ رہی ہوں تمہارے ساتھ بھی
یہی ہو رہا ہے۔“

”کیا اس کی طلب میں شدت پیدا ہوتی ہے؟“

”ہاں نشہ کوئی سا ہو، میرا حال نشہ ہوتا ہے میں بہت ضدی
ہوں۔ ہزار طلب کے باوجود اس دشمن کے پاس نہیں لگی۔ جاتی تو
اس کی تیز بین کر رہ جاتی۔ تمہارے ساتھ بھی یہی قصہ ہے۔ تم بھی
ضدی ہو اور بھی اس کی باندی بننا نہیں چاہو گی۔ ایسے میں نشے کی
طلب کو کچل ڈالو گی۔“

”تم بہت اچھی ہو۔ تمہاری باتوں اور تجربوں سے حوصلہ ملتا
ہے۔ میں بھی اس کی طلب کو ٹھکراتی رہوں گی۔“

”تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابھی شاید تمہارا سر چکرایا
تھا۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ یہ عارضی پریشانی ہے۔ دور ہو
جائے گی۔ خیال خرابی نہ کرو۔ ٹھوڑا آرام کرو۔“

وہ پھر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ بستر پر آکر لیٹ گئی۔ اس کی پہلی
اور آخری خواہش تھی کہ کسی طرح پارس قابو میں آجائے اور اس
کا غلام بن جائے۔ بعض مرد بڑے ضدی اور غیرت مند ہوتے
ہیں۔ جان دے دیتے ہیں لیکن عورت کی غلامی قبول نہیں کرتے۔
وہ اس راجوت کو بھی نہیں بھلا سکتی تھی جس نے غلام بن کر رہنا
گوارا نہیں کیا تھا اور خود کو زندہ رو کر رکھ لیا تھا۔

دوسرا وہ بونا لانا تھا۔ اچھی وہ اسے تابعدار رہی تھی مگر نہ
بنا سکی۔ اس سے پہلے ہی اس نے بے ہوشی کا انجشن لگوا لیا تھا۔
وہ گھڑی دیکھ کر سوچنے لگی۔ ”پانچ گھنٹے گزرنے والے ہیں۔ وہ ہوش
میں آگیا ہو گا۔ میں پھر اسے تابعدار رہنا کرپارس کے خلاف محاذ بنا
سکتی ہوں۔“

اگرچہ خیال خرابی کا جی نہیں چاہتا تھا پھر بھی وہ لاثانی کے
پاس پہنچی اس نے فوراً سانس روک لی۔ شی تارائے وقفہ وقفہ سے
تین بار کو ششیں کیں لیکن لاثانی نے ایک سیکنڈ کے لیے بھی اسے
دماغ میں جگہ نہیں دی۔ وہ تھک بار کر پھر اپنے بستر پر حاضر ہو گئی
تھی۔ پچھلی رات سے کو ششیں کرتے کرتے تیز ہو گئی تھی۔ اس
نے سوچا۔ ”حالات سے سمجھو نا کرنا چاہتے پارس میں قابو میں
نہیں آ رہا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ عبداللہ اور صفورا سے ٹکرانے کا
تو میں بھی خیال خرابی کے ذریعے موجود رہوں گی۔ موت اور ٹکٹ
ہر پہلو ان کا مقدر ہوتی ہے۔ وہ کتنا بڑا پہلو ان ہے کہ کبھی ٹکٹ
نہیں کھائے گا۔ وہ بڑی ٹکٹ نہ کھائے“ معمولی سا زخمی ہو جائے
پھر میں اس سے منت لوں گی۔“

اس نے خود کو تسلیاں دے کر آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو
ہدایات دیں پھر دو گھنٹے کے لیے سو گئی کیوں کہ آنے والی رات بہت

اہم تھی اگر مینا کا سزا موت جاری رہتا تو وہ رات باندھ بیٹھ کر
اس قیلے میں بیٹھنے والی تھی جہاں ایک چھٹی سی پھاڑی کو کھانے
میں فٹ آنا تھا ایک ایسا بت تراشا گیا تھا اور جس کے اندر مینا
فارمولے چھپا کر رکھا تھا۔

بارا اپنی اپنی لے کرپارس کے پاس آئی پھر بولی۔ ”ہاں
آدمے گھنٹے میں یہاں پہنچنے والا ہے۔“ پارس نے اپنی اپنی حالت
ہوئے کہا۔ ”چلو میں تیار ہوں۔“

وہ کمرے سے باہر آئے پھر لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلوئر
پہنچے۔ وہاں بونا لانی پولیس افسر اور سپاہیوں کے ساتھ کھڑے
افسر سے بولا۔ ”یہی ہے وہ شخص آپ اس کی تلاشی لیں۔“

افسر نے کہا۔ ”سٹرا آپ پر الزام ہے کہ آپ ہمارے ملک
کے تباہیہرے چر کر لے جا رہے ہیں۔“

بارا نے کہا۔ ”یہ جو الزام ہے۔“

افسر نے کہا۔ ”سمجھا ہو سکتا ہے آپ دونوں اپنی جان
ثابت کرنے کے لیے لاثانی صاحب کے جیبر میں چلیں۔ تم جانی
لیں گے۔“

پارس نے استقبال ہال میں دور تک بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھ
کر بلند آواز میں کہا۔ ”میزبانیہرے جیبر میں۔“ یہ ہوئی پورے عرصے
مشہور ہے لیکن یہاں کی انتظامیہ کا یہ حال ہے کہ اپنے ممالک
چوری کا الزام لگاتے ہیں۔ یہ ہماری تلاشی لینے کے لیے اصرار
کمرے میں لے جانا چاہتے ہیں مگر ہم سرعام آپ سب کے سامنے
تلاشی دیں گے۔“

لاثانی نے کہا۔ ”تم اس طرح جیج کر ہمارے ہونے کو دہم
کر رہے ہو؟“

بارا نے کہا۔ ”الزام جو ثابت ہو گا تو یہ ثابت ضرور
ہو گی۔“

کتنے ہی مز عورتوں نے کہا۔ ”بے شک“ تلاشی بند کرے گا
نہیں سب کے سامنے ہو گی۔“

افسر اور سپاہیوں نے دونوں اپنی کس کس کو ایک ایک چکر لگا کر
دیکھنے لگے ایک لیز کی کاشٹیل نے بارا کی تلاشی کی۔ پارس نے
بھی سر سے اس تک ٹھوٹا کیا مطلوبہ ہیرے برآمد نہیں ہوئے
لوگ شیم شیم گھٹنے لگے۔ لاثانی نے کہا۔ ”میں قسم کھاتا ہوں کہ
اسی کے پاس تھے شاید اس نے ہوش کے کمرے میں چھپا
ہیں۔“

سپاہیوں کو ساتویں منزل پر دونوں کمروں کی تلاشی کے لیے
بھیجا گیا۔ وہ آدمے گھنٹے بعد ناکام ہو کر آئے۔ پارس نے کہا۔
”ہمارے لیے فرانس سے ایک مخصوص طیارہ آیا ہے اور
ہمارے انتظار میں دن دے پر کھڑا ہے۔ تم لوگوں نے جو الزام
عائد کر کے ہماری توہین بھی کی ہے اور طیارے کی پرواز میں تاخیر
بھی کرائی ہے۔ لاثانی! ہم جا رہے ہیں لیکن یہ سمجھو کہ تمہارا

ہوش ہے۔ حکومت فرانس ہماری توہین کا ایسا ہرجانہ طلب کرے گی
کہ ہوش نہیں فروخت کرنا پڑے گا۔“

دونوں اپنے اپنے اپنی کیوں میں سامان رکھ کر ہوش سے
باہر آئے کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے پارس ڈرائیو کر رہا
تھا۔ بارا خیال خرابی کے ذریعے لاثانی کے ماتحت طیب منیر کے
پاس پہنچی ہوئی تھی۔ پچھلی رات کو لاثانی کے یہ خانے سے نکلے
رفت پارس نے وہ دونوں ہیرے طیب منیر کی جیب میں ڈال دئے
تھے۔ بارا طیب منیر کو دانی طور پر غائب کر کے اسے دکان کے اس
حصے میں لے گئی تھی جہاں وہ رہتا تھا۔ وہاں اس نے لباس بدلا تھا۔
جس جیب میں ہیرے تھے وہ لباس وہیں چھوڑ دیا تھا پھر دکان میں
داخل آگیا تھا۔ بارا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ذرا
پریشان ہوا پھر یہی سمجھا کہ وہی خیال خرابی کرنے والی اسے پریشان
کر رہی ہے اسے یہ مطمئن نہ ہو سکا کہ وہ پانچ منٹ کی غفلت میں
ان ہیروں کا مین بن چکا ہے۔

اب پارس کے ساتھ انزپورٹ کی طرف جاتے ہوئے بارا
طیب منیر کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ غائب دماغ ہو گیا تھا۔ اس
نے دکان کے کرائے میں جے میں جا کر لباس تبدیل کیا۔ وہی لباس پہنا
جس میں وہ ہیرے تھے پھر دکان بند کر کے ایک جیس میں بیٹھ کر
انزپورٹ آگیا۔ پارکنگ ایریا میں بارا اور پارس اس کے کھٹر
تھے۔ پارس نے اس کی جیب سے ہیرے نکال کر اپنی جیب میں
رکھے پھر دونوں خصوصی طیارے میں آکر بیٹھ گئے۔ جب طیارہ
پرواز کرنے لگا تو بارا نے طیب منیر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔
وہ ایک دم سے چوک کر سوچنے لگا۔ ”میں انزپورٹ کیسے پہنچی
گیا؟ میں تو اپنی دکان میں تھا۔“

بارا نے کہا۔ ”اپنے آقا لاثانی کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ
کہ ہیرے تمہارے پاس چھپائے گئے تھے۔ تم نے محرزہ ہو کر
ہماری امانت ہمیں لوٹا دی۔ ہم اسے لے کر جا رہے ہیں۔ خدا
حافظ۔“

وہ دانی طور پر طیارے میں حاضر ہوئی۔ پاشا کہہ رہا تھا۔ ”سبز
پارس! میں نے آپ کا بڑا ذکر سنا تھا مجھے خوشی ہے کہ آج ملاقات
ہو گی۔“

پارس نے بارا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”تمہیں اس لڑکی
سے مل کر زیادہ خوشی ہو گی۔“

”یہ کون ہے؟ عارفہ کراؤ۔“

”متعارف سمجھو یا تعریف سمجھو؟ یہ میری ماہ ہے۔“

”وہ گھور کر بولی۔ ”یہ کیا کچھ اس کر رہے ہو؟“

”حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ میں پارس ہوں یہ بارسا ہے۔
تم کیا بارسا ہے کہ نہ بارسا بھی اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ یہ قدرت کی
نی گھڑی ہے۔ پچھلی لڑکی بن کر پیدا ہوئی لیکن آج تک خود کو لڑکا
نہی سمجھ رہی ہے۔“



پاشا نے کہا۔ ”یہ اس جنگی قبیلے کے حلقہ پوچھ رہی ہے“ جہاں ہم جا رہے ہیں۔ وہ قبیلہ پاک ماس کہلاتا ہے۔ دراصل صوبائیہ سے ہزاروں میل دور کا گھوٹن کے جنگلات میں چھوٹے قد کے انسان رہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ جہت کر کے دریائے جوہا کے اس پار کھینچے جہاں میں آباد ہو گئے ہیں۔ پاک ماس قبیلے کے جیشوں کا قد زیادہ سے زیادہ چار یا ساڑھے چار فٹ کا ہوتا ہے۔ یہ بڑے شاطر ہوتے ہیں۔ بظاہر بھول نظر آتے ہیں۔ ہم جیسے قد آور لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے چھپ کر کھلے کرتے ہیں۔ دوست بن جائیں تو خوب عزت کرتے ہیں۔ دشمنی پر آجائیں تو چھپ چھپ کر کھلے کرتے ہوئے دوری دور سے رگیدت ہوئے موت کی دلدل تک لے جاتے ہیں۔ جہاں وہ آباد ہیں“ وہاں ایک پہاڑی کے غار میں خطرناک دلدل ہے۔ اس دلدل تک جس کے پاؤں چلے جاتے ہیں وہ پھر زندہ یا مردہ واپس نہیں آ پاتا اس میں دھنسنے دھنسنے کا درد ہو جاتا ہے۔

”یہ لوگ شہری آبادیوں کے قریب نہیں آتے۔ موٹھی جاتے ہیں۔ سانپ اور بندر بچ کر دریا سے جوہا تک آتے ہیں۔ صوبائیہ کی حکومت ملٹی قیادت کے لیے ان سے سانپ اور بندر ریتیر تیرا دیں خریدتی ہے۔ ان کے محض وہ اناج حاصل کر کے پھر کھینچے جنگل میں گم ہو جاتے ہیں۔

”جس پہاڑی کے غار میں وہ دلدل ہے اسی پہاڑ کے ایک حصے کو تراش کر انہوں نے تقریباً بیس فٹ اونچا ایک بت بنایا ہے۔ وہ اس بت کی پوجا کرتے ہیں۔ اس بت کا جسم اندر سے کھوکھلا ہے۔ اس کے بیروں سے لے کر سر تک پتھر کی میڑمیاں ہیں۔ وہ میڑمی بت کے اندر تیری منزل تک لے جاتی ہے۔ دوسری منزل پر قید خانہ ہے۔ وہ جیش اپنے دشمنوں کو مضبوطی سے باندھ کر اس قید خانے میں بٹوکا یا سا چھوڑ دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دشمن دیوتا کے بیٹے ہیں اور دیوتا انہیں کھا رہا ہے۔ جب ان قیدیوں کی ہڈیاں رہ جاتی ہیں تو وہ ان ڈھانچوں کو دلدل میں پھینک دیتے ہیں۔

”تیری منزل پر یعنی دیوتا کے سر میں اس قبیلے کا سردار رہتا ہے۔ اس کے سر میں بت سے خبیہ خانے بنے ہوئے ہیں۔ وہیں تین خبیہ خانوں میں فارمولوں کی تین فائلیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک فائل میں قوتِ ساعت، دوسری میں قوتِ بصارت اور تیسری میں جسمانی اور دماغی توانائی کے فارمولے ہیں۔

پارس نے پوچھا۔ ”اس بستی میں کتنے افراد ہوں گے؟“ ”تقریباً دو سو افراد ہوں گے۔ جنگل میں دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنا کر رہتے ہیں۔“

”تم نے ان سے کیسے دوستی کی؟“ ”میں وہاں کچھ جڑی بوٹیاں حاصل کرنے گیا تھا۔ میں نے دریائے جوہا کے پاس آنے والے ایک پاک ماس بوڑھے جیش کو

اپنے پاس پناہ دی تھی۔ اس قبیلے میں یہ دستور ہے کہ جو لوگ بوڑھے ہو جاتے ہیں اور قبیلے میں تقسیم ہونے والی خوراک کا بیڑا بن جاتے ہیں تو انہیں دیوتا کے بیٹے میں پہنچا کر باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ زندگی کے آخری ایام میں دیوتا کی خوراک بن کر جنت میں پہنچ جائیں۔ وہ بوڑھا جیش دیوتا کی خوراک نہیں بننا چاہتا تھا۔ وہاں سے بھاگ کر شہر کی طرف آنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے ملازم رکھ لیا۔ اس سے وہاں کی زبان سیکھی۔ ان کے طور طریقے معلوم کیے پھر اسے سمجھایا کہ وہ میری ہدایات پر عمل کرے گا تو قبیلے کا سردار اسے دیوتا کی خوراک نہیں بنائے گا۔ وہ میری ہدایات کے مطابق واپس گیا۔ قبیلے کے لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے سوار سے کہا۔ ”میں دیوتا کے اوٹار سے مل کر آ رہا ہوں۔ وہ آج رات کو بستی میں آئے گا اور ہم سب کو ایک ماہ کا اناج اور کپڑے دے گا۔“

سردار نے کہا۔ ”شہری لوگ پہلے بھی آئے۔ یہاں سے جڑی بوٹیاں لے گئے اور ہمیں اناج بھی دیا۔ تم کوئی نئی بات بتا رہے ہو؟“

بوڑھے نے کہا۔ ”وہ دیوتا کا اوٹار دیکھنے میں انسان ہے لیکن کوئی آسانی بلا ہے۔ وہ مگرمیری کی چھٹی ہوئی چڑیل کو اور انسانوں کو دیکھ لیتا ہے۔ اس کی پکچان یہ ہے کہ تاریکی میں اس کی

دونوں آنکھیں چپتے کی طرح چمکتی ہیں۔ آج رات ایک بھی مشعل نہ جلائی جائے۔ وہ اندر سے میں آکر سردار سے مصافحہ کرے گا۔“ پھر بوڑھے نے کہا۔ ”اس اوٹار کی یہ خوبی ہے کہ وہ جہاں بھی ہو وہاں سے ہماری باتیں سنتا رہے گا۔ وہ آکر سردار کو بتائے گا کہ وہ مجھ سے کیسی باتیں اور کیسے سوالات کر رہا ہے۔ وہ سردار کی زبان سے نکلا ہو ایک ایک لفظ سنانے گا۔“

”اس بوڑھے نے میری قوتِ ساعت اور بصارت کے علاوہ میری شِ ذہنی کے بھی قصیدے پڑھے۔ میں نے منصوبے کے مطابق رات کو وہاں جا کر گاڑی روکی۔ اس کی بیڑا لٹس پہلے سے بھی ہوئی تھی۔ مجھے دوشنی کے بغیر نظر آ رہا تھا۔ میں نے تاریکی میں سردار کے پاس پہنچ کر اس سے مصافحہ کیا۔ اسے وہ تمام باتیں سنائیں جو وہ بوڑھے سے چرچا تھا پھر مشعلیں روشن ہو گئیں۔ سب نے یقین کر لیا کہ میں دیوتا کا اوٹار ہوں۔ میری گاڑی میں اناج بھرا ہوا تھا۔ اسے میں نے سردار کے حوالے کیا۔ وہاں کچھ تیار تھے۔ میں نے انہیں نودا اوٹار دیا۔ انہیں دیں۔ دوسرے دن کسی کا بخارا اڑ گیا۔

کسی کا زخم بھر گیا وہ سب میرے سامنے جھکتے گئے کیوں کہ ان کا سردار میرے سامنے کھٹے لٹکتا تھا۔ پھر تیسرے دن مجھے جسمانی طاقت کے مظاہرے کا موقع مل گیا۔ ایک قد آور گورلا کا گھوٹن جنگلات سے بھاگ کر ادھر چلا آیا۔ بوئے جیش اسے دیکھ کر دشت زدہ ہوئے۔ بستی میں جھک کر ڈھکی ہوئی۔ وہاں کے تیر انداز چھپ چھپ

چھپ چھپ گئے۔ میں نے انہیں تیر اندازی سے منع کیا پھر اس کے مقابلے پر رُخ کیا۔ ان دونوں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہوا شکار گوریلے ایسے طاقتور ہوتے ہیں کہ شیر سے لڑ جاتے ہیں۔ میں نے لڑنے سے مار گرایا۔ ایک ہماری چتر اٹھا کر اس کی سرنگی دیا۔ سب لوگ خوشی سے ہانپنے لگے۔ یہ عقیدہ ہے کہ ان دونوں میں اٹھو گیا کہ واقعی میں دیوتا کا اوٹار ہوں۔ وہ بستی میں پتائی چائے کے لیے آئے والا تھا۔ اس سے پہلے دیوتا میرے روپ میں آیا ہے۔

مجھے رہنے کے لیے دیوتا کی کھوپڑی میں جگہ دی گئی۔ میں نے ہار کا کھمبول پر مشعل تین کاٹیں دکھا کر کہا۔ ”یہ تمہارے پانی کی انت ہے۔ انہیں یہاں یوں چھپا کر رکھو کہ کسی انسان کی طرف ان پر نہ پڑے۔ اگر کسی نے انہیں ہاتھ بھی لگایا تو میں بے رحمی سے موت کے لیے بھی واپس نہیں آؤں گا۔“

”سردار نے ان فائلوں کو تین الگ الگ خانوں میں رکھا پھر میرے ان کے کمرے خانوں کے اوپر ہماری چتر رکھ دیے۔ اس کے دورانے بستی والوں کو حکم دیا کہ آج کے بعد سے کوئی انسان فوت سے دیوتا کے بیٹے تک تو آنے کا یقین کھوپڑی میں قدم نہ کرے گا۔ ادھر کا رخ کرنے والے کو زہر لیلے تھیلوں سے چھٹی لٹا جائے گا۔“

پاشا اپنی مطوعات فراہم کر کے چپ ہوا۔ بارہا نے کہا۔ ”اگر کچھ لوگوں کے ساتھ وہاں جا رہی ہے۔ شاید وہاں پہنچ جی ہو۔ اگر وہ پاک ماس بیویوں سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو اس کی تو اس بستی کی کھوپڑی تک پہنچا اس کے لیے زیادہ مشکل ہو گا۔“

پاشا نے کہا۔ ”ایک زہریلا حیرا ہے جنم میں پنچاؤں گے۔“ ”میرے ساتھ ایک زہریلی لڑکی مفعورہ بھی ہے۔ اس پر انہیں حیرا نہیں کریں گے۔ پھر ان کے پاس جدید ہتھیار ہوں گے۔ ان ہتھیاروں کے سامنے بوئے کھٹے ٹھیکہ نہیں گئے۔“ ”جب وہ کھٹے ٹھیکہ دیکھیں اور مجبوراً حکومت میں جائیں تو کچھ لوگ ان کے اندر جانے کے لیے بیڑمی والا راستہ بیش بند رہتا ہے۔ وہ تھیں مفعورہ پر کھلتا ہے۔ وہ لوگ میرا اور مفعورہ کو اس کے اندر سے لے جاتیں گے۔ پھر اچانک گم ہو جائیں گے۔ پھر چھپ کر تھیلے چلاتے ہوئے انہیں رگیدتے ہوئے دلدل میں لٹکتے گئے۔“

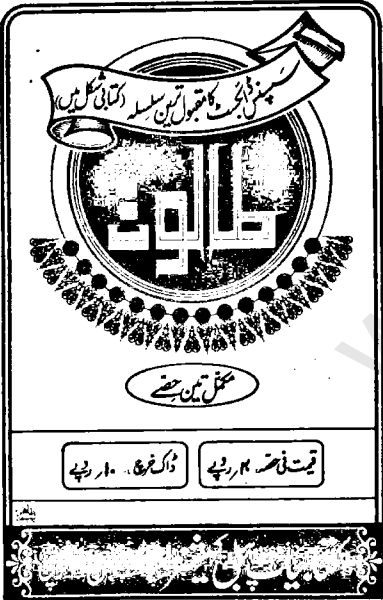
”ایک پاک ماس قبیلے کی باتیں کرتے کرتے بیڑا پہنچ گئے۔ اس نے وہاں سے دو سو نو اناج“ دو سو نو اناج اور کپڑے تھے۔ وہ سرکاری ہتھیاروں سے لیس ہو گئے۔ اگرچہ پارس کبھی ہتھیار نہیں چلا تھا لیکن وہاں کے حالات نے مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے حکومت کے چند اعلیٰ افسران آئے تھے۔ ان

کے لیے جیب اور دھن کاربن بھی لائے تھے۔ ایک افسر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ لوگ انسانی فرض ادا کرنے کے لیے اناج لائے ہیں لیکن یہ آپ کے لیے دیال جاں ہو گا۔ ان پورٹ کے باہر کتنی ہی خطرناک کردہ اس امداد کو کون سے شہر ہوں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ لوگوں کا جانی نقصان ہو۔“

پارس نے کہا۔ ”آپ یہ سب کچھ لے جائیں۔ ہمارے لیے صرف پچاس ٹن اناج دریا سے جوہا کے ساحل تک پہنچا دیں۔ ہم یہ پچاس ٹن اناج اور کچھ دوا انہیں پاک ماس قبیلے میں پہنچائیں گے۔ کیا آپ یہ تعاون کریں گے؟“

”بے شک آپ اپنے ساتھ دو گاڈیلے جائیں۔ رات دس بجے تک آپ کا مطلوبہ اناج اور دوا انہیں جوہا کے ساحل تک پہنچ جائیں گی۔“

چند ٹیکو ملازموں نے بارہا“ پارس اور پاشا کا سامان ایک جیب میں رکھ دیا۔ ان کے سامان میں چھل، خشک میوے اور کھانے کے سرمد ڈبے تھے۔ کچھ انسانی ہتھیار اور کارتوس تھے۔ وہ تھیلوں جیب میں بندھے گئے۔ ایک گاڈیلے نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی۔ دو سرگاڈیلے گاڑی کے پچھلے حصے میں کھڑا ہو گیا۔ اس طرح وہ قافلہ ان پورٹ سے باہر نکلا۔ آگے جا کر ایک سڑک گروہ نے راستہ روک لیا۔ گاڈیلے مقامی زبان میں کچھ کہا پھر جیب سے ایک کانڈ نکال کر دکھایا۔ انہوں نے کانڈ دیکھ کر جانے کی اجازت دے دی مگر لچائی



وہ لوگ اسے بار بار سمجھ رہے تھے۔ اس طرح یہ سمجھ میں آیا کہ اس مخالف پارٹی کا تعلق پارس سے نہیں ہے چونکہ ان میں بھی کوئی ٹیلی فنیکی جاننے والا ہے اس لیے وہ الپا ہوگی یا مسک مین کا ایوان راسکا۔

مرتا اور ایوان راسکا میں دوستی تھی۔ اس نے رابطہ کر کے معلومات حاصل کیں صرف آٹھ منٹ میں معلوم ہو گیا کہ اس جنگل میں ماسک مین کی ٹیم نہیں ہے۔ ایوان راسکا اس معاملے میں مصروف نہیں ہے۔

جوڑی نے اپنے کمرے میں مرتا کو آتے دیکھ کر کہا۔ ”ہیلو مس باربرا! ابھی یہ ڈی کوڈز تمہیں میرا کہہ رہا تھا لیکن میں نے ہلاکی سے دریافت کر لیا ہے۔“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”میں میرا ہوں مگر حلیم کرتی ہوں کہ باربرا میرے داغ میں ہے اور میں اس کی آواز کارہوں لیکن ہماری مادام باربرا نے بھی ہلاکی دکھائی ہے۔ اس نے ڈی کوڈز کو یہ دوا پینے کا حکم دیا۔ تمہاری الپا نے سمجھا یہ شراب لی رہا ہے۔ اس کے داغ میں جگہ مل جائے گی مگر افسوس کہ وہ ناکام ہو کر گئی ہے۔“

”تمہاری مادام باربرا ابھی ناکام ہو چکی ہے لیکن قاعدہ تمہیں بھی ہوا ہمیں بھی۔ ہم سب کو ایک دوسرے کی اصلیت معلوم ہو چکی ہے اب ہمارے درمیان دو دشمن ہو گئی تو کھل کر اور دوستی ہو گئی تو جرم کر۔“

مرتہ نے کہا۔ ”دو دشمن دونوں کو منجھ پڑے گی لہذا دوست بن کر بیٹا دیا مانے کا مقصد کیا ہے؟“

”وہی جو تمہارا مقصد ہے۔“

”ہمارا مقصد تمہیں بھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔“

وہ جتنے ہوئے بولا۔ ”وہ فارمولے زندگی کی تہ میں بھی پیچھے ہوں گے تو ہم انہیں نکال لائیں گے۔“

مرتہ کو چپ کی گئی۔ داغ میں سنسنیٹ ہی ہونے لگی۔

اس نے عبداللہ اور صفورا کو چور نظروں سے دیکھا پھر پوچھا۔ ”تم لوگ فارمولے کے متعلق کیا جانتے ہو؟“

جوڑی نے کہا۔ ”پہلے تو ہم یہ جانتے ہیں کہ پارس باربرا اور

پاشا یہاں آئے ہیں۔ تم خود کو میرا کہہ رہی ہو لیکن کسی حد تک یقین سا ہے کہ تم باربرا ہو۔ پاشا کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ غیر معمولی جسمانی اور دفاعی قوتوں کا حامل ہے۔ شاید وہ اس ٹیکو کے بیس میں ہے۔“

وہ عبداللہ کو پاشا سمجھ رہا تھا کیوں کہ پاشا ذلیل ذول میں ہاتھی جیسا طاقتور دھڑکتا تھا۔ اس نے مرتا سے کہا۔ ”ہمیں پارس کے قدح جاسات اور ملنے کے متعلق جو بتایا ہے اس طرح کا کوئی جوان تمہارے ساتھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ شاید وہ کہیں چھپا ہوا ہے۔“

مرتہ نے کہا۔ ”بھئی سمجھ لو۔ وہ دیکھنے کے بعد اندھے تیر کی طرح ہوتا ہے جو تاریکی میں کہیں سے بھی آکر جہنم میں پہنچا دیتا

ہے۔“

”چلو یہ بھی دیکھ لیں گے کہ وہ اس تاریک جنگل میں کون سے آئے گا۔ دینے ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اپنے کمرے میں جاکر آرام سے غور کرو۔ اگر ہم نے بازی ماری اور وہ فارمولے کے

تو تمہیں کیا ہے گا؟ اور اگر دوست بن کر وہ ناکام رہے گا تو اس کے تو شر پیچھے تک آوے گا نفاذ پارس رکھے گا۔ آٹھ منٹ رکھیں گے پھر شرمیں ان کی فوٹو اسٹینٹ کا لی کر لی جائے گی پارس آوے گا نفاذ کی کاپیاں ہمیں دے گا۔ ہم اپنے آٹھ منٹ کی کاپیاں اسے دیں گے اس طرح کوئی جھگڑا نہیں ہوگی۔ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا پھر آٹھ منٹ بھی پیشہ دوستی کا ثمر ہے۔“

”مشورہ معقول لگتا ہے۔ میں اس سلسلے میں پارس سے بات کروں گی۔“

وہ عبداللہ، صفورا اور ڈی کوڈز کے ساتھ اپنے کمرے میں گئی۔ وہ سب ایک دوسرے کے قریب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ہا نے سرگرمی میں کہا۔ ”مجھے باربرا اور عبداللہ کو پاشا کہتے ہیں۔ ہماری اصلیت ظاہر ہونے سے پہلے ان سب کو ہمیں خبر

دو۔ انہیں دیا یاد کرنے کا موقع ہی نہ دو۔“

عبداللہ نے کہا۔ ”جنگل میں شکار کا دستور یہ ہے کہ شکار اگ اگ رگید کر پھر گھیر کر اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔ یوں ہی ان سب پر ایک ساتھ حملہ کرنا دوائی ہوگی۔ ان کے پاس کافی ذخیرہ

ہیں۔“

مرتہ نے پوچھا۔ ”پھر کیا کرو گے؟“

”آسان سی ترکیب ہے۔ ہم ابھی یہاں سے نکلیں گے وہ ہمارا تعاقب کریں گے۔ تم میرے ساتھ رہو گی اور صفورا کوئی کون کے ساتھ جائے گی۔ ہم مختلف راستوں پر جائیں گے تو وہ کی

تین کی تعداد میں تقسیم ہو کر ہمارا تعاقب کریں گے پھر میں صفورا ان سے نہ مل سکے۔“

انہوں نے اسی تدبیر پر عمل کیا۔ اپنے نظریہ ملازمین سامان اٹھوا کر پھرواں سے جانے لگے۔ جوڑی اور کیری بال نے

انہیں جاتے دیکھا پھر انہوں نے بھی اپنا سامان اٹھا لیا۔ صفورا سے کافی فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے چلے گئے۔ آگے جا کر مرتا کی

دو حصوں میں تقسیم ہو کر وہ مختلف سمتوں میں جانے لگی۔ جوڑی

کیری بال سے کہا۔ ”تم یہاں اور لوسی کے ساتھ ان کے پیچھے

میں سر فلاد کے ساتھ ان کے پیچھے جا رہا ہوں۔“

پال نے کہا۔ ”اس طرح ہم جنگل میں بیٹھ جائیں گے۔“

جوڑی نے کہا۔ ”الپا ہم سب کے اندر آکر گائیڈ کریں گی۔“

کسی ایک جگہ آکر مل جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہم لوگ

اسی گھاٹ میں آجانا اور ہمارا انتظار کرنا۔“

وہ بھی تقسیم ہو کر وہ مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ پال

مکھے درخت اور جھاڑیاں تھیں کہ آسانی سے۔۔۔ آٹھ منٹ

مکمل جاری رہ سکا تھا۔ صفورا اور عبداللہ جنگل کے کیزے تھے۔ وہاں کی بھلیوں کو خوب جانتے تھے۔ صفورا ڈی کوڈز کو اور عبداللہ مرتا کو لے کر ان بھلیوں میں گم ہو گئے۔ جوڑی و فیرو کے پاس نارنگ لائٹس تھیں۔ وہ دور تک نارنگ کی روشنی میں دیکھتے اور آتے بڑھنے لگے۔ کبھی دائیں، کبھی بائیں سمت راستے بدل کر انہیں تلاش کرنے لگے۔

وہ شہری درندے تھے۔ جنگلی درندوں کا کھیل نہیں جانتے تھے۔ انہیں اندھیری رات میں سانپ نظر آئے ایک شیر کے

ہاڑے کی آواز میں بھی سنا دی دے رہی تھیں۔ ان کے ساتھ آتے والی حسین عورتیں بھی جا رہی تھیں۔ مس فلاد نے کہا۔

”جوڑی! ہم نے کہا تھا کہ کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا ہم پہلی

کاٹھیں بیٹھ کر افریقہ کی یہ کر رہیں گے۔“

”اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ذرا آنکھیں مکلی رکھو اور ان چھپنے

والوں کا تلاش کرو۔“

”پلیز مجھے دباؤ نہیں بھیج دو۔“

”ہم بائیں مکلی ہیں، تمہیں اور لوسی کو خاص مقصد سے یہاں

لائے ہیں۔“

”کیا مقصد ہے؟ صاف صاف بتاؤ۔“

”ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ فارمولے کسی جنگلی قبیلے کی

تخلی میں ہیں۔ یہاں کے سپاہی فام جنگلی سردار گوری اور چینی

لورڈوں کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ ہم تمہیں اور لوسی کو شہوت کے طور پر

پیش کرنے کے لیے لائے ہیں۔“

”یہ کیا کہنا ہے۔ میں کسی کالے خوفناک ٹیکو کو دیکھنا بھی

پہنہ نہیں کرتی اور تم مجھے پیش کرنا چاہتے ہو۔ میں اسرائیلی آٹھلی

جمن کی جاسوس ہوں کوئی بازار مال نہیں ہوں۔“

الپا نے اس کے داغ میں آکر کہا۔ ”فلاد! اس جنگل میں

چھپنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آٹھلی جس کے چیف کے رپورٹ

دی تھی کہ تمہاری اور لوسی کی غفلت سے ایک غیر ملکی جاسوس

اسرائیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ ہمارا ایک اہم

رازچرا کر لے گیا۔ تم دونوں کو سخت سزا میں دی جانے والی تھیں۔

میں نے تمہیں ان سزائیوں سے بچا لیا تاکہ تم دونوں اس جنگل میں

ہمارے کام آسکو۔“

وہ بولی۔ ”مادام! یہ ظلم ہے۔ ہمیں اپنے ہی ملک میں سزا پانے

والے۔“

”میں سزا ہی ملتی پائی ہے کہ تم دونوں کو ملک بدر کر کے

ایک باغی قلم جوشی سردار کے پاس حرقہ کے لیے چھوڑ دیا جائے

میں تم دونوں کو اپنے لیے پکڑ کر لیتی رہی۔“

”مادام! ایسی ذلت ہے کہ۔۔۔ کچھ تو غیرت کرو۔ ہم یہودی

نہیں ہیں مارا لو کہ ہماری آہو کا سودا یوں نہ کرو۔“

الپا نے کہا۔ ”اسے اس پہلو سے سوچو کہ تم اپنے وطن اور

یہودی قوم کے لیے آہو قربان کر رہی ہو۔ تمہاری قربانی سے یہودی قوم کو ایسے فارمولے ملیں گے جن کے ذریعے ہم پوری دنیا پر چھا جائیں گے۔“

پھر وہ جوڑی سے بولی۔ ”کیا ہوا؟ کیا وہ چھپنے والے نظر نہیں آ رہے ہیں؟“

اس وقت جوڑی کی نارنگ کی روشنی دور کھڑی ہوئی صفورا پر گئی۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”مکلی نہ چلا نا وہ لوگ مجھے چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں۔“

جوڑی نے کہا۔ ”یہ تم لوگوں کی کوئی چال ہوگی۔ تمہارے پاس

کوئی ہتھیار ہو تو پیکر دو۔“

”میں بالکل نشتی ہوں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ تم میرا

ساتھ دو گے تو میں پانچ مائیں قبیلے تک تمہاری رہائشی کول

کی۔“

جوڑی ذرا چپ رہا پھر الپا کی ہدایت کے مطابق بولا۔ ”تمہیں

مطمئن کرنا ہو گا کہ وہ تمہیں کیوں چھوڑ گئے ہیں؟“

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے آہستہ آہستہ قریب آتے ہوئے بولی۔

”وہ مجھے قبیلے کے سردار کی داشت بنانا چاہتے تھے۔ تمہارے پاس دو

گوری عورتیں دیکھ کر انہوں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر

تمہاری عورتیں تم سے چھین کر لے جانے والے ہیں۔“

”وہ شہرے گوری عورت لاسکتے تھے پھر تمہیں کیوں لائے؟“

”میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں پانچ مائیں قبیلے تک انہیں پہنچا

سکتی ہوں۔ وہ مجھے موگا دھو سے بیٹابہ لائے۔ بیٹابہ سے گھاٹ

آنے کے راستے میں انہیں عبداللہ مل گیا۔ وہی عبداللہ ہے تم

لوگ پاشا سمجھ رہے ہو۔ وہ اس جنگل کے اور پانچ مائیں کے بلے

میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے اس لیے انہوں نے مجھ سے بچھا چھڑا لیا

ہے۔“

اس نے پوچھا۔ ”پارس اور پاشا کہاں ہیں؟“

وہ بولی۔ ”اسی جنگل میں کہیں آس پاس پیچھے ہوئے ہیں۔

تمہاری عورتوں کو حاصل کرنے کے بعد یہی دیا پار کریں گے۔“

وہ ایک ہاتھ میں راتھل پکڑے قریب آیا پھر اس کی تلاش

لینے لگا۔ قریب آتے پر اسے گری کا احساس ہوا۔ وہ کالی تھی مگر

اس میں عجیب سی کشش تھی جوڑی نہیں جانتا تھا کہ یہ زہریلی

کشش ہے اور اس کے بدن سے جو آغ آ رہی ہے، وہ زہر کی

حرارت ہے۔

وہ تلاش لینے کے لیے اس کے بدن کو ٹوٹا ہوا جھکا تو صفورا

نے اس کی گردن میں بائیں ڈال دیں۔ وہ بولا۔ ”سیدھی مکلی رہو

اور مجھے تلاش لینے دو۔“

وہ بولی۔ ”تلاشی کیوں لینے ہو۔ مجھے کوئی مار دو مگر ایک بار گلے

سے لگا لو۔“

اس نے گردن کے گرد ہاتھوں کا گھیرا رکھ کر دیا۔ اچانک

اسے یوں لکھ دیا کہ ماموں نہیں ہیں بیگتے ہوئے دو سانپ ہیں جو گلے کا پار بن گئے ہیں۔ چونکے اور تھپتھپے میں دیر ہو گئی۔ جوڑی کے حلق سے چیخ نکلی۔ ماموں نے اس کی گردن کے پاس دانت گاڑ دیے تھے۔ زہر ایسا تھا جیسے بجلی کا کرنٹ لگا ہو۔ ہاتھ سے رانقل چھوٹ گئی تھی۔ اس کی پنجپیں جھلجھل میں دور تک کوٹھتی جا رہی تھیں۔ وہ زمین پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ اس کے ساتھ آنے والی مس ظاور بہت زخمی ہو کر پیچھے جا کر ایک درخت سے لگ گئی تھی اور تقرقن رہی تھی۔

پھر پنجپیں مر گئیں۔ چیخنے والا غصہ اڑ گیا۔ ماموں نے اس کی تاج اور رانقل اٹھائی پھر کہا۔ ”ظاور! اچھے سے نہ دو میں صرف دشمنوں کو نہیں چھوڑتی اور تم دشمن نہیں ہو۔“

اپا نے پال اور کیری بال کے پاس آکر کہا۔ ”بری خبر ہے۔ جوڑی مر چکا ہے۔“

پال نے کہا۔ ”مجھے ہم نے چھپیں سنی تھیں۔ کیا وہ مارا جوڑی تھا؟“

”ہاں! ان کے ساتھ جو سیاہ قام لڑکی ہے وہ زہریلی ہے۔ اس نے جوڑی کو زہر لیا ہے۔ تم تینوں کو موت خطا رہتا جا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی نظر آئے“ اسے فوراً گولی مار دو۔ اس کا لڑکی کو اپنے قریب نہ آنے دو۔ صرف بارہا کو نقصان نہ پہنچا۔ لے زخمی کرنا پھر میں اس سے سنت لوں گی۔“

وہ انہیں ہدایات دے کر برین آدم کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا خبر ہے؟“

”افسوس ناک خبر ہے۔ اس نیم کا لیزر جوڑی مر چکا ہے۔ زہریلے پارس کی ٹیم میں ایک اور زہریلی لڑکی ہے۔ وہ ماموں کے حلق تانے لگی کہ اس نے جوڑی کو کیسے ڈس لیا تھا۔ برین آدم نے پوچھا۔ ”کیا جوڑی اور اس کے ساتھی سے سامنا ہوتے ہی پارس اور پاشا کو زخمی نہیں کر سکتے تھے؟“

”ان کے ساتھ پارس اور پاشا نہیں ہیں۔ کیسے چھے ہوئے ہیں۔“

”تو پھر بارہا کو گولی مار کر زخمی کر دو۔“

”بارہا ابھی محکوک ہے۔ وہ خود کو میٹا کہتی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق بارہا ان کے داغ میں رہ کر انہیں گائیڈ کری رہے۔“

”تم پال اور کیری سے کہو۔ کسی بھی طرح میرا کو زخمی کریں، پھر اس کے چور خیالات بڑھ کر بہت کچھ معلوم کر لوں گی۔“

وہ پال کے پاس آئی۔ جھلجھل میں ایک گولی چلنے کی آواز گونج رہی تھی۔ اپا نے پوچھا۔ ”یہ فائز کس نے کیا تھا؟“

”مام! کیری نے مجھ سے ذرا دور ہو کر گولی چلائی ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ہم کہاں ہیں۔ وہ ادھر آئیں گے تو ہمارا نشانہ بن جائیں گے۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی کچھ قاتلے پارس کی روٹیاں لہر سے ادھر لہرائے لگیں۔ وہ دوسری ہائی انہیں تلاش کر رہی تھی۔ کوئی بھاری سی چیز ایک درخت کے چپے سے آکر یوں گری پڑی کسی نے دوڑتے ہوئے درخت کے چپے سے چھلانگ لگی ہو۔ کیری نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ درخت کی آڑ سے نکل کر چھلانگ لگنے والے پر گولی چلائی مگر وہ محض قریب تھا۔ ڈی گولہ نے ایک برے سے بیک کو درخت کے چپے سے پیچھا کیا جیسے کیری نے آگے آکر فائز کی عید اللہ نے دوسری طرف سے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا۔ اپا نے اس کی چیخ سنی۔ پال کے داغ سے نکل کر اس کے پاس گئی پھر بیک کر واپس آگئی۔ اس کا داغ موت کے اندھیرے میں گم ہو چکا تھا۔

وہ بڑے بھائی برین آدم کے پاس یہ کہنے آئی کہ پال دو عورتوں کے ساتھ رہ گیا ہے۔ وہ تنہا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اس کے اصرار آتے ہی ادھر لوسی نے پال کے چپے آکر شاٹ گن کی ٹال اس کی پشت سے لگا دی پھر کہا۔ ”تو ابھی حرکت نہ کرنا ورنہ گولی سے اڑا دوں گی۔“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”یہ کیا حماقت ہے کیا تم دشمنوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہی ہو؟“

”نہیں! میں نے کل رات تمہیں جوڑی سے باتیں کرتے سن لیا تھا۔ تم لوگ مجھے اور ظاور کو اس جنگلی قبیلے کے سردار کی خدمت میں رشوت کے طور پر پیش کرنے والے ہو۔“

”تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ جوڑی ایسا کہہ رہا تھا۔ میں تو تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تم سے محبت۔“

وہ بات ادھوری چھوڑ کر لوسی کو قائل سمجھ کر چھلانگ لگا ہوا قریبی درخت کے چپے جا چکا تھا۔ جاتے جاتے اس نے پلٹ کر فائز کیا۔ اسی لمحے میں لوسی کی شاٹ گن سے بھی گولی چل گئی پھر نتیجہ وہی ہوا جو ایک دوسرے پر فائز کرنے سے ہوتا ہے۔ اس کی گولی اُسے اور اس کی گولی اُسے لگی۔ ایک ٹوکڑی ہوتی کانٹے دار جھاڑیوں میں گری۔ دوسرا درخت سے ٹکرا کر ایک پتھر پر گر۔ وہاں سے گھاس پر آیا پھر لٹکی زمین پر سے لڑھکاتا ہوا دیر کے پانی میں جا کر ڈوب گیا پھر جب دوسری بار ابھرا تو نہ زور لیں اس کے بے جان جسم کو ہمارے جاری تھیں۔

ثانی نے خیال خوانی کے ذریعہ علی سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا۔ ”میری جان! کیا بات ہے؟“

”مجھے جان نہ کہو میں غصے میں ہوں۔“

وہ مسکرا کر بولا۔ ”تمہاری سب سے بڑی خلی میا ہے کہ تمہیں کبھی غصہ نہیں آتا؟ کیا پارس کے پاس گئی تھی؟“

”ہاں! ایسی بکواس کرنا ہے کہ سامنے ہو تو نہ فوج لوں۔“

”آخروہ کیا کہہ رہا تھا؟“

”تم جانتے ہو وہ آج کل بارہا کے ساتھ ہے اور بارہا خود کو وی نہیں سمجھتی ہے۔ پارس کہہ رہا تھا آج کل وہ ایک اور شریف ہو گیا ہے۔ بارہا کے ساتھ حراط مستقیم پر چل رہا ہے۔“

”یہ تو اچھی بات ہے۔ کینت کو ایسی ہی لڑائیاں ملنی چاہئیں۔“

”تم آگے تو سو نہ کیا کرتا ہے۔“

”ہاں یوں؟ کیا کرتا ہے؟“

”اس کا خیال ہے کہ وہ بارہا کی وجہ سے نیک اور بارہا میں کیا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں بھی ایسی کی طرح لڑکی ہو کر بھی لڑکی نہیں ہوں اس لیے تم مجھ پر بارہا سے رہتے ہو۔“

”مجھے اسے بولے دو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔“

”واہ فرق کیوں نہیں پڑتا؟ کیا میں ایک عمل لڑکی نہیں ہوں؟“

”یقیناً ہو۔ اس کے بکواس کرنے سے مائل تو نہیں ہو جاؤ گی۔“

”میں کچھ نہیں جانتی۔ تم اسے ڈانٹنے کیوں نہیں ہو؟“

”وہ کیلئے کا چھلکا ہے۔ اس پر سے ساری ڈانٹ پھٹکار پھسل جاتی ہے۔“

”اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اسے بے لگام چھوڑ دیا جائے؟“

”مجھے اس کے مُنہ میں لگام ڈالنے کا کام ہر گزوں کا ہے اور آج تک یہ فیصلہ نہ ہوسکا کہ ہم دونوں میں سے کون بزرگ ہے۔ پتا چل جائے کہ میں بڑا بھائی ہوں تو اس کے کان پکڑ کر پٹائی کر دوں گی۔“

”میں کوئی نسخہ بھی نہیں ہوں کہ تم ایسی چھلانگے والی باتیں کر رہے ہو؟“

”اور کیا کروں؟ اچھا تم ہی بتاؤ! اس سلسلے میں کیا چاہتی ہو؟“

”میں اس شر کر کو نہ تو جواب دینا چاہتی ہوں۔“

”اچھی بات ہے۔ ہم اس کے خلاف کوئی ایسی کارروائی کریں گے جس کے نتیجے میں وہ تھلا تار ہے اور ہمارے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکے۔“

”ہاں! میں ہی چاہتی ہوں۔ یوں اسے کس طرح بھی کاٹنا چاہا جائے؟“

”تو رامبر کرو۔ اسے وہ فارمولے لے کر واپس آئے دو۔“

”پتو ٹھیک ہے۔ اب تک میں کوئی ایسی تدبیر کر دوں گی کہ وہ مجھے سامنے ٹانچ ٹانچ کر تو بہ کرے گا۔“

”مجا! اب گزری دیکھو۔ پانچ بجتے والے ہیں۔ ٹٹری اڑ پورٹ مل آؤ۔“

”ہاں! ڈیڑی آنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ جو جو بھی آ رہی ہے میں ابھی آتی ہوں۔“

”اس نے رابطہ ختم کیا پھر لباس بدل کر ایک فوجی جیب میں بیٹھ کر ٹٹری اڑ پورٹ کی طرف جانے لگی۔ سلمان اور سلطان بابا صاحب کے ادارے سے آ رہے تھے۔ جو نے پچھل رات سلمان سے کہہ دیا تھا کہ وہ بھی اپنے باختر طاہر شامی کے ساتھ بیوس جائے گی۔ وہ میری ہو گئی۔ اسے ہر طرح کی آزادی تھی۔ وہ ادارے سے باہر کسی وقت بھی جاسکتی تھی اور کسی وقت بھی آسکتی تھی۔ اسے کوئی روک ٹوک نہیں تھا۔“

اس وقت یہ آزادی ہماری لامعلیٰ میں مٹ گئی۔ وہ الپا کی معمول اور ناہیدارین کر اس کے احکامات کے مطابق بلیک آدم کے ساتھ بیوس پہنچی رہی تھی۔ اس سے پہلے اپا نے سہرا ستر کے لیے بیٹھی جانے والے ہمیری ہارٹ کو بیوس کے ایک سینا کوچ میں دلی داد دے کر اس کے پاس پہنچا دیا تھا۔

بڑے بھائی برین آدم نے ہمیری ہارٹ کو وہاں شام تک چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس نے ایک خصوصی طیارے کا انتظام کیا پھر ہمیری کو اپنے پاس قس ایب بلا لیا۔ اب اسے جو کہ انتظار تھا چونکہ جو کہ فرانس کی پولیس اور آرمی کے تمام افسران جانتے تھے اس لیے اسے فوراً ہی بیوس سے بلایا نہیں جاسکتا تھا۔ یہ طے پایا کہ پیسے دینا کوچ جائے گی۔ وہاں دلی داد اس کا سیک اپ اور گٹ اپ تبدیل کرانے کے انتظامات کر چکا تھا تاکہ خصوصی طیارے میں جاتے وقت اسے کوئی پہچان نہ سکے۔

بابا صاحب کے ادارے سے روانہ ہوتے وقت کسی نے جو جو اور طاہر شامی پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا۔ الپا مطمئن تھی لیکن پہلی کاہرٹ بیوس پہنچا تو ٹٹری اڑ پورٹ پر مانی اور علی کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ مانی اپنے باپ سلمان اور ماں سلطان سے گلے ملنے کے بعد جو کہ پاس آئی۔ اس سے معافہ کرتی ہوئے بولی۔ ”ہائے جو! امت عرصہ بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ کبھی بیوس کیسے آتا ہوا؟“

”جس یونی ذرا تقریب کے لیے آئی ہوں۔ یہ مسرطاہر شامی ہیں۔ تم اور علی شاید نہیں جانتے۔ یہ چار برس تک قس ایب میں ہمارے جاسوس بن کر رہے علی نے وہاں فگر پرش والی غلطی کی تو طاہر شامی کے لیے خیرات پیدا ہو گئے۔ ان کے فگر پرش کی بھی بینک ہونے والی تھی۔ یہ اس سے پہلے ہی یہاں چلے آئے۔“

علی نے کہا۔ ”تم غلط کہہ رہی ہو۔ میں نے غلطی نہیں کی تھی۔ مرتانے ان بیوسوں کو ان گھنوں کے نشانات کے سلسلے میں بڑھایا تھا اور ہمیں یہ سن کر خوشی ہوئی کہ میں مسرطاہر شامی سے قس ایب میں مل چکا ہوں۔“

اس نے بلیک آدم سے معافہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ ”کیوں مسرطاہر شامی؟“

وہ معافہ کرتے ہوئے بولا۔ ”جی! مانی ہاں آج بیوس میں آپ سے دوبارہ مل کر خوشی ہو رہی ہے۔“

علی نے کہا۔ ”دوبارہ نہیں چوہا نہ کو۔“ قلی ایب میں تین بار ہماری طاقت ہوئی۔ آج یہ جو بھی بار ہو رہی ہے کیا تمہاری یادداشت کمزور ہو گئی ہے؟“

”یادداشت کمزور نہیں ہے۔ ہاں حساب میں کمزور ہوں۔“
الپا نے جو جو کے اندر پچھلے سے کہا۔ ”ظاہر شامی کو یہاں سے آگے بڑھاؤ علی اس کا صاحبہ کر رہا ہے۔ ظاہر شامی سے کوئی غلطی ہو جائے گی۔ فوراً یہاں سے نکل۔“

جو جو نے کہا۔ ”میں قلی ایب کی باتیں جانے دو۔ میں یہاں صرف تفریح کی غرض سے آئی ہوں۔“
”ٹھیک ہے۔ گیت پر اداسی کی گاڑی ہے تم اگلے مسلمان کے ساتھ چلی جاؤ۔“

جو جو نے گھور کر پوچھا۔ ”تم مجھے اگلے کے ساتھ جانے کو کیوں کہہ رہے ہو۔ کیا تم میرے سر پرست ہو؟“

ثانی نے کہا۔ ”پلیز جو! برا نہ مانو۔ یہاں کا حکم ہے کہ موجودہ حالات میں ہم سب کو قحطاً رہنا اور ایک دوسرے کی حفاظت کرنا چاہیے۔“

”ثانی! ظاہر اور افغان میں! ایپا نے دو خنوں بار دیکھا ہے کہ میں اپنی حفاظت آپ کر سکتی ہوں پھر میرا پاؤں گاڑا ظاہر شامی میرے ساتھ ہے۔ تم دونوں کا شکر ہے۔ میری فکر نہ کرو۔“

اس نے ظاہر شامی کو حکم دیا۔ ”تم آئی شامی! پھر پلٹ کر جانے لگی۔ بلک آدم اس کے پیچھے جانے لگا۔ سلمان نے ثانی اور علی سے کہا۔ ”اس کی بات کا برا نہ مانو۔ میں اس پر نظر رکھوں گا۔“

وہ سب فوجی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ علی نے کہا۔ ”اگلے! اٹلی جیتی کے ذریعہ فوراً میری افسر سے کہیں کہ جو جو کو گیت سے باہر جانے کی اجازت دینے میں ذرا تاخیر کرے اور آپ سے رابطے کے بعد پھر وہ افسر کی کو اپنے دماغ میں آئے نہ دے۔“

ثانی نے کہا۔ ”میں سیکورٹی افسر سے رابطہ کر رہی ہوں۔“
اس نے خیال خوانی کی پروا نہ کی۔ علی نے ذرا تاخیر سے کہا۔ ”میرا بھلا یہاں سے قریب ہے۔ فوراً وہاں چلو۔“

وہ اس جگہ میں آئے۔ وہاں ہجیر سے اجازت لے کر علی اسٹریٹنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ثانی اس کے برابر آگئی۔ وہ سلمان اور سلطان سے رخصت ہو کر اس گیت کی طرف آئے۔ کار کے شیشے کھڑے تھے۔ گیت پر رے کے ہوئے جو جو اور بلک آدم انہیں نہ دیکھ سکے۔ ثانی نے گیت پر رے کے ہوئے سیکورٹی افسر کو دماغ میں آئے کا سٹیکل دیا پھر بولی۔ ”جو جو کو جانے دو۔“

افسر نے جو جو سے کہا۔ ”مذہم! ہم مانتے ہیں کہ آپ کو ادارے کے اندر جانے اور باہر آنے سے کوئی نہیں روکتا ہے لیکن یہ آرمی کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ باہر جانے کے لیے گیت پاس ضروری ہے چونکہ میں آپ کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ اس لیے گیت پاس کے بغیر جانے کی اجازت دے رہا ہوں۔ آپ جاسکتی ہیں۔“

اس کے لیے گیت کھول دیا گیا۔ بلک آدم ادارے کی کار میں اسٹریٹنگ سیٹ پر آگیا۔ جو جو اس کے برابر بیٹھ گیا پھر وہ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ الپا نے کہا۔ ”جو جو! آہیں! بائیں اور پیچھے دیکھیں۔ تم نے علی سے سخت لیے میں شکوک ہے۔ وہ کسی طرح کا شہر کر سکتا ہے۔“

جو جو قحطاً نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے ہجیر کی وہ کار نظر آ رہی تھی جو ان سے پہلے گیت سے گزر کر تھی لیکن جلدی زنگ کے جھرم میں وہ کار غم ہو گئی۔ اس کے بعد وہ نظر نہیں آئی۔ الپا نے کہا۔ ”شکر ہے۔ ہمارا شہر قحطاً۔ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے۔“
علی نے زنگ کے جھرم میں پہنچنے ہی کا ایک طرف دوسری تھی پھر ثانی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ذرا تاخیر کر دوسرا ڈار دیتے ہوئے کہا۔ ”آگے جانے والی سرخ رنگ کی اسپورٹس کار جس کا نمبر بی ایس ون ون زیدو کا ہے تو ہے۔“ بہت زیادہ قحطاً رکھ کر اس کا پیچھا کر دے۔“

ٹیکسی سرخ رنگ کی کار کے تعاقب میں چلی چلی۔ علی ہلاک نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جو جو کے ساتھ کوئی گز رہو رہی ہے۔ ڈار کرنے والے تعاقب کرنے والوں پر نظر رکھیں گے۔ اس نے ثانی کے کان میں کہا۔ ”شکل پر گاڑیاں دیکھیں تو کسی قریبی کار والے کو ٹھپ کر دے۔“

اس نے بھی کیا۔ ایک سٹیل پر بے شمار گاڑیاں آگے پیچھے دائیں بائیں کھڑی ہو گئیں۔ ثانی نے ایک کار والے سے پوچھا۔ ”جیلو! مجھے لطف مل سکتی ہے؟“

کار والا منجھلا تھا۔ اس نے کہا۔ ”کیلی ہو میں تو ضرور لطف دیتا۔“

ثانی نے اس کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ علی کے ساتھ آکر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ علی نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ ”اب ہمارے پیچھے نہ آنا۔ دوسرا ڈار میں پیش کر دے۔“

شکل لٹے ہی پھر گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ ثانی نے کار والے کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ذرائع کر رہا تھا۔ جیل کے کنارے پارس، علی، ثانی اور جو جو کے لیے الگ الگ کابینے مخصوص تھے جو جو کو اپنے کابینے کی طرف جانا چاہئے تھا لیکن اس کی کار دوسرے راستوں پر جاری تھی پھر وہ ایک بہت بڑے سینا گوج کے بڑے سے احاطے کے اندر پہنچی۔ ثانی نے اس سے کچھ قحطاً پر کار روکا دی۔ اتر کر کار والے سے بولی۔ ”تم نے میرے ہوائے فریڈ کے ساتھ لطف دی۔“ غصہ۔

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا۔ ”میں ادھر کیسے چلا آیا؟“
”یہ تمہاری لطف دینے کی بری عادت کا نتیجہ ہے۔ سوچے رہو۔ بائی بائی۔“

ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے واپس جانے پر مجبور کیا پھر وہ دونوں سینا گوج کے قریب آکر ایک دیوار کی آڑ سے دھپے

تھے جو کی کار سینا گوج کے بڑے سے دروازے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص اس کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیور کرتے ہوئے سینا گوج کے احاطے سے باہر دو کھینے جانے لگا۔ اس کار میں جو جو اور بلک آدم نہیں تھے۔

ثانی نے کہا۔ ”یہ کار ادارے سے جو جو کے لیے بھیجی تھی۔ اس لیے اسے یہاں سے دور کیس پھیلایا جا رہا ہے تاکہ بیرونیوں کے اس اڈے پر کسی کو شبہ نہ ہو۔“

علی نے کہا۔ ”میں پچھلے حصے کی طرف جا رہا ہوں۔ چوہرے نہائی ہوگی۔ ادھر سے اندر جاؤں گا۔ تم میرے دماغ میں رہو گی۔ میں راست صاف کر آ جاؤں گا۔ تم پیچھے آئی رہنا۔“

وہ پلٹ کر ایک طرف چلا گیا۔ سینا گوج کے بڑے ہال میں دلی ڈار نے بیڑی گرم خوشی سے جو جو کا استقبال کیا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر مختصر دعا دی پھر کہا۔ ”آؤ میری بیٹی! قسمت تم پر مہربان ہو رہی ہے۔ تمہارے لیے نئی زندگی کے دروازے کھل رہے ہیں۔“

وہ اس کا ہاتھ تھام کر آہستہ آہستہ چلا ہوا ایک دروازے پر لپکا۔ اسے کھلایا۔ دوسری طرف ایک کارڈیور تھا۔ اس کے اطراف کئی کمرے تھے۔ دلی ڈار نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا پھر در کے ساتھ کمرے میں آیا۔ بلک آدم ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

وہ تینوں اس کمرے کے اسٹور روم میں آئے۔ اسٹور روم کے دہلی طرف ایک اور دروازہ تھا۔ اسے کھولتے سے جو جو کو پتا چلا

کہ بیڑیاں نیچے کی طرف گئی ہیں۔ بیڑیاں وہاں سے خانہ تھا۔ وہ پلٹ کر بولی۔ ”شامی! ہم کہاں جا رہے ہیں؟“

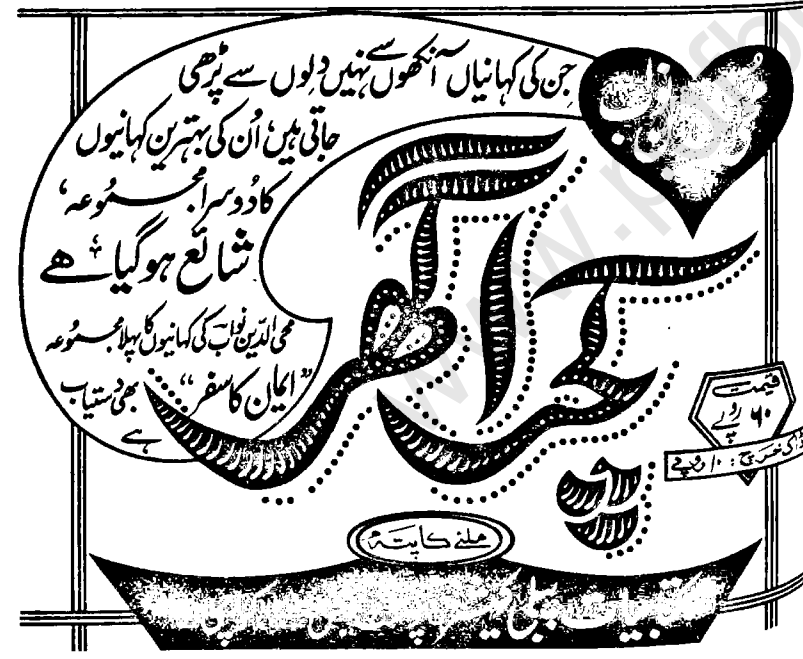
الپا نے اس کی سوچ میں کہا۔ ”مجھے کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔ شامی میرا محافظ ہے۔ مجھے اس پر بھروسہ کرنا چاہیے۔“

وہ دلی کے پیچھے بیڑیاں اترتی ہوئی خانے میں آگئی۔ وہاں ایک بوڑھا میک اپ میں اور دو عورتیں تھیں۔ بلک آدم نے کہا۔ ”جو جو! اپنا ہر ہمارے لیے خطوبہ ہے۔ یہاں کر سی بیٹھ جاؤ۔ تمہارے چہرے پر عارضی میک اپ کیا جائے گا۔ شامی بھی اپنی صورت بدل رہا ہوں پھر دشمن ہمیں نہیں پہچان سکیں گے۔“

جو جو نے دیکھا۔ ظاہر شامی دوسری کر سی بیٹھ گیا تھا اور خود کو آئینے میں دیکھ کر اپنی مونچھیں اور سر سے وگ اتار رہا تھا۔ چوہرے آدم برادرز میں چوتھے برادر کا نام راکٹ آدم تھا۔ وہ کمال کا ساتھیس داں تھا۔ اس نے پلاننگ اور انسانی کمال کے ریشوں سے ایسا نمک بنا کر بلک آدم کے چہرے پر چڑھایا تھا کہ اسٹی میک اپ کیمرے بھی اس نمک کے پیچھے اصلی چہرے کو نہیں دکھا سکتے تھے۔

بلک آدم نے ظاہر شامی کے اس نمک کو چہرے پر سے اتارا تو جو جو نے حیران ہو کر پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

وہ بولا۔ ”میں تمہارا برادر ہوں۔ میرے اور تمہارے اور بھی بھائی ہیں۔ ہم بھائیوں نے قسم کھائی ہے کہ دنیا کی ہر جوان لڑکی کو اپنی بہن بنائیں گے۔“



”اس سے تمہاری نیکی اور شرافت ظاہر ہوتی ہے لیکن تم لوگوں نے ایسی قسم کیں کمانی ہے؟“

”عورت کو بہن بنا لینے سے مرد پتلا چلتا ہے عورتوں کی مکاریوں سے اور ان کے حسن و شباب کی خواہش کرنے سے باز رہتا ہے اس طرح عورتوں کے ذریعے پیدا ہونے والی تمام تر بد معاشریوں اور مصیبتوں سے آپ ہی آپ بچا چلا جاتا ہے۔“

”تم لوگوں کے سوچنے کا انداز کچھ عجیب سا ہے مگر جو کچھ کہہ رہے ہو اس سے دانائی چمک رہی ہے۔ کیا واقعی سب ہی کو بہن کہتے ہو گے کسی ایک سے بھی شادی نہیں کرو گے؟“

”ہم کبھی شادی اور ازدواجی زندگی کے متعلق سوچنے ہی نہیں ہیں۔“

علی نے کہا۔ ”بھئی چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یہ انجیل خطرناک ہے اور کچھ شناسا ہے۔“

بلیک آدم ہال سے باہر جا چکا تھا۔ ثانی نے کہا۔ ”وہ گاؤں میں بیٹھ کر جا رہا ہے اسے گولی مارو۔ جو کچھ فکر کرو۔“

گاؤڑی اچاٹے کے اندر سے چلتی ہوئی گینت کی طرف آئی اور جانے لگی۔ اسی وقت علی نے چونک کر کہا۔ ”ثانی یاد آ رہا ہے کہ انجیلی کے چلنے کا انداز شب میں جیٹا کر رہا تھا۔ ظاہر شاہی انجیل پڑھ رہا تھا جو کہ ساتھ جا رہا تھا اس کی چال بالکل ایسی ہی تھی۔“

ثانی نے کہا۔ ”صوب ایسی ہو یا ویسی گاؤڑی دور جا کر فوٹا اسے اور جمل ہو چکی ہے۔ ہم اس کے پیچھے نہیں جا سکیں گے۔ یہی انداز آ رہی ہوں۔“

وہ احاطے میں آئی پھر دوڑی ہوئی ہال کے اندر پہنچ گئی۔ اس
 سے پہلے۔ ”جس دروازے سے وہ ابجی نکلا تھا، اور چلو۔“
 علی اس کے ساتھ اس دروازے پر آیا۔ اسے کھل کر دونوں
 کارڈروں میں آئے کارڈروں کے دونوں طرف کی کمرے سے
 کے دروازے بند تھے۔ علی نے کہا۔ ”ایک ایک دروازہ کھل کر
 دیکھنا ہوگا۔“
 کسی دروازے کو کھولنے کی ضرورت چش نہیں آئی۔ بلکہ دروازوں
 کی شامت آئی تھی۔ اس نے سوچا۔ خانے میں جو جو کایک لپ
 ہو رہا ہے۔ اور کوئی نہیں آئے گا۔ مجھے باہر دوسرے نمائند
 فراغ نصیبی ادا کر سکتے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ خانے سے باہر اسی
 روم میں آیا۔ وہاں سے نکل کر کمرے میں پہنچا پھر کمرے کا دروازہ
 کھولنے کی غامی اور علی کارڈروں میں نظر آئے۔ وہ درازا گہرا لہجہ
 سنہیل کر بولا۔ ”میرے بچو! تم کون ہو؟ یہاں کیوں بیٹھ رہے
 ہو؟“

یہاں تک پہنچنا ناممکن سا ہوا جا ہے۔ علی نے اپنی دانت میں پھنسیا رکھا۔ ”خانے میں بیچنے ہی لگا کر کہا۔ ”خبردار! اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کرے۔ ورنہ جان سے جائے گا۔“

دونوں عورتوں نے اپنے ہاتھ اٹھالے لیکن ایک آپس میں تیزی سے بکس کی طرف پلٹا، کھلے ہوئے بکس میں دیو اور دکھا ہوا خانے اٹھانے میں بھی اس نے پہچانی رکھا لیکن علی نے اسے دایں پسٹے سے پسلی سے گولی مار دی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر رہا اور

اپنے بچوں کو جو کہ قدموں میں آیا۔ جو جوتے اسے اٹھا کر
ملی کو کتے پر رکھے ہوئے کہا۔ ”واپس جاؤ۔ جانی کو یہاں سے
جاؤ۔ درنہ۔“
جانی بات کاٹ کر بولی۔ ”جو جو! ہم سمجھ رہے ہیں۔ تمہارے
دماغ پر اپالے قبضہ چلایا ہوا ہے۔ ہم اپالہ کو سمجھاتے ہیں۔ وہ جو جو
کہاں سے اغوا کرنے کی طاقت نہ کرے۔“
ملی نے کہا۔ ”یہ پارس کی جان اور پیلا کی لٹائی ہے۔ اسے کچھ
ہو تو تمام اسرائیلی اکابرین کیوں کی موت مرنے لگیں گے۔ دنیا کی
کلی انسانی طاقت انہیں نہیں بچا سکے گی۔“
جو جوتے کہا۔ ”میں تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ تم لوگ کس
ایلا کی باتیں کر رہے ہو؟ میں آخری بار پوچھتی ہوں یہاں سے جاؤ
کیا نہیں؟“
”جو جو! ہمیں کوئی بار نہ کی دھمکی نہ دو۔ کوئی اس بات کو گئے
کہ ہمیں بچا آتا ہے۔“

جوجو نے رولور کی ٹال کو اپنی کینٹی سے لگا کر کہا۔ ”اے بے گھرے؟ اور مجھے کیسے بچاؤ گے۔ ایک قدم بھی آگے بڑھاؤ گے تو نیکر دیا دوں گی۔“

علی اور ثانی پر کھنکھار سا چھا گیا۔ اس کے تیور متا رہے تھے کہ وہ کسی بھی لمحے میں نیکر دیا دے گی۔ علی نے کہا۔ ”میں وعدہ کرتا ہوں اپنی جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھوں گا مگر جوجو! تمس خد کا واسطہ ہے رولور ہٹالو۔“

”تم دونوں واپس جاؤ گے تو اسے ہٹالوں گی۔“

علی نے کہا۔ ”میں اپنا سے کبھی ہوں۔ وہ اپنی بیٹی سے بڑی شرمناک ہے۔ ہم اپنی جوجو کی رہائی کے لیے۔“

جوجو نے بیچ کر کہا۔ ”کیوں اس مت کرو۔ میں کسی ایسا کو نہیں جانتی ہوں۔ میں دس تک کتنی شروع کرتی ہوں۔ اگر دس کہنے تک ہٹا دوں اس نے خانے سے اور سینا کوچ سے باہر نہ گئے تو کیا یہ ممکن ہوگی۔“

نیکر دیا دوں گی۔ تو شروع کرتی ہوں۔ یہاں سے جاؤ

عافی اور علی نے ایک دوسرے کو دکھا۔ دونوں کی نظروں میں ایک ہی سوال تھا اسے ہلاکت سے کیسے بچایا جائے۔ اپنے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ ہم میں سے کوئی اسے اپنے قابو میں نہیں لاسکتا تھا۔

وہ بولے۔ ”جاؤ۔ چلے جاؤ۔۔۔“
 اگر مجھے وہاں بلایا جاتا اور میں سمجھتا تھا تب بھی وہ خود کشی سے
 باز نہ آئی کیوں کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔
 اس نے کہا۔ ”فراہم علی تیمور اور اس کی پوری فیملی کی ذہانتوں
 کو آزمائے۔ میں پھر بھی باز نہیں آؤں گی۔ میری زندگی کی ایک ہی
 صورت ہے۔ جاؤ۔ جاؤ۔ تمیں۔“
 پارس بھی وہاں آ جاتا تو پچھن سے اب تک کی محبتوں کا واسطہ
 دے کر بھی اُسے اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

وہ غرا کر بولی۔ ”جاس۔“
جناب علی اسد اللہ حمیری اور آمنہ فرہادی روحانی ٹیلی بیسی
جو جو کوئی زندگی دے سکتی تھی۔ وہ روحانی قوتوں سے الپا کو اس کے
دماغ سے بھانکنے پر مجبور کر سکتے تھے۔
اس نے کہا۔ ”ادھی گنتی ہو چکی ہے۔ پانچ۔“
جانی نے جناب علی اسد اللہ حمیری کو مخاطب کیا۔ انہوں نے
سانس روک لی۔
اس نے واپس آ کر جو جو کی انگلی کو ٹرنگر پر دیکھا۔ وہ بولی۔
”چھ۔“
اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ روحانی ٹیلی بیسی کی مدد
حاصل کرنے کے لیے آمنہ فرہادی کے پاس آئی۔ آمنہ نے بھی سانس
روک لی۔

یہ کیا پیہد تھا؟ کیوں روحانی مدد حاصل نہیں ہو رہی تھی؟
 جو جو نے کہا۔ ”تس جانے والی ہوں۔ سات۔۔۔“
 ثانی نے ہمارے پاس جنتاب علی اسد اللہ حمیری کے پاس جا کر
 کہا۔ ”حضور! مدد“
 انہوں نے فرمایا۔ ”اپنی مدد آپ ذہانت، ذہانت اور صرف
 ذہانت۔۔۔“
 انہوں نے سانس روک لی۔ جو جو نے کہا۔ ”آٹھ۔۔۔“
 جنتاب حمیری صاحب نے صرف اٹھامہ دیا تھا اور ثانی کا ذہن
 روشن ہو گیا تھا۔
 قارئین کرام! جنتاب حمیری صاحب نے صرف ثانی کو نہیں
 آپ کو بھی ذہانت کا اٹھامہ دیا ہے۔ میری داستان ابتدا سے اب
 تک ذہانت کی بازیوں سے بھری پڑی ہے۔
 ثانی صرف ایک سینکڑ میں جو جو کو بچانے کی کسے بے گناہ
 سے نہیں ذہانت سے بچانے کی۔ مگر کیسے؟

یہ جانتا ضروری ہے کہ ذہانت کیا ہے؟ اور اسے کیسے آزمایا جاتا ہے؟

آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل معاملات کو سمجھنے کے عمل کا نام ذہانت ہے۔ سمجھنے کے عمل کی زیادہ اہمیت ہے کیونکہ مشکل حالات میں یا شدید پریشانیوں میں گھرا جانے سے ذہانت کمزور ہو جاتی ہے۔ عقل کام نہیں کرتی۔ ذہانت کی آزمائش ایسے ہی وقت ہوتی ہے جب ہم غصے یا پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں۔ عام معاملہ حالت میں آدمی پر سکون نہ کرنا ذہانت سے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے لیکن کوئی پریشان کن مرحلہ ہو تو بدحواس ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی بدحواسی انسان کو پہنچ کر رہتی ہے کہ وہ ایسے لمحات میں پرسکون نہ کر عقل کو استعمال کرے اگر اس نے استعمال کر لیا تو وہی اس کی ذہانت ہوگی۔

ثانی یہ تھوڑی دیر کے لیے بدحواس ہو گئی تھی۔ جو جو کو خود کشی سے باز رکھنا ناممکن نظر آتا تھا۔ الپا نے اس کے دماغ کو لاک کر رکھا تھا۔ ہم میں سے کوئی جو جو کے اندر جا کر اس کے ہاتھ سے ریوادر نہیں گرا سکتا تھا۔ ایسے میں عقل کام نہیں کرتی کہ دشمن کی کسی کمزوری کو ٹھٹھا جائے اگر ٹھٹھا لے کر کوشش کی جاتی تو الپا کی ایک کمزوری معلوم ہو جاتی۔

تجی ہاں! ان لمحات میں الپا سے ایک بہت بڑی غلطی ہو رہی تھی۔

اسے مطمئن رہنا چاہئے تھا کہ جو جو اس کی معمول اور تابعدار ہے۔ جب اس نے حکم دے دیا ہے کہ وہ خود کشی کرے اور دس تک گننے کے بعد خود کو ہلاک کرے تو وہ تابعدار ہے، ضرور ایسا کرے گی۔

پھر یہ بھی یقین ہونا چاہئے کہ ثانی اور علی دس تک گننے سے پہلے ہی دہاں سے چلے جائیں گے اور اسے خود کشی کرنے نہیں دیں گے۔

اس نہ خانے میں مزید دو مرتبہ تھیں۔ الپا کو چاہئے تھا کہ وہ ان میں سے کسی عورت کے دماغ میں مدد کر دہاں ہونے والا تماشا دیکھتی رہتی۔ جو جو کے دماغ پر قبضہ جمائے رہنا ضروری نہیں تھا کیونکہ جو جو ہم سب کی سوچ کی لمبوں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔

دراصل الپا جلد سے جلد عملی تہود اور ثانی کو اس نہ خانے اور سینا گرج سے بھاگنا چاہتی تھی اس لیے انہیں بھاگنے کا حکم سے کم وقت دیا اور اب جو جو کے اندر آکر ایک سے دس تک خود کشی رہی تھی۔

جناب علی اسد اللہ حمزوی نے ذہانت استعمال کرنے کا مشورہ دیا تو ثانی کی سمجھ میں آیا کہ اسے ہم میں سے کسی کے پاس مدد کے لیے نہیں آنا چاہئے بلکہ جو جو پر اپنی توجہ مرکوز رکھ کر خود کرنا چاہئے پھر خود کرنے سے چند سیکنڈ میں وہ بائیں سمجھ میں آئیں ایک تو یہ کہ

الپا کا برین واش ہو جانے کے بعد اس کی آواز اور لہجہ بدل گیا تو اس لیے ثانی اس کے لہجے کو نہ جانتی تھی نہ اس کے ذریعے جو جو کے اندر پہنچ سکتی تھی۔

جب جو جو نے کہا۔ ”اب میں نو کمرہ رہی ہوں“ صرف آؤنی کتنی رہ گئی ہے۔ تو ثانی چونک گئی۔ تب خیال آیا کہ وہ ریوادر میں یہ دھیان نہیں دے رہی تھی کہ جو جو کا لہجہ قدرے بدلا ہوا تھا۔ یعنی اس کی زبان سے الپا سننی پیدا کر رہی تھی۔

الپا کا لہجہ معلوم ہوتے ہی ساری راکوشیں دور ہو گئیں۔ جو جو کے ”دس“ کتنے ہی ثانی نے الپا کے لہجے میں اس کے اندر پہنچ کر دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ جو جو کے حلق سے چیخ نکلی ریوادر ہاتھ سے گرا۔ علی نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر جو جو کی طرف چھانک لگائی پھر اس کے ریوادر کو فرش پر سے اٹھالیا۔

ایک دم سے بازی پلٹ گئی تھی۔ اس وقت الپا کو اپنی غلطی سمجھ میں آئی۔ اس نے شدید حیرانی سے سوچا۔ ”کیسے ہو گیا؟“ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ثانی آگے بڑھ کر جو جو کا ہاتھ پکڑ کر دہاں سے لے جانا چاہتی تھی، اس نے اچانک جو جو کے ذریعے اس پر حملہ کیا۔ ثانی نے حملے کو روک دیا۔ ”الپا! تم کھانسی ملی کی طرح کھسا فوج رہی ہو۔ ان حلوں سے تمہاری ہانکی کامیابی میں نہیں بدل جائے گی۔“

الپا نے کہا۔ ”یہ ہمارے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ تمہارے ہاتھ بھی نہیں آئے گی۔ میں اس کے اندر دماغی ڈزٹرل پیدا کرنے کرتے آ رہا ہوں۔“

ثانی نے جو جو کے اندر پہنچ کر الپا سے کہا۔ ”چاگل کی بیٹی جانے ابھی تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا ہے کہ تو نے اپنی حیات سے اپنی آواز اور لہجہ بنایا ہے اور میں اس کے ذریعے جو جو کے اندر ہو سکتی ہوں۔ تو مجھے بھاگ سکتی ہے۔ نہ جو جو کو دماغی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لیکن نہ تو اپنی ٹیلی پیٹھی کا علم آتا ہے۔“

اس نے جو جو کو دماغی جھٹکا پہنچانا چاہا لیکن دہاں ثانی نے اس کے لیے یہ مضبوط گرفت رکھی تھی، پوری طرح دہاں چھائی ہوئی تھی۔ الپا کی سوچ کی لمبوں کو دھال بن کر روک رہی تھی۔ الپا نے کئی بار اسے حاصل کرنے کی کوششیں کیں پھر دہاں سے ہٹ بھاگی برین آدم کے پاس گئی۔ اسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔

”کیا برا درملیک آدم دہاں سے روانہ ہو چکا ہے؟“

”جی ہاں مگر آپ نے برادر کو اس نہ خانے سے جانے کی ہدایت دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ہم جیتی ہوئی بازی بازی کر رہے ہیں۔“

وہ بولا۔ ”میں غلطیوں سے بچنے اور ذہانت سے کام لینے کی کوششیں کرتا رہتا ہوں۔ برین آدم اس لیے کھلتا ہوں کہ اب تک اہم معاملات میں غلطی نہیں کی۔ تم کسی ہو تو مان لیتا ہوں۔ تاہم غلطی کیا ہوئی ہے؟“

”برا درملیک آدم کے جاتے ہی ثانی اور علی نے خانے میں پہنچ گئے۔ وہ جو جو کو سمجھ سے چھین کر لے جا رہے ہیں۔“

”سسر! وہ جو جو کو کیسے چھین سکتے ہیں۔ تم نے اس پر تعزیمی عمل کیا تھا۔ وہ تمہارے قبضے میں تھی۔“

”جی ہاں مگر ثانی اس کے دماغ میں پہنچی ہوئی ہے۔“

”وہ کیسے پہنچی ہے۔ وضاحت سے رپورٹ دو۔“

”وہ وہ بات یہ ہے کہ اس نے میری آواز اور لہجہ سن لیا تھا۔“

”میں نے اختیار جو جو کی زبان سے بول پڑی تھی۔“

”مگر کیوں بول پڑی تھیں۔ ایسی کیا قیامت آگئی تھی کہ بولنا لازمی ہو گیا تھا کیا تمہاری جان پر بن آئی تھی؟“

”میں کیا کہوں برادر! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ مجھے روکا نہ رہا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔“

”کجا جاز۔ میں جانتا ہوں، تم یہاں سے جا کر عثمانی میں اپنی ہانکی کا نام کوئی۔ تمہارے رونے سے جو جو اب ہمیں نہیں لے گی۔“

”بڑے بھائی! یہ میری پہلی غلطی ہے۔“

”تم دو کیوں رہی ہو۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ ٹیلی پیٹھی جانے والی ایک جو جو ہاتھ سے گئی لیکن دوسرا ٹھیکری ہارٹ تھماری سخت سے حاصل ہوا ہے۔ آئو پونچھ لو اور یہ سمجھو کہ جو جو کے ہاتھ سے نکل جانے کے باعث ہمارا کتنا نقصان ہوا ہے۔“

”میں سمجھ رہی ہوں بڑے بھائی! ثانی کو میری آواز اور لہجہ اندر ہو گیا ہے۔ آئو وہ میرا لہجہ اختیار کر کے میرے کسی دوسرے معمول کے دماغ میں بھی پہنچ سکتی ہے۔“

”اور وہ تمہارا دوسرا معمول اور تابعدار ٹھیکری ہارٹ ہے۔ وہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے اس کا برین واش کر کے ہم اس کی آواز اور لہجہ ختم کر دیں گے۔ دسے انداز میں بولے گا لیکن جو جو کے سلسلے میں جو نکالی ہوئی ہے، وہ ہانکی ہمیں منگنی پڑی ہے، ہم بڑی رازداری سے یہ کام کر رہے تھے۔ اب یہ رازداری نہیں رہی۔“

”نہاں اور اس کی ٹیلی کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہم اسے اغوا کر رہے تھے۔ ضرور انتقامی کارروائی کریں گے۔“

”بڑے بھائی! وہ دشمن کب ایسا نہیں کرتے ہیں۔ وہ تو ٹولہ اور ہر بڑی طاقت سے گمراہ رہتے ہیں۔ کیا ہم ان سے کمزور ہیں؟“

”کمزور نہیں ہیں لیکن میں کسی معمولی سے دشمن کو چھینے بغیر ظاہر میں اور رازداری سے کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”انتقامی کا تقاضا یہی ہے۔ جن سے ہمیں پروہ دشمنی کرتے رہو، ان سے بظاہر بے مثال دوستی بنانے رہو۔“

”اب کیا ہو گا بڑے بھائی! افراد اور اس کا خاندان ہماری لا لائن پالیسیوں پر مجبور ماس نہیں کرے گا۔“

”ہاں! بات مجھ گئی ہے،“ اتنی جلدی نہیں بنے گی لیکن میں رفتہ رفتہ انہیں دوست بناؤں گا۔ تم جاؤ اور صوبالہ پختہ والی ٹیم کے ساتھ رہو۔“

وہ جوڑی پال اور کیری بال وغیرہ کے پاس صوبالہ آگئی لیکن گزشتہ دن اس نے جتنی کامیابیاں حاصل کی تھیں، اتنی ہی ناکامیاں اس کی شہر تھیں۔ وہاں پارس اور باربر اسے گھرانے کی توقع تھی لیکن مرغا اور اس کی ٹیم سے ٹکرو گئی جوڑی پال، کیری بال اور لوسی سب ہی ایک ایک کر کے مارے گئے مرنے مرنے بھی انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کن لوگوں سے گمراہ رہے۔ الپا کی سمجھتی رہی کہ وہ ٹیلی پیٹھی جانے والی باربرا تھی۔ جب اس کے تمام لوگ مارا ڈالے گئے تو وہ برادرملیک آدم کے پاس آئی۔

وہ بیٹھا پہنچ گیا تھا اور اب دوسرے جواب کی سمت روانہ ہو رہا تھا۔ الپا نے کہا۔ ”برادر! تم نے اسے میں دیر کر دی ہے۔ ہماری ٹیم کے چار افراد مارے گئے ہیں۔ صرف فلوراز زندہ ہو گئی ہے۔“

وہ بلیک آدم کو بتانے لگی کہ جگل میں پارس کی ٹیم سے کس طرح ٹکراؤ ہوا اور ان کا ایک ایک آدمی کس طرح مارا گیا۔ بلیک آدم نے کہا۔ ”ہم نے پارس کے زہریلا ہونے کے متعلق سنا تھا لیکن وہ زہریلی سیاہ لاکم کی کون ہے، جس نے جوڑی کو ڈس لیا؟“

”ہم نہیں کون ہے؟“ فلوراز نے گمات گمات کا پانی پیا ہے اس نے جگل میں چھانٹ چھانٹ کر اپنے لوگ بھیجے ہیں۔ پارس کہیں چھپا ہوا ہے اور اس زہریلی لڑکی کو ڈسنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا ہے پھر ان کے ساتھ پاشا ہے جو جگل کی تاریکی میں کسی خوشی کے بغیر دیکھ سکتا ہے اور اپنے دشمنوں کی آتشیں دور سے سن سکتا ہے۔ ٹیلی پیٹھی جانے والی باربرا بھی ہے۔ برادر! انہیں خوب سوچ سمجھ کر جانا چاہئے۔“

”میں صرف زہریلے پارس کے متعلق جانتا تھا لہذا اس سانپ کے لیے میں نے نیلے کا بندوبست کیا ہے۔“

گاڑی کے بجھنے سے میں ایک ٹیکو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے کاندھے پر ایک بڑا سا نیلا بیٹھائی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے ادھر ادھر تک رہا تھا۔ بلیک آدم نے ٹیکو سے کہا۔ ”گوگامبا! انگریزی زبان میں کچھ نیلے کے متعلق بتاؤ؟“

گوگامبا نے نیلے کو کاندھے سے دونوں ہاتھوں میں لیا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ”اتنی بڑی جسامت کے نیلے اسی ملک میں پائے جاتے ہیں۔ قدرت نے ہر دردی کو دوا اور ہر قسم کے زہر کا ڈاکٹر کیا ہے۔ سانپ کتنا ہی زہریلا ہو وہ اس نسل کے نیلے کو دیکھ کر درد سے کھڑا جاتا ہے اور کسی ٹیلی میں گھس جاتا ہے۔“

بلیک آدم نے کہا۔ ”گوگامبا! میں جیسے بتا چکا ہوں کہ وہ سانپ نہیں زہریلا آدمی ہے اور اب سنا ہے کہ دیرا کنارے ایک زہریلی لڑکی بھی ہے۔ اب بولو یہ نیلے کیسے کام آئے گا؟“

وہ بولا۔ "سانپ ہوا آدمی۔ یہ افریقی نیولا زہری کو بر پتا ہے۔ چھ فٹ کی بلندی تک اچھلتا ہے۔ میں جس شخص کی طرف اشارہ کروں" یہ اچھل کر اُس کے حلق کی قی کو دائیوں کے شے میں لے لیتا ہے۔" آپ نے نیولوں اور سانپوں کی لڑائیاں بہت دیکھی ہوں گی آپ دشمن کی نشاندہی کریں جو انسان کی خوفناک جنگ کا وہ قاتل دیکھاں گا کہ دشمن کی لاش دیکھ کر آپ میرے نیولے کو بھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔"

ایک آدم نے کہا۔ "میں نے اس زہریلے دشمن کو ہلاک کرنے کا محاذ پچاس ہزار ڈالر مقرر کیا تھا اگر اس نیولے نے اس زہریلی لڑکی کو بھی ہلاک کیا تو میں تمہارے قاتل کرنے والے بچوں کے ساتھ تمہیں مل ایبیل لے چلوں گا وہاں تم شانہ زندگی گزار سکو گے۔"

گوگامانے کہا۔ "میرے آقا میرے نیولے نے آج تک کسی کی جان نہیں بخشی۔ آپ جو چاہیں گے وہی ہوگا۔"

وہ بولا۔ "سسران کا ساما بھی پاشا کمری تاریکی میں دور تک دیکھ لیتا ہے۔ میں دیتی ڈارک لینسز ساتھ لے آیا ہوں۔ میں اور میرے تین باقت جنگل میں پہنچ کر لینسز آنکھوں پر چڑھا لیں گے پھر حضور ظفر تاریکی میں واضح طور سے دیکھ سکیں گے۔"

ایک نئے کے ڈبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "میں میں ہی سناں یا نیگرو فون اور کی عدد ہیز فون ہیں۔ سوگز کے فاصلے پر ہونے والی قدموں کی چاپ یہ یا نیگرو فون کیچ کر لیتا ہے۔ ہم دونوں ہیز فون کے ذریعے سے دور سے آنے والی بجلی سے بجلی آئیں بھی سن سکیں گے۔"

"وہاں برادر بہت خوب تیاریوں کے ساتھ جا رہے ہو۔ اب یہاں سے فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

وہ اسٹیرنگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ نیگرو ڈرائیور نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھادی۔ اس نے الپا سے کہا۔ "ہماری پہلی ٹیم کی ایک عورت فلادور زندہ ہے اور دشمنوں کے ساتھ ہے۔ تم اس کے اندر نہ مطلق کر سکتی ہو کہ بار بار پاشا اور پارس اب کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں۔"

"میں جاری ہوں۔ تمہارے پاس آتی ہوں گی اور ان کے متعلق معلومات فراہم کرتی ہوں گی۔"

وہ فلادور کے داغ میں آگئی۔ مرنا ایسی نادان نہیں تھی کہ فلادور کو ساتھ رکھتی۔ اسے ساتھ رکھنے سے قاتل ہونے والی الپا اس کے داغ میں نہ رہ پانک یا س قیلے تک جاسکتی تھی اور ان سب کی مصیبتوں پر نظر رکھ سکتی تھی۔ اس لیے مرنا نے اسے لایچ گھاٹ میں لا کر چھوڑ دیا تھا۔ وہ عبداللہ، صفورا اور ذی کوڑ کے ساتھ پھر اسی کمرے میں واپس آگئی تھی۔ فلادور سے کہہ دیا تھا۔ "تم جہاں جاؤ پہلی جاؤ لیکن اب ہمارے قریب نہ آنا ورنہ ہی ہمارا قاتل کرنا۔ اپنے داغ میں آنے والی سے کہہ دیا کہ وہ

تجربہ آواز کا رکنے کی فضول سی کو ششیں نہ کرے۔"

الپا نے اس کے پاس آکر پوچھا۔ "ہیلو فلادور! تمہیں زندگی سلامت دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے۔ وہ دشمن کہاں ہیں؟"

فلادور سہم کر بولی۔ "میں نہیں جانتی۔ مجھے سے کچھ نہ پوچھو۔ وہ ہنس کر بولی۔ "نہ تھو! تمہارے چور خیالات تیار رہے ہیں۔"

"قار کا ڈسک۔ میرے داغ سے چلی جاؤ۔ مجھ سے کوئی کام نہ ہو۔"

"تم ان لوگوں سے کچھ زیادہ ہی خوف کھا رہی ہو۔ یہ خوف دل سے نکال دو۔ میں زبردست تیاریوں کے ساتھ پھر آ رہی ہوں۔ ہم سب سے پہلے زہریلے پارس اور زہریلی لڑکی کو ختم کر دیں گے اس طرح ان کی ٹیم بالکل گنواہر ہو جائے گی۔"

"مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے کہ کون کزور ہو گا اور کون ڈ زور؟ مجھے جانے دو اس معاملے میں مجھے نہ گھیش۔"

"فلادور! تمہیں جوڑی سے بتایا تھا کہ کالے کلونے جیٹی سرور گوری اور پچھلی عورتوں کو پسند کرتے ہیں۔ ہم تمہیں رشتہ کے طور پر سروار کے سامنے پیش کریں گے۔ تمہیں اسی مقصد کے لیے لایا گیا ہے۔ لہذا آزادی سے کہیں جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ تم ہماری دوسری ٹیم کے ساتھ اسی جنگلی قیلے میں جاؤ گی۔"

وہ اندر کر کھڑی ہو گئی۔ "میں نہیں جانتی کہ یہاں دو مری ٹیم کے پیچھے سے پہلے ہی ہمارا جاس کی۔"

اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں جہاں جاؤ گی وہاں مجھے پاؤ گی۔ ٹیلی جیسی کی لہریں قریب تک پہنچا کرتی ہیں۔"

وہ دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر آئی لیکن آگے کہیں نہ جا سکی۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی واپس آگئی۔ الپا نے کہا۔ "تم آئندہ طالب کام آتی رہو گی۔ اس لیے تمہارے ساتھ اتنا وقت ضائع کر دی ہوں۔ ابھی تم کمرے سے باہر جا کر واپس آئے رہ مجبور ہو گئے۔"

آئندہ اس ملک سے باہر چلی جاؤ گی تب بھی میں تمہیں پکڑ کر مرنے لے آؤں گی۔"

وہ دوڑنے لگی پھر بولی۔ "کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ تمہارے ٹاپک اور اداروں کو پورا کرنے کے لیے بہت سی بازاری عورتیں مل جائیں گی۔ قار کا ڈسک۔ مجھے معاف کر دو۔"

"تم دوڑتی گزرتی رہو۔ میں جاری ہوں ہی الوقت اتنی ہی معلومات کافی ہیں کہ وہ دشمن یہاں دوسرے کمرے میں موجود ہیں۔ میں پھر آؤں گی۔"

اس نے آنسو پوچھے ہوئے محسوس کرنا چاہا۔ وہ بے جا باتیں ہے پھر ہوئی۔ "مجھے سے جبراً کوئی کام نہ لوں رہی ہو؟"

اس نے جھنجھ کے انداز میں کہا۔ پھر بھی جواب نہ ملا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ آہستہ آہستہ چلی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ "میں گھبراہٹ میں موجود نہیں ہے۔ اس کا راستہ نہیں روک رہی ہے۔ اس

جس کے ساتھ وہ دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں آگئی۔ صفورا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

اسے کہا۔ "تمہیں وارننگ دی تھی کہ ہمارے قریب نہ رہنا۔ کیا مرنا چاہتی ہو؟"

فلادور دوڑنے کے پاس دونوں جھٹک کر گزرتے ہوئے بولی۔ "وہ ابھی میرے داغ میں آئی تھی۔ وہ مجھے وحشی سروار کے سامنے پیش کرنے والی ہے۔ میں نے ہمارا چاہا۔ وہ پھر مجھے کمرے میں واپس لے گئی۔ کتنی ہے میں ہمارا کر سکیں نہیں جاسکوں گی۔ وہ مجھے اپنے مقصد کے لیے ضرور استعمال کرے گی۔"

مرنا نے کہا۔ "الپا! اگر تم موجود ہو تو سن لو۔ اسے ہمارے خلاف استعمال نہیں کر سکی گی۔"

فلادور نے کہا۔ "وہ ابھی موجود نہیں ہے۔ اس کی دوسری ٹیم یہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ بھی واپس آئے گی تو مجھے قیدی بنا کر رکھے گی۔ میں تم سب سے انتہا کرتی ہوں۔ پلیز! کسی طرح مجھے اس سے نجات دلاؤ۔"

مرنا نے کہا۔ "یہ اطلاع ہمارے لیے اہم ہے کہ دوسری ٹیم آ رہی ہے۔ تم یہ خوف دل سے نکال دو کہ تمہیں کسی جنگی سروار کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ ہم جس قیلے میں جا رہے ہیں اس قیلے کے لوگ بونے ہوتے ہیں۔ ان کے قہقہے چارٹھ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ وہ کسی رنگی عورتوں کو اس لیے پسند نہیں کرتے کہ انہیں بار کرنے کے لیے میزمری لگائی پڑتی ہے۔" اس بات پر سب قہقہے لگنے لگے۔

فلادور نے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے کہ وہ بونے ہوتے ہیں؟"

"بالکل سچ ہے۔ تمہاری طرح میں بھی گوری اور خوبصورت ہوں۔ میں بے خوف و خطر وہاں جا رہی ہوں پھر تم کیوں خوف سے مری جا رہی ہو؟"

عبداللہ نے کہا۔ "تم الپا کی بات مان کر اس ٹیم کے ساتھ جاؤ۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں کسی جنگی قیلے میں پہنچنے نہیں دینگے۔ تمہیں وہاں سے واپس لے آئیں گے۔"

"تم لوگوں نے مجھے جنگل میں ہلاک نہیں کیا۔ میرے تمام ماحصل کو مار ڈالنے کے باوجود مجھے زندہ رکھا ہے۔ ایک اندیشہ سا ہے کہ شاید تم لوگ بھی مجھے اسی مقصد سے زندہ چھوڑ رہے ہو۔"

مرنا بولی۔ "پلوکی سمجھتی رہو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ دانی بھگے بھگائیں گی۔"

وہ پکھ کٹا چاتی تھی۔ مرنا نے اس کے اندر پہنچ کر لٹکا سا دانی بھگایا۔ وہ پہنچ کر لڑکھائی ہوئی کمرے سے باہر جا کر کر ہانک۔ یہ ضروری نہیں کہ گرنے والا پیش میں ہی گرے۔ قسمت یہاں تو وہ ذات کی بہت سی نہیں، عزت اور سلامتی کی حصول نہیں کرتی ہے۔ وہ کمرے سے باہر آکر کسی کے قدموں میں گر پڑی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دیکھنے سے اتنی رکھاٹی دیا کہ وہ ایک قد آور باڈی ملتا رہے۔ یہ نہ جان سکتی تھی کہ یہاں کئی کہ وہ پارس ہے۔ اول تو اس نے پارس کو کبھی دیکھا نہیں تھا۔ دوم یہ کہ وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھا پھر یہ کہ مرنا اور اس کی ٹیم کو پارس کی ٹیم سمجھ رہی تھی۔ "تم حسین عورتوں کو میرے ہی پاس آ کر کرنے کی جگہ ملتی ہے۔ کیوں نہیں تو ہے۔"

وہ سر کو قائم کر تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی۔ "دوسرے اس کمرے میں ملتی ہیں جیسا جاننے والی بارا ہے۔ اس نے مجھے دانی جھٹکا دے کر کمرے سے باہر پھینک دیا ہے۔"

"اے رے! کیسی بددق ہے۔ کیلے سے لگنے والی چیز کو پھینک دیا ہے۔ ویسے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کمرے میں جو خیال خواتین کسے والی ہے اس کا نام بارا ہے؟"

"میرا سروکار ہا ہے۔ پلیز! مجھے یہاں سے لے چلو۔"

پارس نے اسے سارا دیا اور اس کمرے میں لے آیا جہاں بارا اور پاشا آرام کر رہے تھے۔ پاشا ایک حینہ کو دیکھ کر مسکرایا۔ پھر بولا۔ "یہ بہیر اکمل سے اٹھالے ہو؟"

"تمہارے گھر سے لایا ہوں۔ تم اس حینہ کو اچھی طرح جانے ہو لیکن اس کی پلاسٹک سرجری اتنی خوبصورتی سے کی گئی ہے کہ تم اسے پہچان نہیں سکو گے۔"

پاشا نے پارس سے اور سوالیہ نظروں سے فلادور کو دیکھا۔ بارا نے خیال خواتین کے ذریعے پوچھا۔ "کون ہے یہ؟"

وہ بولا۔ "تم نے اس شخص کی ملاقات میں یہ کچھ لیا ہوگا کہ پاشا بول دیا پھینک ہے۔ اس حینہ سے بھی ضرور حلق کرے گا۔ میں اسے ایک پکڑ میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ پاشا کے سامنے صرف اتنا پوچھو کیا یہ وہی عورت ہے جس کا ذکر کیا ہے کیا تھا؟"

بارا نے زبان سے پوچھا۔ "پارس! ہمارے پیارا جس عورت کا ذکر کر رہے تھے کیا یہ وہی ہے؟"

پارس نے کہا۔ "ہاں، تم نے خوب پہچانا ہے۔ پیارے کا تھا۔ اس کی پلاسٹک سرجری ہو چکی ہے۔ اسے روانہ کیا جا رہا ہے۔ یہ ہمیں روانہ جو باکے پاس لے گی۔"

پاشا نے پوچھا۔ "آخر یہ ہے کون؟"

"یہ تم جو بھڑا کر پوچھ لو گے تو تمہاری ورنہ اسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

فلادور سر کی تکلیف سے ریشان ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ پاشا اس کے چاند طرف محسوس محسوس کر کے غور سے دیکھ رہا تھا۔ بارا اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی اور خیالات بتا رہے تھے کہ دوسرے کمرے میں ایک خیال خواتین کسے والی بارا موجود ہے۔ اس کے تین ساتھی ہیں۔ عبداللہ، صفورا، ذی کوڑ اور چو تھا۔ پارس ہے جو خود پوش رہتا ہے۔ پچھلے بار جنگل میں ستا چلے کے دوران بھی پارس کسی کے سامنے نہیں آیا۔

پاشا نے پوچھا۔ ”کیا میں حینہ کو چھو کر ٹھیل کر مطوم کر سکتا ہوں کہ یہ کون ہے؟“

”ہرگز نہیں۔ اسے ہاتھ لگائے بغیر بوجھو۔ اور ہمیں کچھ دیر تک قاطب نہ کرو۔“

اس نے پاشا کو تلاور کی ذات میں الجھا دیا۔ بار بار اسوج کے ذریعے اسے تلاور کے خیالات سنا رہی تھی اور کدھ رہی تھی۔ ”میدویوں کو بھی ان قارمولوں کی ہوا لگ گئی ہے۔ یہاں الپا اور اس کے آلاکار مرنا سے گھرا تے رہے اور مرتے رہے اب اس کی دوسری ٹیم یہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ ابھی تک مرنا کو بار بار سمجھ رہی ہے۔“

پارس نے کہا۔ ”پہلے ہمارا خیال تھا قارمولوں کا علم کسی کو نہیں ہے پھر پتا چلا شہنشاہ اور مرنا کو یہ راز مطوم ہو چکا ہے۔ اب یہ تیسری ہائی بیویوں کی آگئی ہے۔“

وہ بولی ”پاک ناس ٹیلے میں پہنچنے تک پتا نہیں اور کتنے دشمنوں کا اضافہ ہو جائے گا۔ ہمیں جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔“

”جب تک کوئی لالچ نہیں آئے گی، ہم سب یہاں رکھنے پر مجبور رہیں گے۔ یہاں رکھنے میں بھی بہتری ہے ہم یہیں ان مخالفین سے دو ہاتھ کر لیں گے۔ دبا پار کرنے والے دشمنوں کی تعداد جتنی کم ہو اتنی ہی ہمارے لیے اچھا ہو گا۔“

”پھر کیا ارادے ہیں؟ کہاں سے شروع ہونا چاہتے ہو؟“

”یہ دونوں پاریاں سمجھ رہی ہیں کہ پارس دوش پہ لڑا میں جا رہا ہوں۔ دوش نہ کر ان کا محاسبہ کروں گا۔ تم دونوں محتاط رہو اور ایک دوسرے کو اصل نام سے قاطب نہ کرو۔“

پاشا نے پارس کا ہاتھ قدام کر کہا۔ ”کیوں مجھے الجھا رہے ہو؟ خدا کے لیے متاؤ یہ کون ہے اور میں اسے کیسے جانتا ہوں؟“

پارس نے کہا۔ ”بارہا! اس کی سوتلی حینہ پراگت گئی ہے۔ اب یہ حاضر دماغ نہیں رہے گا خود بھی نقصان اٹھائے گا، ہمیں بھی نقصان پہنچائے گا۔“

”تم نے ہی حینہ کو اس کے لیے معاف کیا ہے۔ اسے بتا کیوں نہیں دیتے کہ یہ کون ہے؟“

وہ پاشا کو ایک طرف لے جا کر بولا۔ ”صرف اس کے چہرے کی نہیں پورے بدن کی پلاننگ سرجری کی گئی ہے اسے بوڑھی سے جوان بنایا گیا ہے۔“

”شاید میرے لیے بوڑھی کے بدن کو جوانی دی گئی ہے۔ ویسے اب یہ کسی پھلوسے بوڑھی نہیں لگ رہی۔“

”آگے سنو۔ اس پر توجہی عمل کر کے اس کی آواز اور لہجے کو بدلا دیا گیا ہے اور اس کی پہچان زندگی بھلا دی گئی ہے۔“

”ٹھیک ہے اب تو تباہی یہ کون ہے؟“

”پاشا! امت افسوس اور شرم کی بات ہے کہ تم اپنی بیوی مریم

کو نہیں پہچان رہے ہو۔“

”کیا؟“ وہ حلق چاڑ کر چیخا۔ تلاور کے پاس دوڑ کر گیا۔

”چھو کر، پکڑ کر دیکھنے لگا۔ تلاور نے پارس سے پوچھا۔ ”یہ کون سا تھوڑا سا حینہ کیوں کر رہا ہے؟“

”یہ تمہارا دوا ہے کہتا ہے، تمہیں دشمنوں سے بچائے گا۔ تمہارے لیے جان کی بازی لگا دے گا۔“

وہ بولی۔ ”کسی جنگی سردار کے مقابلے میں مجھے یہ موزوں ہے۔ کیوں مستراتم مجھے ٹیلی جیتی جاننے والی الپا اور بارہا سے بچاؤ گے؟“

پاشا نے حیرانی سے پوچھا۔ ”بارہا؟“

بارہا نے جلدی سے اس کے دماغ میں آکر کہا۔ ”پہلے نہیں، بلکہ اس دوسرے کرے والی کو بارہا سمجھ رہی ہے تم آئندہ اس حینہ کے پاس کے کسی سے میرا اور اپنا اصل نام لیں۔ مجھے یلغا کہو اور اپنا کوئی سا بھی نام تبادلو۔“

پاشا نے تلاور کا ہاتھ قدام کر کہا۔ ”میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں اگر چہ کسی ٹیلی جیتی جاننے والی کو تمہارے دماغ میں آنے سے نفی الحال میں دیکھ سکوں گا لیکن شکستہ عملی سے کام لیا جائے تو ٹیلی جیتی کے خدا بے محفوظ نہ ہو سکی۔ میرے یہ دونوں ساتھی بہت ذہین ہیں۔ یہ کوئی تدبیر سوچ لیں گے۔“

پارس نے کہا۔ ”تدبیر سیدھی سی ہے۔ چھٹھنی ہے یہ کہ تم الپا کی بات مان کر اس کی ٹیم میں شامل رہو۔ تمہارا یہ ناشی صورت حرام تمہارے ساتھ۔“

پاشا نے آنکھیں دکھا کر پوچھا۔ ”کیا کما صورت حرام؟“

”صورت حرام نہیں، ہر نام تمہارا نام ہر نام ہوتا ہوں۔“

”ہاں۔ میرا نام ہر نام ہے مگر ایمان سے کون۔ یہ بھلی ہائی مریم نہیں ہے۔“

”تمہیں کیا لگ رہی ہے؟“

”یہ تو سر کے بال سے پاؤں کی اڑی تک جوان دکھائی دے رہی ہے۔ میری بیوی نہیں ہو سکتی۔ کیوں مجھے ڈرا رہے ہو؟“

تلاور نے پوچھا۔ ”تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو؟“

پارس نے کہا۔ ”یہ اپنی بیوی سے ڈرتا ہے۔ پوچھتا ہے، کیا اس کی بیوی تمہارے اندر نہ گھس پڑی ہو۔“

پاشا اسے دور لے جا کر بولا۔ ”میں حینہ کے سامنے مجھے ڈر پوک شوہر کہہ رہے ہو؟ تم کیسے فراز ہو۔ یہ میری بیوی ہی نہیں سکتی۔ بیوی سو برس تک پلاننگ سرجری کرتی رہے تب بھی ایسی حسین عجبوہ نظر نہیں آئے گی۔“

”پاشا کی یہی پلاننگ تھی کہ تمہیں کسی یقین نہ آئے کہ پلاننگ سرجری کا فریب کھار اپنی وفادار بیوی سے از سر نو دہائی کر رہے ہو۔“

”یہ مجھ پر ظلم ہے۔ بیوی کو چاندی کے ورق میں لپیٹ کر

تھپی دو سینڈ وینڈ کھلائے گی۔ خدا کے لیے ایک تڑا تڑا گلاب چٹ کر کے اس کا نام مریم نہ رکھو۔“

پارس نے پوچھا۔ ”میں تمہارا نام کیا ہے؟“

”مجھے سب سی پارس سے تلاور کہتے ہیں۔“

”تو کیوں ہر نام لکھتا پارسا نام ہے تلاور؟ تازہ کھلا ہوا پھول۔ اب تم اسے تازہ نہ سمجھو کسی سمجھو تو یہ تمہاری صوابدیر ہے۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔“

وہ اپنی اپنی افغانے ہوئے بارہا سے بولا۔ ”ڈرا میرے ساتھ باہر چلو۔“

وہ دونوں کمرے سے باہر آئے۔ بارہا نے کہا۔ ”الپا تھوڑی دیر میں آنے گی تو تلاور کے دماغ سے مطوم کر لے گی کہ ہمارے ساتھ تم بھی تھے پھر کسی مصلحت کے تحت دوش ہو گئے ہو۔“

”بارہا وہ دشمن چپا رہے تو اگلے کی نیند اڑ جاتی ہے۔ وہ ذہنی دباؤ میں رہتا ہے میں انہیں جنس اور توشش میں جلا رکھوں گا۔“

”یہ تم پاشا کو کس الجھن میں جلا کر کے جا رہے ہو۔“

”یہ تازہ اور باسی کے چکر میں بھی عبت سے تلاور کی ذات میں دلچسپی ہے گا، کبھی مریم سمجھ کر کھڑے گا لیکن یہ غیرت مند بھی ہے۔ اپنی بیوی کو الپا اور اس کی ٹیم کے افراد کے آگے مجبور اور بے بس ہونے نہیں دے گا۔ تم دیکھتی جاؤ۔ میں نے اس کے لیے ایک گٹھ میں دو تماشے رکھے ہیں۔ وہ کبھی یہ اور کبھی وہ تماشہ دکھائے گا۔“

”کیا تم شیطان کے ساتھ پیدا ہوئے تھے؟“

”نہیں، شیطان نے میرے ساتھ پیدا ہونے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔“

”میں یہ کوشش کھوں گی کہ پاشا کے ساتھ الپا کی ٹیم میں شامل ہو جاؤں۔“

”مشکل ہے، تم اور پاشا اپنے دماغوں میں الپا کو آتے نہیں دو گے۔ تم دونوں پر کبھی مجبور نہ ہو سکتے گے گی پھر بھی کوشش کر دیکھو۔ اچھا تم میں جا رہا ہوں۔ مجھے رخصت کرو۔“

”جاؤ تو رہے ہو، میں کیسے رخصت کروں؟“

”بہن! پیار سے اور کیسے؟“

وہ اسے دھکے دیتے ہوئے بولی۔ ”وہ عملی زبان میں شیطان کو بھگانے کے لیے کیا کہتے ہیں؟ یاد آیا۔ لالوہ دلا قوت بھاگ جا اٹھیں۔“

وہ خود بھاگ کر کمرے میں آئی اور دواؤں کو بند کر لیا وہاں سے پلٹ کر دیکھا پاشا تلاور سے لگا بیٹھا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ قدام کر اس کی ایک ایک عضو ٹیلی جیتی کو چھو کر کہہ رہا تھا۔ ”میں مریم کی تین تین کھوں گا کہ مریم ہو۔“

تلاور نے پوچھا۔ ”یہ مریم کون ہے؟“

”آٹا بیوی ہے۔ جانی ہو بیوی کے کتے ہیں؟“

”ہاں۔ اسے کتے ہیں جو ذہنی اور قانونی طور پر رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتی ہے۔“

”نہیں، بیوی ایک کسل ہے جو گری کے موسم میں بھی پٹھا رہتا ہے۔“

”اوہ نو۔ بیوی کے حلق ایسی رائے نہ رکھو۔“

”تمہاری شادی نہیں ہوئی، میرا مطلب ہے مجھ سے ہو چکی ہے مگر تم مریم کی حیثیت سے خود کو بھول چکی ہو۔“

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”جو کہہ رہا ہوں وہ سمجھ نہیں پاؤ گی۔ یوں سمجھ لو کہ پچھلے جنم میں تم میری بیوی تھیں، تمہارا نام مریم تھا۔ آٹا مردوت کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ زندگی کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے لیکن بیوی کو پیچھے چھوڑ دے تو وہ پیچھا نہیں چھوڑتی۔ تمہارے دوش میں سامنے آ جاتی ہے۔“

”کیا تم مجھے معیت سمجھ کر ایسا کہہ رہے ہو؟“

”نہیں۔ نہیں۔ تم معیت نہیں، محبت ہو۔ مقدری مریمانی ہو۔ جس میں پاکر دعا کے لیے ہاتھ اٹھتے ہیں۔ تم بھی ہاتھ اٹھاؤ اور دعا مانگو کہ تم اندر سے بوڑھی نہ نکلو۔“

”کیا تم مجھے عمر رسیدہ سمجھ رہے ہو؟“

”میرے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ ایسا اکرہ ہوتا ہے، اوپر سے دیکھو تو عورت میں برس کے اندر لگتی ہے۔ ماہر آثار قدیمہ کی طرح دریافت کرو تو کھنڈر نکلتی ہے۔“

وہ ناراضی سے اٹھ کر بارہا کے پاس آئی پھر بولی۔ ”یہ ہر نام میری المثلٹ کر رہا ہے مجھے عمر رسیدہ اور کھنڈر کہہ رہا ہے۔“

بارہا نے کہا۔ ”یہ بیوی کا جلا ہے، تمہیں پھوک پھوک کر پٹھا چاہتا ہے۔ یہ مروا یہی سی ہوتے ہیں۔ تمہاری جیسی حسین عورت کے سامنے بیوی کی وفا کو بھلانا چاہتے ہیں عمر وہ گرم دودھ کی طرح جلاتی رہتی ہے۔“

”کیا یہ بیوی والا ہے؟“

”ہوئے نہ۔ تمہارا کیا جاتا ہے۔ اس پر دل آئے تو مرشنا ورنہ اسے مرنے کے لیے چھوڑ دیتا۔“

”تم کوئی مشورہ دو۔“

”میں تو مرد بیزار ہوں۔ عشق اور محبت اور دواؤں اور شاعری سب کو کھواس سمجھتی ہوں، کسی بھی موئے دوستی نہیں کرتی۔“

”یہ ابھی جو کیا کون تھا؟“

”اس جنگل میں ایک تم خرچ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔“

”بھوت کتنی ہو۔ دیکھو میں عورت ہوں اور عورت کو اندر سے پڑھ لیتی ہوں۔ ابھی تم اسے کمرے سے بھاگ رہی تھیں مگر اندر سے ذہنی نہیں تھیں کہ وہ کمرے سے جائے گا تو دل میں آ جائے گا اس لیے تم نے فوراً دواؤں بند کر لیا۔ اس وقت میں نے دیکھا

تمہارا چہرہ کچھ کہہ رہا تھا۔ پتا نہیں دل کیا کچھ کہہ رہا ہو۔
 "مفتول باقیں نہ کرو۔" ہمیں یہ بتا دوں کہ میں لڑکی نہیں
 ہوں۔"

فلادر قہقہہ لگاتے لگے۔ بار بار لے کہا۔ "ہنسی نہ اڑاؤ۔ یقین
 کرو میں بظاہر لڑکی دکھائی دیتی ہوں مگر نہیں ہوں۔ میں مرد ہوں۔"
 وہ ہنستے ہوئے پاشا کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے بولی۔ "دھرم
 بسکی بسکی باقیں کر رہا ہے۔ مجھ جوان کو بوزمی سمجھ رہا ہے اور تم
 لڑکی ہو کر خود کو لڑکا کہہ رہی ہو۔ کیا میں دیوانوں کی فلول میں آگئی
 ہوں؟"

وہ بار بار کے پاس سے اٹھ گئی۔ ہنستی ہوئی دواؤں سے تک مٹی
 پھروٹی۔ "میں باہر جاری ہوں، ذرا تاہ وہاں کھانے کے لئے۔"
 وہ دواؤں کھول کھول کھلی گئی۔ پاشا نے بار بار کے قریب آکر کہا۔
 "ہمیں اس کے سامنے یہ نہیں کھانا چاہئے تاکہ تم خود کو لڑکی نہیں
 لڑکا سمجھتی ہو۔"

"جب میں مرد ہوں تو خود کو عورت کیوں کہوں؟"
 "یہ تو سچ اگر آپ آکر فلادر کے خیالات پڑھیں گی اور اسے
 معلوم ہو گا کہ تم خود کو عورت ہی ہو تو پھر راز کھل جائے گا کہ تم بار بار
 ہو۔"

"ہاں" یہ غلطی ہو گئی۔ مجھے ایسا نہیں کھانا چاہئے تھا۔ ویسے میں
 سمجھتی ہوں کہ آپ اور دوسرے یہودی میرے متعلق یہ نہیں جانتے
 ہیں کہ بار بار کوئی ایسی ہستی ہے جو کبھی مکمل عورت نہیں تھی اور
 یہ کہ اس کا آپریشن کرایا گیا ہے۔"

"اچھا ہے کہ وہ نہ جانتے ہو لیکن جس محتاط رہتا چاہئے۔"
 "محتاط رہوں گی لیکن وہ مجھ پر مجبوراً الزام لگا رہی تھی کہ میں
 پاس سے متاثر ہوں اور میرا چہرہ کوئی جھلکاتا ہے۔"
 "وہ تو ابھی دیکھ کر یہ کہہ رہی ہے" میں قاہرہ سے دیکھتا آ رہا
 ہوں۔"

"کیا دیکھتے آ رہے ہو؟"
 "میں وضاحت سے نہیں کہہ سکتا کیوں کہ کسی محبت کرنے
 والی لڑکی کے دل کی بات سنانی نہیں دیتی، اس بات کا عکس چہرے
 سے جھلکتا ہے۔"
 "جو اس مت کو بتاؤ میرے چہرے سے کیا جھلکتا ہے؟ مجھے تو
 وہ ذرا بھی اچھا نہیں لگتا۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں اس سے لڑتی
 رہتی ہوں۔"

"کیا بار بار کا لڑکا محبت کی دلیل ہے۔ تم ہانو نہ مانو مگر اس سے
 محبت کرتی ہو اور اپنے آپ سے لڑتی رہتی ہو؟"
 "اچھا زیادہ ماہر نفسیات نہ بنو۔ خاموش بنجو۔"
 "وہ انسان ایک دوسرے کے سامنے خاموش بیٹھے رہیں تو
 غلطی یا پاگل مکتا ہے۔"
 اس نے پاشا کو ہانے کے لئے کہا۔ "جانتی ہو" فلادر تم سے

دور جا کر کیا سوچتی ہے؟
 "کیا سوچتی ہے؟"

"میں کون کی تو یقین نہیں آئے گا۔ چپ چاپ اس کے
 قریب جا کر سن لو کہ قریب جانے کی کیا ضرورت ہے۔ تم تو ہزاروں
 میل کی دوری سے بھی سن لیتے ہو۔"

"ہاں لیکن کسی کے خیالات نہیں سن سکتا۔"
 "تم اس کی ایک عادت نہیں جانتے ہو۔ وہ تھائی میں سوچے
 وقت بیڑائی ہے۔ یقین نہ ہو تو کان لگا کر سنو۔"

یہ کہتے ہی وہ فلادر کے دماغ میں چلی گئی۔ فلادر دوبا کے
 کنارے گھڑی ہوئی تھی۔ بار بار لے اسے زبان سے پھیلانے پر
 مجبور کیا۔ وہ دھیمی آواز میں کہنے لگی۔ "آہ یہ مجھے کیا ہو جا رہا ہے
 جب میں بالکل تھا ہوتی ہوں تو مجھے یاد آتا ہے کہ میں اپنے پیارے
 شوہر کی بیوی مریم ہوں۔"

پاشا کان لگا کر سن رہا تھا۔ اسے مایوسی ہو رہی تھی۔ وہ میں
 برس کی حینہ تھائی میں خود کو چالیس برس کی کہہ رہی تھی اور اس
 کے عشق کا چالیسواں کر رہی تھی۔

اس نے ہرگز توجہ سے نہ دیا کہ وہ کہہ رہی تھی۔ "کیا یہ ایسا
 ہو گا کہ وہ ابھی میری تھائی میں آئے۔ یہاں بیٹھا اور کوئی دوسرا نہیں
 ہے۔ شاید میں یہاں اپنے پاؤں کی موجودگی میں خود کو اس کی
 پیاری بیوی کی حیثیت سے یاد رکھ سکوں۔"

پاشا نے بار بار سے کہا۔ "پاس درست کہہ رہا تھا وہ مریم
 ہے۔ وہ تھائی میں خود کو بچوان رہی ہے۔ ل۔ لیکن۔"
 بار بار نے پوچھا۔ "لیکن ہر سوئی کیوں ایک ہی؟"

"وہ بات ہے کہ میں نے اسے چھو کر دیکھا ہے۔ اس کا ہاتھ
 بھی پٹڑا ہے۔ میں کیا تاؤں کہ وہ کیسی حرارت بخش اور چمکش
 ہے۔ اس کی عمر میں برس سے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں ہوگی۔"
 "اس کی عمر کا حساب مجھے کیوں بتا رہے ہو۔ اس کے پاس ہاتھ
 اور کسی ایک نتیجے پر پہنچو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سوچتے ہوئے جانے لگا پھر دواؤں سے
 رک کر بولا۔ "مجھے ہر فلم ہو رہا ہے۔"
 "کون فلم کر رہا ہے؟" یہی فلم کر رہا ہے؟

"یہ کوئی شرافت ہے، میری بیوی کی سرجری کیوں کرائی گئی؟
 کیوں اسے اس قدر پرکشش بنایا گیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟"
 "مقصد ہے" انسانی نفرت کو بھگت۔ خصوصاً مرد کی نسبت اسی

طرح سے سمجھ میں آتی ہے۔ تم مردوں کی محبت ہوتی کیا ہے۔
 عورت جب تک محبوبہ رہتی ہے، اس پر جان چڑھتے رہتے ہیں۔
 بیوی بن جائے تو چند دنوں کی قربت سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ وہی
 بیوی فلادر جیسی حسین بن کر آجائے تو پھر اس کے عاشق بن جاتے
 ہو اور یہ انکشاف ہو جائے کہ حینہ کے اندر بیوی بھی ہوتی ہے تو
 تذبذب میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ آخر کیا ہو تو مرگ؟ ایسی وہی

رکھتے ہوئے کبھی شرافت نہیں ہو؟

"اچھا زیادہ نہ بولو۔ عورتیں بھی کم نہیں ہوتیں۔ میں اس
 موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ اتنا کہہ دیتا ہوں اگر یہ بیوی ثابت
 ہوئی تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"اچھا نہیں ہو گا تو برا کس کا ہو گا؟"
 وہ گھونسا دکھا کر بولا۔ "میں پاس کا کھنڈ تو ڈوں گا۔"
 وہ پلٹ کر دواؤں کو کھلتے ہوئے باہر آ گیا۔ اس چار دیواری

میں چار بڑے کمرے تھے ان میں سے ایک خالی تھا۔ دوسرے
 کمرے میں مریم اپنی نیم کے ساتھ تھی۔ تیسرے میں بار بار تھی
 چوتھے کمرے میں دو عورتیں اور چار مرد تھے۔ ان کے پاس لیوی
 کمرے لائٹس اور ایک بڑا جیڑھا تھا ان کے سامنے سے پتا چلتا تھا
 کہ وہ جنگل کے موضوع پر ریڈیو فلم کی شوٹنگ کے لیے آئے ہیں۔

اس سلسلے میں ان کے پاس کچھ نقلی ہتھیار بھی تھے اور کچھ اصلی بھی
 تھے تاکہ جنگی رنڈوں سے سامنا ہو تو انہیں ہلاک کیا جاسکے۔
 الپا ایک ناکائی کے بعد دوسری بار زبردست تیار ہواں کر کے

آنے والی تھی۔ بلیک آؤٹ کے وہاں پہنچے سے پہلے بار بار اور اس
 کے ساتھیوں پر نظر رکھنا چاہتی تھی۔ پتا نہیں وہ کب تک مریم کو
 بار بار سمجھ رہے گی پھر اسے فلادر کے خیالات سے پتا چلا کہ
 دوسرے کمرے میں بھی ایک لڑکی دو مردوں کے ساتھ آئی ہوئی

ہے۔ لڑکی کا نام نیلا اور ایک مرد کا نام ہیرام ہے۔ دوسرے مرد
 (پاس) کا نام نہ معلوم ہو سکا کیوں کہ فلادر کے سامنے اس کا نام
 نہیں لایا گیا تھا وہ کہیں چلا گیا تھا۔

الپا پھر دھوکا کھا رہی تھی۔ بار بار کو نیلا سمجھ رہی تھی۔ اس
 نے ایک بار پیچھے سے بار بار کے خیالات پڑھنے چاہے لیکن بار بار
 نے فروری سانس روک لی تھی پھر اس نے پاشا کے خیالات پڑھنا
 چاہے وہاں بھی ناکائی ہوئی۔ اس ناکائی سے شبہ ہوا کہ یہ دوسرے
 کمرے والے پراسرار ہیں۔ شاید خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس نے پھر فلادر کے خیالات پڑھتے تو پتا چلا کہ ہیرام (پاشا)
 الپا کی بیوی مریم سے گھبرا رہا ہے۔ الپا نہیں جانتی تھی کہ کوئی مریم ہے
 جو پاشا کی بیوی ہے۔ اس کا جنس بڑھ گیا تھا۔ اپنے دماغوں میں
 اس کا راستہ روکنے والے غیر معمولی لوگ لگ رہے تھے۔ ان کی
 اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس نے جو تھے کرے کے مسافروں کو
 آگلا کاٹا تھا۔

جب فلادر کمرے سے باہر آئی تو چوتھے کمرے کے باہر ایک
 شخص بیٹھا بیڑی بنا رہا تھا۔ الپا نے فلادر کو مسکرا کر اس سے باقیں
 کہنے پر مجبور کیا۔ اس شخص نے جو ابا کہا۔ "آؤ بیٹھو" میرا نام
 جان بواؤ ہے اور تمہارا؟

وہ مسکرا کر بولی۔ "مجھے فلادر کہتے ہیں۔"
 "میں بیڑے سے نکل کر رہا ہوں۔ میرا ساتھ دینا پسند کرو گی؟"
 "شکر ہے! میں نہیں جیتی اور بیٹھ بھی نہیں سکتی۔ ایک ضروری

کام سے جاری ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ الپا جان بواؤ کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ جنگل
 میں بھائی جانے والے فلم کا ہیرو تھا۔ ایک ہیروئن اپنی جین کے ساتھ
 کمرے کے اندر آرام کر رہی تھی۔ باقی تین مردوں میں سے ایک
 ڈائریکٹر دوسرا کیراٹھن اور تیسرا اسٹنٹ تھا۔

ان چاروں کے چہروں پر فلم میکر کے خواب چڑھے ہوئے
 تھے۔ یہ پردہ ہیروں کے اسمگلر تھے۔ دواؤں کے جوا کے راستے
 جنوبی افریقہ جا رہے تھے وہاں ایک پارٹی سے سودا ہو چکا تھا وہ اس
 پارٹی سے میرے لیے کرائی کے ایک گاڑی کے پاس پہنچانے
 والے تھے۔ وہ چاروں اٹلی کے بدنام ترین مجرم تھے۔ انہیں یاد
 نہیں تھا کہ وہ اب تک کتنے قتل کرچکے ہیں اور نہ آئندہ یاد رکھنا
 چاہتے تھے۔

ان کے ساتھ جو دو حسینائیں تھیں وہ بھی یعنی ہوئی تھیں۔
 اپنے منظر کو محبت سے چاہتی تھیں پھر گلے لگ کر کھانا کھاتی تھیں۔
 ان کے پاس فلمی شوٹنگ کے نقلی ہتھیار کم اور اصلی زیادہ تھے۔
 انہوں نے بڑا سامیاری بھر کر جیڑھا اس لیے ساتھ رکھا تھا کہ افریقہ
 کی ایک پہاڑی کے غار کے اندر جانا تھا۔ جہاں دن کو بھی گرمی
 تاریکی رہا کرتی تھی۔ وہ لوگ کروڑوں ڈالرز کے ہیرے اسمگل
 کرنے کے لیے پورے انتظامات کے ساتھ جا رہے تھے۔

الپا کو اور دوسرے تمام ٹیلی جینی جاننے والوں کو اس بات
 سے دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ ہیرے کس تار سے لائے جائیں
 گے اور کہاں پہنچائے جائیں گے۔ یہ خیال خواتین کرنے والوں کے
 لیے معمولی سی بات تھی۔ اسمگلر جان جو سمجھ میں ڈال کر ہیرے
 لائق۔ الپا جب چاہتی اپنے پسندیدہ ہیرے ان ہی اسمگلرز کے
 ذریعے اپنے پاس منگوا لیتی۔ اس نے ہیروں کو نظر انداز کیا اور جان
 بواؤ کے ذریعے ان تمام اسمگلرز کے دماغوں میں جگہ بنائی۔

اس نے تھوڑی دیر بعد جان کے ذریعے دیکھا پاشا دوا کے
 ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ فلادر بھی ادھر ہی گئی تھی۔ الپا نے جان
 کی سوچ میں کہا۔ "بیٹلے وہ فلادر نامی حینہ تاریکی میں ادھر گئی۔
 اب اس کے پیچھے یہ شخص جا رہا ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔
 معلوم کرنا چاہئے۔"

وہ بے اختیار بیڑ کا کین اٹھا کر کرسی سے اٹھ گیا۔ پھر پاشا سے
 بہت فاصلہ رکھ کر دیے قدموں اس کے پیچھے جانے لگا۔ الپا نے
 معلوم کیا تھا جان کے کوٹ کے اندر دوئی جیب میں ایک نغاسا
 پتول ہے جو ہیرام (پاشا) کو زخمی کرنے کے لیے کافی ہے۔ وہ
 چاہتی تھی کہ کسی طرح اس سانس روکنے والے کے دماغ میں ایک
 بار پہنچ جائے پھر اس کی اور اس کے ساتھیوں کی اصلیت معلوم کر
 لے گی۔

الپا نہیں جانتی تھی کہ جس شخص کا تعاقب کر رہی ہے وہ
 تعاقب کرنے والے کی ناسوں کی ہلکی سی آواز بھی جینس مرکزی

دوسری سے سن ہا تھا۔ پاشا چلتے چلتے ایک بھاڑی کے پیچھے بیٹھ گیا پھر چاروں ہاتھ پاؤں سے رہنمائی ہوا اور ایک درخت کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ درخت کی آڑ سے دیکھنے لگا۔ جان ایک جگہ رک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اسے حیرانی تھی کہ آگے جانے والا مکاں کم ہو گیا تھا۔

پاشا تاریکی میں صاف دیکھ رہا تھا۔ جان نے دیکھنے کے لیے مجبوراً خارج روشن کی تھی۔ الپا نے اس کی سوچ میں کہا۔ ”مجھے دیرا کنارے فلادور کے پاس جانا چاہئے۔ وہ شخص ضرور اس حینہ کے پیچھے جائے گا۔“

جان یوانڈ نے ہزاروں سے سوچا۔ ”محنت ہے۔ میں کیوں خواہ مخواہ ان کے پیچھے لگ گیا ہوں۔“

الپا نے اس کی سوچ میں کہا۔ ”اس لیے کہ یہ لوگ مرا سراد ہیں۔ اگر ان کی اصلیت معلوم نہیں کروں گا تو یہ اسلنگ کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے۔“

”جب یہ رکاوٹ بنیں گے تو ان میں سے ہر ایک کے لیے میری رائفل کی ایک ایک گولی کافی ہوگی۔“

وہ پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف جانا چاہتا تھا لیکن نہ جا سکا۔ اس کے قدم رک گئے وہ بھرادر محکوم کیا۔ پھر فلادور گئی تھی۔ تب سمجھ میں آیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ الپا نے کہا۔ ”ہاں“ تم اپنے اختیار میں نہیں ہو۔ میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ تم میرے محکوم ہو۔ میں جو حکم دوں گی اس پر تم عمل کرو گے۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”کیا یہ نئی جیتی ہے؟“ ”ہاں“ یہ نئی جیتی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم لوگ کوڑوں والے کے میرے اسلنگ کرنے آئے ہو۔ میں چاہوں تو تم میں سے کوئی یہاں سے ایک قدم آگے نہ جا سکے اگر میں چاہوں تو اسلنگ ہونے والے تمام ہیروں کو سمندر کی میں پھاڑوں اور اگر دوست بن جائیں تو کس قسم پولیس کی کھوپڑیاں تمہارا تمام ہیروں کو کھلے عام تمہارے گاؤں تک پہنچا دوں۔“

”واقعی تم تیرا کر سکتی ہو اگر ہماری دوست بن جاؤ تو ہمیں مال چھپا کر لے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔“

”جو پھر نئی دونوں باتوں سے بچے گی۔ مجھ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو میرے لیے جاؤ گی۔“

”ضرور کروں گا۔ یوں لگتا چاہتی ہو؟“

”تم جس شخص کا حلقہ کر رہے ہو، وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں اس کے دماغ میں جاتی ہوں تو وہ سانس روک لیتا ہے اس طرح میں اس کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکتی۔ اگر تم اس کے بازو یا ٹانگہ پر گولی مار کر زخمی کر دے تو وہ پھر سانس روکنے کے قابل نہیں رہے گا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ نہ کر سکتی۔“

”تم زخمی کرنے کی بات کہہ رہی ہو۔ میں اسے قتل کر سکتا

ہوں۔ ویسے سمجھ رہا ہوں کہ وہ شخص جیس زندہ چاہئے۔“ ”ہاں“ تم فلادور کے قریب کیس جا کر پیچھے رہو۔ وہ ضرور اس سے ملنے آئے گا۔“

وہ ساحل کی طرف جانے لگا۔ بارہا کمرے میں تھا تھی۔ فلادور اور پاشا سے توقع تھی کہ وہ جلد ہی کمرے میں واپس آئیں گے جب وہ نہیں آئے تو اس نے فلادور کے اندر جھانک کر دیکھا کہ کمان کے چوتھے پر بیٹھی مٹھل کی روشنی میں دیکھا کہ لہروں کو تک رہی تھی اس کی سوچ نے بتایا کہ پاشا اس کے پاس نہیں پہنچا ہے۔

بارہا کو تشویش ہوئی کہ وہ کہاں نہ گیا ہے؟ اس نے دماغ پر دستک دی پھر کوڑوڑا ادا کرتے ہوئے بولی۔ ”تم فلادور کے پاس جا رہے تھے یہاں درخت کے پیچھے کیا کر رہے ہو؟“

”ایک شخص میرا پیچھا کر رہا تھا۔ میں اسے تاریکی میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ فلادور کی طرف جا کر ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا ہے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ مرنا کا آدمی ہو گا؟“

”اس کی گردن پھلنے سے اصلیت معلوم ہوگی۔ اس کی پٹ میری طرف ہے۔ تم میرے پاس رہو۔ جیسے ہی اس کی گردن دھچ لیں تم اس کی کھوپڑی میں بیٹھ جانا۔“

وہ دسے قدموں آگے بڑھنے لگا۔ ذرا آگے مت سے روکے تھے زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہاں قدم پڑتے ہی وہ بے اثر چھانے لگتے۔ غیر معمولی بصارت کام آتی تھی۔ اس نے تاریکی میں سوکھے پتے دیکھے تھے۔ وہاں سے کھڑا راست بدلا اور دوسری سمت جانے لگا۔

جان یوانڈ کی شامت آئی تھی۔ وہ پتھر کے پیچھے سے تاریکی میں صرف فلادور کو دیکھ سکتا تھا کیوں کہ وہ مٹھل کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور دوسری سمت خارج کی روشنی کے بغیر نہیں دیکھ سکتا تھا اور وہاں خارج روشن کرنے سے اندیشہ تھا کہ چھپا ہوا دشمن اسے دیکھ لے گا۔

وہ غرغرش کی طرح خوش فہمی میں رہا کہ دشمن کی نظروں سے چھپا ہوا ہے۔ ایسے ہی وقت پاشا نے پیچھے سے آکر اس کی گردن دھچکی۔ جان یوانڈ کا اپنے مٹھل خیال تھا کہ وہ بہترین فائرنگ اور متعلق کے داؤد چھپ کاؤڈ کر سکتا ہے اس کی یہ خوش فہمی ختم ہو گئی۔ اس نے گرفت سے نکلنے کے لیے پوری طاقت اور پورے صلاحیتیں آزمائیں تب پتہ چلا کہ متعلق گوشت پوست کا نہیں لہجہ کا ہوا ہے۔

وہ تکلیف برداشت کرتے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا۔ بارہا نے کہا۔ ”پاشا! یہ اندر کی جیب سے ہتھل نکالنا چاہتا ہے۔“

پاشا نے اس کی کلائی پکڑ کر موڑ دی۔ اس کی جیب سے ہتھل نکال کر پوچھا۔ ”کیا اس کی ضرورت ہے؟ اس کے خیالات ٹھیک

نہ رہی ہو؟“ ”اس کی ضرورت اتنی ہی ہے کہ اس کے ذریعے اس کے ہرے ساتھیوں تک پہنچ سکوں گی اسے چھوڑ دو اور واپس جانے

پاشا نے اسے چھوڑ دیا الپا کہہ رہی تھی۔ ”جان! تم تو اس کے مقابلے میں بچے جا رہے ہو۔“ ”مجھے چاہیے کہ میں یہ شخص آدمی نہیں فولا دیں دلوں ہے۔ ہر دنیا کوئی بھی گوشت پوست کا پہلوان اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔“

بارہا نے جان کے دماغ میں آکر کہا۔ ”الپا! میں شہی تارا بول رہی ہوں۔ تم ان لوگوں کو آلا کارنا کر پھر تم کی کھاد کی۔“

”شہی تارا کیا تم جنگل میں ہو؟“ ”یہ احقانہ سوال ہے کیوں اپنی قوت سے زیادہ زور دکھا رہی ہو۔ تمہاری ایک نیم پارس بارہا پاشا اور ایک زہریلی لڑکی کے

انہوں نے ہتھیار ہے۔ اب اپنے پیادوں کی سلامتی چاہو تو ادھر کا راز نہ کو۔“

”تمہارے مشورے کا شکر ہے۔ مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ تم یا ہر کوئی ایک خیال خونی کرنے والی اپنی نیم کے ساتھ اس جنگل میں موجود ہے۔“

”تم اسے اندازوں پر چلتی رہو اور شوکرین کھاتی رہو۔ ایک ٹوہ اور دیتی ہوں ان اسلگڑ کو آلا کار نہ بناؤ۔ میں انہیں

نہاں کی کام نہیں آئے دوں گی۔“ ”الپا! بے پروا آدم کے پاس آکر کہا۔ ”بڑے بھائی! اشی تاراک کی

اس نے بڑے بھائی کو موجودہ دوا دے تھائی۔ اس نے کہا۔ ”بارہا! ایک آدم کے پاس جاؤ۔ اسے صورت حال سے آگاہ کرو اور

یہ کھاد کہ اس کے لیے پارس کی نیم زیادہ خطرناک ہے کیوں کہ اس نیم میں دوڑ رہے ہیں پارس اور دو زہریلی لڑکی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں برادر کے پاس جا رہی ہوں۔“ ”بارہا! سنو! برادر ایک آدم کے وہاں پہنچے تک ان اسلگڑ کو

نہاں آلا کار بناؤ۔ کو شش کرو کہ زیادہ سے زیادہ دشمن زخمی ہو کر کھلی خیال خونی کی زد میں جائیں۔“

وہ ایک آدم کے پاس چلی گئی۔ اور بارہا نے جان یوانڈ کو

یہی دو ٹیلی جیتی جانے والیاں میرے دماغ میں لڑنے کے انداز میں ایک دوسرے سے بول رہی تھیں۔“

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ تمام ساتھی اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس نے زیادہ لپٹی ہوئی اس کا دماغ جل گیا ہو پھر اس نے بارہا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ”یہ میرے اندر موجود ہے اور تمہارے اندر آکر اپنی موجودگی کا یقین دلائے گی۔“

بارہا نے ایک کے ذریعے دوسرے اور دوسرے کے ذریعے تیسرے کی آواز سن رہی تھیں۔ وہ ایک کے اندر آئی اس نے اپنے ساتھی کو ایک چھڑ مار کر کہا۔ ”یہ میں نے نہیں اس نے مارا ہے۔“

بارہا نے والے نے تیسرے کو الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا۔ ”وہی ہے اپنی موجودگی کا یقین دلا رہی ہے۔“

ان کے ساتھ دو حینہ تھیں جسے وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگیں پھر اچانک ہی سب خاموش ہو گئے۔ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ جان نے کہا۔ ”کب کسی آپس میں یوں نہیں لڑتے تھے۔ اس نئی جیتی جانے والی نے ہمیں مجبور کیا تھا۔“

ایک حینہ سم کر بولی۔ ”افریقہ کے بادلوں پر مشہور ہیں۔ یہ کوئی جادوئی پتھر ہے۔“

بارہا نے دوسری حینہ کی زبان سے کہا۔ ”میں اس کی زبان سے ایک ٹیلی جیتی جانے والی بول رہی ہوں۔ تم سب اسے نئی جیتی سمجھو یا کوئی جادو میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہیں سمجھانے آئی ہوں۔ یہاں تمہاری ایک دشمن ٹیلی جیتی جانے والی

ہے۔ جان یوانڈ اس کی باتیں سن چکا ہے۔ میں ایک بات سمجھا رہی ہوں۔ تم میں سے کوئی مج تک اس کمرے سے باہر نہ جائے اگر کوئی ساتھی جڑا جانا چاہے تو سمجھ لیا وہ دشمن دماغ میں گھس کر اسے باہر موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔“

جان یوانڈ نے پوچھا۔ ”اس جادو کا توڑ کیا ہو گا؟“

”اس کا ایک ہی راستہ ہے جو جڑا باہر جانا چاہے اسے سب قتل کر پکڑو۔ ہرگز جانے نہ دو۔“

”اگر سب ہی جڑا باہر جانا چاہیں تو؟“

”وہ ایک ہی دشمن ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی کے دماغ میں آئے گی۔ بیک وقت تم سب کو مجبور نہیں کر سکے گی۔“

انہوں نے سر ہلایا۔ وعدہ کیا کہ مج تک کمرے سے باہر نہیں جائیں گے۔ بارہا وہاں سے فلادور کے پاس آئی۔ پاشا اس کے پاس آکر گھات کے چوتھے پر بیٹھ گیا تھا اور اس سے پوچھا ہا تھا۔ ”تمہیں پتا ہے کہ کوئی پتھر وہاں میں منٹ پہلے تم تھائی میں کیا بیٹھ رہی تھیں؟“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں بیٹھ رہی تھی؟“

”میں چھپ کر سن رہا تھا۔ تم کہہ رہی تھیں کہ تمہیں تھائی میں بھلی ہوئی بات یاد آتی ہیں اور ہمیں یہ یاد آتا ہے کہ تم میری

میں بھی نہیں کر رہے ہو بعد میں ایک اور میرے دماغ میں آئی تھی۔“

صغیر دوڑنے دوڑتے پھر ایک جگہ رک گئی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ربوہ اور تھا۔ اس نے دایاں ہاتھ جیک میں ڈال کر ایک نین کا گول ڈبا نکالا پھر اسے کھولا اس کے اندر ایک دھڑلا سانپ مل کھا رہا تھا۔ ڈبا کھلتے ہی اس نے بچن اٹھایا۔ صغیر نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن پکڑ لی۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں تھی۔ دھنوں کو آتے ہوئے دیکھ رہی تھی اب تک وہ دور تھے، لیکن نظر نہیں آ رہا تھا کیوں کہ وہ زمین پر گھاس اور جھاڑیوں میں سے گزرتا چلا آ رہا تھا۔ کوئی میں گڑھے قاضی پر پہنچی وہ ہمارے کی روشنی میں نظر آیا۔ وہ ہمارے والے کو کھانے پر لیے کھڑی اس کے مزے قریب آنے

پارس دوڑے دوڑے رک گیا۔ سامنے ایک ٹیکو کی گلی کا
 پڑی ہوئی تھی۔ اس کی رانگھل اور چھٹی ہوئی مائع قوی بیڑی
 ہوئی تھیں۔ وہ بیڑی دے قازم کی ک آواز میں سن رہا تھا اور سہو
 کرتا جا رہا تھا کہ کن پارسوں کے درمیان جنگ چلائی جا
 نے رانگھل اٹھائی۔ مرد ٹیکو کی کمرے رانگھل کی چٹی کھال
 مائع وہیں چھوڑی اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے کھال
 میں اٹھائی ڈاک ٹیکسٹرز چار رکے تھے
 وہ آگے بڑھنے لگا پھر ایک قازم... کی آواز قوی سے اٹھ
 دی۔ وہ ایک حجر کے جیسے بڑھ گیا۔ کوئی توڑے منٹ کے اندر

اب اس کے آنے کو تنہا اور پیچھے کہاں تھی اگر وہ نیلے سے
مقابلہ کرتی تو وہ گولی مار دیتا۔ مقابلہ نہ کرتی تو نیلا اپنے حیرت انگیز
دانتوں سے اس کے مطلق قلعی کو کاٹتا اور اڑھینا شروع کر دیتا۔
اس کے سرچے سوچے کو گامباغیہ نیلے کو "کم آن" کہتے ہوئے
چمکی مالتا۔ نیلے نے ڈاکہ مار دیا۔

گو گھانے اسے بے قیمتی دے دیکھا۔ وہ سمجھ رہا تھا، نامن اس کی موت کا سامان کرنے کے لیے اسے راتقل تک پہنچنے میں دے گی پھر بھی اس نے راتقل کی طرف چلا گیا۔ نتیجہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا وہ اس کی توقع سے زیادہ پھرتی تھی۔ وہ بھی اچھل کر

کلک ماری کہ وہ چیخا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔
گروگامبا خاصا محکا محکا تھوڑا اسے سنبھلے کاموچ نہیں دے رہی تھی۔ ایسی ہنرمندی سے اس کی پٹائی کر رہی تھی کہ پارس دل ہی دل میں اس کے ایکشن اور اسٹائل کا تعریف ہو رہا تھا۔ صرف دس منٹ میں اس نے ہاتھوں اور لاتوں سے اسے لولہمان کر دیا۔ وہ زمین پر گرنے کے بعد خود اٹھنے کے قابل نہ رہا۔ صفورا نے ہاتھوں شانے چت ہونے والے کے پاس آکر زمین پر گھٹنے ٹیک دیے پھر اس کے ایک ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اس پر جھک کر کہا۔ ”اللہ اسے میرے دشمن! اللہ اسے۔“

اس نے گروگامبا کی ہتھیلی کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھے جیسے یو۔ دے رہی ہو۔ اس کے ہونٹ کھل گئے۔ سفید پتلیے دانت نمایاں ہو گئے۔ اس نے دائروں کو ہتھیلی میں پیوست کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ چیخیں مار مار کر ترپنے لگا۔ اس کا ترپنا چند لمحوں کا تھا۔ زہرا مردمان تھا۔ اس نے جلدی اسے پیش کے لیے آرام پہنچا دیا۔

وہ دشمن سے نمٹ کر کھڑی ہو گئی۔ گھوم کر دیکھنے سے معلوم ہوا انہی قریب آگیا ہے۔ دونوں کی نظریں ملیں پھر ملتی ہی رہیں۔ سانپوں دالی خاصیت تھی۔ دونوں کی پلکیں نہیں جھپک رہی تھیں۔ وہ دیکھ ہی چکا تھا کہ وہ کتنی زہریلی ہے۔ صفورا کو بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کچھ تو وہ اس کی سانس اور محتاط طبی آنکھوں سے اسے پہچان رہی تھی اور کچھ اس کی قربت سے زہریلی کشش محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بدستور اس کی آنکھوں میں جماعتی ہوئی ہوئی دیکھا تو وی ہو؟

”ہاں وی ہوں جو تمہارے خوابوں میں آتا ہے۔“
وہ نظریں چرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پارس نے پوچھا۔
”کیا شراکتیں؟ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی ہے؟ اتنی دیر سے آنکھیں لڑا رہی تھیں۔ اب نظریں چرا رہی ہو۔ پہلی ملاقات میں یہی ہوتا ہے۔“

”مفضل باتیں نہ کرو۔ میری مالکہ نے بتایا تھا، تم صرف زہر لے نہیں مل چیکے۔ بھی ہوا باتیں خوب بتاتے ہو اور لفظوں کی ہیرا پھیری سے دل بچت لیتے ہو۔“
”ہاں ایسا انسانوں کی دنیا میں ہوتا ہے لیکن ناگ اور عامرین آنکھیں لڑا لے اور دل جیتنے کے تعلقات میں نہیں پڑتے۔ ان کا زہر انہیں یک جان دو قاب بندتا ہے۔“
”پلیر باتیں نہ بناتے۔ تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے؟“
”کیسی الجھن؟“

”میری مالکہ نے ہمیں زہر سے ہلاک کرنے کے لیے میری خدمات حاصل کی ہیں۔ میرے ساتھ میرا بھائی عبداللہ ہے۔ ہم بس بھائی زبان کے دشمن ہیں۔ جس سے وفادار رہنے کا مدد کر لیتے

ہیں پھر ساری عمر اس کے وفادار رہتے ہیں۔“
”اس میں الجھن کیا ہے؟ بے شک مالکہ سے وفاداری کو اور مجھ سے محبت کتنی رو۔“
”وفاداری کا تقاضا ہے کہ اسی وقت ہمیں دس لوں کر تم نے ایک نیوے اور ایک انسان سے میری جان بچا کر مجھے اپنا مقروض بنایا ہے۔“
”میں بے قرض معاف کرتا ہوں۔ آؤ مجھے دس لو۔ دس لے لے گئے ضرور لگوں۔ یہی میری زندگی کا حاصل ہو گا۔“
”تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ میرا زہر تم سے زیادہ شدید اور جان لیوا ہے۔“

”میں تمہیں ایک بار محبت سے گلے لگانے کے لیے جان دے رہا ہوں۔ تم سوچ کر محبت سے جان لے سکو؟“
وہ پلٹ کر جاتے ہوئے پوچھی ”میں نے کسی بھی سے محبت نہیں کی ہے۔ تم کیا چیز ہو؟“
”تم غور کرو، تمہاری نفلوں میں کوئی چیز ہوں یا نہیں؟ ابھی فوراً ہی دس ضروری نہیں ہے۔ اس کے لیے زندگی پڑی ہے۔“
وہ تیزی سے آگے آگے چل رہی تھی۔ جیسے اس سے کڑا رہی ہو جب کہ اسے کڑا نہیں اپنے زہر اڑانا چاہتے تھا کہ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس سے سامنا ہو گا تو اتنی زیادہ کشش محسوس کرے کہ وہ سانپوں اور ان کے زہر سے متعلق نہ صرف لیبارٹریز میں کتنی ہی خود مردوں سے ملتی رہی تھی لیکن کسی سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔ پارس اپنی ہی زہریلی برادری کا بندہ تھا۔ پہلی ہی ملاقات میں بالکل اپنا لگ رہا تھا۔

اور وہ اتنی جلدی اپنائیت کا اقرار کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔ خود کو سمجھا رہی تھی کہ کوئی لگاؤ نہیں ہے چونکہ اس نے دشمنوں سے بچایا ہے اس لیے اسے دس نہیں چاہتی۔ اس سے دور بھلی جانا چاہتی ہے۔
ابھی اس کے اندر جنگ جاری تھی۔ ابھی وہ مرنا سے وفاداری اور پارس سے رشتے داری کی کشش میں تھی۔

الپانے بلیک آدم کے پاس آکر کہا۔ ”برادر! قارمولوں تک پہنچنا ناممکن سالگ رہا ہے۔ ہم بازی ہارے جا رہے ہیں۔“
اس نے پوچھا ”کیا بات ہو گئی سسر؟“
”ہمارے اہم ممبرے نیولا اور گروگامبا مارے گئے ہیں۔ ان کے ساتھ جانے والا سب گیلو بھی ہلاک ہو چکا ہے۔“
وہ بریشان ہو کر سیدھا جیتھ گیا پھر نیولا۔ ”کیا نیولا میں سے پارس کی بو پا کر گیا تھا؟“
”نہیں، صفورا کی زہریلی بو پر گیا تھا۔ وہ بڑی دیر تک انہیں جگل میں دوڑاتی رہی تھی۔“
”میں حیران ہوں کہ اس تماثل کی نے خوشخوار نیولے اور

گروگامبا جیسے شہ زور سے مقابلہ کیا اور انہیں مار ڈالا۔ کیا اس کا کوئی مددگار تھا؟“
”پہلے تو کوئی نہیں تھا لیکن جب صفورا کی موت یقینی ہو رہی تھی تب ہی ایک انجینیئرس سے وہاں پہنچا تھا۔“
”کیوں قادی؟“

”مگر تو رہی ہوں انجینیئرا۔ اسے جانتی تو انجینیئر کتنی۔ اس نے نیولے کو کوئی مادی تھی اور گروگامبا کے ہاتھوں سے رات نکل گرا تھا۔ جب صفورا نے گروگامبا کو دس لیا تھا۔“
”کیس وہ انجینیئرس تو نہیں تھا؟“

”میں اس کی زیادہ اسٹڈی نہ کر سکی کیوں کہ صرف گروگامبا کے مارا میں رہ کر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔“
”کیا صفورا اور وہ انجینیئرس سانس روک لیتے ہیں؟“
”ہاں صفورا کے متعلق پہلے سے جانتی ہوں کہ وہ سانس روک لیتی ہے۔ ابھی انجینیئر کے اندر جانے کی ناکام کوشش کر چکی ہوں۔“

”سسر! پھر تو واقعی ہم ایک بلیک بازی ہار گئے ہیں۔ بڑے بھائی کے پاس جاؤ اس سے کو اس سلسلے میں مشورہ دے۔ وہ جانتا ہے کہ میں بازی ہار سکتا ہوں۔ حوصلہ بھی نہیں ہارتا۔“
الپانے بڑے بھائی کے پاس آکر تمام دوڑا سنائی۔ بڑے بھائی نے بڑے آدم نے پوچھا۔ ”اس وقت بلیک آدم کہاں ہے؟“
”وہ گھاٹ اسٹیشن سے ذرا دور اپنی گاڑی میں بیٹھا ہوا ہے۔“

وہ نیولا۔ ”برادر بلیک آدم زبردست شہ زور ہے۔ اس نے حمل سے بھی کام لیا جائے اگر پارس روپوش ہے یا دور جگل میں صفورا کے ساتھ ہے تو گھاٹ اسٹیشن میں بارا عبداللہ کے ساتھ اٹھ کر میرا خیال ہے پاشا ہی عبداللہ بنا ہوا ہے۔ یہ پاشا بھی مارے برادری کی طرح غیر معمولی جسمانی قوت کا حامل ہے اگر برادر اسے زہر کر لے گا تو آسانی سے ملی جیتی جانے والی بارا کو ٹھپ کر کے ہمارے ملک میں لے آئے گا۔“

”الپانے بلیک آدم کے پاس آکر کہا۔ ”صفورا اور پارس کی عمر ہو چوڑی ہے۔ قادیغہ اٹھاؤ۔ کسی طرح عبداللہ کو زہر کر کے بارا کوڑی کر دینا اس لڑکی کو اپنی معمولی باتوں کی۔“
بلیک آدم نے گاڑی اشارت کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا گھاٹ اسٹیشن کے قریب آگیا۔ اس کے ساتھ اب ایک ہی ٹیکو آفٹ رہ گیا تھا۔ وہ دونوں پوری طرح مسلح ہو کر وہاں کی چار دیواری بات جانے لگے۔ الپانے کہا۔ ”جدرہ تم جا رہے ہو“ ادھر سے کہہ کر میں بارا اور عبداللہ ہیں۔“

وہ اب تک اس قریب میں جمنا تھی کہ صفورا اور عبداللہ کی نجات حاصل کرنے والی مرنا نہیں بارا ہے۔ وہ جگل میں صفورا اور نیولے کی جنگ کے دوران اپنی مصروف رہی تھی کہ صفورا کے

خیالات وضاحت سے نہیں پڑھ پائی تھی۔ اتنا ہی معلوم کیا تھا کہ صفورا نے وہاں کے دوسرے کمرے میں کسی نینا اور ہیرام کے پاس پناہ لی ہے۔

بلیک آدم نے تیرے کمرے کے دروازے پر ہتھ کر دیکھ دی۔ اسے جواب نہیں ملا۔ دوسری دنگ پر بھی کوئی رد نہ کھولے نہیں آیا۔ وہ دروازے کو لٹا مار کر فوراً ایک طرف ہو گیا تاکہ اندر چھپے ہوئے افراد کے حملوں سے محفوظ رہے لیکن حملہ کرنے والا کوئی آواز نہ کر رہی تھی۔ اس نے اندر آکر دیکھا۔ وہاں کچھ سالان رکھا ہوا تھا مگر سالان والے نہیں تھے۔ وہ کمرے سے باہر آگیا۔

مرنا اور عبداللہ باہر تاریکی میں صفورا کی تلاش میں نکلے تھے۔ انہیں بلیک آدم کی لٹاکر سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”بارا! پاشا! تم دونوں مجھ سے چھپ نہیں سکو گے۔ میں نے بھی اپنی ڈاکر کو گھس پن رکھا ہے۔ ہمیں اس تاریکی میں ڈھونڈ نکالوں گا۔“

اس کی آواز مرنا اور عبداللہ تک پہنچی۔ عبداللہ نے کہا۔ ”یہ الپا کی دوسری ٹیم کا کوئی اہم آدمی ہے۔ ہمیں بارا اور مجھے پاشا سمجھ کر لٹاکر رہا ہے۔“
دوسرے کمرے میں بیٹھی ہوئی بارا پاشا اور صفورا نے بھی بلیک آدم کی آواز سنی۔ بارا نے خیال خوانی کے ذریعے پاشا سے کہا۔ ”الپا کی دوسری ٹیم کا کوئی شخص ہمیں لٹاکر رہا ہے۔ صفورا سے کوہدہ بارہا کر دیکھے کہ کون ہے؟“

پاشا نے صفورا سے پوچھا۔ ”جس شخص کی آواز سنائی دے رہی ہے کیا اسے جانتی ہو؟“
”ہاں آواز سے پہچان رہی ہوں“ بلیک آدم کی آواز لگ رہی ہے۔ میں اسرائیل میں ایک مہم کے دوران اس کے ساتھ رہ چکی ہوں۔ یہ بے حد خطرناک ہے۔ انسان کی طرح رہتا ہے اور دوندے کی طرح دشمنوں کو توڑ پھوڑ کر رکھتا ہے۔ نسا ہو کر مقابلہ کرے تو طاقتور مقابل کی گردن توڑ دیتا ہے۔“

پاشا نے کہا۔ ”پھر تو مجھے بارہا جانا چاہئے۔“
بارا نے کہا۔ ”نہیں۔ اپنی طاقت کا مظاہرہ کو گے تو ہمیر کھل جائے گا کہ تم ہیرام نہیں پاشا ہو۔ صفورا کو جانے دو۔“
صفورا اس کے کہنے سے باہر آئی۔ دور تک ناسیج کی روشنی ڈالتے ہوئے ہوئی۔ ”بلیک آدم کیا تم اپنی اچھی لٹاکر رہے تھے؟ کہاں ہو تم؟ میں صفورا بول رہی ہوں۔“

اسے اپنی باتوں کا جواب نہیں ملا مگر اس کی آواز بہت دور سے آ رہی تھی۔ وہ کہیں دور جا کر دشمنوں کو لٹاکر رہا تھا۔
الپانے کہا۔ ”وہ ہمیں پیچھے ہوئے ہیں۔ انہیں مزید نہ لٹاکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ چھپ کر تم پر گولیاں چلائی شروع کر دیں۔“
اسی وقت مسلسل گولیاں پلنے لگیں۔ بلیک آدم فوراً ہی گھاس

پر گر پڑا وہاں سے لڑھکتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں گیا۔ وہاں سے اندازہ کرنے لگا کہ کہاں کہاں سے گولیاں چلی رہی تھیں۔ وہ فائرنگ کرنے والے تو نظر نہ آئے البتہ اسے اپنا ٹیکو داحت نظر آیا۔ وہ ذرا دور ایک جھاڑی پر اونچا جا رہا تھا۔ اسے آخری نیند کے لیے کانٹے اور جھاڑیاں نصیب ہوئی تھیں۔

اس نے درخت کی آڑ میں بیٹھ کر کانوں پر بیڑے فون چڑھایا پھر مائیکروفون کو آن لیا۔ وہ ایک اندازہ سے گولیاں پر گھاس اور چروں کے پچھے رہنے والے کیزے کو کڑوں کی آوازیں بھی سچ کر لیتا تھا۔ وہ دشمنوں کے قدموں کی چاپ بن کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس سمت سے آ رہے ہیں اگر وہ دس یا تیرے کے قائل رہ کر کچھ بولنے تو دھیمی دھیمی کی مشکوک وجہ سے سنی جاسکتی تھی لیکن جھجک اور کیزوں کو کڑوں کے علاوہ جنگلی چٹکیوں اور سانپوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

وہ بریٹان ہو کر آس پاس دیکھنے لگا۔ ایئر فون کے ذریعے ایسا ہی لگتا تھا جیسے سی بی ڈی ہر پلے جانور قریب آگے ہوں پھر اس نے قدموں کی آوازیں سنیں۔ اسٹی ڈارک کو گھس کے پیچھے سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے اور سمت کا اندازہ کرنے لگا۔ اندازہ ہوتے ہی اس نے راستہ سیدھی کی پھر ادھر کی فائر موٹر کرتے کے بعد دوڑنا ہوا دوسرے درخت کے پیچھے چلا آیا لیکن اس سے بڑی محنت ہوئی۔ اس نے جلدی فائرنگ کرنے کی دھن میں کانوں سے بیڑے فون نہیں اتارا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ہی ٹانگ کے قریب اپنی ہی فائرنگ کی آواز آتی تھی۔ یہ سے کانوں میں گھسی کہ دوسرے درخت کے پیچھے پیچھے یہ وہ پکارا کر پڑا۔ طوفانی آوازوں سے داغ بھڑے کی طرح دھنکے لگا تھا۔

اپانے کہا۔ ”وہ برادر! یہ کیا محنت ہے؟ ہمیں پہلے ٹانگ کو آف کرنا چاہئے تھا۔“

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تمام کر آنکھیں بند کر لی تھیں اور تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ بولی۔ ”موتور! آنکھیں کھولو۔ تکلیف اپنی جگہ ہے مگر اندھے بن کر دشمنوں کو ملے کا سوچ نہ دو۔“

وہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ اسی وقت کسی چوپائے کے بجائے کی آواز آئی۔ وہ ایک جھاڑی پر سے چلا نکلا گیا ہوا گزرا۔ دونوں طرف سے اس سے چارے چوپائے پر فائرنگ ہونے لگی۔ وہ کئی گولیوں سے چھٹی ہو کر گرا پڑا چلا کہ وہ دشمن نہیں تھا۔ دوسرے بلک آدم نے اور دوسرے عہدائدہ اور مرنے لگی گولیاں خانقہ کی تھیں۔

پھر گولیاں خانقہ ہونے کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ جگہ بدل بدل کر فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔ اپنا اس انتظار میں تھی کہ برادر کی گولی سے کوئی ایک زخمی ہو جائے اس کے داغ پر قبضہ جھاکر اس کے ذریعے اس کے سامنے کو نقصان پہنچا سکے۔

ادھر مرنے اسی انتظار میں تھی۔ اسے حضور کے لیے بھی تشویش تھی۔ پچھلے ایک کھیتے سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ اسی انتظار میں تھی کہ الپا کا وہ آدمی قابو میں آجائے تو حضور سے بات کر سکے۔

دو کھیتے گزر گئے مگر جنگ میں آنکھ بھلی اور فائرنگ کا سلسلہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ مرنے نے ناگوار سے کہا۔ ”دشمن میں ہلاک ہے۔ اتنی دیر ہو گئی قابو میں نہیں آ رہا ہے۔“

عہدائدہ نے کہا۔ ”اس کے مقابلہ کرنے کے اندازے پہل رہا ہے کہ وہ گورٹا فوج کا بہترین فائرنگ چکا ہے۔“

”مجھے تمہاری سن کی فکر ہے مگر یہاں خیال خواتی کھلی تو غفلت میں ماری جاؤ گی۔“

”میزم! پچھلے پانچ منٹ سے خاموش ہے۔ میں غلط رہوں گا۔ آپ صرف خیریت معلوم کر کے چلی آئیں۔“

مرنے نے اسٹی ڈارک کی آئی بیسنر کے ذریعے جانوں طرف نظر دوڑائی پھر کہا۔ ”میں زمین پر لیٹ کر خیال خواتی کھلی تو فائرنگ کی زد میں نہیں آؤں گی لیکن سانپوں اور چھوٹوں سے ڈر لگا ہے۔“

”جیسے کا نہ صوں پر سوار ہو کر آپ اس درخت پر چڑھ جائیں۔ دشمن صرف انسانی سروں کی بلندی تک فائرنگ کر رہا ہے۔ اس سے اوپر آپ تک گولیاں نہیں آئیں گی۔“

”یہ مناسب رہے گا۔ میں درخت کے پتوں میں چھپ کر دیکھتی رہوں گی۔ وہ جیسے ہی صاف نظر آئے گا میں گولی مار دوں گی۔“

بلک آدم بہت کم قائل رہا تھا۔ اس کا حساس ٹانگ مرنے اور عہدائدہ کی مشکوک سچ کر رہا تھا اور بیڑے فون کے ذریعے اسے سنا رہا تھا۔ آواز اگرچہ دھیمی دھیمی سی آ رہی تھی۔ کیزوں کو کڑوں کے شور میں مشکل سے سنائی دے رہی تھی پھر بھی مرنے کے درخت پر چڑھنے والی بات سمجھ میں آئی۔

اس نے ٹانگ کو آف کر کے جھاڑیوں کے پیچھے سے سراخا کر دیکھا۔ دور ایک درخت کے تنے کو مرنے نے تمام رکھا تھا۔ بلک آدم اور ان کے دو ساتھی درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ دونوں نظریں آتے چو کہ وہ عہدائدہ کے شانوں پر سوار تھی اور درخت کے تنے کو چھو کر اوپر اٹھتی جا رہی تھی اس لیے نظر آ رہی تھی۔

بس یہی موقع تھا۔ طویل جنگ کا اختتام ہو سکتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں راستہ لے کر بڑی احتیاط اور مہر سے نشانہ لایا۔ احتیاطیوں بھی ضروری ہو گئی تھی کہ اس کے پاس دوی کا دوسرا کھیتے تھے۔

مرنے نے ایک اونچی شاخ کو دونوں ہاتھوں سے قیام پانڈ عہدائدہ اسے شاخ پر چڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی وقت اس نے نشانہ لگا کر ٹیکو داحت لایا۔ ٹھانیں کی آواز کے ساتھ ہی مرنے کی آواز بھری اس کے شانوں پر سے ڈھک کر نیچے گر پڑی۔ اپانے

ڈنٹی ہو کر کہا۔ ”شاباش برادر! میں اس کے داغ میں جا رہی ہوں۔“

وہ اسی جگہ میں اپنی پہلی ٹیم کے افراد کے ذریعے مرنے کی آواز اور کھیتے کو سن چکی تھی۔ اس نے اس لیے کو گرفت میں لیا پھر ڈال خواتی کی پرواز کی۔ جس داغ میں پہنچی ”اس عورت نے کہا۔ میں شی ٹارا فوٹو ریل رہی ہوں۔ پلیز میزم کو ڈورڈا زادا کریں۔“

اپانے شدید حیرانی سے پوچھا۔ ”کیا تم شی ٹارا ہو؟ باربرا نہیں ہو؟“

”مکون باربرا؟ جگت لاسٹ۔“

اس نے سانس روکی۔ اپانے بلک آدم کے پاس آ کر کہا۔ ”جئے جس باربرا کو گولی ماری ہے؟ وہ اپنی اصلی آواز اور لہجے میں نہیں بدلتی ہے۔ اس کے داغ سے تخری عمل کے ذریعے اصل لہجے کو بھلا دیا گیا ہے۔ وہ شی ٹارا کے لہجے میں بدلتی ہے۔ میں اس کے داغ تک نہیں پہنچ سکوں گی۔“

وہ بولا۔ ”ان کی یہ چال پہلے سے معلوم ہوتی تو میں باربرا کو نہیں اس کے ساتھی پاشا کو زخمی کرتا۔“

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ ”لیکن سسٹری! تارا تو فریادی کا مخالف ہے۔ فریاد نے باربرا کے داغ میں اس دشمن عورت کا لہجہ کیوں بدل دیا ہے؟“

”ہم اس سوال پر بعد میں غور کریں گے۔ ادھر وہ ڈنٹی بڑی ہے۔ کسی طرح پاشا کو بھی زخمی کر دیا۔ کسی طرح سے باربرا کے ہاں جا کر اسے اصل آواز اور لہجے میں بدلنے پر مجبور کر دے۔“

”میں ادھر نہیں جا سکوں گا۔ میرے پاس صرف ایک کارٹوس رہا ہے۔ اگر مجھے نہیں ہو جائے کہ پاشا بھتیجا استعمال نہیں کرے گاؤں اس کی گردن توڑ دوں گا۔“

”برادر! ہمیں پاشا کی جسمانی قوت کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ ان غیر معمولی قارموں کے پیش نظر اس کی غیر معمولی قوتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔“

”سسٹری! تم خواہ مخواہ ڈنٹی ہو۔ آخر اس گوشت پوست کے جسم کی انتہائی قوت کتنی ہوگی؟ کیا وہ لوہے کا دیوتا ہوگا؟ میں پھر بھی اسے مار دوں گا۔“

”میں برادر! تم اس جگہ میں تمام گئے ہو۔ بڑے بھائی کے خورسے کے بغیر اس سے مقابلہ نہ کرنا بہتر ہے۔ اپنی گاڑی کے آگے جاؤ اور وہاں سے مزید کارٹوس لے آؤ۔ میں ابھی آتی ہوں۔“

”میں برادر! میں ابھی نہیں ہے۔ مجھے اپنے برادر پر فخر ہے۔ وہ باربرا اور پاشا کو قابو میں کر لے گا لیکن۔“

”برادر کے پاس صرف ایک کارٹوس رہ گیا ہے۔ وہ پاشا سے ہاتھ پائی کا مقابلہ کرنے کے لیے سوچ رہا تھا۔ میں نے کما گاڑی کے پاس جا کر مزید کارٹوس لے آؤ۔ میں بڑے بھائی سے مشورہ کر کے آتی ہوں۔“

”تم نے اچھا سوچا ہے۔ اس سے کوئی واہیں آجائے شہر بیضاہ میں رہے۔ وہ لوگ قارمولے حاصل کرنے کے بعد اسی شہر کی طرف لوٹیں گے۔ ہم ان کی واپسی تک وہاں کی عبوری حکومت کو بے بس کر کے خود عارضی حکمران بن جائیں گے۔ تم کل صبح تک خیال خواتی کے ذریعے وہاں کے حکمرانوں اور قابو کیوں کے سرداروں کو اپنا تاجدار بنانے کی کوشش کرو۔ ان میں سے کوئی یوگا کا ماہر ہو گا تو بلک آدم اسے زخمی کر کے تمہارے حوالے کر دے گا۔“

”فوج ہے۔ اب ہمیں ان کی واپسی تک پورے شہر کی ناکہ بندی کرنی ہوگی۔ فرانس کی حکومت سے صوبائی کار رابطہ عارضی طور پر ختم کر دیں۔ قیاس باربرا اور پاشا کو کہیں سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔ انہیں اتر پورٹ تک جانے کے لیے ایک گاڑی بھی نصیب نہیں ہوگی۔“

”سسٹری! تم میری طرح سوچتی اور سمجھتی ہو۔ البتہ بلک آدم بعض حالات میں جو شیلا اور جذباتی ہو جاتا ہے اسے فوراً واہیں بیضاہ آئے کو کو۔“

”بڑے بھائی! کیا آپ نے صوبائی کار قندھ دیکھا ہے اور آدورف کے رائے معلوم کیے ہیں؟“

”میں نے کافی معلومات حاصل کی ہیں۔ ہمیں شاید اندیشہ ہے کہ وہ کسی دوسرے راستے سے قارمولے لے کر نہ چلے جائیں۔“

”جی ہاں! میں یہی سوچ رہی ہوں۔“

”تمہاری نظر ہر پہلو پر نہیں ہے اس لیے ایسا سوچ رہی ہو۔ وہ جس راستے سے جائیں گے، ہمیں خبر ہو جائے گی۔“

”کیسے بڑے بھائی؟“

”پہلے اپنی ذہانت کو آزاد نہ تاکام روگی۔ تب بتاؤں گا۔“

وہ ذرا سوچنے کے بعد بولی۔ ”وہ گاڑی میں تھوڑی دیر کے لیے فلاور کو بھول گئی تھی۔ وہ پاس اور باربرا کے ساتھ رہے گی تو میں اس کے اندر رہ کر ان کے جانے کے راستے معلوم کر لی رہوں گی۔“

”ہاں! اب تو اندیشہ نہیں رہا؟“

”بالکل نہیں بڑے بھائی! بیضاہ میں نہ کر ان کی جیتی ہوئی بازی ہم جیت لیں گے۔“

”اب جاؤ اور برادر کو فوراً واہیں آئے کے لیے کہو۔“

”لیکن برادر تمہاری آئے گا۔ تمام زرخیز آلا کار مارے گئے ہیں۔ یہاں کے جنگل تو جنگل، شہر بھی خطرے سے خالی نہیں

”دوست کہتی ہو۔ میں صوبالیہ کے ایک حاکم سے فون پر رابطہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ دس مسلح سپاہیوں کو دریائے جہا کے گھاٹ پر بھیج دے تاکہ وہ ہمارے برادر کو حفاظت سے فرائے آئیں۔“

اس نے ہاتھ لائن پر صوبالیہ کے حاکم سے رابطہ کیا۔ اس سے درخواست کی کہ مملکت اسرائیل کے ایک خاص شخص کے لیے جوہا کے گھاٹ پر دس مسلح سپاہی بھیج جائیں۔ حاکم نے کہا۔ ”آپ لوگوں نے ہمیں مسلمان سمجھ کر یہاں کے فائدہ دہ عوام کے لیے بھی امداد انہیں بھیجی۔ ہم سے کبھی بھاری کا ایک لفظ نہیں کہا۔ اس کے باوجود ہم آپ کے ایک شخص کی حفاظت کریں گے۔ ویسے آپ یہاں کے سیاسی حالات سمجھ رہے ہیں۔ ہم خود یہاں پوری طرح محفوظ نہیں ہیں۔ سپاہیوں کی بے حد کمی ہے پھر میں کوشش کر کے دو مسلح سپاہی بھیج دوں گا۔“

اپا نے کہا۔ ”بڑے بھائی! فون رکھ دیں اب اس کا باپ بھی میرے اشاروں پر چلے گا۔ میں جاری ہوں۔“ وہ بلیک آؤٹ کے پاس آئی۔ وہ اپنی گاڑی کی طرف لوٹ کر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”بڑے بھائی کا مشورہ ہے اپنی الحال میدان چھوڑ دو۔“

”سسر! جب تک ہتھیار ہیں، میں تمہارا کزور نہیں رہوں گا۔“

”کزوری اور دشمنی زوری کی بات نہیں، حکمت عملی کی بات کرو۔ شہر بیٹھنا، واپس جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے تعاون سے یہاں کے حکمرانوں اور قبائلی سرداروں کو تسکین ملے گی۔ ان کے دماغوں میں جتنے کر حکومت کروں گی یا اس تک پہنچنے کی تمام امداد اور تمام ذرائع بند کر دوں گی۔ فلاح کے ذریعے معلوم کروں گی کہ وہ فارمولے لے کر کس راستے سے آ رہے ہیں۔ ہم اس راستے میں قدم قدم پر ایسے سخت انتظامات کریں گے کہ وہ کسی بھیس میں بھی فارمولے چھپا کر نہیں لے جائیں گے۔“

وہ قائل ہو کر بولا۔ ”یہ حکمت عملی بہت خوب ہے لیکن میں تمہارے واپس جاؤں؟“

”تمہاری حفاظت کے لیے مسلح سپاہی یہاں دو چار گھنٹوں میں پہنچ جائیں گے۔ پلےز، تم اس گھاٹ سے ذرا دور گاڑی لے جاؤ اور کسی کی نظروں میں نہ آؤ۔“

”فیک ہے، میں گاڑی لے جا رہا ہوں۔ یہاں کی ساحلی آبادی میں وقت گزاراؤں گا۔“

وہ چلی گئی۔ وہ تاریکی میں چلا ہوا اپنی گاڑی کے پاس آیا۔ وہاں سے کچھ دور وہ گھاٹ انیشین تھا اور دو گروں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ وہ اینیٹرنگ سیٹ پر آکر بیٹھا تو پتا چلا کہ سیٹ پر گولی نہیں ہے۔ اینیٹرنگ پر ایک کانڈ چکا ہوا تھا۔ کانڈ پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس نے پیشینہ تاریکی کی روشنی میں دیکھا لکھا ہوا تھا۔

”گاڑی نکلتی ہو چکی ہے۔“

خیر کے نیچے ”پلی“ لکھا ہوا تھا۔ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ پاس سے لکھا ہے۔ اس نے گاڑی سے اتر کر پھر پیشینہ تاریکی کی روشنی میں یہاں کو دیکھا۔ وہ یہاں سے ہوا نکل گئی تھی۔ خیر کے مطابق گاڑی واقعی نکلتی ہو چکی تھی۔

اسے پوری طرح خطرے کا یقین ہو گیا کہ پاس کبھی قہر نہیں موجود ہے۔ اس کے پاس صرف ایک ہی کار توں رہا تھا۔ وہ روشنی اسطرح حاصل کرنے گاڑی کے پچھلے حصے میں آیا۔ تاریکی کی روشنی میں کلا شوف، سیون ایم ایم اور شاٹ گنز وغیرہ دکھائی دے رہی تھیں۔ صرف نکلتی کی وہ ہتھیار نہیں تھیں جن میں گاڑیوں بھرے ہوئے تھے۔ ان کار توں کے بغیر تمام ہتھیار کھینچے اور بیکار تھے۔ وہاں ایک جگہ کانڈ چکا ہوا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔ ”بندوق اور گولیاں نہ ہوں تو اسن قائم رہتا ہے۔“

اس خیر کے نیچے بھی ”پلی“ لکھا ہوا تھا۔ وہ چکر لگایا رہا چاہتا تھا پھر بڑے ضبط سے کام لیا۔ خیال آیا کہ چکر کچھ بولے گا تو گھاٹ کے کمرے میں رہنے والے مسافر چلے آئیں گے ان میں دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔

خطرے کا احساس پریشان کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ دشمن کبھی قریب بہت قریب ہے۔ وہ چاہتا تھا گولیاں چلانے کا تو بھائی کا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے سوچ کے ذریعے آواز دی ”اپا! سسر! اپا! تم کہاں ہو؟ میں خطرات میں پکڑا ہوا شہر ہوں، جس کے فرائض کے راستے مسدود کر دیے گئے ہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن بے موت مرنا نہیں چاہتا۔ پلےز سسر! اپنی بیٹی کے ذریعے کسی طرح معلوم کر دو کہ پاس کہاں چھپا ہوا ہے؟“

سسر بہت سیلے جا چکی تھی۔ اسے جواب نہ ملا۔ تب پوری طرح منتہا ہونے کا یقین ہوا۔ نہ ذریعہ آواز کا تھا نہ ہتھیار تھے اور نہ ہی ٹیلی بیٹی کا سارا تھا۔ دشمن بہت بھولے جا رہے تھے۔ انہوں نے پہلی ٹیم کے تمام افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ دوسری ٹیم کا انتظام بھی تقریباً کی ہو رہا تھا۔ ایک دہی اب تک سلامت رہ گیا تھا۔ جنگل میں ڈھائی گھنٹے تک گولیاں خانہ کرا رہا تھا۔ ایک کوڑھی کی تالین اس دشمنی ٹیلی بیٹی جانے والی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو تھا۔

ادھر یہ سلامت تھا۔ ادھر مرنا بھی خیریت ہے تھی۔ اچھی طرح نشانہ نامک کر گولی مارنے کے باوجود اسے ایک خراش تک نہ آئی جب کہ نشانہ بالکل درست تھا۔ گولی سیدھی مرنا کے جسم میں پوسٹ ہونے والی تھی لیکن مقدر میں سلامتی کبھی ہوتی تھی پھر گولی کیسے گئی۔ ہوا یہ کہ ادھر سے گولی چلی۔ ادھر اسی لمحے میں مرنا کے ہاتھوں سے وہ شاخ جھوٹ گئی تھی تمام کر وہ درخت پر چڑھ رہی تھی۔ ہاتھ جھوٹے ہی وہ بیچ مار کر عبداللہ کے شانوں سے گرتی ہوئی گھاٹ پر آئی۔ عبداللہ نے بڑی پھرتی سے اسے نین

بگرنے سے پہلے ہی بازوؤں میں جکڑ لیا تھا اور اس کے ساتھ گھاٹ پر ہٹ کر تھا۔

وہ گرتے ہی ذرا خلیب میں لوٹنے لگے جو کہ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے اس لیے لٹکنے کے دوران کبھی نہ نیچے اڑ رہا اور ”اوریسی“ وہ ادھر ادھر نیچے ہو رہی تھی پھر وہ ہوا رزین پر ختم ہوئے۔ وہ چکر لگایا۔ ”مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ میرے بدن سے زہر نکالو۔“

”میزم! آپ ناحق کھڑا رہی ہیں۔ میں نے ادھر کوئی سانپ نہیں دیکھا ہے۔“

”ہاں میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ میری کرشمیں جھپن سی ہوئی تھی۔ اب ملن ہو رہی ہے۔ شاید زہر پھیل رہا ہے۔“ وہ بول رہی تھی اور خوف سے پلٹنے کے باوجود اور پلٹا جا رہی تھی۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا اور کہہ رہا تھا ”میزم! تم بہت گوری اور حسین ہو۔ میری نیت بدل رہی ہے۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں تمک حرامی نہیں کرنا چاہتا۔“

”تمہیں تمک کی بڑی ہے اور جلن کی شدت سے میری جان ٹھیک جا رہی ہے اگر تم زہر کا تو نہیں جانتے تو پیپرے کو بلا لاؤ۔“

”میں جانتا ہوں لیکن تم چھوڑ دو کی تو کچھ کروں گا۔“ اس نے چھوڑ دیا۔ عبداللہ کو فکر تھی کہ دشمن نہ آدھکے مرنا کو اپنی جان کی بڑی تھی۔ وہ لباس ہٹا کر بولی۔ ”سانپ نے یہاں ڈسا ہے۔ یہاں ملن ہو رہی ہے۔“

اس نے وہاں ہاتھ رکھا تو دل کی دھڑکنیں پاگل ہونے لگیں۔ وہ کلا تھا۔ پیرا کی کلا تھا۔ زندگی میں صرف ایک بار ایک گوری چڑی اس کے بازوؤں میں آئی تھی۔ ایک طویل مدت کے بعد پھر ایک حیزن اسے مل رہی تھی۔ وہ بولی۔ ”ہاں کر رہے ہو؟ زہر کیوں نہیں چوس رہے ہو؟“

اس نے پکپکاتے ہوئے ہونٹ زہر لے بدن پر رکھ دیے۔ وہ بن اسے ڈسنے لگا۔ وہ زہر چوس رہا تھا حالانکہ جانتا تھا ”سانپ نے نہیں کاٹا ہے۔ ان اطراف میں ایسے کانٹے بھی ہوتے تھے جو چھینے کے بعد کچھ دور تک جلن پیدا کرتے تھے۔ مرنا اس جلن کو زہر کا اثر سمجھ رہی تھی جب کہ اس کا اثر عبداللہ پر ہو رہا تھا۔ اس نے مدوشی میں خود کو بھلا دیا تھا اور خود فراموشی کے عالم میں زہر کا توڑ کر رہا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ آدمی ہر سانپ کے کانٹے سے نہیں مرنا لیکن سانپ کی دہشت سے مر جاتا ہے اس کا نفسیاتی علاج ملنے کے سانپ نے نہ بھی کاٹا ہو تو اس کی دہشت دور کرنے کے لیے شخص نمائشی طور پر زہر کا توڑ کیا جائے۔“

عبداللہ پیرا میں تھا۔ نہ بن کی طرح زہر تھا لیکن اس نے بن سے سانپ کے کانٹے کا خنجر سیکھا تھا اور اسے سانپ ڈس لیا تو وہ اس کا زہر امارت۔ بہر حال اس نے مرنا کی تسلی کر دی کہ اب اس پر زہر اثر نہیں کرے گا۔

وہ گھاٹ پر بڑی سوچ رہی تھی ”خوابش شہروں میں نہیں جنگوں میں بھی پکا رہی ہے۔ جنگی زہروں اور زہر لے سانبوں اور پھوکوں کی گھری میں بھی زہریلی خواہشات پچھا نہیں چھوڑیں۔ اب وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ یہ بات شئی انا کو حلیم نہ ہو کیوں کہ وہ اسے اپنے بھائی پے پے سرنایا ملکیت سمجھتی تھی اور یہ مرنا کو اچھا لگتا تھا۔ اسے امید تھی کہ ایک دن سرناس سے شادی کر لے گا اور وہ بدستور شئی انا کے ساتھ آزادی سے دنیا کو مٹتی رہے گی۔“

اب اسے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ آزاد نہیں ہے۔ شئی انا سے ڈنٹ ہے اس لیے کسی کے ساتھ آزادی سے وقت نہیں گزار سکتی۔ اس کا بھائی ساری عمر اسے داشت بنا کر رکھے گا تو وہ بناوت نہیں کر سکتی۔ اپنی ایک انگ راہ پر نہیں چل سکے گی۔ وہ شئی انا کی معمول اور تابعدار ہے اور یہ تادیہ زنجیریں اگر نہ توڑ سکی تو مرتے دم تک اس کی تابعداری کرتی رہ جائے گی۔

اسے پاس کے بعد سرناس ملا تھا اور سرناس کے بعد عبداللہ اس کے حواس پر چھا رہا تھا۔ وہ کلا تھا مگر اس پر مرٹنے والا تھا۔ بلا کا شہ دور تھا۔ اس پر طوطیہ کہ اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس کے سامنے سرناس کچھ اندر بڑنے لگا تھا۔ وہ ایک طویل عرصہ کے بعد پھر اپنی ایک انگ راہ اختیار کرنے کے متعلق سوچنے لگی۔

صرف عورت کا جادو نہیں چلتا۔ بعض مرد بھی ساجر اعظم ہوتے ہیں۔ ان کا جادو سرجہ ہو کر ہوتا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ ”دشمن کی طرف سے طویل خاموشی ہے جوں لگتا ہے، یہ ہمہ جہت کی آزادی دے کر چلا گیا ہے۔“

وہ گھاٹ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اٹھ کر اس کے گلے کا پار ہو گئی پھر بولی۔ ”میں نے چند دنوں کے لیے تمہیں بھائی کی خدمات حاصل کی تھیں لیکن اب ہمیشہ میرے غلام بن کر رہو گے۔“

وہ بولا۔ ”ہم افریقی باشندے صدیوں سے غلامی کرتے آئے ہیں لیکن ہم اس عورت کی غلامی نہیں کرتے جو ہم سے زیر ہو جاتی ہے۔ توڑی رہے پلے تم مجھے خریدنے والی مالکہ تھیں۔ اب میری عورت ہو۔“

”ہیکاس نہ کرو۔ اس وقت میرے دل پر تمہاری حکمرانی ہے لیکن میری حکمرانی تمہارے دماغ میں ہے اور بیٹھ رہے گی۔ زیادہ مرنے کی کوشش کرو گے تو جی کاناچ پھاؤں گی۔“

”میں مانتا ہوں، تمہاری ٹیلی بیٹی نے ہمیں مجھ سے زیادہ طاقتور بنا دیا ہے لیکن ہماری دنیا میں ہر طبقہ کی طاقت رنہ رنہ ذوال پذیر رہتی ہے۔ جنگل کا شیر بھی ایک دن بتاریا بوڑھا ہوتا ہے۔ ذرا سوچو کبھی تم بتاریا ہو گی، خیال خواتی کرنے کے قابل نہیں رہو گی تو پھر حکمرانی کہاں رہے گی؟ سو کی آغوش میں مارل رہو۔ آغوش سے اچھل کر سر نہ چڑھو۔“

وہ اٹھ کر کمری ہو گئی پھر بولی۔ ”میرا یہ حسن و شباب تمہاری

اوقات سے زیادہ ہے۔ میں نے جنس اوقات سے زیادہ دے کر غلطی کی ہے۔ چلو اٹھو اور میرے دشمن کو تلاش کرو۔“

چونکہ مرنا کا انداز عجیبانہ نہیں تھا۔ ماکانہ ہو گیا اس لیے وہ تابعداری میں سر جھکا کر کھڑا ہو گیا پھر اس کے حکم کے مطابق دشمن کو دھمکوتے کے لیے چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اور نہ آئیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے وہ چلا گیا ہے۔“

”وہ اچانک سی میدان چھوڑ کر کیوں جائے گا؟“

”ہو سکتا ہے اسے کوئی مشکل پیش آئی ہو۔ ہتھیار کام نہ آ رہے ہوں یا وقتی طور پر میدان چھوڑنے میں اس کی کوئی حکمت عملی ہو۔“

”یہاں سے آگے بڑھنے میں خطر ہے۔ وہ کہیں چھپا ہو گا۔“

”تم صفرا سے رابطہ کرو۔ اس کی خیمت معلوم ہو کی اور اسے کہہ سکو گی کہ وہ چار مسلح آلا کاہوں کو لے آئے۔ دشمن جہاں بھی چھپا ہو گا وہ حاصر سے پریشان ہو کر اپنے ملے سے نکل آئے گا۔“

مرنے کے خیال خوانی کی پرواز کی۔ صفرا کے پاس آکر معلوم کیا۔ ”وہ گھاٹ انشیں واپس آگئی تھی اس نے پوچھا۔ ”دشمنوں کا کیا ہوا؟“

وہ بولی۔ ”میں نے نیلے اور دو مسلح گاڑوں کو جنم میں پھنسا دیا ہے۔“

اس نے گواہی اور نیلے سے محتاطی کے ساتھ کہا کہ دو اوستائی۔ ایک انجینی کا بھی ذکر کیا۔ مرنا نے پوچھا۔ ”وہ تمہاری مدد کرنے والا انجینی کون تھا؟“

صفرا نے سوچ لیا تھا کہ وہ مرنا کے سامنے پارس کا ذکر نہیں کرے گی۔ ورنہ وہ پارس کو ڈس لینے کا حکم دے گی اور ابھی وہ تہذیب میں تھی کہ کس طرح مرنا کی تابعداری بھی رہے اور پارس کی احسان مند بھی رہے۔ اس نے مرنا سے کہا۔ ”پتا نہیں وہ کون تھا۔ چلاوے کی طرح آیا اور میری مدد کی پھر یہ جا اور وہ جا۔ مجھے کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔“

اس نے پوچھا۔ ”کیوں وہ پارس کو نہیں تھا؟ وہ جو ان لڑکیوں کو حاصر کرنے کے لیے ایسے ہی ذرا مائی انداز اختیار کرتا ہے۔“

”میں نہیں کہہ سکتی ہوں آپ مجھ سے زیادہ جانتی ہیں۔ میں نے اسے بھی دکھا نہیں ہے۔“

”میری بات سنو اور اس پر فوراً عمل کرو۔ یہاں جس دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو رہا تھا اس نے اچانک خاموشی اختیار کر لی ہے۔ شاید وہ اطراف میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اچانک ہم پر نہیں سے بھی حملہ کر سکتا ہے۔ تم فوراً کچھ مسلح غلاموں کو لے کر آؤ اور اسے یہاں تلاش کرو۔“

”میں بہ دشمن ایک ہے یا دو ہیں؟“

”دو تھے ایک کو ہم نے گولی مار دی ہے۔“

”پھر تو وہاں کوئی نہیں ہے۔ وہ ذمہ دہتے والا گھاٹ کی طرف واپس آ گیا ہے اور گھاٹ سے کچھ دور اپنی گاڑی کے پاس موجود ہے۔“

”سے وہیں روک دو۔ ورنہ وہ نئی تیاریوں کے ساتھ آئے گا۔“

”میں اسے بے دست دیا کر چکی ہوں۔ اس کی گاڑی کے پیچھے بیکار کر چکی ہوں۔ میں نے اس کے پاس ہتھیار رکھنے دئے ہیں لیکن تمام کار تو سوں کی پیشیاں غائب کر دی ہیں۔“

”وہ صفرا اترنے تو کمال کیا ہے۔ اب اس کم بخت کو اس لڑاکہ ایک دشمن بانی بالکل ہی ختم ہو جائے۔“

”میں جا کر دیکھتی ہوں۔ وہ گاڑی کے پاس ہو گا تو ذمہ نہیں چھوڑوں گی۔“

مرنا نے دفاعی طور پر حاضر ہو کر عہد اللہ کو دیکھا اور سہا دونوں بن بھائی زبردست ہیں۔ الپا کی دونوں نیوں کو انہوں نے تابو دیا ہے۔ میں ان کے ساتھ ایک مضبوط ٹھیکہ لٹائی ہوں۔“

عہد اللہ نے پوچھا۔ ”تم مجھے اس طرح کیوں گھوڑی ہو؟“

”سوچ رہی ہوں۔ اگر ہم ملے اور غلام نہ رہیں اور بہترین دوست بن جائیں تو بڑے بڑے دشمنوں کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں۔“

”تم دوستانہ انداز میں سوچ کی تو میں تم پر جان قربان کرنا رہوں گا۔“

”اور اگر تم مجھے ایک زبردست دشمن سے نجات دلا دے تو میں تم سے شادی کر لوں گی۔“

”کون ہے وہ دشمن؟“

”اس کا نام شی تارا ہے۔ جس طرح میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ بنایا ہے اسی طرح وہ میرے دماغ پر حکومت کرتی ہے۔ میں اس سے بچتا نہیں چھڑا سکتی۔ اس کے خلاف کچھ سوچتی ہوں تو وہ میرے چور خیالات پڑھ لیتی ہے۔“

”پھر تو تمہاری یہ باغیانہ باتیں بھی پڑھ لے گی؟“

”ہاں، لیکن آج کل وہ مجھ پر اندھا دھند انداز کرتی ہے۔ وہ میرے پاس آئی ہے۔ ضروری باتیں کرتی ہے مگر میرے چور خیالات نہیں پڑھتی۔ اسے شہ ہو گا تو پڑھنے کی اور میں شہ ہونے نہیں دوں گی۔“

”مجھے اس کا پتا لٹکانا تھا۔ میں اس کی شرمگ یک پہنچ جاؤں گا۔“

”اتنی بڑی دنیا میں اس کا ایک ہی گنا بھائی ہے۔ اسے بھی وہ اپنا پتا لٹکانا نہیں مانتی ہے۔ پھر ہمیں کیسے معلوم ہو گا؟“

”تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہو تو بتاؤ۔ میں اس پر عمل کرے جنس اس سے نجات دلاؤں گا۔“

”مگر کوئی غریبی عمل کا ماہر مجھ پر عمل کرے۔ میرے دماغ سے یہی موجود آواز اور لہجہ مٹا دے اس کے بعد میری اصل آواز اور لہجہ بھی مٹا دے اور ایک نیا لہجہ میرے ذہن میں نقش کر دے تو اس کی آواز بھی میرے اندر نہیں آسکے گی۔“

”یہ کون سی بڑی بات ہے۔ بیضا بیٹا میں ایک غریبی عمل کا ماہر ہوں۔ میں اس سے یہ کام لے سکتے ہیں۔“

”لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ وہ حال کیسے مجھے اپنی معمول اور تابعدار بنائے۔“

”یہاں نہیں ہو گا۔ عمل کے دوران میں موجود رہوں گا۔ اسے ہمارے مزاج کے خلاف عمل نہیں کرنے دوں گا۔“

وہ بولی۔ ”اس کا مطلب ہے مجھے تم پر بھروسہ کرنا ہو گا۔“

”کیسی بڑی بھروسہ کرنا ہی ہو گا۔ ورنہ تمام عمر شی تارا کی کینین کر رہوں گی۔“

وہ دونوں وہاں سے گھاٹ انشیں کی طرف جانے لگے۔ مرنا بڑی تیزی سے جلدی فیصلہ کرنا چاہتے۔ عہد اللہ پر احماد کیا جائے۔ ان کی بھراں بن بھائی کی تابعداری کی جائے۔ ایک طرف شی تارا اور مرنا تھے۔ دوسری طرف صفرا اور عہد اللہ۔ ایک بن بھائی سے بچوٹ کر دو سرے بھائی بنیں پر اس لیے بھروسہ کر سکتی تھی کہ ان دونوں میں کوئی ٹیلی جینسی نہیں جانتا تھا۔ ان پر وہ حاوی تھی۔ وہ ورنہ رفتہ رفتہ عہد اللہ کی طرف مائل ہو رہی تھی۔

صفرا گھاٹ انشیں کی چار دیواری سے باہر نکل آئی۔ مرنا نے حکم دیا تھا کہ گاڑی کے پاس جو ایک دشمن زندہ بچ گیا ہے، اسے جا کر ڈس لے۔ کسی کو بھی ڈسنے کے خیال سے اسے ایک لڑکی کی عجیب سی تسکین حاصل ہوئی تھی۔ پارس کو دیکھ کر بھی ایسے ایک جذبے سے سراغ دیا کہ اس کے بدن کے کسی حصے میں بے ادانت پیوست کرے۔

ایسے جذبات حاوی ہوں تو وہ نارمل نہیں رہتی تھی۔ اس پر ایک بے خودی سی طاری ہو رہی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار پارس کو دیکھ کر بلا کی کشش محسوس کی تھی۔ وہ بڑی جیت سے اسے اپنا حلقہ چاہتی تھی۔ یہ سمجھتی تھی کہ وہ ناگ ذہر کا اثر نہیں لے گا یا بارش کی طرح بے غراب میں جھارے گا پھر اس سے محبت کرنے کے قائل ہو جائے گا۔ ناگ اور ناگن کے محبت کرنے کے آداب کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کبھی وہ ناگ پر سحر طاری کرتی ہے، کبھی ناگ اسے محرزہ کرتا رہتا ہے۔

وہ دل میں دل میں یہ اعتراف کر رہی تھی کہ اس سے محرزہ ہو رہا ہے۔ وہ بھروسہ اس سے کرتا رہی ہے لیکن کتنا کتنی دور جا رہا ہے۔ وہ چلتے چلتے ٹھنک گئی۔ دور سے وہی دکھائی دے رہا تھا۔ ان کی رات میں خواہ اشتی زاد کر لینے لگے۔ ناگن دور سے بڑھنے بھی ٹھنک طرح پچھانے نہیں جاتے لیکن وہ ایک ہی

ملاقات کے بعد اسے دل کی آنکھوں سے پچھانے لگی تھی۔ وہ قریب آکر بولا۔ ”یہاں جا رہی ہو؟“

”الٹا کہہ گا تم ہے۔ اس گاڑی والے کا کام تمام کرنے جا رہی ہوں۔“

”میں نے تھوڑی دیر پہلے تمہارے سامنے اس کی گاڑی کے پیچوں سے ہوا نکال دی۔ اس کے تمام کار تو س غائب کر دئے۔ وہ بالکل ہتھکڑیاں بیکار ہو گیا ہے۔ اسے ہلاک کر کے کیا حاصل کرو سکتی۔“

”یہ میری مالکہ کا حکم ہے۔“

”کیا تم غلطی کے لیے پڑا ہوئی ہو؟“

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ وہ بڑی خوددار تھی کسی کی حکومت نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ ”مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ میں ایک آزاد اور پیش و محترمت سے بھرپور زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ بھائی عہد اللہ نے کہا ہے یہ مالکہ ایک ہنڈ کے لیے ہماری خدمات حاصل کر رہی ہے۔ ہمیں پچاس ہزار ڈالر دے گی۔ ہر دس میں ہم نکال ہو رہے تھے اس لیے یہ آخر قبول کر لی۔“

”اسے غریبی عمل کیوں کہنے چاہیے؟“

”اس نے کہا تھا۔ بہت سے ٹیلی جینسی جاننے والے دشمن ہمیں جنگل میں ملیں گے۔ وہ میرے اور بھائی عہد اللہ کو دفاعی نقصان پہنچائیں گے۔ ہم باہر نہیں ہونا چاہتے تھے اس لیے اسے غریبی عمل کہنے کی اجازت دے دی گئی۔“

”کیا مجھ میں نہیں آتا ہے کہ اس نے تم دونوں کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ تم بن بھائی ایک جتنے کے لیے نہیں ساری عمر کے لیے اس کے غلام بن گئے ہو۔“

”ہاں، ہم سمجھتے ہیں کہ لیکن اس لیے حالات سے سمجھو آکر رہے ہیں کہ وہ کبھی کبھی ناگن بن جاتی ہے۔ ورنہ ہمارے ساتھ دوستانہ رویہ رکھتی ہے۔“

”مصل سے سوچ۔ جو دوست ہوتے ہیں وہ آقا بن کر نہیں رہتے پھر اپنا دماغ کسی کے حوالے کر دینا اور اپنے اندر کوئی راز چھپانے کے قابل نہ رہنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ کیا تمہاری زندگی میں ایسا کوئی راز نہیں ہے جسے تم اپنی مالکہ سے چھپانا چاہو گی؟“

صفرا نے اپنے دھڑکنے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔ وہ مرنا سے پارس کی بات اپنے دل میں چھپانے لگی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ مرنا آرام سے بیٹھنے کی تو اس کے چور خیالات کے ذریعے دل میں پیچھے ہوئے ناگ کو پچھان لے گی۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ”ہر انسان کی زندگی میں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنہیں وہ ساری دنیا سے چھپاتا ہے۔ میں بھی چھپانا چاہتی ہوں۔ لیکن اب یہ ممکن نہیں رہا ہے۔“

”مصل سے کام لو کی تو یہ ممکن ہے۔ تم اور تمہارا بھائی اس محرزے سے آزاد ہو جائیں گے۔“

”تم مت ایچھے ہو۔ ہماری بھلائی کی باتیں کرتے ہو۔ بتاؤ ہمیں آزادی کیسے ملے گی؟“

”میرے ساتھ بارہا تم پر عمل کر کے تمہیں مرنا کے غم سے نجات دلائی گئی۔“

”ہرگز نہیں۔ اس طرح میں تم لوگوں کی تابعدار رہیں جاؤں گی۔ میرا بھائی بھی اس کے لیے تیار نہیں ہو گا۔“

”میں نے اپنی اور آزادی کا راستہ دکھایا ہے۔ اس راستے پر چلتا یا نہ چلتا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔“

وہ جانے لگا اس نے آواز دی ”فصو۔ میری بات سنو اور اپنی بھلائی کے لیے اس پر عمل کرو۔“

”تم میری بات نہیں مان رہی ہو پھر میں تمہاری کسی بات پر عمل کیوں کروں؟“

”مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں آئندہ میرے سامنے نہ آنا۔ آؤ گے تو پچھتانے کے لیے بھی زندہ نہیں رہو گے یوں سمجھ لو میں تمہارا احسان بھول چکی ہوں۔“

وہ وہاں سے چلتی ہوئی گاڑی کے پاس آئی۔ بیک آدم نہیں تھا۔ وہاں سے کہیں چلا گیا تھا۔ اس نے گھاٹ انیشین کی طرف واپس جاتے ہوئے دور تک نظریں دوڑائیں۔ نظریں پارس کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ دل کہہ رہا تھا کہ وہ سچا عاشق ہو گا تو وارننگ کی پروا نہیں کرے گا۔ جان بھیلی پر رکھ کر چلا آئے گا۔

شاید وہ سچا عاشق نہیں تھا۔ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ مگر تاریکیوں میں جانے کہاں گم ہو گیا تھا۔ وہ چار دیواری کے تیسرے کمرے میں آگئی۔ مرنا اور عبداللہ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہ لوگ جب سے دہرائے جوا کے گھاٹ پر آئے تھے تب سے آرام کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اپنا کی پہلی پائٹی سے مقابلہ ہوا پھر دوسری پائٹی سے یوں رات کے دو بج گئے تھے۔ مرنا نے کہا۔ ”تھکن سی ہو رہی ہے۔“

”مغورا چاہئے بتاؤ۔ نیند ہمارے مقدر میں نہیں ہے۔“

”مغورا کیوہو سین آئل کے اسٹور پر چائے تیار کرتے ہوئے ہوئی۔“ وہ دشمن گاڑی کے پاس نہیں تھا۔ شاید کہیں بھاگ گیا ہے۔“

مرنا نے کہا۔ ”وہ شاید اب واپس نہ آئے۔ میں پارس کی وجہ سے پریشان ہوں۔ نہ لالچ آ رہی ہے کہ ہم پارس سے دور دھوپا پار چلے جائیں، نہ یہ وہ کم بخت سامنے آ رہا ہے۔ یہ آگھ چھٹی جاری رہے گی تو ہمیں دو گھنٹی سوئے گا بھی موقع نہیں ملے گا۔“

عبداللہ نے کہا۔ ”تم آرام سے بے خوف و خطر سو جاؤ۔ میں جاگن رہوں گا۔“

”صرف جاگنے کی نہیں اسے تلاش کرنے کی اور اس پر قابو پانے کی بات ہے وہ چھپ کر ہمیں پریشان کر رہا ہے۔“

اس وقت مرنا نے اپنے اندر شئی تار کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”ہیلو مرنا! ایسی ہو؟“

وہ بولی۔ ”ٹھیک ہوں۔ تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ تمہیں ملے گا۔“

کامیابیاں حاصل کی ہیں کیا اس کی رپورٹ سناؤں؟“

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بڑی دیر تک تمہارے چور خیالات پر قیام رہی ہوں، مجھے تمام حالات کا علم ہے۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”کیا تم بہت دیر سے میرے ملازم ہو؟“

”ہاں باتم اس خوش فہمی میں تھیں کہ میں تم پر اندھا دھوکہ کرتی ہوں اس لیے چور خیالات نہیں پڑھوں گی۔“

”ہاں مگر تم انسانی ذہن کو سمجھتی ہو۔ داغ میں اچھے برے خیالات آتے رہتے ہیں اور انسان برے خیالات سے بچتا رہتا ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنی آزادی کے متعلق سوچنے کے باوجود تمہاری تابعدار رہن کر رہا جا رہی ہوں۔“

”تم نہ چاہو گی تب بھی میری تابعداری کر رہو گی۔ مغورا اور عبداللہ مجھ سے نجات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ یہ اچھا ہے کہ پارس نے تمہیں جگانے رکھا ہے۔ میں بھی یہاں ایک سال سے مصروف ہوں۔ ویسے تمہیں صبح تک ضرور نیند آئے گی۔ میں تمہارے خوابیدہ داغ پر اس بار ایسا عمل کروں گی کہ تم اپنے گاؤں بھول جاؤں گی اور مجھے دیوانہ کر دیتی ہو پھر پھر پھر پھر۔“

”شئی تار! ایلیز مجھ سے۔“

وہ بات کاٹ کر بولی۔ ”مث آپ آئندہ بے تعلق سے میرا نام نہ لیتا۔ اب تم شخص دو کوڑی کی معمول ہو۔ میں جوئے دار اور تم سے اپنا کام کرائی رہوں گی۔ ابھی جاری ہوں۔ صبح تک تمہاری اپنے بچاؤ کی کوششیں کر دیکھو۔ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکو گی۔“

وہ چپ ہو گئی۔ مرنا نے اس کے مزید بولنے کا انتظار کیا پھر اسے آواز دی۔ ”میڈم! تمہارے حکم کے مطابق تمہارا نام نہیں لوں گی لیکن میری التجا میں ’لو‘ میری یہ پہلی تعلق صاف کر دو۔“

وہ بول رہی تھی لیکن کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو قیام کیا۔ عبداللہ نے پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟“

وہ مگر سانس لے کر چھوڑتی ہوئی بولی۔ ”شئی تار نے میرے چور خیالات پڑھ لیے ہیں۔“

”کیا یاغیانہ خیالات بھی پڑھ لیے ہیں؟“

”ہاں! اسے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ وہ تم میں بھائی کو بھی غمگینی کے حال سے نکلے نہیں دے گی۔“

”یہ تو بہت برا ہوا۔ ہمیں فوراً ہی رہائی کی کوئی صورت نکالنا چاہئے۔“

مرنا نے خست لیے میں کہا۔ ”پارہائی کی بات نہ کرو۔ ہم غمگینی عمل کی دلدل میں ہیں۔ جتنا نکلنے کی کوشش کریں گے اتنی اندر دھنسنے جائیں گے۔“

مغورائیں دی تھی اور پارس کو یاد کر رہی تھی اس نے کہا تھا۔ ”کام لوگی تو سحر سے آزاد ہو جاؤ گی۔ وہ ناگ نامکن کو ممکن ہے۔“

اس نے مرنا اور بھائی کو گمراہ کر جانے کی کوشش کرتے ہوئے ”پہلے چائے پیو پھر سوچو۔ پریشان ہونے سے مصیبت نہ گی۔ چائے پی کر تھکن دور ہو گی تو داغ میں کوئی تدبیر آئے گی۔“

”ہاں چائے پینے لگے۔ عبداللہ نے پوچھا۔ ”کیا شئی تار آئے؟“

”نہیں شاید جا چکی ہے۔ ویسے اس کی موجودگی کا پتا نہیں چلا۔“

”اس کے آرام کروں گی۔ مغورا یہاں میرے پاس اس کی اور تم پارس کو تلاش کرنے جاؤ گے۔ اندر سے میرے زیادہ ہاتھ۔“

”ہاں بولنے چپ ہو گئی۔ ہاتھ سے پیالی پھوٹ گئی اپنے ہاتھ سے سینے کو سلاتے ہوئے کسی کسی سانس لینے لگی۔“

”مغورا! وہ تھا وہ بھی کھڑا نہ رہ سکا۔ آہستہ آہستہ فرش پر بیٹھ۔ صرف مغورا اپنے بیویوں پر کھڑی ہوئی تھی کیوں کہ اس کی کوئی ہی بھی خبر نہ تھی۔“

اس نے مرنا کو قیام کر پوچھا۔ ”میڈم! کیا ہو رہا ہے؟ کیا ہاتھ کچھ ملا ہوئے؟“

”پارہائی آواز سنائی دی۔“ چائے میں نہیں پانی میں ملا ہوا۔“

مغورائے دروازے کی طرف دیکھا۔ پارہائے اندر آکر ”تم تینوں انسان یہاں چھوڑ کر جنگ لڑنے گئے تھے۔“

”پارہائی! تمہیں اس کی کیا کڑی؟ کچھ تو کہانی تھا۔ اس لیے پانی کی بوتلیوں میں دوا مل کر دی۔ یوں اپنا مسئلہ حل کر لیا۔“

مغورائے کہا۔ ”بہت بول رہی ہو۔ اب میں تمہارے خون باز ہرمل کروں گی۔“

”وہ مرنا کے پاس سے اٹھی پارہائے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ رک۔“

”مک ٹبک دور ہو، محفوظ ہو، قریب آکر پچھتاؤ گی۔“

”دونوں ہاتھ بڑھا کر لائے ناخنوں کی نمائش کرتی ہوئی بولی۔“

”ناخنوں کی نمائش ہی غرناش تمہارے بدن پر پڑے گی تو تمہنوں کا اور زندہ کی کوشش کش میں رہو گی۔ میں تمہیں مرنے نہیں دے پارس کے لیے عبرت کا سبق بنا دوں گی اور اس سے اپنے اندر میڈم کی سلاحتی چاہوں گی۔“

”دونوں ہاتھ بڑھا کر پارہا کو بچنے مارنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے ”مغورائے“ نے آکر لگی چلائی۔ ”گولی شانے کی بڑی توڑتی ہوئی گولی۔“

”وہ بچاؤ کر لیا تو کھڑائی پھر پیچھے دیوار سے ٹکرا کر گر پڑی۔“

”اس کے داغ میں آکر کہا۔“ مجھے خوش آمدید کہو۔ میں آ رہی ہوں۔“

”مغورائے پارہائی کی تلاش کے مطابق ملنے اور سلمان کو مرنا اور

عبداللہ کے داغوں میں پھنسا ہوا۔ وہاں ٹکڑی کے رانے پنگ بچے ہوئے تھے۔ پاشانے ان تینوں کو اٹھا کر ایک ایک چنگ پر پھنسا ہوا۔

باقی کام ہمارے تینوں ٹیلی منی جانے والے اور والوں پر چھوڑ دیا۔ میں نے پارس کے پاس آکر کہا۔ ”ان تینوں کو غمگینی کے لیے ملایا جا رہا ہے۔ یہ اچھا ہے کہ فارمولوں کے جتنے طلبہ رہیں وہ دیا پار کرنے سے پہلے ہی قابو میں آجائیں یا یہ لگ بھگ چھوڑ کر چلے جائیں۔“

”ہمیں اپنی مصروفیات کا علم تھا لیکن ابھی تک یہ بات ہمارے علم میں نہیں آئی تھی کہ اسرا نیل میں جو نی تنظیم وجود میں آئی ہے، وہ چھ آدم برادرز پر مشتمل ہے اور ان کا ایک برادر بیک آدم اس جنگل میں پھنسا ہوا ہے۔“

پارس نے کہا۔ ”ایپا! پتا نہیں وہ کون تھا؟ جس کی گاڑی میں نے بیکار کر دی اور اسلحہ سے محروم کر دیا وہ کہیں دوپوش ہو گیا ہے یا وہاں چلا گیا ہے۔“

”نہیں بیٹے! وہ تھا اس جنگل میں سے گزر کر شرواہن نہیں جاتے گا۔ اپنا اس کے لیے کچھ انتظامات کر رہی ہو گی۔“

”گھوٹا پھر ایک نی فیم یہاں آئے گی۔ پلیز! آپ اب لالچ والوں کو نہ دو کہیں۔“

”ادھر آئے دیں۔ ہمیں نئے دشمنوں کے آنے سے پہلے دیا پار کر لیتا چاہئے۔“

”ان تینوں پر غمگینی عمل کیا جا رہا ہے۔ وہ کم از کم تین گھنٹے بعد غمگینی سے بیدار ہوں گے یوں صبح ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے اس وقت تک کچھ نئے واقعات آجائیں۔ نہ آئیں تو ابھی بات ہے۔ میں نے یہاں سے دوسرے کے قاتل پر ایک لالچ کر دیا رکھا ہے۔ تم جب چاہو گے وہ لالچ یہاں چلی آئے گی۔“

پارس وہاں کی ساحل بستی میں آگیا تھا وہ کچھ دیر سونا چاہتا تھا۔ گھاٹ انیشین کی چار دیواری میں کسی بھی نئے ایجنسی دشمن سے خطرہ تھا۔ اس لیے وہ بستی میں آیا تھا۔ رات کا پچھلا پھر تھا۔ بستی میں خاموشی اور دیرانی تھی۔ گھاس پھوس کی جھونپڑوں میں رہنے والے خوراک کی تلاش میں شہروں کی طرف چلے گئے تھے جو وہ گئے تھے وہ بھوکے سو رہے تھے۔“

پارس ایک جھونپڑی میں آیا وہاں ایک عورت اپنے بھوکے بچوں کے ساتھ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بھوک سے موت آ رہی تھی، نیند نہیں آ رہی تھی اس نے اپنے بیک میں سے کھانے کے سرہنڈ ڈبے نکالے اور انہیں دے دے وہ عورت بچوں کے ساتھ کھانے پر ٹوٹ پڑی وہ جھونپڑی کے اندر آیا۔ وہاں ایک اور بستی چان بنی ہوئی تھی۔ وہ جگہ سونے کے لیے مناسب تھی۔ دشمن بھی اپنے تحفظ کے لیے ایسی ہی مناسب جگہ تلاش کر سکتے ہیں۔ ٹھیک اس جھونپڑی کے پیچھے والی ایک جھونپڑی میں بیک آدم پھنسا ہوا تھا۔ اس نے وہاں کے کینوں کو کھانا کھایا تھا اور اس کے عوض سونے کے لیے چان پر چڑھ گیا تھا۔ اپنے کھانا کھا

آرام کرے۔ نئی ٹیم کے چنے ہوئے اسے بگاڑے گی۔
 وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ایک دوسرے کے پڑوسی
 بن کر سوتے گئے۔

جیسے ماں کی گودا جڑتی ہے، ویسے ہی رازنا فرما سر مشین کی کوکھ
 اجڑ چکی تھی۔ اب کوئی نیا ٹیلی جیتی جانے والا پیدا نہیں ہو سکتا
 تھا۔ ہر ماشر کے پاس وہی خیال خواتی کرنے والے نہ گئے تھے
 جن میں سے ایک ٹیری ہارٹ لاپا ہو گیا تھا۔ ہر ماشر کو ابھی یہ
 معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس خیال خواتی کرنے والے کو یہودیوں نے
 اغوا کر لیا ہے۔ اب اس ملک میں جہاں ٹیلی جیتی جانے والوں کی
 فصل لگتی تھی وہاں صرف ایک ہی خیال خواتی کرنے والا نہ گیا تھا
 جس کا نام ہو کی سول تھا۔

ہر ماشر نے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران سے کہا۔ ”ہم
 ایک طویل عرصہ سے ٹیلی جیتی جانے والے پیدا کر رہے ہیں اور
 دشمنوں کو قاعدہ پہنچا رہے ہیں۔ یہ پیدا ہونے والے دشمنوں کے
 ہاتھوں میں ملے یا اغوا ہوتے رہے۔ اب ہمارے پاس کیا نہ گیا ہے؟
 دشمن آؤٹ آف آرڈر ہو چکی ہے اور صرف ایک خیال خواتی
 کرنے والا وہی سول رہ گیا ہے۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ہاں سخت سے سخت پہا لگائے اور
 فولادی قلعے میں بند رکھنے کے باوجود یہ آخری خیال خواتی کرنے والا
 بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل سکتا ہے۔ یہ ہمارا برسوں کا تجربہ یا
 برسوں کی بے عقلی ہے۔“

”اس آخری شخص کی حفاظت کرنی ہوگی۔“

”مسئلہ صرف حفاظت کرنے کا نہیں ہے۔ اس پہلو پر بھی غور
 کرنا ہے کہ اس اکیلے خیال خواتی کرنے والے سے کیا کام لیا
 جائے۔ اس نے ٹیلی جیتی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے
 دو بندوں کو اپنا آڑا کر لیا تھا لیکن وہ دونوں گرفتار ہو گئے اس
 ادارے میں فرما اور اس کے بیٹے چھپ چکے تھے۔ لیکن ہم
 کامیابی حاصل نہ کر سکے کیوں کہ ہمارا یہ ٹیلی جیتی جاننے والا فرما
 وغیرہ کے مقابلے میں مطلق کجب ہے۔“

”ایک رازنا فرما سر مشین نے ہمیں زبردست سپرد اور بنایا تھا۔
 جاب ہے شیر سے طاقت چھین لی جائے تو وہ سرس کا کاٹو کتا بن جاتا
 ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم سپرد اور کے بجائے کتے کھلائیں، ہمیں
 نئے اعزاز سے بازی شروع کرنا چاہئے۔“

”کیا موجودہ زوال سے بچنے کی کوئی تدبیر تمہارے ذہن میں
 ہے؟“

ہر ماشر نے کہا۔ ”ایک سی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اپنی طاقت
 کم بڑے تو دوسروں سے طاقت ادھار لینا چاہئے۔ ساری دنیا میں
 امریکی امداد مشہور ہے۔ ہم جیسے غریب اور کمزور ملکوں کو انچ
 ہتھیار اور ڈالر قرضے کے طور پر دیتے ہیں۔ ہر کیا ہم ٹیلی جیتی کا

ہتھیار قرض کے طور پر حاصل نہیں کر سکتے؟“
 ایک فوجی افسر نے پوچھا۔ ”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمیں
 تار کی صلاحیتیں ادھار لینا چاہئیں؟“

”ہاں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”سپر ماشر اس تم ایوڈس جرنل
 صاحب کی پیش گوئی درست کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا تھا کہ ہم
 شی تارا اور مرینا کی ٹیلی جیتی کے محتاج ہو جائیں گے۔“

”ہمارا مسئلہ پیش گوئی کو درست یا غلط ثابت کرنا نہیں ہے
 ہمارے پاس جو کی ہے وہ کسی طرح پوری کی جائے؟ کیا ہم ملک
 میں سے یا اسرائیلی حکومت سے کوئی ٹیلی جیتی جاننے والا ادھار
 مانگ سکتے ہیں؟“

”نہیں کوئی اپنی طاقت ہمیں نہیں دے گا اور دے گا تو ٹیلی
 جیتی جاننے والے کے ذریعے ہمارے اندرونی راز ضرور معلوم
 کرے گا۔“

ایک نے کہا۔ ”صرف شی تارا اور مرینا ایسی ہیں جو کسی بڑے
 ملک کے زیر اثر نہیں ہیں۔ وہ کسی کے لیے جاسوسی نہیں کرتی ہیں۔
 وہ ہمارے بیشتر معاملات میں ہماری معاون ثابت ہوں گی۔“

ہر ماشر نے کہا۔ ”قی الوقت ہمارے سامنے رازنا فرما سر مشین
 کی مرمت کا مسئلہ ہے۔ ہم یقین سے نہیں کر سکتے کہ یہ مشین کتنے
 دنوں کتنے ہفتوں، مہینوں اور سالوں میں درست ہوگی۔ تب تک ہم
 فرما اور مرینا کی ٹیلی جیتی جاننے والوں کے سامنے سکڑ کر نہیں رہیں
 گے۔ ان کے آگے بے بس ہو کر ان کے جائز یا ناجائز معاملات
 منظور کرنے پر مجبور نہیں ہوں گے؟“

”درست سمجھتے ہو، موجود حالات کا تقاضا ہے کہ شی تارا اور مرینا
 کی خدمات حاصل کی جائیں۔“

”ان کی خدمات حاصل کرنے کے علاوہ ایک اور منصوبہ
 ہے جس پر ہم عمل کر رہا ہوں۔ اس کے نتیجے میں جلد ہی کامیابی
 حاصل ہوگی تو ہمیں بہت بڑی خوشخبری سناؤں گا۔“
 ایک حاکم نے پوچھا۔ ”کیا تم اس منصوبہ کو راز میں رکھنا
 چاہتے ہو؟“

”ہی ہاں مجبوری ہے، آپ میں سے کسی حضرات کو گا کہ اب
 نہیں ہیں۔ میری زبان سے نکلا ہوا راز دشمن ٹیلی جیتی جاننے
 والوں تک پہنچ جائے گا۔ ایسا پہلے ہی ہو چکا ہے۔“
 ایک فوجی افسر نے کہا۔ ”کوئی ضروری نہیں کہ اب بھی ایسا
 ہی ہو۔“

ہر ماشر نے کہا۔ ”تم کو گا کہ ماہر نہیں ہو اس وقت تمہارے
 دماغ میں کوئی دشمن چھپا ہوا ہے۔ وہ تمہارے ذریعے خد کے
 میرا خفیہ منصوبہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔“

”یہ جھوٹ ہے۔ میرے دماغ میں کوئی دشمن نہیں ہے۔“
 ”مگر نہیں ہے تو ب اللہ الوطنی کا ثبوت دو۔ اپنے ملک کی بڑی

کی خاطر وقت سے پہلے خفیہ منصوبے کے محتلف کوئی سوال نہ کرو۔
 یہاں جو بھی اس سلسلے میں خد کے گا وہ ٹیلی جیتی جاننے والے
 دشمنوں کا آڑا کار سمجھا جائے گا۔“

وہ تمام حکام اور افسران خاموش رہے جو یوگا کے ماہر نہیں
 تھے۔ ہر ماشر تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر بولا۔ ”دش
 من کے بعد شی تارا ہم سے رابطہ کرے گی۔“

ایک نے پوچھا۔ ”اس سے رابطہ کیسے ہوتا ہے؟ کیا تمہارے
 پاس اس کا ایڈریس اور فون نمبر ہے؟“

”اس کا کوئی فون نمبر اور پتا نکھانا نہیں ہے۔ دانشمن میں
 ایک ڈی جی تارا رہتی ہے۔ میں نے اس سے فون پر رابطہ کیا تھا
 اور اصل جی تارا سے گفتگو کی خواہش ظاہر کی تھی۔ جو اصل ہے
 وہ اپنی ڈی سے دن کے باہر بچے اور رات کے باہر بچے رابطہ کرتی
 ہے۔ ایسے رابطے کے بعد ڈی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اس وقت مجھ
 سے باتیں کرے گی اس لیے میں نے آپ لوگوں سے اس اجلاس
 میں شریک ہونے کی درخواست کی تھی۔ اب چھ منٹ نہ گئے
 ہیں۔“

چھ منٹ کے بعد فون کی گھنٹی نے متوجہ کیا۔ ہر ماشر نے

ریسیور اٹھا کر کہا۔ ”ہیلو میں سپر ماشر ہوں۔“
 ”میں ڈی بیل دی ہوں۔ مادام جی تارا میرے دماغ میں موجود
 ہیں۔ اپنے کسی ایسے شخص کی آواز سناؤ جو سانس نہ دھکتا ہو۔
 مادام اس کے اندر آکر تم سے گفتگو کرے گی۔“

ہر ماشر نے اجلاس میں موجود ایک افسر سے کہا۔ ”آپ
 ریسیور لے کر اپنی آواز سنائیں۔ مادام آپ کی زبان سے ہمیں
 مطالبہ کریں گی۔“

اس نے ریسیور لے کر آواز سنائی۔ شی تارا نے اس کی زبان

سے کہا۔ ”میں یہاں تم لوگوں کے درمیان حاضر ہوں۔“

ہر ماشر نے کہا۔ ”ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم نے
 تمہیں سنے سب سے دوستی کا رشتہ قائم کرنے کے لیے بلایا ہے۔“
 ”اس کا مطلب ہے تمہارے دو ٹیلی جیتی جاننے والے کام
 نہیں آ رہے ہیں۔“

”وہ ہمارے کام آ رہے ہیں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ ہم بہت زیادہ
 مجبور ہو کر اپنی کسی غرض کے لیے تم سے دوستی کر رہے ہیں۔“
 ”مجھ میں کیا سمجھوں؟ کس لیے مجھ سے دوستی کا خیال آ رہا
 ہے؟“

”اس لیے کہ ہم کسی غرض کے بغیر پورے غلوں سے دوست
 ماننا چاہتے ہیں۔ تم یہ تسلیم کرو گی کہ دوستی ایک بڑی طاقت ہے اور
 یہ بڑی طاقت اس وقت حاصل ہوگی جب تم ہماری اور ہم تمہارے
 ہو جائیں گے۔“

”میں فیصلہ دو دن پہلے کر لیتے تو ہم بابا صاحب کے ادارے
 سے کہ ٹیلی جیتی جاننے والے کو اغوا کر کے لے آتے؟“

”فیصلہ میں دیر ہوئی ہے، اندھیر تو نہیں ہوا ہے۔ ہمیں ”دیر“
 آدھ درست آید“ کی کمادت پر یقین رکھنا چاہئے۔“

”ٹھیک ہے“ آگے بولو۔ دوستی کیسے ہوگی؟ کن شرائط پر ہوگی؟
 تم لوگ مجھے کیا دو گے اور میری ملا جیتوں سے کیا لو گے؟“

”سب سے پہلے تو ہم تمہیں امریکا کی شہریت دینا چاہتے
 ہیں۔“

وہ ہنس کر بولی۔ ”ٹیلی جیتی جاننے والے کسی بھی ملک کی
 شہریت اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ قانونی اجازت نامہ کے محتاج نہیں
 رہتے۔“

”یہ درست ہے، لیکن ہم تمہیں صرف قانونی طور پر ہی نہیں،
 سرکاری طور پر بھی ایک بڑا مہم دینا چاہتے ہیں۔“

”یعنی سونا ٹانی کی طرح مجھے سپر ادا م بنا دینا چاہتے ہو؟“

”ہاں، امریکا جیسے ملک کی سپر ادا م بننا تمہارے شایان شان
 ہے۔ سونا ٹانی کو اتنے اختیار بھی نہیں ملے، جتنے کہ ہم تمہیں
 دینے والے ہیں۔“

”بے شک یہ بہت بڑی آفر ہے لیکن مجھ پر بہت زیادہ ذمے
 داریاں آن پڑیں گی اور ان تمام ذمے داریوں سے نمٹنے کے لیے
 مجھے دانشمن میں آکر قیام کرنا ہو گا۔“

”تم بے خوف و خطر یہاں آ سکتی ہو۔ ہم ایسے حفاظتی
 انتظامات کریں گے کہ کوئی تمہارے حق قدم کو بھی نہیں پا سکے
 گا۔“

”مجھے یقین ہے کہ میں تمہارے کام آتی رہوں گی تو تم سب
 اپنی جان سے بھی زیادہ میری حفاظت کرو گے۔ جاب بات تو یہ ہے کہ
 کتنی محفوظ پناہ گاہیں بدل چکی ہوں پھر بھی دھڑکا کا رہا ہے کہ فرما
 اس کے بیٹے کسی بھی دن مجھے آکر دیو چکیں گے اور مجھے اپنے زہر
 اڑے لیں گے۔“

”فرما اور اس کے بیٹے بار بار جہنم لے کر بھی ہماری حفاظتی
 دیو اداوں کو توڑ کر تمہارے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم رہنا کے
 ساتھ پہلی آؤ۔“

”فرما دوسرے معاملات میں مصروف ہے۔ پہلے میں آؤں
 گی۔ چند ہفتوں کے بعد وہ بھی آجائے گی۔“

”جیسے تمہاری مرضی۔ یہ بتاؤ تم کب آری ہو؟“
 ”چھ مہینے گھنٹے کے اندر آنے کی کوشش کروں گی۔ آنے سے
 پہلے فلائٹ نمبر وغیرہ بتا دوں گی۔“
 ”وہ دیری ناکس آف ہو۔ تم نے کسی خوش کردار نے ہم سب
 بے چینی سے تمہارا انتظار کرتے رہیں گے لیکن برا نہ مانو تو یہ
 پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم آری ہو یا اپنی ڈی کو بھیج دی ہو؟“
 ”میں آری ہوں لیکن یقین نہیں دلا سکتی کہ اصل ہوں یا
 نقل؟ میرے بھائی بے پے سنا کے سوا کسی نے میری صورت نہیں
 دیکھی ہے۔ تم لوگ مجھ پر شہ کو گے تو برا نہیں مانوں گی۔ مشکوک

ہو کر بھی تم لوگوں کے لیے کام آتی رہوں گی۔ رفتہ رفتہ میری سچائی کا یقین ہو جائے گا۔“

”درست کہتی ہو۔ ابتدا میں ہمیں اصل اور ڈی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔ ورنہ کبھی ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کر پائیں گے۔ بس تم چلی آؤ۔“

”میں جاری ہوں۔ وعدہ کے مطابق چوبیس گھنٹے کے اندر آ جاؤں گی۔“

وہ ایک جنگی دماغی طور پر حاضر ہو کر سو نہی تھی۔ ”سپر سائبرجھے“ ٹانواں پکی جھٹکتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے سونیا ٹائی کو پھر داماد بنا کر کس طرح ایک شاندار جنگلے میں قید کر رکھا تھا اور آخری وقت تک اسے گولی مار دینا چاہتے تھے۔ وہ بڑی بھاری ٹی۔ پتا چلا وہ جنگی جنگلے میں تھی ہی نہیں۔ اس جنگلے میں اس کی اپنی ڈی موجود تھی۔“

شی تارا بھی یہی کہنے والی تھی۔ آج تک اس نے کسی کو اپنی اصلی صورت نہیں دکھائی پھر دانشمندانہ انداز کو ظاہر کرنے کی عاقبت کیوں کرتی۔ اس کے پاس ایک نہیں کئی خفیہ پناہ گاہیں تھیں۔ جہاں وہ کسی جنگلے گھر کے بغیر رہتی تھی۔

وہ اپنی ڈی نہر تین بیٹی تھی تارا تھری کے پاس آئی۔ کچھ عرصہ پہلے پاشا لندن میں تھی تارا تھری کے بندہ دم میں پہنچ گیا تھا۔ جو کسی سے زہر ہو جاتی تھی اور ظاہر ہو جاتی تھی، شی تارا پھر اسے اپنی ڈی بنا کر نہیں رکھتی تھی۔ تھری عمل کے ذریعے اس کی شخصیت بدل دیتی تھی۔ اس نے لندن والی شی تارا تھری کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ اس کی جگہ ایک نئی شی تارا تھری کو اپنی آواز کا بنایا تھا۔ وہ دہلی میں رہتی تھی۔ شی تارا نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اسے دانشمندانہ چاکر کس طرح اصل شی تارا کا بدل لے کر لے کر لے کر لے کر دہلی سے وہاں جائے گی تو اور یقین پختہ ہو گا کہ شی تارا ہندوستانی ہے اسے دہلی سے آ رہی ہے۔

ان مصروفیات میں کئی گھنٹے صرف ہوئے اس نے گھڑی دیکھ کر حساب لگایا کہ صوبائیہ میں صبح ہو چکی ہوگی۔ شاید مہنا سوری ہو گی۔ شی تارا نے سوچا، ”وہ سوری ہو یا جاگ رہی ہو“ اس کے چور خیالات سے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ اب مجھ سے قافل نہیں رہی۔ لہذا آئندہ بھی اس کے چور خیالات پڑھتے رہنا چاہئے۔ شی تارا بھی تمام رات جاگتی رہی تھی۔ اس نے سوچ کر رکھا تھا کہ دو چار گھنٹے سونے کے بعد وہ پھر مہنا کے پاس جائے گی اور اس پر مزید نونوئی عمل کر کے اس کے دماغ سے عبادت متاؤں گی۔

وہ اپنی احوال چور خیالات پڑھنے آئی تو خیال خوانی کی لہر میں جھلک کر وہاں آ گئیں۔ دوسری بار اس نے مہنا کے اصل لیج کو گرفت میں لیا۔ تب بھی اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکی۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ دشمنوں نے اسے زیر کر لیا ہے۔ اس کے لیے کوہل دیا ہے اور مہنا کے ذہن میں جو نیا لہجہ نقش کیا گیا تھا، اسے شی تارا نہیں جانتی

تھی۔ اس لیے اپنی تابعدار مہنا کے دماغ میں نہیں پہنچ پائی تھی۔ یہ اسے بہت بڑا نقصان پہنچا تھا۔ ایک ٹیلی میٹھی جاننے والی اب اس کی تابعدار نہیں رہی تھی۔

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اپنی آدھی طاقت گھٹ گئی ہو۔ اپنا ایک بازو اچانک ٹوٹ گیا۔ وہ دو پریشان ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اور دوسرے آدھر ٹپٹنے لگی۔ کوئی ٹپٹنے پہلے تک وہ غیر معمولی فارمولے حاصل کرنے کے راستے پر کامیابی سے جاری تھی۔ پورا یقین تھا کہ مہنا کے ذریعے بہت سی زبردست فارمولے حاصل ہو جائیں گے لیکن اب اچانک ہی سارا مکمل ختم ہو گیا تھا۔ وہ جیتنے والی بازی ہار چکی تھی۔

لیکن نہیں، اتنی آسانی سے ہار نہیں مانی جاتی پھر وہ فارمولے اتنے اہم تھے کہ وہ ان کے حصول سے باز نہیں آ سکتی تھی۔ وہ پارس پر ٹھہرا رہی تھی۔ وہ قہر میں آ کر غمگین ہو رہے تھے۔ وہاں ٹپٹا تھا، وہ دہیرے اسے ساری دنیا کی بے تاج ملکہ بنا سکتے تھے وہاں اس نے خوش قسمتی جیتی۔ یہاں صوبائیہ میں ایک ٹیلی جیتی جانے والی کو جھین لیا۔ ایسی بڑی بڑی ٹاکا بیاں اس کے لیے ناقابل برداشت تھیں وہ غصے سے ٹپٹ رہی تھی اور جسم کھار رہی تھی کہ صرف فارمولے ہی نہیں، دو ہیڑا انھیں بھی پارس سے جھین لے گی۔ وہ ایک جگہ بیٹھ گئی دونوں ہاتھوں سے سر قہم کر اپنے دماغ کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگی اگرچہ مہنا ہاتھ سے ٹپٹ رہی تھی اور طاقت کچھ کم ہو گئی تھی تاہم پارس کی دوستی سے ایک نئی قوت حاصل ہو رہی تھی۔ اب وہ پارس کی خطرناک فوس کو پارس کے پیچھے لگا سکتی تھی۔ ایسا کرنے سے یہ نقصان ہو گا کہ سپر سائبر کو ان فارمولوں کا علم ہو جائے گا۔ فائدہ یہ ہو گا کہ اس جنگل میں پارس کے مقابلے میں ایک بہت بڑی طاقت کو دیوار بنا دیتی۔ سپر سائبر کے خاص ہندوں کے دماغوں میں رہتی۔ جب وہ فارمولے حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے تو ان سے فارمولے جھین کر اپنے قبضے میں کر لیتی۔ وہ تھوڑی دیر اس منصوبے کو اپنے دماغ میں پکارتی رہی پھر اس نے سپر سائبر کے نمائندے سے کہا۔ ”تمہارے ماسٹر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“

نمائندے نے کچھ ٹھکے کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے سپر سائبر کے الفاظ کھینچ کر اسکرین پر ابھرے۔ شی تارا نے نمائندے کے ذریعے پڑھا۔ وہاں لکھا تھا۔ ”ہیلو! شی تارا میں حاضر ہوں، بولو کیا بات ہے؟“

نمائندے نے شی تارا کا جواب وہاں تک پہنچایا۔ اس کا جواب تھا۔ ”میں کچھ اہم اور بہت ہی راز کی باتیں کرنے آئی ہوں۔“

سپر سائبر نے کہا۔ ”بے جھگ کہو۔ یہ نمائندہ ہمارا گرامر ازار ہے۔“

نہ لڑکی۔ بعد میں اس کے ساتھی جی نے جبرا آپریشن کے ذریعے اسے لڑکی بنا دیا۔“

”مجھے یاد ہے، تم ہمارا راز کی بات کر رہی ہو؟“

”ہاں، وہ بار بار پارس کے ساتھ صوبائیہ کے جنگل میں ہے۔“

”کیا واقعی؟ وہ دو دنوں میں کیا کر رہے ہیں؟“

”میں تم نے پروف البرہان عرف پاشا کا نام اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کے متعلق کچھ سنا ہے؟“

”نہیں، یہ پاشا کون ہے؟“

سپر سائبر نے ہٹ لائن پر صوبائیہ کے ایک اعلیٰ حاکم سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا۔ ”میں نے پچھلی بار ایک ہزار ٹن اناج اور دواؤں سمیت بھیجیں تھیں ایک اور طیارہ امدادی سامان لے کر وہاں پہنچے گا۔ اس سے پہلے ہماری ایک فرائٹل فوراً پوری کرو۔ دیائے جوابا پر پلنے والی تمام لانچوں کی آمود رفت سے دوگہ دو۔ آئندہ بارہ ٹھکنوں تک کوئی لانچ نہ چلے۔ کوئی مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ جائے۔“

صوبائیہ کے حاکم نے کہا۔ ”جناب! اس دوا میں پچھلی رات سے ایک بھی لانچ نہیں چل رہی ہے۔ ہم جہاز ہیں کہ فرائٹل اسرائیل اور امریکا جیسے بڑے ممالک دیائے جوابا کی لانچوں سے کیوں دلچسپی لے رہے ہیں؟“

سپر سائبر نے پوچھا۔ ”فرائٹل اور اسرائیل کی طرف سے ہمیں کیا کہا گیا ہے؟“

”پہلے فرائٹل کی طرف سے یہی فرائٹل کی گئی جو آپ کر رہے ہیں پھر ایک اسرائیل حاکم نے ان سے کہا کہ ہم ان کے ایک آدمی کی حفاظت کے لیے اپنے مسلح سپاہی گھاٹ اسٹیشن بھیج دیں۔ میں صرف دو سپاہی بھیجا چاہتا تھا کہ کوئی ٹپٹ جیتی جانے والی میرے دماغ میں آگئی۔ وہ مجھے طرح طرح سے مجبور کر رہی ہے۔“

شی تارا نے سپر سائبر سے کہا۔ ”یہ الپا ہو گی جو اس جنگل میں اپنے لوگوں کی حفاظت کے لیے صوبائیہ کے سپاہیوں سے کام لے رہی ہے۔“

”لیکن فرائٹل کے حاکم نے دوا میں لانچوں کی مددائی دے دینے کو کیوں کہا ہے جب کہ پارس، باربار اوشا کو دیا پار کرتا ہے۔“

”فرائٹل کے حاکم کی پشت پر یقیناً فہرہا ہے۔ اس نے پارس کے لیے دوا پار کرنے کی کوئی آسانی پیدا کر دی ہوگی۔ باقی دوسری ٹیوں کو دے دے کہ وہ دوا پار کی راستہ بند کر چکا ہے۔“

”میری خفیہ فوج سات گھنٹے کے اندر صوبائیہ پہنچ جائے گی۔ میں دیکھوں گا کہ فہرہا کس طرح ہمارا راستہ روکے گا۔“

”میں گائیڈ کرنے کے لیے اس فوج کے کمانڈر کے دماغ میں رہوں گی۔“

”تمہیں راجہائی کے لیے ضرور موجود رہنا چاہئے لیکن تم نہیں جانتی ہو، میری خفیہ فوج کے چوندہ زبردست گولہ فائر وہاں جائیں گے، وہ سب لوگ مارے جائیں۔ ان سب کے دماغ اتنے حساس ہیں کہ وہ کسی بھی پرانی سوچی کی لہر کو گوارا نہیں کرتے ہیں۔“

”لیکن میں پرانی نہیں ہوں تم اور تمہارے اعلیٰ حکام مجھے پُر داماد بنا چکے ہیں۔“

”یہ درست ہے لیکن خفیہ فوج کا کوئی جوان اپنے خاص ٹیلی میٹھی جاننے والوں کو بھی دماغ میں جگہ نہیں دیتا ہے۔ سونیا ٹائی بھی

ان میں سے کسی کے دماغ میں کبھی نہ جاسکی۔ ویسے تمہارے لیے یہ سولت ہو سکتی ہے کہ ان چند ہوا گاجائے والوں کے ساتھ ایک عام فوجی جوان موجود رہے جس کے دماغ میں ہر تم باقی تمام کو گائیڈ کرتی رہو گی۔

”نہیں، سپراسائمنس کسی ایک جوان پر بھکی نہیں کھوں گی اور یہ میری انسلٹ ہے کہ تمہارے فوجی مجھے اپنے اندر آتے نہیں دیکھیں گے اور جب چاہوں گے مجھے دھوکا دیں گے مجھے اپنے درمیان سے دودھ کی کھسی کی طرح نکال پھینکیں گے۔“

”شٹی تارا! تم ہمارے لیے بہت اہم ہو۔ ہمارے فوجی ہمیں دھوکا نہیں دیں گے ان پر بھروسہ کرو۔“

”بھروسے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے آج ہی مرنا سے دھوکا کھایا ہے۔ اس ذلیل، کھیتی کو میں نے اپنی سسکی بنایا۔ وہ وقاداری ثابت کرتی رہتی تو شاید میں اسے اپنی بھائی بنا لیتی لیکن اس نے جلدی میری آنکھیں کھول دیں۔“

”کیا مرنا تم سے الگ ہو گئی ہے؟“

”ہاں، اس نے اپنے دماغ کو لاک کر لیا ہے، پہلے وہ میری تابعدار تھی، اب آزاد ہو گئی ہے۔“

”کیا وہ بھی اسی جگہ میں ہے؟“

”ہاں، میرا خیال ہے اسے فرما دینے ٹرپ کیا ہے اور اگر وہ فرما دے دماغ میں نہیں آئی ہے پھر اپنے دو احمقوں سمورا اور عہد اللہ کے ساتھ کسی بڑی طاقت کی محتاج ہو گی۔ وہ سکتا ہے وہ یہودیوں سے مدد مانگے یا تم سے مدد چاہے۔ ایسے میں تم کیا کرو گے؟“

”شٹی تارا! میرا احسان نہ لو۔ عقل سے سوچ میں اس کی مدد نہیں کروں گا تو وہ فریادی یہودیوں کی جھولی میں گر جائے گی۔ ہمیں حکمت عملی سے کام لینا چاہیے۔ تم غصہ کرو کی اسے ٹھکراؤ گی؟ ہمارے پاس آنے سے بھی روکو کی تو نتیجہ صاف ظاہر ہے، وہ دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرے گی۔“

”میں مانتی ہوں۔ بے شک مرنا تو دشمنوں کی جھولی میں نہیں گرنا چاہئے لیکن وہ تمہارے پاس آئے گی تو میری حیثیت کیا رہے گی؟“

”تم سپر اڈام رہو گی۔“

”سپر اڈام کو تمہارے خفیہ فوجی اپنے دماغوں سے دھکا دیتے ہیں۔ مجھے ایسا ممکنہ خیزہ نہیں چاہئے۔“

”پھر کیا چاہتی ہو؟“

”میں چاہتی ہوں کہ تم میری ذات پر بھروسہ کرو۔ اپنے خفیہ فوجیوں کو حکم دو کہ وہ میرے لیے اپنے دماغوں کے دواڑے کھول دیں۔ وہ تمہارے خاص فوجی ہیں اگر یہ ہمارے کو گے کہ وہ تمہارا حکم نہیں مانتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ تمہارے دل میں کھوت ہے۔“

”اسی بات نہیں ہے۔ میں اپنے فوجیوں سے کہہ دوں گا کہ تم خاص ضرورت کے وقت ان سے رابطہ کر سکو گی۔“

”صرف خاص ضرورت کے وقت وہ آئے دیں گے پھر مجھے اپنے اندر سے بھگادیں گے۔ سپراسائمنس اس خفیہ فوج کے کمانڈر اور وہ چار خاص جوانوں پر غریبی عمل کھوں گی۔ انہیں اپنا معمول بنائوں گی تاکہ میں اپنے خلاف ان کے چور خیالات معلوم کر سکیں۔“

”شٹی تارا! یہ تم پچھانے پاتیں کر رہی ہو۔ اگر میں کھوں کہ تم ہمارے ٹیلی پیجی جاننے والے وہی سول کے لیے اپنے دماغ کے دواڑے کھول دو اور اسے غریبی عمل کی اجازت دو تو کیا تم اپنے چور خیالات پیش کرنے کے لیے معمول بن جاؤ گی؟“

”میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ دودھ کی جلی ہوں چھاپا بھی پھونک پھونک کر پھوں گی۔ کسی پر بھروسہ نہیں کروں گی۔“

”سپراسائمنس کہا۔“ ۱۲۰۰ پھول اور بیگانوں سے دھوکے لٹے رہے ہیں پھر بھی انسانوں کی دنیا میں جینے کے لیے کسی نہ کسی پر بھروسہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ میرا مشورہ ہے، تم ابھی ٹھنڈے دماغ سے اپنے حالات پر غور کرو۔ میری خفیہ فوج کے صوبائی بیٹے تک اپنا دانشورانہ فیصلہ کر کہ ہماری تمہاری دوستی رفتہ رفتہ منجمد ہوئی جائے۔“

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ اس نے پارس پر غالب آنے کے لیے سپراسائمنس سے دوستی کی تاکہ جنگل میں فوراً پھر پار کی طرف سے خاطر خواہ مدد پہنچ جائے لیکن مرنا کی علیحدگی سے بات بگڑتی ہی جا رہی تھی اگر شٹی تارا ابھی سپراسائمنس کے لیے پیچھے نہ جاتے تو مرنا سپراسائمنس کے عہدے پر آکر ڈرے داریاں سنبھال لیتی۔

پھر وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے آخری ذریعہ سپراسائمنس سے لے گیا تھا۔ شٹی تارا کا کوئی آلہ کار افریقہ میں نہیں تھا اس لیے دوسرے ملکوں میں خطرناک آلہ کار ہارباں رکھے تھے۔ وہاں سے ان قابل اہلکاروں کو صوبائی پیمانے کے لیے وہ فوری انفکلات نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی بے بسی یہ تھی کہ وہ مخالفین سے بھری ہوئی دنیا میں تمام گئی تھی۔ بھائی مرنا اپنی کھولی ہوئی قوش حاصل کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ اسے نئے کا ایابا چکا ہوا تھا کہ وہ سانس روکنے کی مہنتوں کے دوران ٹھک جاتا تھا۔ ہانپنے لگتا تھا۔ بہن کے کسی کام نہیں آسکتا تھا۔

ایسے میں عقل سمجھاری تھی کہ اسے کسی بڑے معاملے میں مصروفیات ملتی کر رہنا چاہئیں۔ یہ درست ہے کہ بڑے بڑے نقصانات ہواشت نہیں ہوتے لیکن ان نقصانات کو پورا کرنے کے لیے آوی مزید معاملات میں الجھتا چلا جاتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عارضی طور پر جنگ سے باز آکر پیچھے ہٹنا اور یہی مذمہ آزمائش لازم ہوتا ہے۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ کم از کم چھ مہینوں تک خیال خواتی نہیں کرے گی بلکہ سو جائے گی۔ جاگنے کے بعد بھی خوب آرام کرے گی۔ دانی ماں کے ساتھ ہنسی بولتی رہے گی۔ اسے موسیقی اچھی لگتی تھی، وہ اکثر آرام و سکون کے لئے ہم کلاسیکل گیت اور ڈنس سنا کرتی تھی لہذا اس نے طے کر لیا کہ وہ دوری سے فارمولے حاصل کرنے والوں کا تماشہ دیکھتی رہے گی، کسی سے دماغی رابطہ نہیں کرے گی۔ البتہ اس تاک میں رہے گی کہ فارمولوں کو کسی طرح ایک لینے کا موقع مل جائے۔ مل جائے تو وہاں نہ ملے تو سوگ نہیں منائے گی۔

دانی ماں نے آکر کہا۔ ”آگ لگے تمہاری ٹیلی پیجی کہ یہ کہیں غلام دیا ہے کہ ہمیں اپنی خبر نہیں رہتی۔ تم جیتے ہی آؤ میری جاتی ہو۔“

وہ ہنسی ہوئی اچھی پھر دانی ماں کے دونوں بازوؤں کو تمام کر اُس کے ساتھ ایک دائرے میں گھومتی ہوئی گئی۔ ”میں بہت خوش ہوں۔ مجھے عقل آگئی ہے کہ نہ فائدہ سے نہ فائدہ پانے کی دوڑ لگاتی رہوں گی تو جانی میں بوڑھی ہو جاؤں گی اور وقت سے پہلے مر جاؤں گی۔“

وہ دانی ماں کو صوفے پر بٹھا کر خود فرش پر بیٹھ گئی۔ پھر اس بوڑھی کی گود میں سر رکھ کر بولی۔ ”آج میں شام تک تم سے باتیں کروں گی اور خوب ہنسی بولتی رہوں گی۔ ایک منٹ کے لیے بھی خیال خواتی نہیں کروں گی۔“

وہ بولی۔ ”بھگون کالا کہ لاکھ شکر ہے۔ ہمیں عقل آئی۔ چلو انٹر عمل کرو۔ کچھ کھاؤ پھر پھر اچھی طرح نیند پوری کرو۔ جاگنے کے بعد ہمیں اس چار دیواری کے باہر کھلی فضا میں لے جاؤں گی۔“

وہ تھوڑی دیر تک گود میں سر رکھے بیٹھی رہی اس سے بولتی رہی۔ دانی ماں بڑی ممتا سے اس کا سر سلاتی رہی۔ ایسے ممتا بھرے انداز سے اسے نیند آنے لگی۔ پچھلے چوبیس مہینوں سے جاگ رہی تھی۔ سکون پر در آغوش لٹے یہ وہ چند نیکند میں سو گئی۔

اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ کہاں کم ہو گئی ہے؟ انسان جتنی دیر کسی نیند سوئے ہے اتنی دیر کے لیے خود اپنے لیے مرجھا ہوا ہے۔ اتنی دیر وہ انجان کا ایک دانہ اٹھا کر نہیں کھا سکتا اگر ننگا سو رہا ہو تو اٹھ کر ایک ٹکٹو نہیں پہن سکتا۔ ہر رات نیند ہمیں کھاتی ہے کہ دنیا کی تمام دولت اور تمام فوجات کو تم سوتے وقت اپنے کام میں نہیں لاسکتے۔ چوبیس مہینوں میں کم از کم چھ مہینے دنیا کی کوئی چیز تمہارے کام نہیں آتی۔ یہ ایک سبق ہے۔ یہ عبرت ہے کہ موت کے بعد کوئی چیز تمہارے کام نہیں آئے گی۔

سکون اسی وقت حاصل ہوا ہے، جب انسان کچھ طلب نہیں کرتا اور نیند میں وہ طلب نہیں کر سکتا۔ اس لیے آرام سے رہتا ہے اگر وہ بیداری میں بھی طلب محدود کر لے کہ اسے کم سے کم پر قناعت کہے تو یہ قدرت کا قانون ہے کہ اس پر کہیں سے عذاب نہیں

آئے گا۔ کوئی پریشانی اسے چھو کر نہیں گزرے گی۔

جب وہ بیدار ہوئی تو شام ہو چکی تھی۔ دانی ماں نے الماری کھول کر کہا۔ ”جائو، غسل کرو اور تازہ کون سا لباس پہنو گی؟“

اس نے اٹھ کر ایک شلوار قمیص کا انتخاب کیا پھر غسل خانے میں چلی گئی۔ دنیا کے تمام ممالک میں اس کی تمام بڑے شہروں میں شاندار کولمیاں اور بنگلے تھے وہ اپنے حالات اور دشمنوں کے مزاج کو سمجھتے ہوئے کسی ملک کے کسی شہر میں قیام کرتی تھی۔ موجودہ حالات میں اسے مجھ سے اور پارس سے کئی طرح کے امدادی تھے اگرچہ اس نے اپنے بھائی کے پے سربا کربین واٹش کیا تھا اس کے دماغ سے میرے غریبی عمل کے تمام اثرات مٹا دئے تھے پھر بھی اندیشہ غماک میں سے سربا کربا کرنے کے بعد اس خفیہ مقام تک اس کا حاقب کیا ہو گا، جہاں اس نے بھائی کو لے جا کر چھپایا ہے اس طرح میں بھائی کے ذریعے بہن تک پہنچ سکتا ہوں۔

دوسرے یہ کہ پارس سے کچھ زیادہ ہی اندیشہ تھا۔ اس سانپ کی یہ خرابی ذہنی تشویش کہ قحی کہ وہ لاکھوں کی بھڑ میں اور در در تک آپ میں چھپے ہوئے چوں کو ان کے بدن کی سبک سے پہچان لیتا تھا۔ ایسے میں وہ جس جگہ رہتی، اس شہر میں اگر پارس اسے تلاش کرنے آتا تو چہرے سے نہ پہچانے کے باوجود کسی راستے یا شاپنگ سینٹر میں قریب سے گزرتے ہوئے اس کی سبک سے اسے پہچان لیتا۔

یہ دھرم کا بھی لگا ہوا تھا کہ وہ ناگ فارمولے حاصل کرنے کے بعد اسے ڈنسا جائے گا اس مقصد کے لیے اسے تلاش کرے گا اور سوچے گا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں مل سکتی ہے؟

پرس تو میرے تمام ٹیلی پیجی جاننے والوں کی آباد گاہ تھی۔ انگلینڈ، جرمنی، اٹلی، سسلی اور یونان سب ہی فرانس کے آس پاس کے ممالک تھے۔ پارس بڑی سولت سے ان ممالک میں اسے تلاش کرنے جاسکتا تھا۔ امریکا کے شہروں کے متعلق اس نے سوچا۔ وہاں ٹیلی پیجی جاننے والوں کا قحہ بڑھ گیا ہے۔ ایسے میں تمام دشمن ٹیلی پیجی جاننے والے اپنے آلہ کاروں کے دماغ میں موجود رہیں گے اور سپراسائمنس کی کزور پوزیشن سے فائدہ اٹھانے کی کوششیں کرتے رہیں گے ان لوگوں کا تماشہ دوری سے دیکھنا چاہئے اس ملک کے کسی شہر میں فی الحال نہیں رہنا چاہئے۔

ایک خیال یہ بھی تھا کہ وہ ہندو ہے۔ پارس سوچے گا کہ وہ ہندوستان میں ہے لہذا وہ وہاں کے مختلف شہروں میں اسے تلاش کرنے جائے گا۔ البتہ پاکستان ایسا ملک ہے، جہاں اس کے متعلق یہ نہیں سوچا جائے گا کہ ایک ہندو دشمن عورت آکر رہے گی پھر پارس کچھ عرصہ پہلے ہی پاکستان میں رہ کر گیا ہے۔ اتنی جلدی ادھر نہیں آئے گا۔ اس نے ہر پہلو سے اپنے حالات اور پارس کی مصروفیات کا جائزہ لیا پھر اسلام آباد آگئی۔

اسلام آباد میں اس کی ایک عمل نما شاندار کوٹھی تھی۔ اس

کو غمی کا مالک دراصل ایک بہت بڑا جاگیردار اللہ و سایا تھا۔ اس کی ایک جوان بیٹی بانو شہناز تھی۔ اللہ و سایا نے وہ شہناز کو غمی اپنی بیٹی کے نام کی تھی اور شی تارے نے اس کی بیٹی بانو شہناز کو اپنی معمول اور تاجدار بنا لیا تھا۔

اس کا بیٹی طرہ کار تھا۔ وہ ہر ملک کے ہر شہر میں ایسا دولت مند بھتیجی تھی جس کی ایک ہی جوان بیٹی ہو اور کوئی بیٹی بچہ یا قرہبی رشتے دار نہ ہو۔ زیادہ رشتے دار ہونے سے ان سب کے نام اور رشتے یاد رکھنے پڑتے تھے پھر ان کے آنے جانے اور ملاقاتیں کرنے سے پریشانی بڑھ جاتی تھی اور وقت الگ ضائع ہو جاتا تھا۔ اسلام آباد میں بھی اس نے بانو شہناز کو اسی لیے تاجدار بنایا تھا کہ اس کے جاگیردار باپ اللہ و سایا کا کوئی قرہبی رشتے دار نہیں تھا پھر دونوں باپ بیٹی مفرد تھے۔ دور کے رشتے داروں کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ اس لیے جب شی تارا اس کی بیک آتی تھی اور اس لڑکی کو کسی دوسرے ملک میں رہائش کے لیے بھیج دیتی تھی تو اس پر شہرہ کرنے والا کوئی دور یا نزدیک کا رشتے دار نہیں ہوتا تھا۔

اس نے قہر سے روانہ ہونے سے پہلے اسلام آباد کی بانو شہناز کو لندن جانے کا حکم دیا۔ لندن کی ڈی ٹی تارا اور ڈی سربانو سمجھا دیا کہ وہ شہناز پر نظر رکھیں اور جب تک دوسرا حکم نہ ملے اسے واپس اسلام آباد نہ جانے دیں اس طرح بانو شہناز کے روپ میں اس کا شہنشاہی کارڈ پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات کے ساتھ پہنچی تو قانون کی دست رس سے دور رہی۔ باپ نے بھی اسے بیٹی سمجھا لیا کہ وہ بھی لاطینی میں اس کا معمول اور تاجدار تھا۔ وہ جس ملک میں بھی جاتی وہاں والی ماں کو ضرور ساتھ رکھتی تھی اور ٹیلی جیسی کے ذریعے اس بوڑھی کے دماغ میں اس ملک کی زبان اور تہذیب کو نقش کر دیتی تھی۔ اسلام آباد میں شی تارا اور والی ماں کو دیکھ کر کوئی ان پر ہندو ہونے کا شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ دونوں ہندو اکاڈمی کی کچھلی سیٹ پر بیٹھ کر کھلی فضا میں تفریح کے لیے نکلیں۔ موسم خوشگوار تھا، واپس نکلی تھیں۔ صاف ستھرا شہر تھکے ہوئے ذہن کو آسکھانے والا تھا۔ شی تارے نے کہا۔ ”واقعی ذہنی پریشانیوں ہوں تو اس شہر میں آکر رہنا چاہئے۔ ہر طرح کی سیاسی پریشانیوں نہ ہوں۔ یہ شہر صرف سیاستدانوں کے لیے سرکارو ہے۔“

وہ دونوں کسی ذرا نیور کی موجودگی میں خاموش رہتی تھیں۔ شی تارا اس کے دماغ میں آکر بوڑھی تھی۔ والی ماں نے کہا۔ ”میاں لوگ کتنے منگے لباس پہنتے ہیں۔ قیمتی اینکڑی شہ گڑیاں ہر راستے پر نظر آتی ہیں۔ پاکستان کے لوگ امیر ہیں لیکن حکومت غریب اور اربوں ڈالرز کی مقروض ہے۔ ہمارے بھارت کے لوگ غریب ہیں لیکن بھارتی فروغ بھیاں دن اور رات گھر قوتوں سے مالا مال ہے۔“ شی تارے نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”یہ مسلمان اندر سے کھوکھلے اور باہر سے دولت مند اور طاقتور دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اتنے کھوکھلے ہو

گئے ہیں کہ بونیا اور صوبالہ کے مسلمانوں کے آئسو پوچھنے کے بعد لائق نہیں رہے ہیں۔“

”واقعی بڑی حیرانی کی بات ہے۔ اسلامی ممالک میں بے انتہا دولت ہے پھر بھی وہ آفت زدہ مسلمانوں کی مدد نہیں کرتے ہیں۔“

”کیسے کریں گے؟ میں نے کہا تاکہ ان لوگوں میں غرور اور فحاش کی عادت نہ پکے۔ تم نے آج کا اخبار دیکھا ہے؟“

”نہیں، کوئی خاص خبر ہے کیا؟“

”خبر ہمارے لیے نہیں، مسلمانوں کے سوچنے اور سمجھنے کے لیے ہے۔ سلطان نے اپنی کار میں بچائی گلوگرام سنا لگایا ہے۔ دنیا کی سب سے منگلی کار کا نام ”فراری“ ہے۔ یہ کار اتنی منگلی ہے کہ پوری دنیا میں اس کی تعداد صرف ایک ہزار ہے۔ اس کی قیمت پاکستان کرنسی میں تقریباً آٹھ لاکھ روپے ہے۔ یہ والی کے سلطان نے اس کار کی باڈی میں جو سونا لگوا دیا ہے اس کے بعد کار تقریباً دو کروڑ پچاس لاکھ روپے کی ہو گئی ہے۔ افریقہ کے کئی ممالک کے مسلمان محو عرش اور بچے روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں بھوک اور بیماریوں سے مر رہے ہیں اور ایک اسلامی ملک کا سلطان ڈھائی کروڑ کی سونے کی کار میں بیٹھ کر شاہانہ عفت کی فحاش کرتا ہے۔ کیا خوب تماشا ہے والی ماں۔“

وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ بات صرف ان دونوں کے ہنسنے کی نہیں ہے۔ ہم مسلمان نہ یہ دیکھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا کی دوسری تمام قومیں اور دوسرے مذاہب کے لوگ ہم پر کس طرح ہنستے ہیں۔ ویسے جس قوم پر بے حس اور بے غریبی مسلط ہو جائے وہ بازار میں ناچنے والے طوائف کی طرح کسی کی ہنسی کی پروا نہیں کرتی۔

اس وقت شی تارا اور والی ماں نے مسلمانوں پر قہر لگا کر ایک غلطی کی۔ کارڈرائیو کرنے والا نوجوان چونک گیا۔ ایران ہو کر سوچنے لگا، بچپن کی بھٹی ہوئی بی بی اور ان کی گورنر باگل خاموش بھٹی ہوئی تھیں پھر دونوں کی بات پر قہر لگ رہی ہیں؟

اس نے اچانک ہی کار روک دی پھر پلٹ کر انہیں دیکھا۔ شی تارے نے پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟ گاڑی کیوں روک دی؟“

وہ بولا۔ ”موسیٰ بی بی! میں پوچھنا چاہتا ہوں، مجھ سے کیا محافت ہو گئی کہ آپ دونوں کو ہنسی آ رہی ہے؟“

دونوں نے ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھا۔ انہیں غلطی کا احساس ہو گیا۔ جب بات نہیں ہو رہی تھی کوئی لطف جان نہیں کیا جا رہا تو وہ بیک وقت کیوں ہنسی پڑی تھیں؟ انہیں ہنسی کا پوتا چاہتے تھے۔

والی ماں نے کہا۔ ”تم سے کوئی محافت نہیں ہوئی ہے۔ گاڑی چلاؤ۔“

”بھی چلا تا ہوں لیکن کوئی بات مجھے پریشان کرتی ہے تو میرے اندر گیس بھر جاتی ہے۔ میں کوئی کام صحیح طور سے انجام نہیں دے

سکتا۔ ایسی حالت میں کار چلاؤں گا تو ایکسٹنٹ کا فلو ہے۔“

شی تارے نے کہا۔ ”پریشان کیوں ہوتے ہو؟ ہمیں تکلیف پہنچانے والی کوئی بات تو نہیں ہوئی ہے؟ ہمیں اچانک ہی ایک بات پر ہنسی آ رہی تھی۔“

”جنگری لی بی! آپ دونوں نے کوئی بات ہی نہیں کی تھی اور جب بات نہیں کی تھی تو پھر کس بات پر ہنسی آ گئی تھی؟“

”زبان سے بات کرنا ضروری نہیں ہے۔ کبھی کبھی سوچ کر بھی ہنسی آ جاتی ہے۔“

”یعنی دونوں نے بیک وقت ہنسنے کی بات سوچی۔ اور بیک وقت ہنسنے پر۔ ایسا تو ٹیلی جیسی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔“

”کیا؟“ وہ دونوں چونک پڑیں۔ یوں لگا جیسے شی تارا کی خیال خوانی کا سمیہ کھل گیا ہو۔ اس نوجوان کو اسی حال میں ہی بانو شہناز نے ذرا نیور کے طور پر رکھا تھا۔ شی تارے نے بانو شہناز کے ذہن سے جو باتیں معلوم کیں ان کے مطابق اس کا نام عادل چنگیزی تھا۔ اس نے انٹرنیشنل بزنس میں ایم اے کیا تھا پھر بانو شہناز کے عشق میں ڈوبا رہا تھا۔ یہ عشق کچھلے ایک ماہ سے شروع ہوا تھا۔ شہناز اسے پسند کرتی تھی لیکن عشق نہیں کرتی تھی۔

پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ اسے اسلام آباد کے ساحل میں تعلیم یافتہ ذرا نیور کی ضرورت تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ خوب بھی تھا اور احمق بھی۔ اپنی باتوں اور حرکتوں سے دلچسپی پیدا کرتا رہتا تھا۔ شی تارے نے شہناز کے خیالات بڑھ کر عادل چنگیزی کے متعلق ضروری معلومات حاصل کی تھیں لیکن یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ ٹیلی جیسی کے سلسلے میں کچھ جانتا ہے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں آئی۔ اس نے ذرا بے چینی محسوس کی پھر سانس روک لی۔ اس کے بعد خوش ہو کر بولا۔ ”بی بی! یہ میری برسوں کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ شاید فریاد بھائی جان میرے دماغ میں آنا چاہتے ہیں۔“

شی تارے نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”کیا تم فریاد علی تیور کو جانتے ہو؟ کیا وہ تمہارے دماغ میں آتا ہے؟“

”آپ نے بھی کیا سوال کیا ہے۔ بھلا فریاد بھائی جان کو کون نہیں جانتا۔ جب میں ساتویں جماعت میں تھا تب سے بھائی جان کی داستان بڑھ رہا ہوں۔ یہ میری باڈی دیکھ رہی ہیں۔ ان کی داستانیں بڑھ کر میں نے یہ صحت اور جان بنائی ہے۔ جو ذرا کرانے میں ایک بیٹل حاصل کیا ہے اور پورے پانچ منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔“

”کیا تم نے ٹیلی جیسی بھی سیکھی ہے؟“

”گوشش کی تھی کرا ایک برس تک شمع کو کھینچتے اندھا ہوا گیا تھا۔ میرے باپ نے میری خوب پامانی کی مگر میں باز نہ آیا۔ اپنی امی سے کتا تھا کہ وہ براہ فریاد بھائی جان کی نئی داستان بڑھ کر سنایا کریں۔ اسی مجھ پر جان دیتی تھیں۔ جب تک زندہ رہیں، مجھے

داستانیں بڑھ کر سنائی رہیں موت سے پہلے وصیت لکھ دی کہ ان کی آنکھیں مجھے عطا کی جائیں۔ آپ میری آنکھوں کو دیکھیں میں اپنی ای کی آنکھوں سے آپ لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔“

والی ماں نے پوچھا۔ ”کیا اب اپنی ماں کی آنکھوں سے شمع بیبی کی مشقیں کرتے ہو؟“

وہ بولا۔ ”اب تو کان پکڑ کے توبہ کرتا ہوں۔ یہ علم خدا کی دین ہے۔ وہ جسے چاہے دے۔ جسے چاہے نہ دے۔ میں نے سمجھ لیا ہے اللہ تعالیٰ کو میری خیال خوانی منظور نہیں ہے۔“

”مجھے تم نے کہا تھا، تمہاری برسوں کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ تمہارے بھائی جان دماغ میں آنا چاہتے ہیں پھر تم نے سانس کیوں روک لی؟“

”میں اتو کا چٹھا ہوں۔ کبھی کبھی زبردست محافقتیں کر بیٹتا ہوں۔ میں نے بے اختیار سانس روک لی تھی بعد میں غلطی کا احساس ہوا۔ آج میں اتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں شاید وہ دوبارہ میرے دماغ میں آئیں گے۔“

”ٹھیک ہے، جب آئیں گے تو ہمیں بھی بتا دینا۔ میں بھی تمہارے بھائی جان سے باتیں کروں گی۔ ابھی گاڑی چلاؤ۔“

”آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں بی بی بی؟ گاڑی تو میں چل سکتی۔“

”کیوں نہیں چل سکتی؟“

”اس لیے کہ گاڑی چلانے کے دوران بھائی جان دماغ میں آئیں گے تو میں خوشی اور گھبراہٹ میں گاڑی الٹ دوں گا۔ میرا مطلب ہے، ایسے وقت میں انٹرنیٹ میرے قابو میں نہیں رہے گا۔“

اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ”والی ماں! میں اس انجانے شہر میں گاڑی نہیں ڈرائیو کرنا چاہتی اور یہ باگل کا بچہ فریاد کے انتظار میں نہیں میاں بھائے رکھے گا۔“

والی ماں نے کہا۔ ”یہ ہمارے دشمن سے دیوانہ وار محبت کرتا ہے مگر احمق ہے ہمارے لیے بے ضرر ہے۔ اس کی خواہش پوری کر دو۔ فریاد رشتے دار ہیں کراس کی کمپوزیشن جاؤ۔“

شی تارا اس کے دماغ میں آئی۔ وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ ”میں اب میں۔ اب میں سانس نہیں روکوں گا۔“

”پارے بھائی جان! یہ آپ ہی ہیں؟“

شی تارے نے کہا۔ ”میں بھائی جان نہیں ہوں۔ میری نسوانی آواز سے یو جھومیں کون ہوں؟“

وہ کچھ سوچ کر بولا۔ ”ہاں سمجھ گیا، آپ میری بھائی جان رسوا تھی۔“

”خبردار! ایسا بھندو نام نہ لیتا۔ اب تو وہ محترمہ آئندہ کھلائی ہیں اور وہ دنیا والوں سے موند موند کر گوشہ نشینی اختیار کر چکی ہیں۔ وہ تمہارے پاس نہیں آئیں گی۔“

وہ یوں۔ ”تمہیں بھی جاسوس بنا کر اس کے دماغ میں پہنچا دیا

رہو۔

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس کو چاہئے تھا کہ فارمولے بحفاظت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے تک تمام دشمنوں کو اپنے سے دور رکھتا لیکن وہ فلاور کے ذریعے دشمنوں کو اپنے متعلق معلومات فراہم کر رہا تھا۔

وہ فلاور کی زبان سے بولی۔ ”کیا تم اپنی زندگی سے بے زار ہو گئے ہو؟ کوئی بھی نہیں سے بھی چھپ کر کہیں گلی مار دے گا۔“ اس نے کہا۔ ”گلی ہوگی تو ماری جائے گی۔ میں نے سوچا وہ مسمم میں کی ایک طریقہ اپنایا ہے۔ دشمنوں کے پاس ہتھیار رہنے دیتا ہوں۔ کارٹوس غائب کر دیتا ہوں۔“

”تم ہو کہ شیطاں لیکن وہ تیروں اور تلوادوں سے ملے کر سکتے ہیں۔“

”پراسٹر کے گوریلوں نے میرے حق میں یہی طاقت کی ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ جدید ہتھیار لے کر آئے لیکن تیرے والے ایلو شوٹر نہیں لائے۔ گولیاں چاقو سے ملے کرنے کے لیے انہیں سامنے آنا ہو گا لیکن اب تک کسی نے سامنے آکر حملہ نہیں کیا ہے۔“

”میں فلاور کے ذریعے دیکھ رہی ہوں، چھوٹی جمہوریاں اور بونے تیرے نظر آ رہے ہیں۔ کیا پاپا کس محلے میں پہنچ گئے ہو؟“ ”مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ میں ایک کام سے جا رہا ہوں۔ فلاور کے ذریعے جو معلوم کر سکتی ہو گئی رہی۔“

اس نے فلاور کے ذریعے دیکھا، وہ لوگ ایک پہاڑی کے دامن میں تھے۔ وہاں ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ وہاں کے رہنے والے سیاہ فام بونے تھے۔ جن کے قد تین یا چار فٹ سے زیادہ نہ تھے۔ اس پہاڑی کو میں فٹ کی پلندی تک تراش کر ایک دیو ناکی صورت بنائی گئی تھی۔ وہ قبیلہ اس دیو ناکی پوجا کر رہا تھا۔ اس نے فلاور کے ذریعے اتنی ہی دیکھا کہ پارس اس دیو ناکے دونوں پیروں کے درمیان سے گزر کر ایک غار میں جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

فلاور کی سوچ نے بتایا کہ اس کے قریب ایک گڑھی کی چوٹی پر نیلا اور ہرام بیٹھے ہوئے ہیں۔ شی تار نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ ”بارا اور پاشا کہاں ہیں؟“

فلاور نے حیرانی سے سوچا۔ ”یہ بارا اور پاشا کون ہیں؟ میں ان ناموں والے افراد کو نہیں جانتی ہوں۔“

شی تار نے پوچھا۔ ”وہ نوجوان کون ہے جس سے ابھی میں باتیں کر رہی تھی اور جو میت کے نیچے کئی غار میں گیا ہے؟“

”اس کا نام پارس ہے۔ وہ کبھی نظر آتا ہے۔ کبھی غائب ہو جاتا ہے۔“

”وہ ابھی کہاں گیا ہے؟“

”جانتا نہیں کہاں گیا ہے۔ اس بستی میں پہنچے کے بعد وہ چار گھنٹوں تک غائب رہا تھا۔ نیلا اور ہرام باتیں کر رہے تھے کہ

میں کچھ ہونے والا ہے۔“

”تم تجس پیدا کر رہی ہو۔ مجھے بتاؤ، یہاں کیا ہونے والا ہے؟“

فلاور کے دماغ سے بار بار کی سوچ کی لہریں ابھریں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”شی تار! یہ ہے چاری فلاور کچھ نہیں جانتی ہے لیکن اس کے ذریعے آدھے گھنٹے بعد ہمیں ”اپا کو اور پراسٹر کے خیال خونی کرنے والے وی سول کو ان قارمولوں کے متعلق کچھ نہ بچہ بتایا جائے گا۔ اپنی گڑھی دیکھو۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد۔“

شی تار نے گڑھی دیکھی۔ بار بار نے کہا۔ ”تم سب کو حیرانی تھی کہ پارس نے فلاور کو تم لوگوں کے لیے معلومات کا ذریعہ بنا کر کیوں رکھا ہے؟ اسی لیے اسی لیے کہ ہمیں پراسٹر کو اور یوروں کو بیک وقت ان قارمولوں کا دیا کرایا جائے۔ اب جاؤ۔ فلاور کو پریشان نہ کرو۔“

وہ دماغی طور پر ہوش کی میز پر حاضر ہو گئی۔ ابھی وہ خیال خونی جاری رکھ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ لوگ وہاں کیا کرتے بھر رہے ہیں اور پراسٹر کے گوریلے فائز کماں غائب ہو گئے ہیں لیکن خیال خونی کا سلسلہ اچانک ہی فوٹ گیا۔ ڈرائیور عادل پنکچر نے اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ ”پراسٹر شازا! بھائی جان نے میرے دماغ میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں آئی ہیں۔ مجھے بتاؤ، میں کیا کروں؟“

وہ ناگوار سے بولی۔ ”تم یہاں کیوں آئے ہو؟ ڈرائیور کی وردی میں میرے پاس بیٹھ گئے ہو۔ لوگ عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ جاؤ یہاں سے۔“

”نہیں جاؤں گا؟ تم سے عشق کرتا ہوں۔ مذاق نہیں کرنا ہوں۔ بھائی جان کے آتے ہی شادی کی تاریخ بھی کھلے گا۔“

”دیکھو عادل! میں ابھی بہت مصروف ہوں۔ چلے جاؤ۔ ورنہ۔“

”اے واہ! کھانے کی پلیٹ سامنے جوں کی توں ہے۔ نہ کا رہی ہو نہ کوئی کام کر رہی ہو۔ چپ چاپ بیٹھی ہو اور کہہ رہی ہو کہ مصروف ہو۔ اسے اس طرح بیٹھے بیٹھے نہ صرف خیال خونی کرنے والے ہی مصروف رہتے ہیں۔ کیا تم بلی بیٹھی جاتی ہو؟“

وہ ہچکچاتی پھر بولی۔ ”میں بلی جیسی نہیں جانتی ہوں۔ یہاں کوئی سنے گا تو خواہ مخواہ میرے پیچھے بڑ جائے گا۔ تم یہاں سے فوراً جاؤ ورنہ۔“

میں ان کی جان بچانے کی کھرمیں ہوں۔ وہ ان کو جنم میں پہنچانے ہی تمہارے پاس آؤں گی۔ تم فوراً پارکنا۔ اسیا میں جاؤ۔ میں جلدی آنے والی ہوں۔“

وہ فوراً ہی اٹھ کر وہاں سے باہر جانے لگا۔ شی تار نے اطمینان کی سانس لی۔ دانی ماں نے کہا۔ بیٹی! تم یوں بھی تمنا شانی ہوئی ہو۔ سامنے کھانے کی پلیٹ رکھ کر سر جھکائے بیڑی دے بیٹھی ہو۔ لوگ تمہیں دیکھ کر کیا سوچ رہے ہوں گے؟ کیا پھر ان قارمولوں کی دلدل میں دھن رہی ہو؟“

”دانی ماں! ابھی آدھے گھنٹے میں جگہ جگہس مٹ کے بعد پارس قارمولوں کے متعلق کچھ کہنے والا ہے۔ میری وہاں موجودگی لازمی ہے۔ معلوم تو ہو کہ ان قارمولوں کا کیا بن رہا ہے؟“

”ظاہر ہے۔ وہ پارس کے قبضے میں آگئے ہیں اور تم اس پر قبضہ نہیں جاسکو گی۔“

”نہیں دانی ماں! ان قارمولوں کو جنگل سے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے کے دوران انہیں چھین لے جانے کی بڑی گنجائش ہے۔ جگہ جگہ میں پراسٹر اور یوروں کے محدود وسائل تھے مگر بڑے ممالک قارمولوں کے پیرس پیچھے کیا قیامت بپا کر دیں گے۔ ایسے ہنگاموں کے دوران میری کوشش یہی ہوگی کہ میں لاڈو بھرا آجی پارس سے چھین کر اپنے قبضے میں کرلوں۔ مجھے قارمولوں سے زیادہ ان بیروں کی ضرورت ہے۔ وہ میری خوش بختی کی علامت ہیں۔“

”ایسا ہے تو کھر چلو۔ یہاں ہوش میں مصروف نہیں رہ سکو گی۔ میں کھانا پیرا کر کے لے آتی ہوں۔“

وہ جلی جلی لیکن کھانا پیرا کر کے لانے تک میں منٹ گزر گئے۔ اب پانچ منٹ میں پارس کے پاس جانا تھا۔ اسی وقت پھر عادل آیا۔ اسے دیکھتے ہی پریشان ہو کر بولی۔ ”پھر کیوں آئے ہو؟ اور اوپس جاؤ میں ابھی آ رہی ہوں۔“

وہ پاس والی کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ ”میں بہت پریشان ہوں۔ بڑی بڑی سوچ رہا ہوں کہ بھائی جان کو کن دشمنوں نے گھیرا ہو گا اور بھائی جان ان سے کس طرح نمٹ رہی ہوں گی۔“

”تمہارے سوچنے سے ان کی کمیجیں تو دور نہیں ہوں گی۔ تم ”میںجیں کیسے دور نہیں ہوں گی؟ میں بڑی عقل سے سوچتا ہوں۔ اب بھائی جان آئیں گی تو ان سے ان کا تار اور فون نمبر معلوم کرلوں گا پھر انہیں بتایا کروں گا کہ کس وقت کون دشمن ان سے کھاتے پر ہے اور ان سے کس طرح انہیں نمٹنا چاہئے۔“

”ٹھیک ہے، پتا اور فون نمبر معلوم کر لیں۔ ابھی جاؤ۔“

”کہاں جاؤں؟ میں کیسے بتاؤں کہ اس وقت تو، تار اور بھائی جان سے دشمنی کر رہے ہیں۔“

شی تار نے چوک کر دیکھا پھر پوچھا۔ ”تم بڑے عقلی۔“

وہ کہتے کہتے رک جی پھر سنیل کر بولی۔ ”تم شی تار کے متعلق کیا جانتے ہو؟“

”اے! اس کے بارے میں کیا جانتا ہے؟ وہ تو بلی تراز ہے۔ چلتے ہے۔“

وہ عقل کے بل چھ پڑی۔ ”موٹ آپ ذلیل! کیسے! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم نے مجھے گالیاں دینے کی جرات کیسے کی۔ میں تم جیسوں پر فحوک دوں تو وہ مر جاتے ہیں۔“

وہ اسے مارنے کے لیے آگے بڑھتا چاہتی تھی۔ دانی ماں آکر اس سے لپٹ گئی۔ وہاں بیٹھے ہوئے بے شمار لوگ انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہوش کا ختم ہونے کے ساتھ دوڑا چلا آیا تھا۔ دانی ماں اسے جھک جھک کر کہہ رہی تھی۔ ”بیٹی! شانت ہو جا۔ چپ کر تمنا شانی بن چلا یہاں سے باہر چل۔“

وہ اسے بھگائی ہوئی باہر لے جانے لگی۔ عادل حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ختم لے پوچھا۔ ”اے تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟“

”میں ان بی بی کی کالیٹی اپنی ہونے والی کا ڈرائیور ہوں۔ آپ ہونے والی کا مطلب کچھ نہیں ہے؟ بیویاں شادی کے بعد گالیاں دیتی ہیں۔ یہ شادی سے پہلے دے کر جا رہی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں ابھی اس سے نمٹ لوں گا۔“

وہ جانے لگا۔ دانی ماں اسے لے کر باہر آگئی تھی اور سمجھاتی جا رہی تھی۔ ”یہ زیادہ محنت کرنے اور دن رات مصروف رہنے کا نتیجہ ہے کہ تمہارا دماغ کرکڑ ہو رہا ہے۔ تم مجھے پر قابو پانا بھول گئی ہو۔ تمہیں یہ بھی ہوش نہیں رہا کہ ہلک جیس میں ہویاں جاسوس بھی ہو سکتے ہیں۔ تمہاری ذرا سی غلطی پر شبہ ہو سکتا ہے اور مزید معلومات کے لیے تمہارے پیچھے پڑ سکتے ہیں۔“

”تم مجھے ہی کتنی جا رہی ہو؟ اس ذلیل کیسے نے مجھے گالیاں۔“

وہ بات کاٹ کر بولی۔ ”تمہیں نہیں، شی تار! کو گالیاں دیں اور یہ تم بھول رہی ہو کہ ابھی شی تار انہیں ہو۔ شی تار کو ملنے والی گالیاں پر غصہ کرتے ہوئے تم نے وہاں ظاہر کر دیا کہ تم باہر شازا نہیں ہو۔ اس بات کو اس احسن ڈرائیور نے نہیں سمجھا ہو گا لیکن وہ سزا کوئی اس غلطی کو بھڑکاتا ہے۔“

وہ گاڑی کے پاس آکر اس سے ٹھک لگا کر بولی۔ ”وہ گاڑا! واقعی غصہ حرام ہو تا ہے۔ بھگوان کرے میری اس غلطی کو کسی نے سمجھا نہ ہو۔ دانی ماں! ایک مہلائی کو۔ دیکھو وہ ڈرائیور آ رہا ہے۔ میں اس سے بعد میں نمٹ لوں گی۔ ابھی تم اسے ہلا پھلا کر دور لے جاؤ۔ جب تک میں نہ سکوں اسے یہاں نہ آنے دو۔ پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔ میرا اس جگہ میں پہنچنا ضروری ہے۔“

دانی ماں عادل کی طرف تیزی سے گئی۔ شی تار کا کار کا دروازہ کھول کر جیسی سیٹ پر بیٹھ گئی پھر فوراً ہی خیال خونی کی پرواز کرتی

مرنے کے کہا۔ ”تمہی ایک نہیں دو نہیں اس جنگل میں آئیں۔ میں نے دونوں کو جسم میں پچھایا۔ پہلے جا کر اپنی ہلکت کا ماتم کر پھر مرنے کی آرزو کرنا۔“

انہیں حاصل کرنے کی خاطر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گا۔ میں لڑائی

لیکن 'صرف موت کا پاسپورٹ ملے گا۔ اب جاؤ۔'

بصارت کا یا کسی ایک غیر معمولی قوت کا قارمولا ہمیں مل جائے

جاؤ اور وہ جسے حاصل کرو۔

”اس کے لیے اپنا ایک ایسا آدمی اس جنگل میں بھیجتا ہو گا جو یوگا کا مہارہ اس کے دماغ میں کوئی دوسرا نہ جاسکے۔ میں اس کے اندر نہ کر اپنے جسے وہ کاغذات پڑھوں گی اور انہیں یہاں نوٹ کر لوں گی پھر ہمارا وہ آدمی ان دو کاغذات کو وہی جلا ڈالے گا۔“

”ٹھیک ہے، میں ایسے ایک شخص کو روانہ کرنے کے فوری انتظامات کرتا ہوں۔ پاس سے گزرتے ہوئے جس پہاڑ پر وہ بت تراشا گیا ہے اس کی چوٹی پر ہمارا پہلی کاہڑا اترے گا۔ یہ بھی پوچھو کہ ہمارے کتنے آدمی وہاں آسکتے ہیں۔“

اپنے نظارے کے پاس آکر پوچھا۔ ”پاس کہاں ہے؟“
”میں نہیں جانتی۔ وہ بھی نظر آتا ہے۔ بھی غائب ہو جاتا ہے۔“

”میں اپنے جسے کا فارمولا لینے آئی ہوں۔ اسے بلاؤ۔“
”اس نے ایک گھنٹے بعد تم سب کو آنے کے لیے کہا ہے۔ تم آدھا گھنٹہ پہلے آئی ہو۔ جاؤ اور وقت پر آؤ۔“

دوسری طرف دیکھ کر سول نے پراسکو فارمولوں کی تفصیل بتائی۔ پراسکو نے کہا۔ ”پاس وہ فارمولے تقسیم کر کے ہمیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔ کوئی بات نہیں! اپنے جسے کے دو کاغذات ضرور حاصل کرو تاکہ کوئی دوسرا ہمارے جسے کا کاغذ نہ اٹھائے۔“

مرینا ہماری معمول اور تابعدار رہی ہوئی تھی۔ اس ہستی میں عہد اللہ اور صفورا کے ساتھ ایک جھوٹی ہستی تھی۔ صفورا بھی پاس کی آواز سن کر جھوٹی ہستی سے باہر آجاتی تھی۔ اسے آتے جاتے دیکھتی رہتی تھی۔ اس کا بھی چاہتا تھا کہ اس کے قریب رہے۔ جب وہ ہستی کے اطراف درختوں اور جھاڑیوں میں ریکوٹ کشتوں سے چلاستے ہوئے والے ہم رکب ہا تھا وہ اس کے ساتھ جنگل میں گھوم گھوم کر کام کرنے لگی تھی۔

اس نے ایک جگہ ہم رکبے ہوئے کہا۔ ”تم جس انداز سے کام کرتے ہو اس طرح ایک دن دھوکے میں مارے جاؤ گے۔“

”تم نے کس بنا پر یہ سوچ لیا کہ دھوکے میں مارا جاؤں گا۔“
وہ بولی۔ ”وہاں گھاٹ میں جو ہستی تھی تم پچھلی رات ادھر

ایک جھوٹی ہستی میں جا کر سو گئے تھے۔ یہ معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی کہ آس پاس کی جھوٹی ہستی میں کوئی دشمن ہو سکتا تھا۔“

پچھلی رات یہی ہوا تھا۔ پاس جس جھوٹی ہستی کے اندر جا کر ایک چان پر سوتا تھا اس کے پیچھے وہ سری جھوٹی ہستی میں بلیک آدم سو رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ایک دوسرے کے پڑوسی بن کر نیند پوری کر رہے تھے۔

دوے پاس کے لیے زیادہ غصہ نہیں تھا۔ اس نے تمام کاروقس غائب کر کے بلیک آدم کو منتشر کر دیا تھا۔ پھر یہ کہ اس نے صرف دو گھنٹے کی نیند کے لیے دماغ کو ہدایت دی تھی۔ بلیک آدم سے پہلے ہی بیدار ہو گیا تھا۔ چنانچہ اسے اتر کر جھوٹی ہستی سے باہر نکالا تو

پیچھے والی جھوٹی ہستی کے قریب سے گزرتے ہوئے ٹھٹک گیا۔ وہاں قریب ہی کھانے کے خالی ڈبے پڑے ہوئے تھے۔ ان ڈبوں پر اسے ایسی ہی فوڈ اسٹریٹ کا نام درج تھا۔ وہ خالی ڈبے بتا رہے تھے کہ وہاں کوئی یہودی مسافر قیام پزیر ہے۔

اس نے جھوٹی ہستی کے اندر جھانک کر دیکھا۔ وہ بلیک آدم کو نام سے نہیں پچھتا تھا۔ چنانچہ اس کے پیچھے ایک بلیک لک رہا تھا۔ اس نے بلیک کو کھول کر دیکھا۔ کوئی خاص چیز نہیں تھی۔ اس نے ایک نوٹ بک میں ایک کاغذ چاڑھ کر اس پر لکھا۔ ”پچھلی رات میں نے تمام کاروقس خالی کیے اور تمہاری گاڑی لٹکری کر دی۔ ابھی تمہاری ٹانگیں توڑ کر تمہیں لٹکوا دیتا ہوں مگر خوش نصیب ہو کہ سورہ ہو۔ میں سونے والا ہوں، ہر حملہ نہیں کرتا۔“

اس نے خیر کے لیے ”ہی“ لکھ کر نوٹ بک کو بلیک کے اندر رکھا پھر اس پر جی کو بلیک کی زپ میں پھنسا کر وہاں سے چلا آیا۔ بعد میں جنگل کے راستوں سے گزرتے ہوئے اس نے یہ بات صفورا کو بتائی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ”کر دو دشمن تم سے پہلے بیدار ہو جاتا تو کیا ہو تا؟“

”مگر پچھلی رات میں جسے نولے سے نہ بچاتا تو کیا ہو تا؟“
”میں مر جاتی اور کیا ہو تا؟“

”تمہارے سوال کا جواب بھی یہی ہے اگر ہم یہ سوچیں کہ سڑک پار کرنے سے کوئی گاڑی چل کر چلی جائے گی تو ہم تمام عمر سڑک کے کنارے ہی کھڑے رہ جائیں گے۔“

”میں تمہارا شکر یہ کیسے ادا کروں؟“
”وہ تو پچھلی رات ادا کر چکی ہو۔“

”نولے اور گواگاس سے بچانے کا نہیں، مرینا کی تابعداری سے نجات دلانے کا شکر یہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔“

”وہ تو ادا کر رہی ہو۔ تمہاری آنکھوں میں میرے لیے چار ہے۔ تم میری ذات میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہی ہو۔ دشمن کی جائیں گے فرصت ہو جائے گی تو جنگل میں منگل منار کا شکر یہ ادا کرنا اور مجھے بھی شکر کا موم لگا دینا۔“

شی تارا کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اس کے جسے میں فارمولے کے دو کاغذات آ رہے ہیں، وہ انہیں ضرور حاصل کرے گی۔ وہ فوراً ہی اپنے کسی آواز کار کو وہ کاغذات لینے نہیں بھیج سکتی تھی۔ اس آواز کار کے لیے پہلی کاہڑا دیوہ کے انتظامات کرنے پڑتے۔ اس میں بڑا وقت ضائع ہوتا تھا اس لیے یہ بھی سوچا کہ ٹیلی فنی کے ذریعے یہ کام کرے گی۔ اس نے پاس کو طلب کیا۔ وہ بولا۔ ”میرے پاس کیوں آئی ہو؟ مقررہ وقت پر ظاہر کے پاس آؤ۔“

”مقررہ وقت سے پہلے اس لیے آئی ہوں کہ ہمارا ہتھیار اگلی اور بھی رشتہ ہے۔“

”جس کوئی کے مطابق اس رشتے کے لیے سات برس تک انتظار کرنا ہو گا۔“

”میں جس کوئی کو نہیں مانتی۔ تم گواہ ہو کہ کیسے اچانک رشتہ قائم ہوا پھر ہم چھڑ گئے۔ میں نے سوچا پھر کسی دن مجھے بدل کر آؤں گی مگر تم بڑے وہ ہو بدن کی منک سے بچان لو گے۔“

”میں نے وہ خوش بختی کے دونوں ہیرے سنبھال کر رکھے ہیں۔ ساگ رات میں پیش کر دوں گا۔“
”یہی باتیں نہ چھیڑو۔ اگھوئی آ رہی ہے۔ میرا ایک کام کرو گے؟“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

اس کے ساتھ ساتھ ہنس رہا تھا۔ اسے اتنے قریب دیکھ کر وہ سچ پڑی۔ ”تم۔۔۔ یہاں کیوں آئے ہو؟ کیوں پاگلوں کی طرح ہنس رہے ہو؟“

”کمال ہے، مجھے پاگل کہہ رہی ہو۔ خود سانسے تک رہی ہو اور خواہ خواہ ہستی جا رہی ہو۔ نہ سانسے کا ٹون ہے نہ کوئی لطیفہ سنا رہا ہے۔ یہاں آتے وقت بھی خاموش رہے رچے اچانک ہنسنے لگی تھیں۔ کیا تمہیں کوئی ٹیلی فنی کے ذریعے ہنساتا ہے۔“

”مفضل باتیں نہ کرو۔ دانی کہاں ہے؟“
”کون دانی ہاں؟“

”میں اپنی گورنس کو پوچھ رہی ہوں۔“
”اچھا۔ وہ تمہیں کچھ اور پتے خریدنے کے لیے احاطے سے باہر گئی ہیں۔“

”کیا تو اس سے وہ ایسی چیزیں کیوں خریدیں گی؟“
”بات اصل میں یہ ہے کہ میں بار بار تمہارے پاس آتا چاہتا تھا۔ وہ بار بار مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ ایک شرط پر بیٹھوں گا۔ میرے لیے تمہیں کچھ اور پتے لادو۔ میں کھا رہوں گا۔ جب تک وہ ختم نہیں ہوں گے، میں اس جگہ سے

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“
”جی ہاں۔“

الف لیلی ڈائجسٹ کے

ایک سب سے زیادہ شہرت یافتہ شخصیت صوبہ بنالہ کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

یہ ناول عظیم شخصیت صوبہ بنالہ کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

یہ ناول عظیم شخصیت صوبہ بنالہ کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

یہ ناول عظیم شخصیت صوبہ بنالہ کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

یہ ناول عظیم شخصیت صوبہ بنالہ کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

یہ ناول عظیم شخصیت صوبہ بنالہ کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

یہ ناول عظیم شخصیت صوبہ بنالہ کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

نہیں انھوں گا۔ میں بھائی جان کی داستانیں پڑھ کر بہت حلاک ہو گیا ہوں۔ وہ آدھ گئیں میں بھاگ کر لوہر آگیا۔

وہ اس کی باتیں سن رہی تھی اور بڑی مشکل سے غصہ برداشت کر رہی تھی پھر اس نے دانی ماں کے پاس پہنچ کر کہا۔ ”وہ بے وقوف کا بچہ جس بے وقوف بنا کر میرے پاس آگیا ہے۔ وہ فضول چیزیں نہ خریدو فوراً آؤ۔ میں گھر پہنچ کر اس کہے کو اوصالی کزوری میں جھلا کھوں گی تاکہ یہ سانس نہ روک سکے اور میرا تابعدار بن کر رہے۔ مجھے اندیشہ ہے اگر میں نے اسے قابو نہ رکھا تو یہ احمق ہونے کے باوجود ہماری اصلیت معلوم کر لے گا۔“

پھر وہ عادل کے اندر آکر بولی۔ ”میرے پاس رہو۔“

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”آئیں، بھائی جان آئیں۔ السلام علیکم بھائی جان! آپ نے واپس آنے میں کتنوں لگا دئے گھر میں شکایت نہیں کھوں گا۔ کیوں کہ آپ دشمنوں سے مقابلہ کر رہی تھیں۔ کیا آپ نے انہیں فتح کیا ہے؟“

”ہاں سب کو فتح کیا ہے۔ ایک بھاگ کر کہیں چھپ گیا ہے۔ میں اسے تلاش کرنے جا رہی ہوں پھر تمہارا خیال آیا۔ یہ کہنے آئی ہوں کہ اب تم چپ چاپ گاڑی ڈرائیو کرو۔ میں بانو شہزاد کے دماغ میں نہ کر اسے تمہاری طرف مائل کروں گی پھر وہ گھر پہنچ کر تم سے محبت کرنے لگے گی۔“

”میں چاہتا ہوں یہ میری ہو جائے مگر ایک بات کلک رہی ہے۔“

”کون سی بات۔“

”یہ بانو شہزاد نہیں لگ رہی ہے۔ یہ کوئی دشمن عورت ہے۔“

”تم کیسے کہتے ہو کہ یہ شہزاد نہیں ہے۔“

”شہزاد منظور تھی مگر ہاں نہیں تھی۔ یہ ایک بلی کی طرح تمہاری میں سوچتی رہتی ہے اور ہنسی رہتی ہے پھر میں نے شی تارا کو برا کہا تو یہ مجھے میں آپ سے باہر ہو گئی۔ اس نے مجھے گالیاں دیں اور ایسی باتیں کر دی تھیں جیسے خودی شی تارا ہو۔“

”تم محض شہ کر رہے ہو۔ ویسے میں ابھی اس کے چور خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کر لوں گی۔ تم گاڑی چلاؤ۔“

دانی ماں کھینچی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ عادل نے اسٹرینج سیٹ پر آکر گاڑی اشارت کی پھر ڈرائیو کرنا ہوا ہوگی کے احاطے سے باہر آگیا۔ شی تارے نے سوچ کے ڈریسے دانی ماں سے کہا۔ ”میں ڈرائیو سے پیچھا چھڑانا ہو گا یا اسے تابعدار کرنا ہو گا۔ تم کیا کہتی ہو؟“

”جی! اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکی۔ یہ تمہارا دیوانہ ہے۔ ملازمت سے نکال دی تو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارا پیچھا کرنا رہے گا۔ یہ مکمل ہے۔ بیشہ تم سے پناہ رہے گا۔ تو میری عمل سے اس کی کھوپڑی تمہارے تویہ پناہ جانور کی طرح تمہارے اشاروں پر

چل رہے گا۔“

”میں بھی یہی سوچ رہی ہوں، اس کی کھوپڑی نہ گھمائی تو یہ بھائی جان کو پکارنا، ٹیلی بیسی کی گردان کرتا ہوا میرا پیچھا کر رہے گا۔ ابھی یہ شبہ ظاہر کر رہا تھا کہ میں بانو شہزاد نہیں ہوں۔ یہ بات وہ کسی اور سے بھی کہہ سکتا ہے۔“

”پھر تو فوراً لگاؤ۔“

”میں گھر پہنچ کر اس کے ہاتھ محبت سے پیش آؤں گی۔ تم اس کے لیے ایک کپ چائے تیار کرو گی اور اس میں اعصاب شکن دوا ملا کر لاؤ گی۔ میں اسے بڑی محبت سے چائے پلاؤں گی۔“

”میں یہی کروں گی۔ ویسے ان فارمولوں کا کیا پتا؟“

”میں گھر پہنچ کر پاس سے رابطہ کروں گی۔ وہ مجھے فارمولوں کا کچھ حصہ ڈیکٹ کرائے گا۔ وہ فارمولے لکھنے کے لیے توجہ اور سکون کی ضرورت ہے۔ اور یہ اسی وقت میرا ہو گا جب یہ کم بخت چائے پی لے گا۔“

وہ دونوں عادل کے ساتھ اس شاندار کوٹھی میں پہنچ گئیں۔ شی تارے نے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ ”عادل! میرے ساتھ آؤ۔ ایک خوشخبری سناؤں گی۔“

پھر وہ دانی ماں سے بولی۔ ”عادل کے لیے ایک کپ چائے لے آؤ۔“

وہ بولا۔ ”میں چائے نہیں پیوں گا۔“

”تین بھائی جان نے میرے دماغ میں آکر دم دیا ہے کہ میں تمہیں محبت سے چائے پلاؤں۔“

”کیا بھائی جان نے تم سے یہ کہا ہے؟ وہ میں انہیں یہ نہیں بتا سکا کہ چائے نہیں پیتا ہوں؟“

”کوئی بات نہیں، دانی ماں! ایک اور بیسکواٹ لے آؤ۔“

وہ بولا۔ ”ہیک نہیں۔“ میں اکیلا پتہ اچھا نہیں لگوں گا۔“

دانی ماں چلی گئی۔ وہ دونوں ایک بیڈ روم میں آئے شی تارا نے کہا۔ ”ابھی میں تم سے محبت کروں گی پہلے ہم ٹھنڈی لیٹیں۔ تب تک میں خاموش رہ کر بھائی جان سے باتیں کھلی رہوں گی۔ تم بھی خاموش رہنا۔“

وہ خیال خرافی کے ذریعے دانی ماں کے پاس آئی۔ اس نے اور بیسکواٹ کے دو گلاس تیار کئے۔ ایک گلاس میں دوا حل کر دی تھی۔ اس نے کہا۔ ”جو گلاس عادل کو دے گا وہ تم میرے ہاتھ میں دو گی۔“

”میں تمہارا پناہ والا مشروب تمہارے ہاتھ میں دوں گا۔“

”ہاں! یہ اچھی طرح یاد رکھنا۔ بھولنا نہیں۔“

یہ کہہ کر وہ پاس کے پاس آئی پھر بولی۔ ”میں ابھی کاغذ تم لے کر بیٹھوں گی۔ کیا وہ فارمولے نوٹ کراؤ گے؟“

”ضرور کراؤں گا۔ لکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

”ہاں! صرف دو کاغذات کے فارمولے نوٹ کراؤ گے؟“

”میں سب ہی کو دو کاغذات دے رہا ہوں۔“

”میں سب نہیں ہوں، خاص ہوں۔ تمہاری اپنی ہوں۔ کیا میں نے اپنا سب کچھ تمہارے حوالے نہیں کیا ہے؟ کیا تم محبت کے دوا میں محبت سے مکمل فارمولے نوٹ نہیں کراؤ گے؟“

”میری جان! تمہارے لیے تو جان بچھ کر حاضر ہوا ہوں مگر ابھی مکمل فارمولوں کی بات نہ کرو۔“

اسی وقت دانی ماں مشروب لے کر آئی۔ وہ بولی۔ ”پاس! بذرا یک منٹ میں ابھی آ رہی ہوں۔“

دانی ماں نے ٹرے سے ایک گلاس اٹھا کر شی تارا کو دیا۔ پھر گلاس عادل کو پیش کیا۔ وہ خیال خرافی کے ذریعے دانی ماں سے بولی۔ ”تمہاری کوئی کھانسی اپنا گلاس نہیں پینا چاہئے۔“

”ہاں! تمہارے ہاتھ میں جو گلاس ہے۔ وہ عادل کے لیے ہے۔“

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ شی تارے نے مسکرا کر عادل سے کہا۔ ”میں اپنی جان سے تمہارے بارے میں باتیں کر رہی ہوں۔ وہ کہہ رہی ہے کہ میں اپنا یہ گلاس تمہیں پیش کروں اور تم اپنا گلاس مجھے پیش دے۔ اس طرح محبت پڑی گی۔“

دونوں نے بیٹی محبت سے گلاس کا تبادلہ کیا۔ عادل بڑے باپنی انداز میں اس کے حسین چہرے اور گردن کی کھوپڑیوں جیسے لکڑی کے ہاتھوں سے شی تارے نے اپنے سر پر بھرے لیوں کو گلاس سے اراک ایک کھونٹ پھر عادل سے کہا۔ ”تم بھی پیو۔“

عادل نے اپنے گلاس کو ہونٹوں سے لگا دیا۔ شی تارے نے مطمئن ہو کر اپنا گلاس میز پر رکھا پھر پاس کے پاس پہنچ کر بولی۔ ”میں ایک مکان کے ساتھ مصروف تھی۔ اسے مشروب پیش کرنے کے بعد باہر لیٹا ہوا۔ تم بھی مجھے مطمئن کرو۔ کوئی بحث نہ کرو اور وہ مکمل فارمولے نوٹ کراؤ۔“

اور اس صحن نے اپنے گلاس سے صرف ایک چمکی لی لیٹ نیٹ شی تارا کے گلاس پر دی۔ کیوں کہ حینہ نے گلاس کے نچلے حصے کو ہونٹ لگا کر ایک کھونٹ پناہ تھا وہاں سے لپٹا اس کے نشان اس کے جذبات کو پکار رہا تھا۔ وہ اس کے سر پر بھرے لیوں کو ابھی چھو نہیں سکتا تھا کہ ان لیوں کی سرخی چڑا سکتا تھا۔

پھر اس نے چڑا لیا۔ شی تارا پاس سے باتیں کرنے کے دوران غلامی تک رہی تھی اس نے بیٹی آہٹ سے کوئی آواز دیا کہ بغیر اس کا گلاس اٹھایا اور وہاں اپنا گلاس رکھ دیا پھر سیدھا اپنے گلاس کے اس سرے کو منہ لگا دیا جہاں لیوں کی سرخی تھی۔ اس نے مشروب بھی پیا اس کے سر پر بھرے لیوں کا چٹکارہ بھی لیا پھر

کہا۔ ”پیاری شہزاد! مشروب چٹی جاؤ۔ ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ میں ٹھنڈا نہیں کر م ہو جائے گا۔“

وہ خیال خرافی سے چمک کر اسے گھورتے ہوئے بولی۔ ”میں نے تم سے خاموش رہنے کو کہا تھا۔“

”تم چٹی رہو۔ میں خاموش رہوں گا۔“

اس نے ناگوار سے گلاس اٹھا کر تین چار گھونٹ پئے پھر اسے میز پر رکھ کر پاس سے بولی۔ ”ایک بین پلا یا سمان ڈسٹرپر رکھا ہے اور تم بھی پریشان کر رہے ہو۔ پلیز! میری بات مان لو۔“

عادل نے دیکھا۔ اب اس گلاس پر لیوں کی سرخی مسکرا رہی تھی، جسے ابھی شی تارے نے منہ لگا لیا تھا۔

محبت کا مارا اب اس گلاس کی سرخی کو چومنا چاہتا تھا جب کہ اس گلاس کا مشروب حریراں تھا اور اس بات سے وہ دونوں پیٹنے والے بے خبر تھے۔ شی تارا مکمل فارمولوں کے لیے پاس کی خوشامد کر رہی تھی۔ پاس جو اب کچھ کھنے والا تھا۔ اسی لمحہ میں شی تارا کی چمچی جس نے چمکایا۔ پھر گلاس بدلنے کی آواز آئی۔ وہ فوراً ہی دانی طور پر حاضر ہو گئے۔ بولی۔ ”یہ کیا حرکت ہے؟“

وہ جھپٹ گیا۔ بات بتاتے ہوئے بولا۔ ”وہ۔ وہ میں محبت سے تمہارا بھوتا چاہتا ہوں۔“

شی تارے اس کے ہاتھ کے گلاس کو اپنا سمجھ کر لیا اور اپنے پاس رکھا ہوا گلاس اسے دے کر کہا۔ ”میلو میرے ساتھ ساتھ بیٹو۔ تاکہ کوئی شرارت نہ کر سکے۔“

دونوں نے اپنے اپنے گلاس ہونٹوں سے لگائے پھر مٹا دیا۔ شی تارے نے گلاس خالی کر کے اسے میز پر پھینک کر کہا۔ ”گھر کے لیے چائے اتم نے چند کھنٹوں میں میرا منہ لگا کر رکھ دیا ہے۔ اب تمہاری کھوپڑی کے بارے میں کچھ ابھی تم پکار کر میرے قدموں۔ میرے قدم۔“

وہ ایک دم سے پیٹنے پیٹنے پکارا۔ ”اس نے ایک ہاتھ سے سر قلم لیا۔ دوسرے ہاتھ سے اپنے پیٹے کو سلائی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی پھر زور کی چیخ ماری۔ ”دانی ماں! ماں۔“

پھر ایک بار سر پکرایا۔ وہ لڑکھائی پھر بیٹھے بیٹھے فرش پر گر پڑی۔

زہین سے بولنے کی سکت نہیں رہی تھی مگر وہاں ہوا زہین گھبرا کر کہہ رہا تھا۔ ”میں! پاس نہیں! میرے اندر نہ آنا۔ میں کزور نہیں ہوں۔ تم آؤ کہ تو سانس روک لوں گی۔“

اس کا ذہن سوچنے بجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس خیال خرافی کے ذریعے آہل ہے۔

کاش! ایسے وقت مجھے یا میرے کسی خیال خرافی کرنے والے عزیز کو معلوم ہو تاکہ ایک احمق نے ہمارے لیے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

”عادان کی دوستی کا بجالا۔“

یہ بزرگ کئے آئے ہیں۔ آتش دوست بن کر رہے بلا لازم بن کر اپنی کسی نہ کسی حفات سے ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ شی آرا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک عادیان کی صحبت سے اسے بھی دماغی نقصان پہنچے گا۔

شی آرا کے پاس کیا تھا؟ محض دماغی قوت جو ٹیلی بیٹھی سے حاصل ہوئی تھی۔ یوگا کی مہارت اس کے لیے ڈھال بن گئی تھی۔ کوئی اس کے دماغ کے اندر ٹھس نہیں سکتا تھا۔ اُس نے خود کو اور زیادہ محفوظ رکھنے کے لیے گمائی یا مدوشی اختیار کی تھی۔

کوئی اُس کی اصل آواز نہیں سن سکتا تھا کیونکہ اس کا اصل چہرہ نہیں دیکھا جاتا تھا اور نہ ہی کوئی اُس کے خفیہ ٹھکانوں تک پہنچ سکتا تھا۔ اس مدوشی نے اسے ناقابلِ تخریب بنا دیا تھا۔

لیکن مدوشی کی ایک حد ہوتی ہے۔ وہ چھپنے کے لیے زمین کے اندر نہیں جاسکتی تھی۔ نہ خانے میں یا عالی شان محل کی آرام دہ چار دیواری میں بھی مسلسل رہنے سے دم ٹھکتا ہے۔ دنیا جہان کی دولت اور ٹیلی بیٹھی کی قوت رکھ کر وہ مسلسل ترقی کی زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔ اس لیے وہ ملک اور شہر بدلتی رہتی تھی۔ اپنی آواز اور طبع بدلتی تھی۔ نئی جگہ نئی لوگوں سے بخوبی نمٹ لیتی تھی لیکن بدھ متی اسی کو کہتے ہیں کہ ایک احمق سے نمٹ نہ سکی۔

دانی ماں اس کی چیخ سن کر دوڑتی ہوئی آتی تو اسے فرش پر گرے ہوئے دیکھا۔ اس کے پاس فرش پر آکر دوڑنا ہو گئی۔ اُس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے آواز دی۔ ”بہی آرا! انھو کیا ہو گیا ہے۔ تم نے کون سا شربت پیا ہے؟“

عادان نے کہا۔ ”ٹھوکی سا مٹی شربت پیا ہے۔ کسی میں زہر نہیں تھا۔ شربت تو میں نے بھی پیا ہے۔“

”تم چپ رہو۔ تم نے کوئی تیرا بھیری کی ہے۔ یلو۔ جواب دو۔“

”مجھ پاگل بڑھایا ہے۔ چپ رہنے کو بھی کہتی ہے بولنے کو بھی کہتی ہے۔“

”جو اس مت کرو۔ میری آرا کو اٹھاؤ۔ بستر ڈالو۔“

”تم نے کیا آرا آرا کی رٹ لگ رکھی ہے؟ اس کا نام بانو شہناز ہے۔“

دانی ماں کو غلطی کا احساس ہوا وہ ایسے جذباتی چہرین تھی کہ ہوش و حواس میں نہ رہ سکی۔ بے خودی اور بے اختیار میں ہی بیچ زبان پر آگیا تھا۔ وہ احمق اسے فرش سے اٹھا کر بستر ڈال رہا تھا۔ اتنی دیر میں دانی ماں کو سنبھلنے اور بات بنانے کا موقع مل گیا۔ وہ بولی۔ ”میں لاڈ پیار سے کبھی کبھی اسے آرا کہتی ہوں۔ فوراً کسی ڈاکٹر کو بلا کر لاؤ۔ دو ڈرگاز میں جاؤ۔“

وہ بیڑا تے ہوئے جانے لگا۔ ”ادھر دو ڈرگاز میں جاؤ۔ جب گاڑی ہے تو دوڑنے کی کیا ضرورت ہے اور جب دو ڈرگاز جانا ہو

تو گاڑی کی کیا ضرورت ہوگی۔“

وہ دوڑنے پر رک گیا پھر بولا۔ ”ڈاکٹر پوچھے گا کہ تار کی ہے تو کیا کھوں گا؟“

”نہم دینا مریض بے حد کمزور ہے۔ دماغی کمزوری کے باعث وہ چلا کر آ رہا ہے۔ دماغی کمزوری کے باعث وہ چلا کر آ رہا ہے۔“

پکرا آئے اور ایسا ہو تو وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔ دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔ دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

وہ دونوں گھاسوں کو اٹھا کر تیزی سے چلتی ہوئی کچن کی طرف ادھر عادل ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں آیا۔ ڈاکٹر بستر کے آکر شی آرا کا معائنہ کرنے لگا پھر اس نے کہا۔ ”یہ تو ابھی ہی صحت مند ہے۔ اچانک ہی دماغ کیسے پکراے گا کوئی دجہ تو ہو

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

دانی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں، یہ بظاہر وہ چلا گیا۔ دانی ماں کی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کرتا ہے۔“

وہ بیٹے ہوئے بولا۔ ”شہناز کو پتا ہی نہ چلا۔ وہ بھائی جان سے باتوں میں مصروف تھی۔“

ڈاکٹر نے پوچھا۔ ”کون بھائی جان؟“

دانی ماں نے پریشان ہو کر اس بات کو ماننے کے لیے کہا۔ ”کون بھائی جان نہیں ہے ڈاکٹر صاحب! یہ آدھا باکل ہے۔“

”باکل ہو کی تم شربت یہاں دے کر چلی گئی تھی۔ بھائی جان کیسے نظر آتے؟ وہ تو دماغ کے اندر بند رہی تھیں۔“

ڈاکٹر نے پوچھا۔ ”دماغ کے اندر کیسے بولا جاتا ہے؟“

”آپ نہیں جانتے آپ تو صرف ایک ڈاکٹر ہیں۔ یہ ٹیلی بیٹھی کا معاملہ ہے میرے فریاد بھائی جان کی دوسری شریک حیات بھی ٹیلی بیٹھی جاتی ہیں۔ یوں سمجھیں ان کا پورا خاندان ٹیلی بیٹھی جاتا ہے۔“

”تم نے کیا بکواس شروع کر دی ہے۔ میں یہاں علاج کسے آیا ہوں مگر یوں لگتا ہے پگل خانے چلا آیا ہوں۔“

دانی ماں نے کہا۔ ”ڈاکٹر صاحب! آپ اسے نظر انداز کریں۔ میری بیٹی کو کسی طرح ہوش میں لائیں اس کی توانائی بحال کرنے کے لیے بچہ کریں۔“

وہ لکھ کر دیتے ہوئے بولا۔ ”یہ دوامیں خرید کر اسے کھلاؤ، میں ایک انجکشن لگا رہا ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی یہ ہوش میں آ جائیں گی۔“

اس نے شی آرا کے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ دانی ماں نے فیس ادا کرتے ہوئے کہا۔ ”عادان! ڈاکٹر صاحب کو چھوڑ آؤ۔“

وہ ڈاکٹر کا بیک اٹھا کر باہر آیا۔ اس کے لیے بجلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ڈاکٹر بیک لے کر بیٹھ گیا۔ عادان نے اسٹینڈنگ سیٹ سنبھالی پھر کاڈرائیو کر ہوا کو مٹی کے احاطے سے باہر آیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ ”تم اچھے غامس نوجوان ہو۔ احمق بھی نہیں لگتے پھر احمقانہ باتیں کیوں کرتے ہو؟“

”اکٹر لوگ مجھ سے کیسی پوچھتے ہیں۔ میں کیا کہوں، اکثر باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ اب یہی دیکھیں کہ ہم دونوں نے ایک ہی جیسا شربت پیا تھا لیکن مجھے کچھ نہیں ہوا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔“

”کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ گورنس نے مس شہناز کے شربت میں کچھ ملایا ہو گا؟“

”میں نے کچھ ملاتے ہوئے دیکھا نہیں ہے۔ وہ بوڑھی بہت وفادار ہے۔ شہناز نے دو دو پتلے اسے کسی دوسرے ملک سے بلایا تھا۔ اسے بوڑھی پر بھروسہ ہے۔ تب ہی اتنی دور سے بلایا تھا۔ میرا دل نہیں اٹتا کہ وہ شہناز کا برا چاہے گی۔“

”کیا وہ تمہارا برا چاہتی ہو گی؟“

”ہو سکتا ہے۔ وہ مجھ سے بہت ملتی ہے۔ لڑتی رہتی ہے۔“

”تم ایک ڈرائیو رہو۔ مس شہناز تمہاری ماکن ہے۔“

”کیا مس شہناز نے اعتراض نہیں کیا؟“

تھمارے مشفقہ اعزاز سے ناراض نہیں ہوتی ہے۔
”آپ ناراض ہونے کی بات کر رہے ہیں، ہماری خوشامدی
ہونے والی ہے۔“

وہ حیرانی سے بولا۔ ”۳۱ مئی دولت مند اور حسین لڑکی ڈرائیور
سے شادی کرے گی؟“
”کیا میں پنڈت نہیں ہوں۔ ڈرائیور ہوں مگر ایم اے پاس
ہوں۔“

وہ بچھلی میٹ سے آگے کی طرف جھٹکتے ہوئے اسے غور سے
دیکھتے ہوئے بولا۔ ”تم نے اتنی تعلیم حاصل کی ہے تم احمق نہیں ہو
سکتے اور اگر احمق ہو تو پھر ایم اے پاس نہیں ہو۔“

”ڈاکٹر صاحب! علم حاصل کرنے کے لیے حافظہ قوی ہونا
چاہیے۔ میں جو سبق یاد کر لیتا ہوں اسے کبھی نہیں بھولتا مگر کیا
کھوں؟ جو بچ ہوتا ہے اسے سچ کھوں تو احمق سمجھا جاتا ہے۔ آپ
تجربہ نہیں کر رہے ہیں کہ مس شہناز پر پلے بھی آیا وہ نہیں
پڑا۔ آپ تجربہ نہیں کر رہے ہیں کہ ایک جیسا شہرت لپی کر میں
آرام سے ہوں اور وہ مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے اور آپ اس سچ کو
بھی جھوٹ سمجھیں گے کہ جب میں نے گھاس تبدیل کیا تو بھائی
جان اس کے دماغ میں آکر بولی رہی تھیں۔ وہ میرے بھی دماغ میں
آتی ہیں۔“

”دیکھو عادل! تم ایک اچھے خوشنود نوجوان ہو۔ کوئی کسی کے
دماغ میں آکر نہیں بول سکتا۔ یہ کیسا ہے۔“

وہ ایک جھٹکتے سے کار روکتے ہوئے بولا۔ ”تم میرے فساد بھائی
جان کو کیسا کہہ رہے ہو۔ گاڑی سے اتر جاؤ۔“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”دیکھو ایسی ہی حرکتوں سے احمق
کھلاتے ہو۔ میں نے تمہارے بھائی جان کو نہیں ٹیلی فون کیا
کیوں کہ تمہیں برا لگتا ہے تو یہ بھی نہیں کہوں گا۔ پلیز کار
چلاؤ۔ اتنی رات کو اس سڑک پر مجھے کوئی گاڑی نہیں ملے گی۔“

”ارے“ تمہیں ڈاکٹر کس نے بتایا ہے۔ تم اتنا بھی نہیں
جانتے کہ میرے فساد بھائی جان ٹیلی فون کیا کے شہناز ہیں۔“
”مجھے افسوس ہے، میڈیکل کالج میں ہیں۔ یہ نہیں پڑھایا گیا۔
تم نے اتنی اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد خوشی ہو رہی ہے۔
اسی خوشی میں گاڑی چلاؤ اور مجھے گھر پہنچاؤ۔“

اس نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھائی۔ پھر ڈاکٹر کو اس
کی کوٹھی کے سامنے پہنچا دیا۔ ڈاکٹر نے کار سے اترتے ہی کہا۔
”پاکل کے بچے! تم اور تمہارے ٹیلی فون کیا جانے والے سب کے
سب پاگل ہیں۔ خوابا رات آئندہ مریض مر بھی جائے تو میرے
دوا دے پر نہ آتا۔“

”پاکل کے بچے ہو تم ابھی مر جانے کے بعد کوئی ڈاکٹر کے پاس
آتا ہے؟ ٹھیک ہے پھر آئے تو بھائی جان کو، اگر تمہاری کھوپڑی
میں زلزلہ پیدا نہ کر لیا تو مجھے عادل چٹیکڑی نہیں آتا کہہ لیتا۔“

وہ کار ڈرائیور کہنے لگا۔ اس کے ذہن میں طبعی طرح کے
خیالات گزرتے ہوئے تھے اس نے ڈاکٹر سے درست کہا تھا کہ
اس کا حافظہ بہت قوی ہے۔ اس لیے بہت فائدہ مار کر حاصل کر
کے ایم اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ اسے آج شام کے ہونے والی
بہت سی غیر معمولی باتیں بھی یاد تھیں، جنہیں وہ شعوری طور سے
بھولا ہوا تھا لیکن اس کے شعور میں وہ سب کچھ موجود تھا۔

اسے اب تھمائی میں دیران سڑک سے گزرتے ہوئے یاد آیا
تھا کہ اس نے ہوش میں کتنی شادیوں کا کیا دیکھا تھا لیکن شہناز کو
غصہ آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کیا تھا۔ ”تم نے مجھے گالیاں دینے کی
جرات کیسے کی؟“

وہ چونکہ بھائی جان کا شدت سے انتظار کر رہا تھا اس لیے اپنی
اہم بات بھول گیا تھا پھر وہ گھر میں بے ہوش ہو گئی تھی تو ڈاکٹر
گورکھ اسے ”نارا نارا“ کہہ کر آواز دے رہی تھی۔ ہوش
آور گھر کی باتیں اس کے دماغ میں گزرتے ہو رہی تھیں۔

اسے ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ باوجود شہناز نہیں ہے۔ بلکہ کتنی نارا
ہے لیکن وہ بچھلے دوا سے بازو شہناز کو دیکھتا، اس کی خدمت کرتا
اور اس سے عشق کرتا، آہا تھا اس لیے اسے دل سے شہنازی کہتا
تھا۔

سوچتے سوچتے سر میں درد ہو رہا تھا۔ اس نے لاری اڑنے کے
ایک چائے خانے کے سامنے گاڑی روک دی۔ اپنی سیٹ پر سے
آواز دی۔ ”چھوٹے! ایک ڈبل دھول پٹی لے آ۔“

اس نے دھیمی آواز میں کیٹ ریکارڈ کو آن کیا۔ نیم
کلاسکل موسیقی ابھرنے لگی۔ شہناز انگلیس پاپ میوزک کے
کینٹین سنٹی تھی لیکن بچھلے دن سے کینٹین بدل گئے تھے شہناز
ہندوستانی موسیقی سننے لگی تھی۔ اُس نے اس تبدیلی پر غور نہیں کیا
تھا۔

اب غور کرنے سے یاد آیا کہ اس کی عادتیں بھی کچھ بدل گئی
ہیں۔ شہناز خالوں کی دنیا میں نہیں رہتی تھی جب کہ یہ شہناز ظا
میں سچی رہتی تھی جیسے گری سوچ میں ہو یا خیال خوانی میں مصروف
ہو پھر وہ سوچتے سوچتے آپ ہی آپ ہنسنے لگتی تھی جیسے کوئی اُس سے
ہنسنے لگا ہو۔

چائے آگئی۔ وہ پینے لگا۔ اچانک ہی کئی مسلح سپاہی چائے
خانے کے اطراف سے آئے پھر انہوں نے وہاں بیٹھے ہوئے
مسافروں میں سے دو افراد کو گھیر لیا۔ ایک نے شلوار قمیض کے اندر
رع اور چھپایا ہوا تھا۔ رع اور نکالنے کے لیے اُس نے لباس کے
اندروں ہاتھ ڈالا لیکن انہوں نے ہوائی فائر کے کہا۔ ”خبردار! ہاتھ
اوپر رکھو ورنہ دوسری گولی تمہیں لگے گی۔“

عادل کار سے باہر آ گیا۔ انہوں نے اس شخص کے لباس سے
رع اور ہاتھ برآمد کر کے ہوئے کہہ دیا تھا۔ ”مسٹر بھائی جاسوسی باپ
داڑھی لگا کر جناح کیپ پہن لینے سے تم مسلمان یا پاکستانی نہیں بن

جائے گے۔“
وہ اس کی جناح کیپ اور نقلی داڑھی کو نہیں اتار رہا تھا۔
عادل نے حیرانی سے دیکھا۔ اس داڑھی کو بچوں والے کی صورت
پاکل بدل گئی تھی۔ چند لمحے پہلے وہ ایک پاکستانی مسلمان تھا اب
بھارتی جاسوس بن گیا تھا۔

عادل کے دماغ میں آندھیاں سی پڑنے لگیں۔ ایک دم سے شی
نارا یاد آنے لگی تھی۔ انہوں نے کہا تھا۔ ”تم یہاں دین محمد کھلاتے
ہو جبکہ تمہارا اصل نام وجے شکر ہے۔ ہم نے ہوش کے کمرے
سے تمہارے خلاف بہت سے ثبوت حاصل کیے ہیں۔“

عادل کے اندر ایک شور مچا تھا۔ دین محمد وجے شکر؟ بانو
شہناز یا شی نارا؟ ہندو یا مسلمان؟ بھارتی یا پاکستانی؟ وہ کون ہے؟ وہ؟
اسے جس کی ملازمت کر رہا ہے اور جس سے عشق کر رہا ہے، کیا
وہ شہناز ہے؟ اگر شہناز ہے تو شی نارا کو بڑے والی گالیاں سے پرہم
کیوں ہوتی ہے؟ وہ پوڑھی اسے نارا کیوں کہتی ہے۔

وہ بہت دیر تک اسٹیرنگ میٹ پر بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے
کار اشارت کی۔ اُس وقت رات کا ایک بجنا تھا۔ وہ لیے راستوں
سے کار چلا آتا اور سوچتا ہوا کوٹھی کے احاطے میں پہنچا تو دین وجے
قمی۔ شی نارا گیا وہ بچے ہوش میں آتی تھی۔ بہت کمزوری محسوس کر
رہی تھی۔ دانی ماں نے اسے دودھ میں اودھنیں ملا کر دیا۔ وہ پینے
کے بعد پھر سو گئی۔ اس کے بعد دانی ماں بھی سوئے کے گئے
دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

وہ کمزوری کے باعث سو گئی تھی لیکن ذہن پر ایک خوف سا
طاری تھا کہ وہ نہ پک کی گئی ہے۔ عادل کے پیچھے کوئی دشمن ہے۔
اُس نے اسے اعلیٰ کمزوری میں مبتلا کیا ہے۔ اب وہ دشمن کے
پنچلے سے نکل نہیں پائے گی۔ ابھی اس پر غور ہی عمل ہونے والا ہے
پھر وہ پیش کے لیے دشمن کی تابعدار اور کینٹین بن جائے گی۔

چونکہ اس نے دشمن کی صورت نہیں دیکھی تھی صرف دوا
پلانے والے عادل کو دیکھا تھا اس لیے وہی خواب میں نظر آ رہا تھا۔
اس کے قریب آکر کہہ رہا تھا۔ ”اسی طرح جاؤں شہناز چت لٹی
رو۔ میں عادل نہیں، پارس ہوں۔ تمہیں اپنا تابعدار بنانے آیا
ہوں۔ اپنا دن ڈھلا چھوڑ دو اور ڈرائیو میں آ جاؤ۔“

وہ اٹھا کہنے لگی۔ ”میں پارس! مجھ پر عمل نہ کرو۔ مجھے
راشتہ بنا لو مگر اپنی معمول نہ بناؤ۔ میں ساری عمر غلامی برداشت
نہیں کروں گی۔ مگر جاؤں گی۔“
”مجھے افسوس ہے یاد کرو“ ان شخص تین تاریخوں میں سے
ایک تاریخ آج ہے۔ جو قتل و دہشت جو کہا“ وہ پورا ہو رہا ہے اپنے
غدر کے سامنے سر جھکا کر۔

”نہیں۔ نہیں۔ چھو پارس! میں ایک بہت بڑی آفر دیتی
ہوں۔ میں ہندو دھرم چھوڑ دوں گی۔ مجھے مسلمان بنا لو مگر اپنی
معمول نہ بناؤ۔“

عادل اس کے ہنسنے کے قریب آکر کھڑا ہوا اور نیند میں اس
کی پیرا ہٹ سن رہا تھا۔ اس نے شی نارا پر جھک کر پوچھا۔ ”تم
ہندو ہو۔ اس کا مطلب یہ کہ واقعی شی نارا ہو؟“

اُس کے اس سوال پر شی نارا کے خواب میں مدخلت ہوئی۔
اس کی نیند کچی ہوئی لیکن خوف کے باعث پارس اور عادل کی
صورتیں گزرتے ہو گئی تھیں۔ اس نے نیم خوانی کی حالت میں
آنکھیں کھولیں تو عادل کا چہرہ اپنے اوپر جھکا ہوا نظر آیا۔ اس نے
اور زیادہ سسم کر سوجھا کہ غریبی عمل کرنے والا عادل کے ذریعے اس
پر جھکا ہوا ہے وہ گھبرا کر بولی۔ ”میں، مجھ پر غریبی عمل نہ کرو۔ میں
وہی سی تمہاری کینٹین کر رہی ہوں۔“

اس بات پر عادل کو میری داستان کے وہ تمام واقعات یاد آئے
جن میں مختلف اعزاز سے غریبی عمل پیش کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ
میں یہ بات آئی کہ وہ محرزہ ہو رہی ہے۔ کیا یہ میری آنکھوں سے
آواز سے متاثر ہو کر معمول بننا چاہتی ہے۔ کیا میں ایسا عمل کر سکتا
ہوں؟

اس نے آزمائش کے طور پر اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔
”خاموش رہو اور میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔“

وہ سسم کر چپ ہو گئی۔ غریبی عمل کے لیے لازمی ہے کہ جسے
معمول بنایا جا رہا ہو اسے اپنی حواسی آنکھوں اور محرزہ کرنے
والی بھاری مجرم آواز سے متاثر کیا جائے۔ اس وقت شی نارا کے
حالات کے مطابق یہ شرائط پوری ہو چکی تھیں۔ وہ دانی کمزوری اور
خوف کے باعث پہلے ہی عادل کو عامل سمجھ کر متاثر ہو چکی تھی اور
جب تاثر قائم ہو جائے تو سامنے والے کی ہر بات دماغ پر نقش ہوتی
جاتی ہے۔

اسے غریبی عمل کا طریقہ دکار اچھی طرح یاد تھا۔ اُس نے اسی
طریقہ سے کہا۔ ”تم شی نارا ہو اور میری معمول ہو۔“ اُس نے
آخری لفظ ڈانٹ کر ادا کیا۔ ڈانٹنے سے کمزور ذہن اور متاثر ہوا۔
وہ بولی۔ ”میں شی نارا ہوں تمہاری معمول ہوں۔“

”اب میں تم سے عشق نہیں کروں گا کیوں کہ تم ایک دن
میرے بھائی جان کے بیٹے پارس کی دامن بنے والی ہو۔ میں تمہیں
عمر دتا ہوں پارس کی دامن بن جاؤ۔“

”میں پارس کی دامن بن جاؤں گی۔“
”میں تمہیں عمر دتا ہوں شادی سے پہلے مسلمان ہو جاؤ۔“
وہ محرزہ ہو کر بولی۔ ”میں شادی سے پہلے مسلمان ہو جاؤں
گی۔“

”یہ عادل چٹیکڑی عمر دتا ہے کہ تم پاکستان میں جاسوسی نہیں
کرو گی۔“
اُس نے اس کی بات دہراتے ہوئے وعدہ کیا۔ وہ بولا۔ ”یہ
میرا حکم ہے کہ دانی اور جسمانی توانائی بحال ہونے کے بعد تم
پارس کو تلاش کرو گی اور اس کے پاس جاؤ گی۔“

”میں پارس کو تلاش کروں گی اور اس کے پاس جاؤں گی۔“
”اور جب تک پارس نہیں ملے گا تم مجھے ہر جگہ اپنے ساتھ رکھو گی۔“

اس نے یہ وعدہ بھی کیا۔ عادل نے کہا۔ ”تم روزانہ صبح و شام میرے دماغ میں آؤ گی۔ میرے خیالات کی لہروں کو اپنے ساتھ لے کر پرواز کراؤ گی اور اس طرح مجھے نیلی جیتی سکتا رہو گی۔“
”میں تمہاری سوچ کی لہروں کو صبح و شام پرواز کراؤں گی اور تمہیں نیلی جیتی سکتا رہوں گی۔“

”اب تم آنکھیں بند کرو اور سکون سے تھوکی نیند پوری کرو۔“
شی تارا کی آنکھیں مسلسل عادل کی آنکھوں کو تک رہی تھیں اس نے حکم کے مطابق آنکھیں بند کر لیں پھر کمری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

عادل تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ سو رہی ہے تو وہ دے قدموں کمرے سے باہر آیا پھر کوٹھی سے باہر آیا۔ اسے ستر میں برداشت نہیں ہو رہی تھیں باہر آتے ہی اس نے بڑک ماری۔ ”اوتے جیو عادل پکیزنی آج سے نوچناؤم کا ہا رہ ہو گیا۔“ تو نے شی تارا جیسی ناقابلِ شکست عورت کو زیر کیا ہے اوتے یہ تو کامل ہو گیا۔“

وہ دوڑتا ہوا لان کی گھاس پر آیا پھر اچھل اچھل کر قطا بڑیاں کھانے لگا۔

پارس انتظار کر رہا تھا۔ شی تارا نے کہا تھا کہ وہ اپنے ایک مہمان کو شربت پلا کر اچھی آئے گی لیکن وہ نہیں آ رہی تھی۔ پارس کو یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ وعدے کے مطابق نہ آنے والی پر کون سی افاد آ پڑی ہے۔ اگر شی تارا کی اصل آواز اور اس کا لہجہ معلوم ہوتا تو وہ بار بار اسے کہتا۔ یوں انکشاف ہو جاتا کہ وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ سانس نہیں روک سکتی ہے اور اس کا دماغ کھلی ہوئی کتاب کی طرح چور خیالات پر نہنے کی دعوت دے رہا ہے۔“

وہ بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود اس پبلو سے خوش نصیب تھی کہ ابھی تک دنیا کے کسی بھی خیال خانی والے کو اس کی دماغی کمزوری اور بے بسی کا علم نہیں ہوا تھا۔ اس نے گنو پوشی کا جو طریقہ اختیار کر رکھا تھا وہ آج کام آ رہا تھا۔

پارس نے تمام خیال خانی کرنے والوں کو ایک گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ وہ ایک گھنٹہ گزر چکا تھا پہلے الپا نے فلاور کے دماغ میں آکر کہا۔ ”میں فارمولوں کا اپنا حصہ لینے کے لیے کچھ لوگوں کو بھیج رہی ہوں۔“

پارس نے کہا۔ ”صرف ایک شخص یہاں آئے گا۔ ایک سے زیادہ ہوا تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔ ایک ہی آئے گا۔ یہ جو پہاڑی ہے۔ اس

کی چوٹی پر ایک بلی کا چڑا تارا جائے گا، تمہیں کوئی اعتراض ہے؟“
”اعتراض نہیں، اجازت ہے۔ بلی کا چڑا تھو دیر میں آئے گا۔“

”اوتے گھنٹے میں پہنچ سکتا ہے۔“
اس نے وقت بتاتے ہوئے کہا۔ ”۳۱ گھڑی ملاؤ اور ٹھیک پینتالیس منٹ کے بعد بلی کا چڑا پہاڑی پر اتارنے کے لیے کہو۔ وہاں ایک چتر پر تاسیج کی روشنی میں دو کاغذات رکھے ہوئے نظر آئیں گے، تمہارا آدمی صرف دس منٹ میں وہ کاغذات اٹھا کر واپس چلا جائے ورنہ گیارہویں منٹ پر ایک بم بلاسٹ ہو گا اور بلی کا چڑا کے پرچے اڑ جائیں گے۔ اپنے آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا کر روانہ کرو۔“

الپا چلی گئی۔ پارس نے مرینا کو بلا کر وہ دو کاغذ دے پھر کہا۔ ”پاشا اور عبداللہ کے ساتھ پہاڑی کی چوٹی پر مسلح ہو کر جاؤ۔ ریموٹ کنٹرول سے بم بلاسٹنگ کا انتظام کرو۔ ان کاغذوں کا تاسیج کی روشنی میں کسی اونچے چتر پر رکھ دو۔ میری گھڑی سے وقت ملاؤ۔“
مرینا نے وقت ملا دیا۔ وہ بولا۔ ”بلی کا چڑا سے اترنے والا ایک ہی آدمی ہو گا۔ پلٹ کے علاوہ کوئی تیسرا نظر آئے تو ریموٹ کنٹرول سے ان سب کے چتر پرے اڑا دو۔ ایسے کاغذات وہاں سے لے جانے کے لیے صرف دس منٹ کا نام دو۔ گیارہویں منٹ پر اسے زندہ واپس نہیں جانا چاہیے۔“

وہ عبداللہ اور پاشا کو لے کر پورے انتظامات کے ساتھ پہاڑی پر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہی سول نے فلاور کے ذریعے کہا۔ ”میں اپنے حصے کے کاغذات لینے آیا ہوں۔“

پارس نے کہا۔ ”تم فلاور کے دماغ میں ہو۔ یہ تمہارے کاغذات پر نہنے کی تم وہ فارمولے نوٹ کرتے جاؤ۔“

وہ بولا۔ ”فلاور کے دماغ میں دوسرے خیال خانی کرنے والے بھی آتے ہیں۔ وہ لوگ میرے فارمولے سن کر نوٹ کر لیں گے۔ ہم نے طے کیا ہے کہ ہمارا ایک آدمی وہاں آئے گا۔“

پارس نے کہا۔ ”آگے نہ کہو۔ میں سمجھ گیا۔ وہ بلی کا چڑا میں

پہاڑی پر آئے گا لیکن میری شرائط سن لو وہ تھا آئے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک پلٹ ہو گا۔ کوئی تیسرا ہوا تو ایک بھی زندہ واپس نہیں جائے گا۔ دس منٹ سے ایک سیکنڈ زیادہ نہیں ہونا چاہیے ورنہ ان فارمولوں کے ساتھ اپنا آدمی اور بلی کا چڑا بھی کھوا دے گا۔“

اسرائیل اور امریکا دونوں کے بلی کا چڑا شریضہ پہنچے ہوئے تھے الپا نے بلیک آدم کے پاس آکر اسے پارس کی تمام شرائط سنائیں پھر کہا۔ ”برادر! تم وہاں کسی موقع سے فائدہ اٹھا کر پارس پر غالب آنا چاہتے تھے لیکن اس نے پہاڑی پر بھی خت دفا کی انتظامات کیے ہیں۔ وہ بہت چالاک ہے۔“ اسے کسی آدمی کا نقصان کیے بغیر تم سب کو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے خاک کر دے گا۔ بہتر ہے تم نہ جاؤ۔ صرف پلٹ کر جانے دو۔ میں پلٹ کے اندر رہوں

گی۔ وہ کاغذات لے آئے گا۔“
”سزا بھرا ایک پلٹ ہی پہاڑی پر جائے گا۔ اس سے پہلے پہاڑی کے پچھلے حصے پر بلی کا چڑا کی پرواز چنی ہو گی میں اس پر سے جلا تک لگا کر پھینکا ہوا اس بستی میں پہنچوں گا۔“
”اتنا بڑا خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے؟“

”ضروری ہے۔ ابھی فارمولوں کے وہ تمام کاغذات پارس کے پاس ہیں۔ پہلے ہم ہی اپنا حصہ لینے جا رہے ہیں۔ اگر میں کسی طرح اس بلند بلاسٹ کے اندر پہنچ جاؤں گا تو وہ تمام کاغذات چرا کر یا چھین کر لے آؤں گا۔“

”تمہیں تم پارس سے انتقام لینے کے ارادے سے تو نہیں جا رہے ہو؟ اس نے تمہیں دو بار نیچا کیا ہے۔ ایک بار تمہارے تمام ہتھیاروں کے کارٹریج غائب کر کے تمہیں بے بس اور مجبور بنا دیا۔ دوسری بار نیند کے دوران تمہاری شہ رگ تک آیا اور اس لیے زندہ چھوڑ چلا گیا کہ تم سو رہے تھے۔“

”ہاں اس نے مروا بھی کھائی ہے اور میرا مذاق بھی اڑایا ہے لیکن میں فی الحال انتقام لینے نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ کاغذات حاصل کرنے جا رہا ہوں۔“

اس نے کرون سے لے کر ٹخنوں تک سیاہ لباس پہن لیا تھا۔ سیاہ بلاسٹنگ کی کپ اور سیاہ جوتے پہنے تھے۔ تاریکی میں وہ آسانی سے چھپ سکتا تھا۔ اپنی ڈارک گوگلس کے ذریعے دشمنوں کو دیکھ سکتا تھا۔ اس نے بلی کا چڑا میں سوار ہو کر چرے پر کالک خوبلی تاکہ گورا رنگ دکھائی نہ دے۔ اتنے اہتمام کے ساتھ وہ بیضا بے روانہ ہو گیا۔

اگر وہی سول نے سپر باسٹر کو تمام رپورٹ سنائی پھر کہا۔ ”۳۱ س نے بلی کا چڑا کے ذریعے صرف ہمارے ایک آدمی کو آنے کی اجازت دی ہے۔ اگر وہاں مقرر کردہ تعداد سے زیادہ ایک فرد بھی زیادہ نظر آیا تو وہ سب کو بم کے دھماکوں سے تباہ کر دے گا۔ یہ ہم نہیں جانتے کہ اس نے ہمارے خلاف کیسے کیسے انتظامات کیے ہیں۔“

سپر باسٹر نے کہا۔ ”وکی! ابھی ہمیں بڑے تجربات سے گزرنا ہے۔ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو آزمائے۔ یوں سمجھو کہ ہمارا کوئی بھی مخالف ان فاکر مولوں کے صرف دو کاغذات قبول نہیں کرے گا۔ سب ہی کی یہ کوشش ہو گی کہ اسے تمام کاغذات مل جائیں۔ یہ پارس کو وہاں قابو میں کرنے اور اس کے حصے کے کاغذات کی خیر معلوم کرنے کی بھی کوششیں کریں گے۔ یہ سب ہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ موقع ہاتھ سے نکلے گا وہ وہ فارمولے پھر بھی بچا نہیں لیں گے سب تقسیم ہو کر مختلف سمتوں میں پلے جائیں گے۔“

”سچ پوچھو باسٹر! تو میں بھی یہی سوچ رہا ہوں، ان تمام فارمولوں کو صرف ہماری تحویل میں آنا چاہیے۔ ہماری جو نیم بیضا نہ میں ہے، میں نے انہیں ہر طرح کے ہتھیار سے لیس کیا ہے۔

ان کے پاس ایسے ڈی ٹیکٹو آلات ہیں جو باہودی سرنگوں اور ٹچے ہوئے بموں کی نشاندہی کرتے ہیں اور ایسے ریموٹ کنٹرولرز بھی ہیں جو دور سے بموں کو ٹھوڑ کر دیتے ہیں۔“
”پارس نے اس بستی کے اطراف جگہ جگہ بم بچائے ہیں۔ تم نے اس کا توڑ رکھا ہے۔ یہ دانشمندی ہے لیکن ہماری خفیہ آرمی وہاں تک کیسے پہنچی گی؟“

”ہمارے تین بلی کا چڑا دو سری پہاڑی پر اتریں گے۔ وہاں سے بستی کا فاصلہ بہت کم ہے۔ رات کی تاریکی سا گرا ہو گی۔ ایک بار ہماری آرمی اس بستی میں گھس جائے تو پھر وہ فارمولے اور پارس کی تلاش لے کر ہی نکلے گی۔“

پارس بستی میں تھا۔ اس نے الپا کو پینتالیس منٹ بعد اپنا آدمی بھیجے گا کہا تھا۔ وہ وقت قریب تھا۔ ایک بلی کا چڑا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ مرینا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”پارس! بلی کا چڑا پہاڑی کے پیچھے سے آ رہا ہے۔“

”اں کچھ گڑبڑ ہے کیا تمہیں نظر آ رہا ہے؟“

”نہیں اس کی بلی ہی روشنی میں دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ پاشا غیر معمولی قوتِ سماعت سے اس کی سمت بتا رہا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ پہاڑی کے پیچھے اس کی پرواز چنی ہے۔ چتروں اور پشٹانوں کے پیچھے سے اچھے گا۔ بلندی پر آئے گا تو یہ تاریکی میں بھی اسے پرواز کرتے دیکھ لے گا۔“

ایک منٹ کے بعد مرینا نے کہا۔ ”پاشا بتا رہا ہے کہ بلی کا چڑا نظر گیا ہے، اس کی آواز بھی قریب آتی جا رہی ہے۔“

وہ پارس کے دماغ میں کنسٹری کر رہی تھی۔ یہ بتاتی جا رہی تھی کہ بلی کا چڑا پہاڑی پر آکر اتر گیا ہے۔ اترنے سے پہلے بلی کا چڑا سے سرخ لائٹ کی روشنی دور تک پھیل گئی تھی۔ اس سے ایک پلٹ اتر کر اس چتر کے پاس آیا اور وہاں سے کاغذات اٹھا کر چلا گیا۔ پاشا نے دور سے دیکھ کر بتایا کہ پلٹ تھا آیا تھا۔

پھر وہ بلی کا چڑا وہاں جانے لگا۔ پارس نے کہا۔ ”یہودی بہت چالاک ہوتے ہیں تم یہاں غلطی کر گئے۔“

بار بار نے پوچھا۔ ”کیسی غلطی؟“

”بلی کا چڑا اس روٹ سے واپس گیا ہے جو بیضا بے سایدھا راستہ ہے۔ آئے وقت سیدھے راستے سے نہیں آیا۔ پہاڑی کے پیچھے سے گھوم کر آیا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ پچھلے راستے سے دھن آ رہے ہیں۔“

وہ بلی کا چڑا بچا چکا تھا۔ دور تک خاموشی چھا گئی تھی۔ دس منٹ کے بعد ہی بلی کا چڑا کی آوازیں سنائی دیں۔ مرینا نے پھر مخاطب کیا۔ ”پارس! یہ پاشا کہہ رہا ہے کہ اسے تین بلی کا چڑا دکھائی دے رہے پھر وہ بہت کے بائیں طرف والی پہاڑی کی بلندی پر جا کر کم ہو گئے ہیں۔“

پارس نے کہا۔ ”تم عبداللہ اور پاشا کے ساتھ پہاڑی سے اتر

”ہمیں کیوں بلا رہے ہو۔ پاشا اس بلندی سے اس دوسری پہاڑی کی طرف دیکھ سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ کون اور کتنے لوگ آ رہے ہیں۔“

”بے شک وہ وہاں سے بہت کچھ معلوم کر سکتا ہے لیکن الپا کے پیچھے ہوئے نیلی کا پہرے سے کچھ مسلح ہودی پہاڑی کے پیچھے اترے ہوں گے وہاں ان سے نہ کراؤ نہ فریاد نہ آئے۔“

انہوں نے ہدایات پر عمل کیا۔ نیچے آنے لگے۔ ان سے کافی دور اسی پہاڑی پر بلیک آدم پہنچا ہوا تھا۔ اس نے بھی نیلی کا پہرے کی آواز میں کسی شخص۔ آنکھوں پر اشی ڈارک کو گھس پنے ہوئے تھے اس کے ذریعے حدود فاصلے تک دیکھ سکتا تھا جب کہ پاشا صبر نظر تک دیکھ لیا کرتا تھا۔ اسے وہ تینوں نیلی کا پہرے نظر نہیں آتے لیکن آوازوں سے معلوم ہوا کہ اس پہاڑی کی ڈھلان کے بعد جو دوسری پہاڑی شروع ہوئی ہے وہیں وہ نیلی کا پہرے غائب ہوئے ہیں۔ وہ دلی دل میں ان آنے والوں کو گالیاں دینے لگا اس کے انداز سے کہ مطابق وہ سپر ماسٹر کے گوریلے فائر ہوں گے۔ الپا اور بلیک آدم کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ جس مرتبہ کی ٹیم سے وہ دوبارہ گھٹ کا پھل ہے اس پوری ٹیم کو فراوانے ٹپ کر لیا ہے۔ بلیک آدم سوچ رہا تھا کہ مرتبہ کی ٹیم سے بھی کراؤ ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف وہی سول خیرہ آری کے کمانڈر لوگاس کے اندر موجود تھا۔ اس آری میں باہر گورٹا فائر تھے وہ سب جدید ہتھیاروں سے لیس تھے آنکھوں پر اشی ڈارک لینسز چڑھے ہوئے تھے۔ وہ تاریکی میں تابع کی روشنی کے بغیر دوسری پہاڑی سے اتر آئے تھے اور ڈی ٹیکٹور آلات کے ذریعے بارودی شروٹوں اور چھپے ہوئے بموں کا سراغ لگاتے جا رہے تھے مگر معلوم ہوا کہ فلاں جب بم پویشہ ہیں تو مخصوص ریموٹ کنٹرول کے ذریعے راہ میں حائل ہونے والے بموں کو توڑ کر کے آگے بڑھ جاتے تھے۔

بستی میں داخل ہونے کے لیے بلیک آدم بھی پہاڑی سے نیچے اتر رہا تھا مگر اترنے کے بعد وہ بھی گھٹے جگہ میں پہنچا تھا اس کے پاس بھی ڈی ٹیکٹور آلات تھے جس کے ذریعے وہ بارودی شروٹوں اور بموں سے بچتا جا رہا تھا۔ جگہ میں پہنچنے کے بعد ہی اس نے کانوں پر ہیز فون پن کرنا ٹیکو فون کو آگے کر دیا۔ ایسا کرنے سے جلد ہی پتا چلا کہ کچھ لوگ اسی کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ ان کے قدموں کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔

وہ دے قدموں چلا ہوا ایک بڑے پتھر کے پیچھے آکر چھپ گیا پھر سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ الپا نے کہا۔ ”کسی ایک دشمن کو قابو میں کر کے تو معلوم کر سکو گی کہ کس کی ٹیم تمہارے مقابلے پر ہے۔“

اس نے دیکھا وہ مسلح افراد فنی دودی میں چلے آ رہے تھے۔

بڑی احتیاط سے ڈی ٹیکٹور آلے کے ذریعہ بموں کا سراغ لگانے کے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ دائیں بائیں ”اوپر نیچے دیکھ رہے تھے تاکہ دشمن درختوں میں چھپے ہوں یا چٹانوں اور پتھروں پر سے چھلانگیں لگاتے والے ہوں تو وقت سے پہلے وہ متنبہ جا سکیں۔“

دونوں نے اس پتھر کی سمت بھی دیکھا جس کے پیچھے وہ چھپا ہوا تھا پھر وہ دے قدموں آگے بڑھتے ہوئے پتھر کے قریب آئے وہاں رک کر انہوں نے دور دور تک نظریں دوڑائیں پھر آگے بڑھنے لگے اس دوران وہ پتھر کے اوپر آکر کھڑا ہو گیا تھا، پیچھے ہی دونوں بلیٹ کر جانے لگے اس نے چھلانگ لگا کر پیچھے سے یکدم وقت دونوں کی گردنیں دونوں بازوؤں میں دبوچ لیں۔

یہ اس کا مخصوص واڈ تھا جس کی بشت زوری گردن اپنے بازو میں دبوچ لیتا تھا تو شاید ہی کوئی مقدور والا ہو تا جو ہائی پائٹا تھوڑے گردن کی ہڈی ضرور ٹوٹ جاتی تھی۔ وہ دونوں گورٹا فائر شہ زور بھی تھے اور تجربہ کار بھی وہ اپنی گردنیں چھڑا لیتے لیکن وہ ایسے وقت ان کے سر کھرا دیتا تھا۔ منہ سے آواز نہیں نکل پاتی تھی دم گھٹ رہا تھا جب سانس لینے کی مہلت نہ مل رہی ہو تو یہ خواہی طاری ہو جاتی ہے۔ کوئی واڈ پیچ کام نہیں آتا۔ ذرا سی دیر میں دونوں کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔

اس نے ایک کچھوڑا وہ زین پر گر پڑا۔ اس نے دوسرے کو واڈ پر رکھ کر اس کی گردن توڑ دی۔ دوسرا اپنی آخری تمام قوتیں سمیٹ کر اٹھ رہا تھا اس نے دوسرے کی گردن دبوچ کر پوچھا۔ ”میرے لوگوں ہو تم؟“

وہ کھڑے ہوئے نہ کہ کراہتے ہوئے بولا۔ ”میں جو بھی ہوں مجھے مار کر تم بچتاؤ گے۔“

”میرے بچتانے کی فکر نہ کرو۔ سوال کا جواب دو۔“

”پارس! تمہارے سوال کا جواب یہی ہے کہ اس جگہ سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔“

الپا نے کہا۔ ”یہ سپر ماسٹر خیرہ آری کا سپاہی ہے۔ یہ قعدا میں باہر ہیں۔ دو کو تم نے ختم کر دیا ہے باقی دس بچے ہیں۔ یہ سب لوگ کے ماہر ہیں ان کے کمانڈر کا نام لوگاس ہے۔ وہی سول اس کے دماغ میں موجود رہتا ہے۔ اسے ختم کرو۔“

بلیک آدم نے اس کی گردن توڑ دی۔ الپا نے کہا۔ ”پانچ ماںس قہیلے کا ایک ہونا بچا ہے۔ اسے کمانڈر لوگاس نے اٹان اور ضروریات زندگی کی چیزیں دیں۔ اُس نے اسے بتایا ہے کہ کچھ عرصے پہلے ایک شخص اس قہیلے میں آتا تھا اور اپنی کوئی امانت قہیلے کے سردار کے حوالے کی تھی۔ میں فٹ اوٹنے کے سرے

اندروں سے آئے۔ ان میں سے ایک کمرے کے اندر وہ امانت ایک جگہ چھپا کر رکھی گئی ہے۔“

”وہ شخص پاشا ہو گا اور وہ امانت یقیناً قہیلے قہیلوں کی صورت میں ہوگی لیکن پارس ان فارمولوں کو وہاں سے نکال چکا ہو گا۔“

”ہاں پھر بھی وہاں پہنچ کر اُس کھوپڑی کے اندر ضرور جانا ہو گا۔ کچھ مل جائے۔“

”یہ خیرہ آری کے لوگوں کے حواس پر پارس چھایا ہوا ہے۔ یہ کینٹ مرے والا مجھے پارس سمجھ رہا تھا۔“

”برادر! اس بستی میں وہی ایک خطرناک اور ناقابل شکست شیطان ہے۔ اول تو اس سے سامنا نہ کرنا اگر تھوٹا بلے کے دوران کسی خوش فہمی میں جھٹانے رہا کہ تم اس سے باہر لے جاؤ گے۔“

”سزا! مجھے افسوس ہے کہ تم اپنے برادر کی ایسا شہ دودی دیکھ کر بھی پارس سے خوف زدہ ہو۔ میں نے اس کا ٹاپ اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ ہم جیسے شہ زوروں سے مقابلہ نہیں کرتا ہے۔ دور ہی سے کھڑا جاتا ہے۔ اسی لیے وہ ایک بار مجھے ہتھ کر کے ہما گیا۔ دوسری بار مجھے نینر سے جگانے کی جرات نہ کر سکا۔ اس بستی میں وہ ضرور ہے گا۔ تم دیکھ لیا کہ تمہارا برادر اسے کسی ذات کی موت دیتا ہے۔“

وہ پھر بستی کی سمت جانے لگا۔ بستی زیادہ دور نہیں تھی۔ بارودی شروٹوں کے باعث راست بدلنا پڑتا تھا اس لیے بستی تک پہنچنے کا راستہ لیا ہوا تھا اور اس لیے راستے میں وہ خیرہ آری کے دوسرے فائرنگوں سے کھڑا رہا۔ کمانڈر لوگاس اور بلیک آدم دونوں کی ہی پلاننگ تھی کہ پارس اور اس کے ساتھیوں کو ان کی آمد کی خبر نہ ہو۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ وہ ایک دوسرے پر فائرنگ نہ کریں اور وہ بھی کر رہے تھے۔ چھپ کر سائنسٹر لگے ہوئے رہا لوگوں سے فائرنگ کرتے تھے یا پھر ایک دوسرے پر اریڈو شروٹیں تھپرتے والی گن یا چاقوؤں سے حملے کرتے تھے۔

بلیک آدم بلاشبہ زبردست گورٹا فائر تھا۔ بڑی چالاکی اور مہارت سے مقابلے پر آنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ بستی میں پہنچنے تک اس نے خیرہ آری کے سات سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔ باقی کمانڈر اور چار سپاہیوں نے تمام بھونپڑیوں میں گھس کر تلاش لی۔ پارس اور اس کے ساتھی کبھی نظر نہیں آئے ہوتا تو یہ چاہیے تھا کہ پارس انہیں بستی میں داخل ہونے نہ دیتا۔ وہاں مختلف محاذات پر فائرنگ کرتا رہتا تو کوئی اندر نہ آتا۔

وہ سب اندر آچکے تھے ایک سمت سے بلیک آدم بھی چٹانوں سے اور چٹانوں کے پیچھے چھپتے ہوئے بلند والا بہت کے قدموں تک پہنچ گیا۔ دوسری طرف سے کمانڈر لوگاس پوری بستی میں تلاشی لینے کے بعد اسی سمت کی طرف آ رہا تھا۔ بلیک آدم نے ان پر فائر کرنا چاہا۔ پتا چلا سائنسٹر لگے ہوئے رہا لوگاس کو لپکاں ختم ہو گئی تھی۔ اریڈو شروٹ کے تمام تھیر بھی ختم ہو گئے تھے مجبوراً اس نے ہلکی گنیں سے فائرنگ شروع کی۔ دو سپاہی مارے گئے۔ باقی چھپ گئے۔

چھپنے والوں نے جوابی فائرنگ کی۔ پوری بستی فائرنگ کی آوازوں سے گونجتی گئی۔ بولے مرد ختم ہیں اور بچے خوف سے بھونپڑیوں کے اندر دھکے ہوئے چھپ رہے تھے۔ بلیک آدم بہت کے

قدموں کے پاس چھپا ہوا دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ اسے یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ پارس اور اس کے ساتھی خاموش کیوں ہیں؟

الپا نے کہا۔ ”وہ شاید اس بت کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ ان کی خاموشی میں مکاری چھپی ہوئی ہے۔ وہ انتظار کر رہے ہوں گے کہ دو پہاڑیاں آپس میں لڑ کر ختم ہو جائیں یا دو چار چھ رہیں تو وہ مقابلے پر آئیں گے۔“

”اگر ایسی بات ہے تو پہلے میں بت کے اندر نہیں جاؤں گا۔ پہلے کمانڈر کے آدمیوں کو اندر جا کر پارس اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ کرنا چاہیے۔“

اس نے بھی کیا۔ ایک جگہ خاموشی سے چھپا رہا۔ کمانڈر کے دو سپاہی وہ گئے تھے۔ انہوں نے کئی بار فائرنگ کی لیکن دوسری طرف سے جوابی فائرنگ نہیں ہوئی۔ وہی سول نے کمانڈر سے کہا۔ ”دشمن زخمی ہو گیا ہے یا مر چکا ہے۔ اپنے ایک سپاہی کو بت کے اندر جانے کا حکم دو۔“

کمانڈر نے کہا۔ ”پارس کے کئی ساتھی ہیں۔ کوئی گولی نہیں چلا رہا ہے۔ شاید وہ بت کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔“

”وہ بت کے قدموں میں چھپے ہوئے ہوں یا اس کی کھوپڑی میں؟“ ہمیں تو اندر جانا ہی ہو گا۔ وہ فارمولے جس کمرے میں رکھے ہوئے تھے اس کی تلاشی لینے سے شاید کچھ ہاتھ آجائے۔“

کمانڈر نے ایک سپاہی کو بت کے اندر جانے کا حکم دیا۔ وہ چھپتا ہوا محتاط انداز میں چلا ہوا بت کے ایک کمرے کے پاس پہنچ گیا۔ دوسرے کمرے کے پیچھے بلیک آدم آس جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہی سول اس سپاہی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا کہ پارس کی طرف سے حملہ ہو اور اسے بت کے اندر جانے سے روکا جائے تو وہ کمانڈر کو وہاں کی صورت حال بتائے لیکن اس سپاہی کو اندر جانے سے کسی نے نہیں روکا۔

وہ سپاہی بت کے اندر بیڑھا ہوا تھا ہوا اس کے پیٹ میں پہنچ گیا۔ وہاں سناٹا اور ویرانی تھی کوئی اس کا راستہ روکنے والا نہیں تھا۔ وہی سول نے کمانڈر سے کہا۔ ”گھنٹی خلو نہیں ہے۔ اندر جاؤ۔“

وہ دوسرے سپاہی کے ساتھ دوڑتا ہوا بت کے اندر چلا گیا۔ بلیک آدم چھپا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا وہ اپنی جگہ سے نکل کر دوسرے کمرے کے اندر اپنا پھر محتاط انداز میں بیڑھا ہوا چھپنے لگا۔ بت کا پیٹ ایک وسیع دمریض ہال کی طرح تھا۔ وہاں کوئی زور زور سے ہانپتا ہو تو اس کے کانپنے کی آواز بند ہال میں گونجتی گئی تھی۔

بلیک آدم بہت کے پیٹ میں پہنچا تو اسے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ کمانڈر اپنے دو سپاہیوں کے ساتھ بیڑھا ہوا تھا ہوا بت کے سینے تک پہنچ گیا تھا۔ ہر لمحہ خطرے کا احساس پڑتا جا رہا تھا۔ ابھی یہ اندیشہ باقی تھا کہ پارس اور اس کے ساتھی بت کی

کھوڑی میں پیچھے بیٹھے ہوں گے اچانک وہاں سے حمل کریں گے۔
کمانڈر بت کی گردن تک پہنچ کر رک گیا۔ اس نے ایک سپاہی کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ بیڑی پر بے قدموں اوپر جانے لگا۔ زینے کے آخری پاندان پر پہنچ کر بولا۔ ”میں چھپنے والوں کو وارنٹ دتا ہوں میرے تین گننے تک باہر آجائیں ورنہ میں ایک ٹائم بم اندر بھیجنے گا جو ٹھیک ایک منٹ میں بلاست ہو گا۔ بت کی کھوڑی کے ساتھ سب کے چھوڑے اڑ جائیں گے۔“

اس نے تفتی شروع کی پھر ایک سے تین تک گننے کے بعد جیب سے ایک چھوٹا ڈنگال کر کھوڑی کے اندر والے کمرے کے فرش پر پھینکا جو فرش پر پھلتا ہوا کمرے کے وسط میں رک گیا۔ اس کے اندر سے تک تک کی مسلسل آواز آ رہی تھی۔

وہ ساتھ سینڈ بڑے سستی خیز تھے۔ تک تک کی مسلسل آوازیں دھمکیاں دے رہی تھیں کہ دھماکا ضرور ہو گا۔
ان لمحات میں یوں لگ رہا تھا جیسے ایک صدی گزر رہی ہے لیکن ایک منٹ نہیں گزر رہا ہے۔

آخر وقت کو ٹھنڈی ہوا ہے۔ وہ گڑا گیا۔ ایک منٹ بھی گزر گیا مگر تک تک کی آواز جاری رہی۔ سپاہی نے کمانڈر سے کہا۔
”سرا! آجائیں اندر کوئی نہیں ہے۔“

اس نے اندر آ کر تک تک کرنے والے ڈبے کو اٹھایا اس گھڑی کی آواز کو بند کیا اور پھر اسے جیب میں رکھ لیا۔ بت کی کھوڑی میں دو کمرے تھے۔ سب نے ان کمروں میں آ کر دیکھا۔ ایک دوار پر طاق نما گھٹ تھا۔ قریب جانے پر ایک پلاسٹک کا تھیلہ نظر آیا۔ کمانڈر نے تھیلے کو اٹھایا اس کے اندر سے کاغذات نکال کر دیکھے حساب کے مطابق باہر عدد کاغذات ہونے چاہئیں تھے لیکن وہاں آٹھ عدد تھے۔

یہ آٹھ کا حساب درست تھا۔ پارس نے اپنے حصے کے دو کاغذات سب کے سامنے جلا دیے تھے اور دو کاغذات الپا کا ایک آوی بلی کا پڑھیں آکر لے گیا تھا۔ ان کاغذات کے علاوہ دو تر کیے ہوئے خطوط تھے ایک پر وکی سول کا اور دوسرے پر الپا کا نام لکھا ہوا تھا۔

وکی سول نے کمانڈر لوگاس سے کہا۔ ”میرا خط کھول کر پڑھو۔“

اس نے پڑھا۔ لکھا تھا۔ ”سپراسٹر! فارمولے کے یہ آٹھ عدد کاغذات جملہ نہیں ہیں۔ بیٹے باہر تک طب سے تصدیق کرا سکتے ہو کراؤ۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ان فارمولوں سے زیادہ ان بلی کا پڑھ کر ضرورت ہے۔ جن میں تمہاری آری آئی ہے تم نے ہماری واپسی کا انتظام کیا۔ شکریہ۔ فقط پارس!“

خط کے اختتام پر اچانک ہی فائرنگ ہوئی۔ کمانڈر اور سپاہیوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ دو دوازے کی طرف پھٹنے سے پہلے ہی

دونوں سپاہی گولیوں کا نشانہ بن کر فرش پر گرے پھر اٹھ نہ سکے کمانڈر زخمی ہو کر لڑکھاتا ہوا دوا پر اسے لگا کر فرش پر اونچے مڑ کر ابھرنا رنگ ہوئی اس کے دونوں ہاتھ گولیوں سے چبھتی ہو گئے۔

اُس نے بے بسی سے دو دوازے کی طرف دیکھا وہاں ایک ہاڑ جیسا قد آور شخص کھڑا ہوا قتلہ بولا۔ ”تم سب جنگل میں مقابلہ کرنے کے دوران مجھے پارس سمجھ رہے تھے۔ پارس کیا کچھ ہے؟ کیا وہ میری طرح سپراسٹر کی زبردست تربیت یافتہ آری کو اکیلا ختم میں پہنچا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔“

وکی سول نے زخمی کمانڈر کی زبان سے پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“
”میں یہودیوں کی خفیہ تنظیم کی طاقت کا ایک چھوٹا سامونہ ہوں۔ ہمارا نام ابھی دنیا والوں کے سامنے نہیں آیا ہے۔ جب آئے گا تو ہمارے نام سن کر لرزے رہو گے۔“

وہ باتوں کے دوران آٹھ عدد کاغذات اٹھا کر دیکھ رہا تھا پھر اُس نے الپا کے نام کا خط کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔ ”میں نہیں جانتا یہ کاغذات کس کے ہاتھ لگیں گے۔ میری دعا ہے کہ یہودیوں کے ہاتھ لگ جائیں۔ یہ کاغذات بالکل اصلی ہیں لیکن یہ کاغذات ان کے لیے بہت بڑی سزا بن جائیں گے اور وہ میری وجوہ کو اغوا کرنے کی جرات کرنے کی سزا ہو گی۔ فقط پارس!“

الپا نے کہا۔ ”برادر! پہاڑی کے اوپر جاؤ۔ ہمارا ایک بلی کا پڑھنا ہمارے لیے آ رہا ہے۔“

بلیک آؤم نے جانے سے پہلے کمانڈر لوگاس کو دیکھا۔ وہ زندگی اور موت کے درمیان تڑپ رہا تھا۔ زندگی اس کا ساتھ چھوڑنا چاہتی تھی لیکن موت نہیں آ رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر نہ سے لو نکل رہا تھا۔ آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”سسر! یہ آخری سانسون میں ہے کہنا چاہتا ہے۔ ذرا معلوم کرو۔“

الپا نے کہا۔ ”میں نے کسی کے بھی ذریعے اس کی آواز نہیں سنی ہے اور اب اس کی آواز بند ہو گئی ہے۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتوں گی۔ اسے چھوڑو برادر! یہاں سے نکل چلو۔“

”سسر! میں سمجھ گیا۔ یہ جان کی حالت میں ہے۔ ہر مکر ہی موجودہ اذیت سے نجات پائے گا۔ مجھے اس کے ساتھ یہ بھی کرنا چاہیے۔“

اُس نے گمن سیدی کی پھر اسے گولی مار دی۔ وہ اندھا تھا گولی کھاتے ہی تڑپ کر چاروں شانے چت ہوا اور اسی لمحہ میں ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کا چہرہ پر سکون ہو گیا تھا۔

سپراسٹر نے غصے سے بھڑک کر کہا۔ ”تم بری خبر سے نواہ اور کیا سناؤ گے؟ تمہاری پاس زبان ہے نہ قابل ذکر صلاحیت! نوازنا فراموش نہیں ہے جس میں بلی جیسی کا علم و لیکن علم حاصل کر لینے سے آدمی بالکل نہیں ہو جاتا۔ علم کو استعمال کرنے کا اسے کام میں لانے کا طریقہ آنا چاہیے۔“

وکی سول نے کہا۔ ”سرا! پہلے میری پوری رپورٹ سن لیں اگر میں تلافی اور ناکاہ ہوں تو آپ خفیہ آری کے متعلق کیا کہیں گے۔ بلی بارپارس نے نیلی بیٹی کا سارا لیے بغیر آدمی آری کا صفایا کر دیا اور باقی کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ دوسری بار کوئی یہودی گورٹا کا خطرہ طے پر آیا اس نے پوری آری کا صفایا کر دیا۔ یعنی پہلی بار بھی ایک شخص نے دوسری بار بھی ایک شخص نے ہماری تربیت یافتہ فوج کو تباہ کر دیا۔ یہ ہم سب کے لیے شرم کی بات ہے۔ اگر آپ کی آری کا ایک سپاہی بھی دشمن کو قتلہ ساز فوجی کر دیتا تو میں اس کے دماغ پر قبضہ نہا لیتا۔ آپ ذرا غور کریں، وہاں نیلی بیٹی کا نہیں گورٹا فائٹوں کی چالاکی اور حکمت عملی کا کام تھا۔“

سپراسٹر دونوں شخصوں سے سر قدام کر سوچنے لگا پھر کہیوڑ کے ذریعے بولا۔ ”ہمارے گورٹا فائٹرز برسوں کے تجربہ کار تھے میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ سب کے سب کیسے مارے گئے۔ ایسے وقت مانتا ہوں کہ کھڑے رہ جاتی ہے بڑے سے بڑے زبردست کو بھی زیر دست کر دیتی ہے ہر حال ابھی جاؤ۔ آج شام پانچ بجے اجلاس میں حاضر ہو جانا۔“

پھر اس نے کہیوڑ کے ذریعے اپنے نائب سے کہا۔ ”تمام اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو اطلاع دو۔ ہمیں صوبائی میں ناکاوی ہوئی ہے۔ فارمولے کے جو کاغذات ہمیں ملنے والے تھے، وہ یہودی جیمین کر لے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں اہم مینٹنگ ہے۔ سب ہی کو حاضر ہونا چاہیے۔“

وہ کہیوڑ کو آف کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر اس کمرے سے نکل کر اپنے بندہ میں آیا۔ وہاں مہاراجا فون اٹھا کر ایک صفحہ پر بیٹھ گیا پھر اس نے فہرذائل کر کے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ ”ہیلو! ایس ایم اسپیکنگ۔“

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”میں سرا! ڈاکٹر ڈیوڈا اینڈ ٹیم۔“

”دونوں مریضوں کی رپورٹ سناؤ۔“

”سرا! ہمیں توقع ہے زیادہ کامیابی ہو رہی ہے۔ میں نے آپریشن کے بعد ہی یقین سے کہا تھا کہ ان دونوں کو اپنی پچھلی زندگی کے ساتھ ہی نیلی بیٹی کا بھولا ہوا علم بھی یاد آ جائے گا۔ آج ایک نے بڑی کامیابی سے خیال خوانی کی ہے۔ میرے دماغ میں آکر دیر تک باقیں کر رہا تھا۔“

”ڈاکٹر ڈیوڈا! تم نے یہ کامیابی حاصل کر کے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔“

اُس نے رابطہ ختم کر کے طرزی انٹیلی جنس کے چیف سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ”ہیلو مسٹر ریچ دوڈا! ابھی ڈاکٹر ڈیوڈا نے خوشخبری سنائی ہے۔ میں اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ تم بھی چلے آؤ۔“

دوسری طرف سے ریچ دوڈا نے کہا۔ ”میں ابھی آ رہا ہوں اور عمرانی کرنے والوں کو تمہاری رہائش گاہ کے آس پاس سے ہٹا رہا

ہوں۔“

سپراسٹر انٹرنی پاؤلیا نے کچھ عرصہ قبل خفیہ سرگرمیوں کی ابتدا کی تھی۔ اس کا علم اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو نہیں تھا۔ حکومت کے تمام اعلیٰ عہدے داران کی سرکاری اور ذاتی مصروفیات پر بھی نظر رکھتے تھے سپراسٹر نے ایسے سرگرمیوں سے بچنے کے لیے انٹیلی جنس کے چیف ریچ دوڈا کو اپنے اعتماد میں لیا تھا۔ اس نے ریچ دوڈا کو اپنی خفیہ تنظیم کا اہم ممبر بنایا تھا۔

چونکہ یہ خفیہ تنظیم ملک کے مفاد کے لیے قائم کی گئی تھی اس لیے ڈاکٹر ڈیوڈا اور انٹیلی جنس کا چیف ریچ دوڈا حب الوطنی کے جذبے سے سپراسٹر کا ساتھ دے رہے تھے۔ انہوں نے عہد کیا تھا کہ بدلے ہوئے حکمرانوں اور فوجی افسروں کو اپنی سرگرمیوں کا علم نہیں ہونے دیں گے۔

جب سپراسٹر خفیہ تنظیم کی مصروفیات کے لیے اپنی رہائش گاہ سے باہر جانا چاہتا تو انٹیلی جنس کا چیف اس کے بیٹلے کے اطراف سے سرگرمیوں کی ڈیوٹی بدل دیتا تھا جو نئے جاسوس ڈیوٹی پر آتے تھے، وہ خفیہ تنظیم کے خاص افراد ہوا کرتے تھے اس طرح وہ سرکاری سرگرمیوں کی نظروں میں آئے بغیر خفیہ سرگرمیاں جاری رکھتا تھا۔

سپراسٹر انٹرنی پاؤلیا نے پھر فون پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”میں سرا! میں آپ کا خادم ذی کو سوبول رہا ہوں۔ حکم کریں۔“

”یکوہی فورس کے ساتھ تیار رہو۔ میں بیٹلے سے نکل رہا ہوں اور انڈر گراؤڈ جا رہا ہوں۔“

”میں سرا! آپ دس منٹ کے بعد بیٹلے سے نکل سکتے ہیں۔“

ذی کو سوبول ایک قد آور باڈی بلڈ تھا۔ سپراسٹر کا خاص باڈی گارڈ تھا۔ اس نے اپنی عمرانی میں اپنے ماسٹر کو ایک خفیہ اڑے میں پہنچا دیا۔ انٹیلی جنس کا چیف ریچ دوڈا بھی وہاں پہنچ گیا۔ خفیہ اڑے کے اس حصے میں ایک آپریشن خفیہ قائم کیا گیا تھا۔ وہاں سرجری کے تمام جدید آلات اور پیشینہ تھیں۔ ڈاکٹر ڈیوڈا برین سرجری کا ماہر تھا۔ اُس نے سپراسٹر کے تعاون سے ایک جدید طرز کا آپریشن خفیہ قائم کیا تھا اور اس خفیہ میں سب سے پہلے بی جی قمرال کاربرین آپریشن کیا گیا تھا۔

قارمین بی جی قمرال کے متعلق بہت کچھ پڑھ چکے ہیں۔ وہ جان لیوڑا کا داماد تھا۔ اس نے نوازنا فراموش کے ذریعے نیلی بیٹی کا علم حاصل کیا تھا لیکن اس علم کے ذریعے اپنے ملک کو کوئی بڑا فائدہ نہیں پہنچایا تھا۔ کئی بار اس نے چھوٹے بڑے نقصانات پہنچائے تھے۔ اس کی تاہلی کے پیش نظر تو ہی عمل کے ذریعے اس کے ذہن سے نیلی بیٹی کے علم کو مٹا دیا گیا تھا۔

اس کے متعلق یہ طے ہو چکا تھا کہ وہ ذہن نہیں ہے۔ جان لیوڑا کی سفارش سے اسے نیلی بیٹی کھائی گئی تھی۔ اعلیٰ حکام نے

فیصلہ کیا تھا کہ اس کے پاس یہ علم ہے گا تو دشمن اس سے فائدہ اٹھائیں گے اس فیصلے کے مطابق اس نے ٹیلی جیٹھی سے عہدہ کر کے ایک عام سادہ آدمی بنا کر چھوڑ دیا تھا۔

پیراسٹر انتہائی پاؤلیا نے اس مسئلے پر غور کیا، جب ایک پرانی کھانا گاہ کی کوہرمت کر کے اس میں اپنا گھر لگا کر اسے تیز رفتار بنایا جاسکتا ہے تو پھر بی قہر مال کے اندر کیا نیا انجن یا نیا برین پیدا کر کے اسے کارآمد نہیں بنایا جاسکتا؟

قہر مال میں یہی خرابی تھی کہ وہ ذہن نہیں تھا۔ پیراسٹر نے سوچا ہمارے ملک میں ٹیلی جیٹھی جیسے جاننے والوں کا قحط پڑا ہے ایسے وقت ناکام خیال خواتین کرنے والوں کو کارآمد بنانا چاہیے۔ ان کی خرابیاں اور کمزوریاں دور کر دی جائیں تو وہ بہترین کارکردگی دکھا سکیں گے۔

یہی سوچ کر اس نے قہر مال کو برین سرجری کے لیے ڈاکٹر ڈیوڈا کے حوالے کیا تھا۔ ڈاکٹر نے یقین دلایا تھا کہ آپریشن کے نتیجے میں ذہنی کمزوریاں دور ہو جائیں گی۔ اس نے درست کہا تھا۔ آپریشن کے بعد اس کی ذہانت کو آزما دیا گیا تو اس نے اپنے بچپن سے لے کر اب تک کی بے شمار باتیں بیان کی اور خود اپنی ذات پر تنقید کی کہ اس نے خیال خواتین کے دوران کب کہاں اور کیسی غلطیاں کی ہیں۔

پیراسٹر انتہائی پاؤلیا اور ریچ ووڈ اس کے سامنے بیٹھے اس کی باتیں سن کر خوش ہو رہے تھے۔ انہوں نے کئی پیچیدہ سوالات کیے۔ ”قہر مال نے بڑی ذہانت سے جواب دیا پھر ڈاکٹر ڈیوڈا نے کہا۔ ”قہر مال! خیال خواتین کا مظاہرہ کرو۔“

وہ پیراسٹر کے دماغ میں آکر بولا۔ ”ہیلو میں بی بی قہر مال حاضر ہوں۔ کیا پورا خیالات پڑھیں؟“

پیراسٹر نے سانس روک لی۔ وہ اٹھ لی جس کے چیف ریچ ووڈ کے پاس آکر بولا۔ ”پیراسٹر نے سانس روک کر مجھے دماغ سے نکال دیا کیا میں آپ کے چور خیالات پڑھوں؟“

ریچ ووڈ نے سانس روک کر مسکراتے ہوئی کہا۔ ”خیال خواتین آتے ہی ہمارے چور خیالات پڑھنے لگے شایاں ایسی ہی چالاکی سے کام لیا کہ کسی پر مجبور نہ کر سکیں کہ انہوں کے اندر بھی دشمنی چھپی ہوئی ہے۔“

پیراسٹر نے کہا۔ ”جلد ہی تمہاری ذہانت کو عملی طور پر آزما دیا جائے گا۔ اس سے پہلے ہر طرح سے تمہاری حفاظت کے انتظامات کرتے ہوں گے۔“

قہر مال نے پوچھا۔ ”آپ کیسے انتظامات کرنا چاہتے ہیں؟“

”تم آپریشن کے بعد کمزور ہو گئے ہو۔ چند محلوں سے زیادہ سانس نہیں روک پاؤ گے۔ ایسے میں کوئی دشمن تمہیں ٹرپ کر سکتا ہے۔ لہذا تم پر ترقی عمل کیا جائے تاکہ دشمنوں کی یلغار کو روکنے کے لیے تمہارے دماغ کو لاک کیا جائے۔“

وہ بولا۔ ”یہ میرے مزاج کے خلاف ہے کہ مجھ پر ترقی عمل کیا جائے۔ تمام خیال خواتین کرنے والوں کو معلوم ہے کہ میرے دماغ سے ٹیلی جیٹھی متا دی گئی ہے۔ میں نے یہ علم دیدیا ہے حاصل کر لیا ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا ہے۔ ایسے میں کوئی میری طرف نہیں آئے گا۔ میں ایک ماہ کے اندر اندر اپنی پورے ملامتیں دابھ لے آؤں گا۔“

”ایک ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں تم کل ہی سے کام شروع کر دو۔ تمہارے میدان عمل میں آتے ہی سب ہی تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کریں گے اس لیے تم پر ترقی عمل لازمی ہے۔“

وہ قہر مال کے کمرے سے باہر آگئے۔ ریچ ووڈ نے آہستہ سے کہا۔ ”یہ خوشی کی بات ہے کہ ہمارے پاس ایک ٹیلی جیٹھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن اس کی باتوں سے عبادت کی ہو آ رہی ہے۔“

پیراسٹر نے کہا۔ ”اسی لیے ترقی عمل کرایا جا رہا ہے۔ اس کا دماغ بھی لاک ہو گا اور یہ ہمیشہ ایک کتے کی طرح ہمارا رفتار رہے گا۔“

”خوش قسمتی سے یہ ایک خیال خواتین کرنے والا نہیں ملا ہے۔ اسے مضبوطی سے اپنی جگہ میں رکھا جائے گا۔“

پیراسٹر نے مسکرا کر کہا۔ ”میں تمہیں سہرا نذر دے رہا ہوں۔ ہمارے پاس ایک نہیں دو خیال خواتین کرنے والے ہیں۔“

اٹھ لی جس کے چیف ریچ ووڈ نے حیرانی اور خوشی سے پوچھا۔ ”کیا واقعی؟“

”ہاں! ژانفادر مرعشیں نے ایک اور نوجوان کو ٹیلی جیٹھی کا علم دیا تھا۔ اس جوان کو برین باسٹر نے اپنا ماتحت بنایا پھر فراد نے اسے اور باربرا کو ٹرپ کیا تھا پھر چھپ کر نہیں کس طرح وہ فراد کے ترقی عمل سے آزاد ہو گئے تھے اور آزاد ہو کر کہاں کہاں بھٹکتے رہے تھے۔“

”تم کس کی بات کر رہے ہو؟ کیا وہ جی ہاں ہے؟“

”ہاں! اس نے سر قہر میں باربرا کے دماغ پر قبضہ کرنا کرنا اس کا آپریشن کر دیا تھا۔ اسے حمل لڑی تھانیا تھا لیکن پھر ایک بار فراد کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ اس بار سلمان نے اسے ناکام سمجھ کر ترقی عمل کے ذریعے اس کے دماغ سے ٹیلی جیٹھی متا دی تھی وہ ایک عام انسان کی طرح میاں دھاتھن چلا تھا۔ مجھے بے چارہ تو میں نے ڈی کو سو کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لے اس نے جی ہاں کو پکڑ کر ڈاکٹر ڈیوڈا کے حوالے کر دیا تھا۔“

”یعنی اس کا بھی برین واش کیا گیا ہے؟“

”ہمارے پٹانزم کے ماہر جے برگولا نے ترقی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کے اندر سے پچھی ہوئی ٹیلی جیٹھی کو نکالا ہے۔ دماغ سے کوئی چیز مٹائی نہیں جاسکتی۔ اسے مٹانا چاہو تو وہ تختہ الشعور میں جا کر پھپ جاتی ہے۔ بہر حال، ہم کوئی ہوئی توانائی اپنی حکمت

عملی سے حاصل کر رہے ہیں۔“

وہ دوسرے کمرے کے سامنے آئے وہاں پٹانزم کا ماہر جے برگولا کھڑا ہوا تھا۔ وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ ”میں نے وہ کمال کیا ہے جو کوئی دوسرا ترقی عمل کرنے والا نہیں کر سکتا۔ یوں سمجھو کہ میں ایک ژانفادر مرعشیں ہوں۔ اپنے عمل کے ذریعے انسانی دماغ کو کچھ سے کچھ بناتا ہوں۔“

پیراسٹر نے کہا۔ ”برگولا! یہ تم میں بڑی خرابی ہے۔ بولتے بہت ہو۔ بھی کارنامہ خود بولا ہے۔ کارنامہ انجام دینے والے کو بولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کہاں ہے جی ہاں؟“

اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔ ”وہ باہر جی۔“

وہ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس نے انہر کر کہا۔ ”آئیے پیراسٹر انتہائی پاؤلیا اور چیف آف سرچ ووڈ! میں نئی زندگی حاصل کرنے کی خوشی میں یہ مشروب لے رہا ہوں کیا آپ دونوں میری خوشی میں شریک ہونا چاہتے ہیں گے؟“

اس نے دونوں سے مصافحہ کیا۔ جے برگولا نے کہا۔ ”آپ لوگ مشروب پیئیں اور جی کا امتحان لیں۔ میں ڈاکٹر ڈیوڈا کو بلا کر لاتا ہوں۔“

وہ چلا گیا۔ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے جی نے دو گلاسوں میں ان کے لیے مشروب تیار کرتے ہوئے کہا۔ ”میں نے باربرا کے ساتھ شرافت سے زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا اس کے لیے اس کے ساتھ تھوڑی سی بے ایمانی کی“ اسے دھوکے سے ایک مشروب پلا کر اسے اپنی معمول بنالیا۔ اسے آپریشن کرانے پر آمادہ کر لیا۔ آپ ہی باتیں میں نے اسے حمل عورت بنا کر کوئی جرم کیا تھا؟“

پیراسٹر نے کہا۔ ”ہرگز نہیں۔ تم نے اچھا کیا تھا۔ کہا ہی اچھا ہو تاکہ آج وہ تمہاری بیوی ہوتی۔ ہماری ٹیم میں ایک اور ٹیلی جیٹھی جاننے والی کا اضافہ ہو جاتا۔“

”اس سنگدل حینہ نے میری محبت کا یہ صلہ دیا کہ فراد کے جال میں پھنسا دیا اور سلمان نے میری ٹیلی جیٹھی کی صلاحیت چھین لی۔“

ریچ ووڈ نے کہا۔ ”شکر کرو! اس نے زندہ چھوڑ دیا اور ہمیں موقع مل گیا، تمہیں نئی زندگی دینے کا دورنہ تم تو مجھے تھے کام سے۔“

”یہ تم لوگوں کی مہربانی ہے لیکن میں نے باربرا سے محبت اور مہربانی کی سزا پا کر یہ سبق حاصل کیا ہے کہ یہ بے ایمان لوگوں کی اپنا ہے۔ میاں بے ایمانی کرتے رہنے سے دولت، شہرت اور لمبی زندگی ملتی ہے۔“

پیراسٹر نے کہا۔ ”شایاں! بے ایمانی کو دشمنوں سے اور ہم مجھے دوستوں سے وقاداری کرتے رہو۔“

”میں مسٹر انتہائی پاؤلیا! بے ایمانی کی لغت میں دوستی اور انفرادی کے الفاظ نہیں ہوتے۔ بے ایمان سب سے پہلا وار

اپنے محسنوں اور مہربانوں پر کرتے ہیں اور وہ میں کر چکا ہوں۔“

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر جی سے پوچھا۔ ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

جی نے کہا۔ ”میں نے اپنے گھاس خالی کرنے سے پہلے یہ سوال کرتے تھے کی کوئی صورت نکال لیتے۔“

دونوں نے خالی گھاسوں کو اپنے ہاتھوں سے پھینکتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ اس میں کیا تھا؟“

جی خاموش رہا مگر انہیں جواب ملے گا۔ دونوں اپنے اندر کمزوری اور گھبراہٹ محسوس کرنے لگے انہوں نے مدد حاصل کرنے کے لیے دو دروازے کی سمت دیکھا۔ وہاں جے برگولا پاؤلی گاڑڈی کو سوار اور بی بی قہر مال کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ پیراسٹر نے پاؤلی گاڑڈی کو دیکھتے ہی کہا۔ ”اچھا ہوا تم آگئے۔ ہمیں فوراً ٹیلی امداد پتہ چاہیے۔ یہ منجھ۔ جی نے ہم سے دھوکا کیا ہے۔“

ڈی کو سونے کہا۔ ”مسوری! میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا گا۔“

”کیا کیا اس کرتے ہو؟ میں تمہارا پاس ہوں۔ تم میرے پاؤلی گاڑڈی۔“

”مسوری! میں تمہارا نہیں جے برگولا کا وقادار ہوں۔“

جی نے کہا۔ ”انتھاق سے میں بھی جے برگولا کا معمول اور تابعدار ہوں۔“

بی بی قہر مال نے کہا۔ ”میرے دماغ پر بھی پٹانزم کے ماہر جے برگولا کی حکمرانی ہے۔“

دونوں نے حیرانی اور پریشانی سے جے برگولا کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ ”ہم امریکا کے پیراسٹر تھے کیا یہ کافی نہیں تھا؟ وہ خرافات خواہ اس زیر زمین تنظیم کے بھی سربراہ بننے کی حماقت کر رہے تھے میں کسی ملک کا وقادار نہیں ہوں اور نہ ان میں سے کوئی کسی کا وقادار ہے۔ یہ سب میرے تابعدار ہیں اور صرف میری ہی تابعداری کرتے رہیں گے۔“

پاؤلی گاڑڈی کو سونے آگے بڑھ کر پیراسٹر اور ریچ ووڈ کی گردنیں پکڑیں پھر انہیں اٹھا کر ایک بستی طرف دھکیلا ہوا لے گیا وہاں لے جا کر انہیں اس بستر پر پیک دیا۔ جی نے پیراسٹر کے دماغ میں پتھنج کر کہا۔ ”میرے پاس! جے برگولا کا حکم ہے کہ میں فوراً تم پر ترقی عمل کروں اور تمہیں اس کا غلام بنا دوں تاکہ تم بدستور اپنے ملک کے پیراسٹر نہ رہو گے۔“

بی بی قہر مال نے اٹھ لی جس کے چیف ریچ ووڈ کے دماغ میں آ کر کہا۔ ”میرے پاس! جے برگولا کے حکم کی تعمیل کرو۔ اپنا جسم ڈھلا چھوڑ دو۔ ترقی عمل کے لیے مائل ہو جاؤ۔ اس عمل کے بعد تم جے برگولا کے غلام رہو گے اور بدستور اٹھ لی جس کے چیف رہ کر ہماری سیکورٹی کے انتظامات کرتے رہو گے۔“

جے پر گولائے مسکرا کر دیکھا۔ وہ دونوں بستر پر چاروں شانے جت پڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ اس سے ظاہر تھا کہ جبری اور قہرمان خیال خوانی کے ذریعے انہیں سلا رہے ہیں تاکہ وہ بیدار رہ کر عمل کر سکیں۔ جے پر گولائے اپنی صفات میں شیطان تھا۔ اس نے جبری قہرمان ڈی کو سلا اور ڈاکٹر ڈیوڑا اربابا شرعی عمل کیا تھا کہ وہ چاروں جسی اس کے شرعی جنگل سے نہیں نکل سکتے تھے۔

وہ ڈی کو سلا کے ساتھ ایک کمرے میں آکر بیٹھ گیا پھر بولا۔
”انسانی دماغوں کو تسخیر کرنے کے لیے میں ایلا ہی کا بیانی تھیں جبری اور قہرمان کے احسانے سے بڑی سولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔“

ڈی کو سلا نے کہا۔ ”شرعی عمل اور خیال خوانی میں خاص فرق ہے۔ آپ کو کسی پر عمل کرنے کے لیے اس کے قریب جانا پڑتا ہے۔ اپنی آواز اور متناظر طبی آکھوں سے اس کی آنکھوں میں جھماک کر اسے حیرت کرنا پڑتا ہے جب کہ خیال خوانی کرنے والے فون پر بھی آواز سن کر اپنے ٹارگٹ کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔“
”اس لیے میں نے ان دونوں خیال خوانی کرنے والوں کو اپنی متعلی میں رکھا ہے۔ میری کوشش ہو گی کہ ان کے ذریعے مزید تعلی و تمہی جاننے والوں کو تربیت کیا جائے۔ میں قہر قہر کر کے تعلی و تمہی کا سمندر بنادیں گا۔“

جبری اور قہرمان ایک گھنٹے کے اندر واپس آگئے۔ جے پر گولائے کے پاس بیٹھ گئے۔ جبری نے کہا۔ ”شرعی عمل ہو چکا ہے اس کے چور خیالات سے کچھ اہم باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ تعلی و تمہی جاننے والے کی سول کو ملٹری ہیڈ کوارٹر میں رکھا گیا ہے۔ اس کے پچھلے کے باہر اور اندر سخت پھرا لگایا گیا ہے۔ کچھ ایسے الیکٹرونک حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں کہ وہاں قدم رکھنے والا دوسرا قدم اٹھانے کے قابل نہیں رہتا۔“

پر گولائے نے کہا۔ ”اتنے حفاظتی انتظامات کے باوجود اس کی خدمت کرنے والے اسے کھانا اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں پہنچانے والے اس پچھلے کے اندر آتے جاتے ہوں گے۔“
قہرمان نے کہا۔ ”میں نے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کے خیالات پڑھے ہیں حالانکہ وہ چیف ہے لیکن اسے ابھی آج تک وہی سول کے پاس جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ضروری بات ہو تو اسے فون پر رابطہ کرو۔ صرف ایک فونی جوان اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے جاتا ہے۔ وہ دن رات میں کئی بار صرف دس منٹ کے لیے جاتا ہے پھر واپس آ جاتا ہے۔ ہر دس منٹ کے لیے خوراک کا حفاظتی انتظامات کو بے اثر بنایا جاتا ہے۔“

جے پر گولائے نے کہا۔ ”یہ اہم معلومات ہیں۔ ہم سوچیں گے کہ وہی سول کو کیسے تربیت کیا جائے۔“
جبری نے کہا۔ ”آج صبح وہی سول نے پراسٹروکریہ بری خبر سنا لی

ہے کہ اس کی خفیہ آرمی کے کئی سپاہی اور کمانڈر مارے گئے ہیں اور قمارمولوں کے تمام کاغذات یہودی لے گئے ہیں۔“
ڈی کو سلا نے کہا۔ ”اگرچہ الپا خاصی تجربہ کار ہو چکی ہے لیکن میں یقین سے کہتا ہوں اس کا سامنا کے پیچھے یہودیوں کی کئی خفیہ تنظیم ہے۔ ہمیں اس تنظیم کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔ جب تک معلوم نہ ہو تب تک ہم بھی ان کے لیے ابھی اور محاسبات کر رہے ہیں۔ میرے تجربات کہتے ہیں کہ دشمن کا چہرہ دیکھنے اور اس کی عادی معلوم کرنے کے بعد اس کے مقابلے پر آمادہ۔“

جبری نے کہا۔ ”پراسٹروکریہ خیالات نے بتایا ہے کہ کئی آثار اور مرنے کے درمیان پھوٹ پڑ گئی ہے۔ کئی آثار نے یہ شرط پیش کی تھی کہ پراسٹروکریہ سے دوستی نہیں کرے گا تب وہ پراسٹروکریہ ملک کے لیے کام کرے گی۔“
پر گولائے نے کہا۔ ”کئی آثار کی یہ شرط بہمان لیں گے۔ میں پراسٹروکریہ کو حکم دوں گا کہ وہ اعلانہ کئی آثار سے دوستی کرے اور درود مرنے سے بھی رابطہ رکھے اس طرح ہمیں دونوں میں سے کسی کے قریب پہنچنے اور سرے سے نہ پکڑنے کا موقع ملے گا۔“

”لندن میں ڈی کئی آثار اور ڈی سرنہ رہتے ہیں۔ پراسٹروکریہ پر ان سے رابطہ کر کے کہتا ہے کہ اصلی کئی آثار سے رابطہ کرایا جائے وہ اصلی کئی آثار دن کے باہر بجے اور رات کے باہر بجے اپنی تمام ڈی سے باتیں کر لے اور بیٹھانے وصول کر لے پھر اس کے مطابق پراسٹروکریہ سے رابطہ کر لے گی۔“
”ابھی پراسٹروکریہ شرعی نیند پوری کر لے تو اسے حکم دوں گا کہ کئی آثار کو کال کرے۔“

پراسٹروکریہ پچھلی رات ڈی کئی آثار سے کہا تھا لیکن ڈی نے رات باہر بجے کے بعد بتایا کہ اصلی کئی آثار نے دستور کے مطابق رابطہ نہیں کیا ہے۔

پر گولائے گھڑی دیکھ کر کہا۔ ”اب تو دن کے دو بج چکے ہیں۔ اس نے رات کے باہر بجے رابطہ نہیں کیا۔ ابھی دن کے باہر بجے ضرور پراسٹروکریہ کے نائب کے دماغ میں کئی ہو گی۔ تم فوراً معلوم کرو۔“

جبری نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر نائب کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ ”میں وہی سول ہوں۔ پراسٹروکریہ اہم معاملے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے پوچھا ہے کیا کئی آثار نے رابطہ کیا تھا؟“
”ڈی کئی آثار نے فون پر سعادت چاہی تھی۔ کہا تھا کہ اصلی کئی آثار سے رابطہ نہیں ہو رہا جیسے وہ رابطہ کرے گی اسے پراسٹروکریہ پیغام پہنچا دیا جائے گا۔“

”کیا تم نے پوچھا نہیں کہ رات کے باہر کادوت مقرر کیا۔ دن کے بھی باہر دن گئے۔ رابطہ نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ کیا کئی آثار دوستی نہیں کرنا چاہتی ہے؟“

”اسی بات نہیں ہے۔ ڈی کئی آثار خود حیران ہے اور اصلی کئی آثار سے رابطہ نہ ہونے پریشان ہے۔ خیال ہے کہ وہ بتا رہے ہیں اہم معاملے میں ابھی ہوئی ہے۔“
جبری نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جے پر گولائے کو تمام باتیں بتائیں۔ پر گولائے نے کہا۔ ”شاید بتا رہے ہیں وہ اہم معاملہ کیا ہو سکتا ہے۔ کل رات تک وہ قمارو لے اہم تھے لیکن وہاں کئی آثار کا نام سننے میں نہیں آیا۔ صرف وہی سول اور الپا کی نہیں ایک دوسرے سے لڑتی رہیں۔“

”کئی آثار اور مرنے بھی اپنی ٹیم کے ساتھ اچانک ہی جنگل سے کہیں چلی گئی تھی۔ پراسٹروکریہ خیالات نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ دونوں خیال خوانی کرنے والیاں لاپتہ رہی تھیں۔“
”پھر تو وہ دونوں متعین کئی ہیں۔ ضرور کوئی تڑپ رہے ہو سکتا ہے دونوں میں کوئی جھگڑا نہ ہوا ہو۔“ وہ دونوں اب بھی ہم خیال سیلیاں ہوں۔ پراسٹروکریہ جھوٹ کہا ہو۔ ان کا ایک ساتھ نائب ہو جانا اور قمارمولوں میں دلچسپی نہ لینا کوئی معنی رکھتا ہے۔“
جے پر گولائے سوچ میں پڑ گیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دونوں کہاں کم ہو گئیں ہیں اور کم ہو کر کیا کئی پھر رہی ہیں؟

تمام دشمنوں نے برا زور لگایا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے میری تعلی کے کسی فرد کو شکار کر کے لے جائیں۔ یہودی اس ادارے میں کامیاب بھی ہوئے تھے۔ جو جو تربیت کر کے لے جا رہے تھے لیکن کئی آثار اور تعلی تیور نے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

جو جو واپس آ گئی تھی اور اس کے دماغ سے الپا کے شرعی عمل کے اثرات کو ختم کر دیا گیا تھا پھر دشمنوں کو پتا چلا کہ ادارے میں فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے نہیں ہیں۔ یہ اعلان گمراہ کرنے کے لیے تھا کہ فرہاد اس کے بیٹے اور تعلی کے دوسرے بھی افراد نہیں تھے۔ تب ادارے میں رہیں گے جب دشمنوں کو معلوم ہوا کہ انہیں اسحق بنا کر ان کے عداوتی ادارے معلوم کیے گئے ہیں تو تب ہی ادارے سے من پھیر کر ملے گئے۔

مجھے معلوم تھا کہ ایسی حکمت عملی سے دشمن مایوس ہو کر چلے جائیں گے پھر میرے لیے راست صاف ہو جائے گا۔ میں سوچا اور نوازیدہ بچوں کو دیکھنے کے لیے ادارے میں گیا۔

سوچا خوشی سے پھول کی طرح کھلی ہوئی تھی۔ اس نے اعلیٰ بی بی کو گود میں لے کر کہا۔ ”میں نے بی بی اعلیٰ ہے تم تو پہلے بیٹے کو گود میں لے لو گے۔“

میں نے پوچھا۔ ”تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ پہلے بیٹے کی طرف غم کیا؟“

”تو نے فیصد لوگ بیٹیاں چاہتے ہیں۔“

”میں باقی دس فیصد میں ہوں۔ میرے خاندان میں ایک بیٹی کی

کی تھی وہ آج تم سے پوری کر دی۔“
میں نے اعلیٰ بی بی کو اس کے ہاتھوں سے لے کر خوب چومایا۔ اس خوبصورت بی بی کو دیکھ کر دل میں بھرتا تھا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ”بس اب دوسرے کے لیے بھی پیار رہے دو۔“
میں نے اسے سونیا کو دیا پھر کمریا کو اٹھا کر چومتے ہوئے کہا۔ ”اولاد کو ہمتا بھی پیار دو۔ تم نہیں ہو تاکہ بھلا بھلا ہوتا ہے۔“
”کتنے دنوں کے لیے آئے ہو؟“

”ایک دن تمہارے لیے اور ایک دن کمریا کے لیے ہے۔ باقی زندگی کے جو دن رہ گئے ہیں وہ اپنی بیٹی کے ساتھ گزارنا چاہوں گا۔“

”پھر تو اس لڑکی کے متعلق پیش گوئی درست ہے کہ جو اسے دیکھے گا اس کا دلوانہ ہو جائے گا۔ تم پہلی سی ملاقات میں اپنی باقی زندگی اس کے ساتھ گزارنے کی تمنا کر رہے ہو۔ ایسے تو یہ بڑی مفور ہو جائے گی۔“

”حسن میں غور کی ملاقات ہو تو اس میں اور کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ تم میری بیٹی پر ابھی سے تنقید نہ کرو۔“

”تمہاری لاڈلی تمہیں مبارک رہے۔ دوسری باتیں کرو۔“
”دوسروں سے دوسری باتیں کی جاتی ہیں۔ تم دوسری نہیں ہو پھر دوسری باتیں کیوں کروں؟“

”خوب باتیں بنانے کے موزیں ہو۔“
”جیسی تم نے ایسے ننھے ننھے پیارے پیارے سے کھڑے دکھائے ہیں پھر موزیوں میں بنے گا۔“

میں نے اور سونیا نے زندگی میں بڑے مصائب جھیلے تھے اور طرح طرح کی سرسختی بھی حاصل کی تھیں لیکن اس روز میں ایسی مسرتوں سے مالا مال ہوا تھا جو سونیا کے حوالے سے مجھے مل رہی تھیں۔ ایسے وقت سونیا عانی نے میرے دماغ پر دھبہ ڈی کو گود دیا اور ادا کیے پھر کہا۔ ”پارس اپنی پوری ٹیم کے ساتھ میرس پہنچ گیا ہے۔ باربرا کے ساتھ ادارے میں آ رہا ہے۔ پاشا مرنے، مفورا اور عبداللہ کا کیا کیا جائے؟“

میں نے کہا۔ ”پاشا کو ابھی ملٹری ہیڈ کوارٹر میں رکھو۔ میں ابھی مرنے سے بات کرتا ہوں۔“

سونیا چلی گئی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ ”تمہارا بیٹا پارس آ رہا ہے۔“

”اچھا۔ میرا بیٹا ہے۔ تمہارا نہیں ہے؟“
”ہے تو سوس۔ مگر کجبت تمہارے گم ایسے گاتا ہے جیسے آسمان سے سیدھا تمہارے پیٹ میں آیا ہو۔ اپنی پیدائش کا کیفیت باپ کو نہیں دیتا ہے۔“

”پھر بھی باپ پر کیا ہے۔ ایک حسین نمونہ اپنے ساتھ ضرور رکھتا ہے۔“

”ہاں باربرا کے ساتھ آ رہا ہے لیکن یہ پہلی حسین لڑکی ہے جو

اسے انسان بنا کر رکھتی ہے۔ اسے اخلاق اور تہذیب کے دائرے میں رکھتی ہے۔

”پھر اچھا ہے پاشا اور مرہٹا کے حلقے بتاؤ؟“

”میں نے پاشا کو کافی اہمال ٹھہری ہیز کوارٹریں رکھنے کے لیے کہا ہے۔ مرہٹا کے حلقے بھی غور کرنا ہو گا۔ یہ دونوں ایسے ہیں جنہیں یہاں ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ ہم بے حد مصروف رہا کرتے ہیں۔ ان کی وفاداری اور بے وفائی پر نظر نہیں رکھ سکیں گے۔ اگر ہم نے ہر پردہ دن بعد ان پر توہمی عمل نہ کیا تو یہ آزاد ہو کر بھگ جائیں گے۔“

وہ بولی۔ ”میں تمہارا انتظار کر رہی تھی کہ آؤ گے تو تمہارے ساتھ بچوں کو لے کر جناب حمزہ صاحب کے حجرے میں حاضری دوں گی۔ وہیں ہم جناب حمزہ صاحب سے پاشا اور مرہٹا کے سلسلے میں مشورہ لیں گے۔“

میں نے ادارے کے مخصوص فون کے ذریعے جناب حمزہ صاحب سے رابطہ کیا۔ انہیں سلام کرنے کے بعد عرض کیا۔ ”میں سوینا اور بچوں کے ساتھ حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ پارس بھی پہنچنے والا ہے۔“

انہوں نے فرمایا۔ ”مجھے تم سے مل کر خوشی ہوگی۔ آجاؤ۔“ میں نے تھپی اعلیٰ لی لی کو بازوؤں میں اٹھایا۔ سوینا نے کیا کو گود میں لیا۔ ہم کوارٹر سے نکل کر باہر آئے۔ وہاں ہمارے لیے ایک چھوٹی موٹر ترائی آئی۔ بابا صاحب کا ادوارہ کی مکمل تک پہنچا ہوا تھا۔ ایک قلعہ بند شہر کی طرح فیصل کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے موٹر ترائیاں چلتی رہتی تھیں۔ ہم اس کے ذریعے حجرے کے سامنے پہنچ گئے۔ اجازت حاصل کر کے اندر داخل ہوئے۔ جناب علی اسد اللہ حمزہ صاحب کے سامنے دونوں بچوں کو فرش پر ڈال کر ان سے مصافحہ کیا پھر دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔

انہوں نے کہا اور اعلیٰ لی لی کو باری باری اٹھا کر دعا پڑھی۔ ان کی پیشانیوں کو بوسہ دیا پھر انہیں ہمارے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دے گا، جسے چاہتا ہے ذلت دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ان بچوں کو عزت، شہرت اور خوشحالی نصیب ہوتی رہے گی۔“

وہ خاموش ہوئے۔ حجرے میں چند لمحوں تک سکوت طاری رہا پھر انہوں نے فرمایا۔ ”ہم اپنے مختلف علوم کے ذریعے انسانوں کے دلوں اور دماغوں کے راز معلوم کر لیتے ہیں لیکن تقدیر کے عہد صرف وہی عالم انصاف جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اگلے لی اس پر کیا افتاد آئے گا۔ اگلے چند لمحوں میں وہ خلاف توقع کامیابی و کامرانی حاصل کرنے والا ہے یا بھروسہ کی کمی ہے۔ میں اسے آدھنے والی ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا ایک ہوسہی عالم انصاف جانتا ہے۔ تم کسی کی تقدیر بتانے کے لیے اسے دو دو، اگر تقدیر میں کنگال رہتا یا غدا یا اٹھا ہے تو وہ بد نصیب دولت پالی کی طرح بھادوے

گا۔ کسی طوائف یا چور ڈاکو کے حوالے کر دے گا۔ تم کسی کی تقدیر بگاڑنا چاہو گے اور اس کے تقدیر میں سوراخ لکھا ہو گا تو وہ بد نصیب اور تقدیر کے اشتراک سے سوراخ ہی جائے گا۔ یوں انسانی ہاتھ نہ کسی کو بچا سکتے ہیں نہ کسی کو بگاڑ سکتے ہیں۔

”تم کیوں چاہتے ہو کہ پاشا اور مرہٹا کی تقدیر تمہاری مٹھی میں رہے؟ تم جہاں چاہو انہیں بٹھاؤ اور جہاں چاہو انہیں بیکسٹو دو؟ جو کام قدرت کا ہے وہ تم کیوں کر دو گے؟“

”ماضی میں تم نے کتنے ہی سرکش ٹیلی جیتی جاننے والوں کو اپنا مصلح و فرمانبردار بنایا پھر انہیں آزاد کر دیا۔ قانع اعظم وہی ہوتا ہے جو علاقے فتح کرتا ہے پھر اپنی طاقت کا لوہا منوانے کے بعد ان علاقوں کو آزاد کرتا ہے۔ دشمن لا شعوری طور پر تم سے متاثر اور مرعوب ہوتے ہیں۔ ان کے اندر یہ خیال پختہ ہوتا ہے کہ تم آئندہ بھی ان کے ٹیلی جیتی جاننے والوں کو تسخیر کرتے رہو گے اور آزادی کی خیرات دیتے رہو گے۔ یوں دشمن پر تہذیبی تاثر قائم ہوتا ہے۔“

وہ بول رہے تھے۔ ہم سن رہے تھے۔ میں نے اور سوینا نے سوچا تھا کہ پاشا اور مرہٹا کے سلسلے میں ان سے مشورے لیں گے لیکن ہمارے کچھ پوچھنے سے پہلے یہ مشورے دے رہے تھے۔ میں نے سر ہٹا کر کہا۔ ”میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔“

”ضرورت دل کی بات بلجک بیان کرو۔“

”جناب! پاشا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ آزادی ملنے ہی وہ دشمنوں کے پتے پڑے گا پھر دشمن اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔“

انہوں نے فرمایا ”فائدہ اٹھانے دو۔ جو شہت انداز میں فائدہ نہیں اٹھاتے“ وہ فائدے کے دھوکے میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ عرب ملک تیل کی دولت سے کتنا فائدہ اٹھا رہے ہیں؟ اور اسلامی ممالک کو کتنا نقصان پہنچا رہے ہیں؟ اسی طرح اسرائیل اپنی یہودی سیاست کے ذریعے امریکا سے کتنے فائدے اٹھاتا رہتا ہے اور اس کے باوجود کیسی ذلتیں کاتا رہتا ہے۔ یہ صاحب کو گے تو انکشاف ہو گا کہ ایمان سے اور بلیتے سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو انجام کار ناکامی اور ذلتیں ہی ملتی رہتی ہیں اس لیے اندیشہ نہ کرو کہ دشمن پاشا کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں گے اور تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔“

”آپ کا حکم سر آنگھوں پر، ہم پاشا اور مرہٹا کو آزاد کر دیں گے۔“

سوینا نے پوچھا۔ ”فرہاد کے حلقے کیا حکم ہے؟ کیا یہ یہاں قیام کر سکتے ہیں؟“

”مجھے افسوس ہے۔ قواعد قوانین سب کے لیے یکساں ہیں۔ اس ادارے میں کسی بھی میاں بیوی کو ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم ادارے کے مغربی زون میں

رہتی ہو۔ فرہاد مغربی زون میں سے دو میل کے فاصلے پر رہے۔ تم میاں بیوی اپنے بچوں کے ساتھ دن کو کسی وقت بھی ریکٹریشن ہال میں روزانہ ملاقات کر سکتے ہو۔“

اسی وقت پارس کی آواز سنائی دی۔ ”محترم جناب عالی! میں اندر آسکتا ہوں؟ میرے ساتھ باربرا ہے۔“

انہوں نے اجازت دی۔ دونوں نے اندر آکر سلام کیا پھر مصافحہ کر کے ان کے سامنے دو زانو ہو گئے۔ جناب حمزہ صاحب نے کہا۔ ”پارس! اپنے بھائی! بہن کے لیے نہایت ہی قیمتی تحفہ لے کر آتا ہے۔“

پارس نے مسکرا کر اپنی جرسی کے اندر سے وہ فارمولے نکالے جو باہر عدد کافذات پر مشتمل تھے۔ اس نے وہ کافذات جناب حمزہ صاحب کے قدموں میں رکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ میری اور باربرا کی کمائی ہے۔ ہم دونوں کی خواہش ہے کہ اس کمائی کا فائدہ سب سے پہلے کبریا اور اعلیٰ لی لی کو پہنچے۔“

انہوں نے تاکید کی۔ ”تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے یہ بہن بھائی غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی ودماغی قوتوں کے مالک ہوں گے۔“

سوینا اپنی جگہ سے اٹھ کر پارس کے پاس آئی پھر اسے اپنی بانہوں میں لے کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد باربرا کو گلے لگا کر دعا میں دیں۔ باربرا نے جناب حمزہ صاحب سے کہا۔ ”جناب! آج مجھے آپ کے سامنے دو زانو ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ میں اس ادارے میں رہ کر مزید علوم فنون حاصل کرتی رہوں۔“

انہوں نے کہا۔ ”بے شک تم اس ادارے میں رہنے کے قابل ہو۔ میں ابھی تمہاری رہائش کا پروانہ جاری کر دوں گا۔“

میں نے کہا۔ ”جناب! ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آئندہ ہمیں کن معاملات میں دلچسپی لینا چاہیے۔“

”تم دلچسپی لو۔ نوہ معاملات اور مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ خود ہی اپنی طرف متوجہ لینے میں پھر تم سب ان میں الجھتے جاتے ہو۔ آئندہ بھی یہی ہو گا۔ جاؤ۔ میری مبادت کلاقت ہو رہا ہے۔“

ہم سب انہیں سلام کر کے حجرے سے باہر آئے۔ باہر آتے ہی پارس نے سوینا کو بازوؤں میں جکڑ کر خوب چومتے ہوئے کہا۔ ”جناب حمزہ صاحب کے سامنے جرات نہیں ہوئی۔ اپنی تمنا سے لپٹنے کے لیے دل سینے سے باہر آ رہا تھا۔“

وہ ہنسی رہی اور وہ اسے چومتا رہا۔ میں نے کہا۔ ”دووانے برخود اور اس کو بس۔“ پانی حرمیں کو راز میں پوری کر لیتا۔“

ہم وہاں سے کوارٹریں آئے۔ میں نے کہا۔ ”تم سب یہاں باہم کھڑے پاشا کے سلسلے میں علی سے باتیں کر رہا ہوں۔“

میں نے دوسرے کمرے میں آکر علی کو مخاطب کیا۔ علی نے کہا۔ ”میں غالی کے ذریعے آپ سے باتیں کرنے والا تھا۔ آپ کو

معلوم ہو چکا ہو گا کہ پارس نے صوبہ میں کیا کیا ہے؟“

”صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ تمام فارمولے لے آیا ہے۔“

”پاپا! وہ شیطان وہاں سے حاتم طائی بن کر آیا ہے۔ وہ ہر سائز ماسک میں شہی نارا اور اپنا وغیرہ کو فارمولوں کے دو دو کافذات خیرات کرنے والا تھا لیکن یہودی دس کافذات پہنچ کر لے گئے۔“

”کیا یہودی جو کافذات لے گئے ہیں وہ اصلی ہیں؟“

”غالی نے پاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے۔ پارس نے باہک ماسک فیلے میں پہنچتے کے بعد ان فارمولوں کو بت کی کھوپڑی سے نکالا تھا۔ وہاں بیٹھ کر اس نے دوسرے باہر کافذات پر پاشا سے ان فارمولوں کی نقل کرائی تھی۔ اصل کافذات اپنے پاس رکھ لیے تھے۔ نقل کے باہر کافذات میں سے دو کافذات سب کے سامنے یہ کہہ کر جلا دیے تھے کہ وہ اپنے حصے کے دو کافذات جلا رہا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ اصل کافذات تو ہمارے پاس ہیں۔ یہودیوں کے پاس بھی اصل فارمولے گئے ہیں لیکن وہ ادھر رہے ہیں۔ باقی داوے پاشا کے خیالات اور کیا کہتے ہیں؟“

”وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا ہے۔“

”پھر تو پارس نے اس کی لاعلمی میں گڑبڑ کی ہوگی۔ میں ابھی معلوم کر آتا ہوں۔“

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کو بلایا پھر پوچھا۔ ”کیا تم نے فارمولے کے دس کافذات یہودیوں کے حوالے کیے ہیں؟“

”جی ہاں! انہوں نے جو جو کو اغوا کرنے کی جرات کی تھی۔ اس جرات پر انہیں انعام دیا ہے۔“

”یعنی کوئی گڑبڑ کی ہے؟ غالی نے پاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے؟ تم نے ہو با اصل فارمولوں کو دوبارہ لکھوا کر انہیں یہودیوں کے حوالے کیا ہے۔ اس میں راز کیا ہے؟“

”پاپا! جب میں پاشا سے ان فارمولوں کی نقل کر رہا تھا تب باربرا پاشا کے دماغ میں تھی۔ قوت سماعت و بصارت اور جسمانی و دماغی قوتوں سے متعلق بہت سی دواؤں کے مرکب بنانے کے نسخے لکھے ہوئے تھے۔ باربرا نے ہر فارمولے میں دو چار دواؤں کے نام تبدیل کر دیے۔ پاشا اسے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس لیے سمجھ رہا تھا کہ وہ اصل فارمولوں کے مسابقتی لکھتا جا رہا ہے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ ”تم نے حال ابھی چلی ہے لیکن یہودی دھوکا نہیں کھائیں گے۔ وہ ان فارمولوں سے دوا میں تیار کر کے پہلے کسی ایک عام شخص پر انہیں آزما لیں گے۔ یوں پتہ چل جائے گا کہ فارمولے جعل ہیں۔“

”اس انکشاف کے بعد کہ وہ سب جعل ہیں، پھر بھی وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔“

”وہ کیسے برخودار؟“

”اچھے کہ ہر سائز ماسک میں اور شہی نارا وغیرہ تو یہی سمجھ

رہے ہیں کہ وہ اصلی ہیں۔ یہودی دوا پلا چائیں گے کہ وہ جعلی ہیں تب بھی کوئی یقین نہیں کرے گا۔ یہی سمجھا جائے گا کہ یہودی ازل سے جوئے ہیں۔ وہ دھوکا دینے لے اصل کو جعلی کہہ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے پاپا کہ شی 'تارا' پراسٹر اور ماسک میں وغیرہ ان فارمولوں کو حاصل کرنے کے لیے اسرائیل پر دھاوا بولیں گے۔ قل ابیب، جافہ، حیفہ اور یروشلیم میں بڑے ممالک کے جاسوس اور خلدناک عقیدوں کے خریب کار پہنچ رہے ہوں گے۔ اسرائیل کے بڑے شہروں کا امن و امان غارت ہو جائے گا۔ وہاں ذہن اور تجربہ کار سرانجاموں کا میلہ لگے گا تو یہودیوں کی نئی خفیہ تنظیم ہر دلوں میں چھپی نہیں رہ سکے گی۔ یہ راز کھل جائے گا کہ وہ خفیہ تنظیم کیسی ہے؟ اس میں کون لوگ ہیں اور وہ کس انداز سے کام کرتے ہیں؟

میں نے بیٹے کو فخر سے مسکرا کر دیکھا پھر علی کے پاس پہنچ کر اسے ساری تفصیلات بتائیں۔ وہ بھی مسکراتے ہوئے بولا۔ "اسی لیے میں اسے شیطان کہتا ہوں۔ واقعی پاپا! اس نے یہودیوں کو قارمولے دے کر انہیں ایک طویل عذاب میں مبتلا کر دیا ہے اور صرف یہودیوں کو ہی نہیں تمام دشمنوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے ایک دوسرے سے لڑنے کی فضا قائم کر دی ہے۔"

"پاشا کہاں ہے؟"

"بہن کو ادریش ہے۔"

"ثانی سے کو، میرے پاس آئے، میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ اس طرح ہم تین بائیں کر سکیں گے۔"

ثانی نے آکر مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا۔ "جناب حمیری صاحب کا مشورہ ہے کہ پاشا اور مرثا کو آزاد کر دیا جائے۔"

"نیک ہے پاپا! ان کے مشورے کے پیچھے کوئی مصلحت چھپی ہوگی۔ میں ابھی پاشا کو آزاد کر دوں گی۔ ویسے آپ ہمیں کیا مشورہ دیں گے؟ کیا ہمیں پیرس میں رہنا چاہیے؟"

"جینی! راوی جین لکھتا ہے۔ تم دونوں کے لیے میرا مشورہ ہے کہ جب تک آرام اور سکون ہے، شادی کے مسئلے پر غور کرو اور اس کے لیے کوئی مبارک دن مقرر کرو۔"

"وہ تو بپا! اپنی جلدی شادی نہیں کروں گا۔"

ثانی نے کہا۔ "یہ گھربانے کی نہیں ساری دنیا دیکھنے کی عمر ہے۔ پلیز تپ شادی کی بات نہ کریں۔"

"چھا جافہ! پاشا کو تو یہی عمل سے رہائی دو۔"

وہ جلی گئی۔ میں نے لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "آپ کیسے ہیں؟"

"خیریت سے ہوں۔ تم سناؤ۔"

"میں کیا سناؤں؟ آپ بتائیں، میرا انتظار کب ختم ہو گا؟"

"میں ابھی ادارے میں سویا کھ رہی ہوں۔"

"وہاں تو میاں بیوی کو رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی؟"

"اب بھی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہ ادارے کے مشرق میں ہوگی تو میں مغرب میں۔ وہ شمال میں ہوگی تو میں جنوب میں۔ اجازت اتنی ہے کہ ہم میاں کے ریکریشن ہال میں یا پارک میں ملاقاتیں کرتے رہیں گے۔"

وہ ہنسی ہوئی بولی۔ "پھر تو آپ جلد ہی بھاگ آئیں گے۔"

"تم میری شریک جات ہو۔ تم سے زیادہ مجھے اور کون مجھے گا۔ میں پختے میں ایک دن کے لیے پیرس آیا کروں گا پھر واپس ادارے میں آکر آرام کیا کروں گا۔ کچھ عرصہ کیریا اور اعلیٰ لی لی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک سرور آہ بھر کر بولی۔ "اللہ کرے کوئی ایسا بھجھو ہو کہ میں بھی آپ کے بچوں کی ماں بن سکوں۔"

"میں آئین کہتا ہوں اور اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ تو قدرت کے کھیل ہیں۔ تم جانتی ہو، سویٹا نے اپنی زندگی داؤ پر لگائی۔ زہریلی مادے کے ساتھ وہ خود کو رفتہ رفتہ اس حد تک زہریلا بنا کر اس کی کوکھ نے میرا زہر قبول کر لیا۔ ایسا قدرت کی مرضی سے ہوا ہے۔ قدرت کو منظور نہ ہو تو سویٹا کی حالت بھی وہی ہوتی جو پارس کے زہر سے جو جو کی ہوئی تھی۔"

"میں بھی آپ کے بچوں کو جنم دینے کے لیے یہ فطو مول لوں گی۔"

"یہ ہرگز نہ کرنا۔ جو جو کو بڑی مشکلوں سے بچایا گیا تھا۔ تم تو بہت ذہین ہو۔ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔ اگرچہ تم ناچھ نہیں ہو لیکن میرے حوالے سے خود کو ناچھ تسلیم کرو اور مبرک ہو۔"

"اب تک مہری کر رہی ہوں۔"

"میں یہ کہنے آیا ہوں کہ مرثا، عبداللہ اور صفورا کو تو یہی عمل سے آزاد کر دو۔"

"تم انہیں آزاد کیوں کر رہے ہو؟ وہ ہمارے دشمنوں سے مل جائیں گے۔ ہمارے خلاف دشمنوں کی اضافی قوت بن جائیں گے۔"

"ہاں! ایسا ہو سکتا ہے لیکن یہ جناب حمیری صاحب کا مشورہ ہے۔ ویسے میں چاہتا ہوں، صفورا ہمارے پاس رہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"چھا خیال ہے۔ وہ بہت کام کی لڑکی ہے۔"

"تم مرثا اور عبداللہ کے پاس جاؤ۔ میں صفورا سے بات کرنا ہوں۔"

میں اس زہریلی لڑکی کے پاس آیا چونکہ وہ ہماری معمولی تھی اس لیے مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکی۔ وہ کئی منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ کوئی دوسرا خیال خزانہ کرنے والا اسے ٹپ نہیں کر سکتا تھا۔ بہتر فائز بھی تھی۔ اس وقت وہ پیرس کے ایک گاؤں میں بیٹھی ہوئی تھی اور شکستہ دلی سے پارس کے

مخلوق روح پر تھی۔ اسے یہ صدمہ تھا کہ اس نے ادارے میں جانے سے پہلے الوداعی ملاقات نہیں کی تھی۔ اس سے مسکرا کر رخصت ہونا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو صفورا!"

وہ چونک گئی۔ اس نے آس پاس دیکھا پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں پارس کا باپ ہوں، فریاد علی تیمور۔"

"کیا واقعی؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "یقین کو، تمہیں یہ اعتماد ہے کہ کوئی تمہارے دماغ میں نہیں آسکتا اور یہ بھی جانتی ہو کہ باربارا نے تمہیں مرثا کے توہمی عمل سے نجات دلائی ہے۔ صرف باربارا اور اس کے خیال خزانہ کرنے والے ساتھی ہی تمہارے دماغ میں آسکتے ہیں۔ اسی طرح میں آیا ہوں۔ کوئی دشمن تمہارے پاس نہیں آسکے گا۔"

"یہ کب آپ پارس کے پاپا ہیں۔"

"صرف پارس کا نہیں، تمہارا بھی ہوں۔ تم میری بیٹی ہو۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ مسکرا کر بولی۔ "تھینک یو پاپا۔ میں خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی سمجھ رہی ہوں۔"

"تمہیں یہ خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ تم تو یہی عمل سے آزاد ہو۔ میں باپ کی حیثیت سے اپنی بیٹی کو آزادی کا تختہ دے رہا ہوں۔ کیا آزادی کے بعد میری جیلی میں رہنا چاہو گی؟"

وہ آہٹ کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "اے میرے خدا! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ میرے نصیب یوں جاگ رہے ہیں کہ مجھے یہ خواب سالک رہا ہے۔ پاپا! میں ساری عمر آپ کی بیٹی بن کر آپ کی خدمت کرتی رہوں گی۔"

"کیا اپنے بھائی عبداللہ سے دور رہ سکو گی؟"

"میں آپ کے لیے ساری دنیا کو چھوڑ سکتی ہوں۔ کیا آپ میرے بھائی کو اپنی جیلی میں جگہ نہیں دیں گے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ ابھی اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں صرف ایک ہی خلیہ ہے کہ وہ حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا مالک ہے۔ اس سے زیادہ پاشا زور ہے لیکن ہم پاشا کو بھی اپنی جیلی سے دور کر رہے ہیں۔"

"آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ آپ مجھے بھائی سے جتنی دور جانے کو کہیں گے میں چلی جاؤں گی۔"

"تم ہمارے ایک خاص مشن پر امریکا جاؤ گی۔"

"آپ کے خاص مشن کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر جاؤں گی۔"

"ہتھیلی پر جان رکھ کر نہیں، دل رکھ کر جانا ہے کیونکہ پارس تمہارے ساتھ ہو گا۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ پھر بولی۔ "اوہ پاپا! آپ مجھے اتنی خوشیاں دے رہے ہیں۔ میں تو پاگل ہو جاؤں گی۔"

"تم پاگل نہیں ہوگی۔ میں تمہارے اندر رہ کر سمجھ رہا ہوں۔ تم بہت ہی مضبوط ارادوں کی مالک ہو۔ سفر کی تیاری کرو۔ میں تمہاری روانگی کے انتظامات کر رہا ہوں۔"

"کیا صرف میری روانگی کے انتظامات؟"

"ہاں! تم میاں سے تنہا جاؤ گی۔ ہماری پلاننگ کے مطابق وہاں کے اونگے سرکاری عہدے داروں سے دوستی کرو گی۔ وہیں پارس ایک ایسی بین کرتم سے ملاقات کرے گا تاکہ دشمنوں کو شبہ نہ ہو کہ تم دونوں وہاں کسی منصوبے کے تحت کوئی کھیل کھیل رہے ہو۔"

میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ سرکاری آفیسر سے کہا کہ وہ مس صفورا سے ملاقات کرے اور صفورا کے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات امریکی شہری کی حیثیت سے تیار کرے۔

○☆☆○

مرثا اور عبداللہ ایک ہوٹل کے کمرے میں شام تک سوتے رہے پھر دونوں کی آنکھیں ایک ساتھ کھلیں۔ دونوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر کمرے کی طرف گئے۔ مرثا نے پوچھا۔ "تمہیں یاد ہے؟ ہم بے وقت کیوں سو گئے تھے؟"

عبداللہ نے کہا۔ "ہاں، کوئی میرے دماغ میں بول رہا تھا کہ مجھ پر توہمی عمل کیا جا رہا ہے۔ جس کے بعد میں کسی کا معمول اور ناہنجار نہیں رہوں گا۔ آزاد ہو جاؤں گا۔"

مرثا نے کہا۔ "میرے دماغ میں بھی کسی نے یہی کہا تھا۔ اس کے بعد میں سو گئی تھی۔"

"کیا ہمارا بزمین داش ہو چکا ہے؟ میرا مطلب ہے، ہمارے دماغ سے توہمی عمل مٹا دیا گیا ہے۔"

"شاید یہی ہوا ہے۔ ہمیں اپنی آزادی کی تصدیق کرنا چاہیے۔"

"تصدیق کیسے کی جائے؟"

"میں ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ خیال خزانہ کی پرواز کرتی ہوئی عبداللہ کے دماغ میں پہنچی۔ اسی لمحے اس نے سانس روک لی پھر کہا۔ "مرثا! ابھی میرے دماغ میں کوئی آنا چاہتا تھا۔"

"میں باربارا کا لقب اختیار کر کے تمہارے اندر آنا چاہتی تھی کیوں کہ اسی نے ہم پر عمل کیا تھا لیکن تم نے سانس روک کر ثابت کر دیا ہے کہ باربارا کے توہمی عمل کا اثر تمہارے اندر نہیں رہا۔ تم آزاد ہو۔"

وہ مرثا کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر خوشی سے بولا۔ "میں کسی کا غلام نہیں ہوں، مجھے تم آزاد ہو۔"

وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑا کر بولی۔ "ہاؤلے ہو گئے ہو؟ مجھے یقین کہنے دو کہ آئندہ کوئی میرے اندر نہیں آسکے گا۔"

اس نے پھر خیال خزانہ کی پرواز کی۔ باربارا کے دماغ میں آئی۔

بارہ لے کوڈروڈز پچھہ۔ ہولی۔ "میں مرنا ہوں۔ واپس جاری ہوں۔ بلیر تورا میرے داغ میں آؤ۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس نے بارہ کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا جب کہ پہلے وہ محسوس نہیں کر پاتی تھی۔ بارہ نے پوچھا۔ "تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

مرنے نے سانس روکی پھر محسوس کیا کہ وہ آنے والی سوچ کی لہروں سے جا چکی ہیں۔ اب اس کے اندر کوئی نہیں ہے۔ وہ خوش ہو کر سانس لیتے ہوئے ہوئی۔ "عبداللہ! واقعی ہم آزاد ہو گئے ہیں۔ میں نے ابھی بارہ کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا ہے۔"

دونوں خوشی سے دیوانے ہو گئے۔ ہسٹر پوٹ پوٹ کر لپٹ کر بننے پونے لگے۔ بڑی دیر تک دنیا کو بھولتے رہے پھر مرنا نے تھک ہار کر ہانپتے ہوئے کہا۔ "ہمیں ہوش میں رہنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ بارہ اور فرہاد کے دوسرے خیال خواتین کے والوں نے ہمیں رہائی کیوں دی ہے؟"

"ہاں، ہمیں غور کرنا اور سمجھنا چاہیے۔ تمہارے پاس ٹیلی میٹھی کا خطرناک ہتھیار ہے جو بھی تمہارے داغ پر قبضہ جتانے کا وہ مرتے دم تک تمہیں اپنے چنگل سے نکلنے نہیں دے گا پھر انہوں نے کیوں رہائی دے دی؟"

وہ دونوں اس سوال پر غور کرتے ہوئے ہاتھ دھم دھم گئے۔

حسل وغیرہ سے فارغ ہونے تک سوچتے رہے۔

عبداللہ نے کہا۔ "یہ اندیشہ رہا کہ اگر کوئی ایسا خیال خواتین کے والوں ہمارے اندر چھپا رہتا ہے جو ہمارے لیے انتہی ہے اور ہمارا حال ہے۔ ہم اسے محسوس نہیں کر سکتے ہیں۔"

"میں اپنے دل اور دماغ میں کسی قسم کا اندیشہ نہیں رہنے دوں گی۔ اگر فرہاد کے خیال خواتین کے والے کسی حکمت عملی سے چھپے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہیں چاہیں گے کہ میں پراسٹر کی دوست بن جاؤں اور ان کے خلاف پراسٹر کے لیے کام کرتی رہوں۔ ایسے میں وہ مجھے میرے اپنے ملک امریکا کے لیے کام کرنے سے روکیں گے۔ اگر ہم رک جائیں گے، ہجور ہو جائیں گے تو ان کا فراڈ ظاہر ہو جائے گا۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ اس طرح فرہاد اور اس کے لوگوں کی دانداری اور بے ایمانی کل کر سامنے آجائے گی۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ تم کھانے کا آؤ دو۔ مجھے محتاط نہ کرنا۔ میں پراسٹر کے پاس جاری ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر آکر آرام سے بیٹھی پھر پراسٹر کے نائب کے پاس پہنچ کر بولی۔ "میں مرنا ہوں۔ تمہارے ماسٹر سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

نائب نے کہا۔ "پراسٹر اس وقت ایک اہم میٹنگ میں مصروف ہے۔ آپ ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں۔"

وہ واپس آگئی کچھ عرصہ پہلے مرنا اور شہی تارا نے سونیا ٹائی کو

بے غائب کرنے کے لیے چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے مدافعی رابطہ رکھا تھا۔ انہوں نے ٹائی کو بے غائب کیا مگر اسے پراسٹر کے روپ میں گرفتار نہ کر سکے لیکن اس کو کشش میں مرنے کی دوستی چند حکام اور فوجی افسران سے ہو گئی تھی۔ اس نے سر ہٹا کر ایک دوست افسر کی آواز اور بے گویا دیکھا پھر آسانی سے اس افسر کے اندر پہنچ گئی۔

وہ فوج کا سب سے بڑا اور اس وقت بین کوارٹر کے ایک چنگلے میں تھا۔ اس چنگلے کے پڑے سے ذرا ننگ دم میں اس کے علاوہ چند اہم فوجی افسران اور اعلیٰ حکام تھے۔ اس وقت پراسٹر ذرا ننگ دم میں داخل ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میرا خیال ہے میں نے آپ حضرات کو انتظار نہیں کرایا ہے۔ ٹھیک وقت پر آیا ہوں۔"

اس نے حاضرین سے باری باری مصافحہ کیا پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ مرنا بھی آرام سے منبر کے اندر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ اسے محسوس نہیں کر رہا تھا۔ پراسٹر نے تنگوار کا آٹا دیکھا پھر صوبہ میں اپنی ناکامی اور یودیوں کی کامیابی کی روداد سنانے لگا۔

روداد ختم ہوئی تو ایک اعلیٰ فوجی افسر نے پوچھا۔ "ہمارا خیال خواتین کے والوں کو اس کی طرف سے پوچھا۔"

وکی سول نے ایک جوئیز افسر کی زبان سے کہا۔ "میں اس افسر کے اندر موجود ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تم ہمارے ایک ہی خیال خواتین کے والے ہو گئے ہو۔ تم بھی سابقہ ٹیلی میٹھی جاننے والوں کی طرح غلطیاں کر رہے ہو اور ناکامی کا منہ دکھا رہے ہو۔"

وکی سول نے کہا۔ "پراسٹر نے دوبارہ خفیہ آری دہاں بھیجی۔ نتیجہ سامنے ہے۔ سب کے سب مارے گئے۔ کیا پراسٹر کی آری میں کوئی بھی موزیدان نہیں تھا۔ کسی سپاہی نے دشمن کو زخمی کر کے مجھے اس کے اندر پہنچنے کا موقع نہیں دیا پھر میں دہاں کیا کر سکتا تھا! آپ میں سے کوئی میری کسی غلطی کو ثابت نہیں کر سکے گا۔"

جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "اب تمہاری غلطیاں ثابت کر کے کیا حاصل ہو گا؟ کیا ناکامی کامیابی میں بدل جائے گی۔"

وکی نے کہا۔ "آئندہ کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کی غلطیوں کی نشاندہی کی جائے۔ جس طرح میں نے پہنچ کیا ہے کہ کوئی میری غلطی ثابت نہیں کر سکے گا اس طرح صاف لغتوں میں کہتا ہوں کہ اتنی بڑی سرمر کرنے کے لیے پراسٹر نے دوبارہ ناکاہ بھیجی تھی۔"

جنرل واسکوڈی نے پوچھا۔ "میں پراسٹر کا کیا کہتا ہوں؟"

پراسٹر نے مسکرا کر کہا۔ "وہ میرے گھر کی تربیت یافتہ فوج نہیں تھی۔ یہ آپ ہی لوگوں کا دعویٰ تھا کہ آپ نے میرے چارج میں ہجور گورٹا آری دی ہے۔ جو مجھے دی گئی تھی۔ وہی میں نے بھیجی۔"

دہاں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وکی سول نے کہا۔ "تھی

ہودی خفیہ تنظیم بہت زبردست ہے۔ اس تنظیم میں ایسے ذہین اور دلیر افراد ہیں، جنہوں نے ہماری ہجورین تربیت یافتہ آری کو ناکارہ کیا۔ انہوں نے صرف ہمیں شکست نہیں دی۔ پارس جیسے مگر کو بھی دھوکا دیا۔ پارس تمام خیال خواتین کے والوں کو قاتلوں کے دود کاغذات دینا چاہتا تھا لیکن وہ یودی بادہ میں سے دس کاغذات اڑا لے گئے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "سوال پیدا ہوتا ہے پارس اتنی محنت سے حاصل کیے ہوئے قاتلوں نے اپنے تمام دشمنوں میں تقسیم کیوں کرنا چاہتا تھا؟"

"اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پارس مکمل قاتلوں کے اپنے ٹیلی میٹھی جاننے والوں کے ذریعے باپ صاحب کے ادارے میں نوٹ کر چکا تھا۔ اس کے بعد وہ تمام دشمنوں کو دود کاغذات دے کر انہیں ایک دوسرے سے لڑانا چاہتا تھا۔ اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ تمام خیال خواتین کے والوں کے حصوں کے کاغذات یودی لے گئے۔"

ایک اور حاکم نے کہا۔ "اس طرح پارس کی یہ مگر کی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ دہرہ باقی دس کاغذات یودیوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا تاکہ ہم سب ان کاغذات کے حصول کے لیے یودیوں کا جینا حرام کر دیں۔"

"اس کی بد معاشری یوں بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ باقی دس کاغذات بت کی کھوپڑی میں چھوڑ دیا تھا جب کہ ان کاغذات کو اپنے ساتھ لے جاسکتا تھا۔"

پراسٹر نے کہا۔ "ہم جس پھلو سے بھی بات کریں گے، نتیجہ یہی سامنے آئے گا کہ پارس تمام بڑے ممالک کو اور تمام دشمن ٹیلی میٹھی جاننے والوں کو عذاب بنا کر یودیوں پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کیا ہم وہ کاغذات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو تسلیم کر لو کہ پارس کا مگرانہ منصوبہ کامیاب ہو رہا ہے۔ ہماری طرح دوسری بڑی طاقتیں بھی ان کاغذات کے پیچھے جا جائیں گی اور خفیہ یودی تنظیم کے لیے عذاب بن جائیں گی۔"

پراسٹر نے کہا۔ "ہاں! اگر ایسا شیطانی سیاسی مکمل سونیا کا دنیا ہی مکمل سکنا ہے پارس سے تو علیٰ تیور بہتر ہے جو آتا ہے ایک ہی دادر میں دھکے کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ پارس کی طرح طویل عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔"

مرنا خاموشی سے ان سب کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ پراسٹر کا کاما رہا ہے۔ اگر رابطہ کرے گی تو وہ سانس روک لے گا پھر بھی وہ ہجور کے داغ سے نکل کر پراسٹر کے داغ میں آگئی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ پوچھے گا تو اپنا نام بتائے گی لیکن یہ نیرت کا مقام تھا کہ اس نے نام نہیں پوچھا۔ اسے اپنے اندر محسوس ہی نہیں کیا۔

اس کی دوسری وجوہات سمجھ میں آئیں۔ ایک تو یہ کہ شاید وہ کچھ بتا رہا ہے یا پھر اس کے دماغ میں پہلے سے کوئی موجود ہے۔ دوسرا خیال درست نکلا۔ چند لمحوں کے بعد ہی مرنا نے پرائی سوچ کی لہروں کو سنا۔ کوئی پراسٹر سے کہہ رہا تھا۔ "یہ تمہاری ہی حکمت عملی تھی اور اس کی غرض یہ تھی کہ میں وقت کیوں ضائع کر رہے ہوں۔ اپنے کام کی بات شروع کرو۔"

پراسٹر نے کہا۔ "پلیئر ذرا صبر کرو۔ میں ابھی اسی بات کی طرف آنے والا ہوں۔"

مرنا نے اتنی دیر میں پھر خیالات سے معلوم کیا، وہ ٹرانسفا رمر مشین کا ذکر چھیڑنا چاہتا ہے لیکن ابھی تک اس موضوع پر آئے گا مناسب موقع نہیں مل رہا تھا۔ تب اچانک ہی موقع ملا۔ جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "پراسٹر! تم نے پچھلی میٹنگ میں کہا تھا کہ کسی اہم منصوبے پر کام کر رہے ہو۔ ہم معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم اپنے اس منصوبے سے ملک اور قوم کو کیا فائدہ پہنچا رہے ہو؟"

پراسٹر نے کہا۔ "جنرل واسکوڈی! ٹرانسفا رمر مشین تمہارے چارج میں ہے۔ ہم میں سے کوئی تم سے یہ نہیں پوچھتا کہ وہ مشین کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے اور اس کی مرمت کے لیے ایسا کیا کیا جا رہا ہے کہ اب تک ناکامی ہو رہی ہے اور وہ مشین اس قابل نہیں ہو رہی ہے کہ ہمارے ملک کے لیے کم از کم ایک ہی ٹیلی میٹھی جاننے والا پیدا کر سکے۔"

جنرل نے کہا۔ "ٹرانسفا رمر مشین، ایٹمی منصوبوں سے بھی زیادہ اہم ہے جس میں اسے ملک اور قوم کی بہتری کے لیے چھپا رہا ہوں۔"

جنرل نے کہا۔ "ایسا تم میری خدمت میں کر رہے ہو۔"

"یہ تمہارا خیال ہے جنرل اور نہ ہی ایک خوب وطن نہیں ہو۔ ہم سب لوگ اپنے ملک سے محبت کرتے ہیں۔ ہمارے درمیان یہ معاملہ طے ہونا چاہیے کہ ہم میں سے جو افراد لوگ کے ماہر ہیں، ان سے ملک کا کوئی راز نہ چھپایا جائے۔ ہم رازوں کے امین ہوتے ہیں۔ کوئی ہمارے دماغ میں چوری سے آکر کوئی راز چُرا نہیں سکتا۔"

ٹھٹھکی اٹھتی جس کا چیف بیچ دوڑ، پراسٹر کا ہم نوا تھا۔ اس نے تائید کی۔ "بے شک، میں بھی لوگ ماہر ہوں اور فوج کے نہایت ہی اہم عہدے پر فائز ہوں لیکن ٹرانسفا رمر مشین کو سمجھ سے بھی چھپایا جاتا ہے۔ اسی طرح پراسٹر بھی اپنا منصوبہ ہم سے چھپا رہا ہے اور یہ مناسب نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا۔ "صاف بات تو یہ ہے کہ جنرل واسکوڈی ٹرانسفا رمر مشین کو پوری ذمہ داریوں کے ساتھ سنبھال نہیں پائے۔ یہ اب تک صفائی جیٹ نہ کر سکے کہ مشین کیسے خراب ہوئی؟ جب کہ یہ دعویٰ تھا کہ ایک چیو نے بھی مشین کی طرف جانے تو خطرے کی گھنٹی بجے گئی ہے پھر یہ کہ یہ اب تک مشین کی مرمت

کرانے میں ناکام رہے ہیں۔ اتنی بڑی ذلت داری کسی ایک ہاتھ میں دی جاتی تو ملک کو اسی طرح نقصان پہنچتا ہے۔
سپراسٹرنے کہا۔ ”میرا مشورہ ہے کہ ملک کی اہم ذلت داریاں سنبھالنے والے جتنے یوگا کے ماہر ہیں ان کا ایک خفیہ اجلاس ہو اور ان سب کو نرائنا مر مشین کا ذلت داریاں جانے اگر میرا یہ مشورہ مان لیا جائے گا تو میں اپنے ایک چوکا دینے والے منصوبے کی جھلک پیش کروں گا۔“
ایک حاکم نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ سپراسٹرن کا مشورہ قابل قبول ہے۔“

سب اس کی تائید کرنے لگے۔ جنرل واسکوڈی نے ناگواری سے کہا۔ ”مجھے نااہل ثابت کر کے تم لوگ مشین کی ذلت داری لے رہے ہو، اگر تم جی اس کی مرمت نہ کر سکتے تو؟“
”تو کم از کم سب ہی کو یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ مشین مرمت کے کن مراحل سے گزر رہی ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کے مشورے سے کام کرتے رہیں گے تو سب ہی مشین کے سلسلے میں مطمئن رہیں گے۔“
ایک نے کہا۔ ”جنرل واسکوڈی کو یہ بات ناگوار گزر رہی ہے کہ مشین ایک ہاتھ سے نکل کر ہم سب کے ہاتھوں میں آ رہی ہے۔“

جنرل نے کہا۔ ”میری ناگواری سے تم لوگوں کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا۔ اب سپراسٹرن کا فرض ہے کہ یہ اپنے اہم منصوبے کی جھلک ہمیں دکھائے۔“
”ضرور دکھائیں گا، لیکن یوگا کے ماہرین کے اجلاس میں تاکہ یہ راز صرف ہمارے درمیان رہے۔“
”کچھ معلوم تو ہو کہ وہ منصوبہ کیا ہے؟“

”اگر ابھی بتاؤں گا تو پھر راز راز نہیں رہے گا۔ جنرل کو ذرا مبرور قیاس سے کام لینا چاہیے۔“
جنرل نے ہنسنے سے کہا۔ ”تم میرے پیچھے کیوں بڑھ گئے ہو؟ اگر احمق کا دو تلوں تو میں ان اکثریت میرے حق میں ہو گئی ہے نہ بھولو کہ سپراسٹرن کی ذلت بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے۔“

”میں وہ سپراسٹرن نہیں ہوں کہ تم جیسوں کی سازشوں اور خود غرضیوں کا شکار ہو کر عمدہ چھوڑ دوں اور الزامات اٹھا کر فوج کی گولیوں کا نشانہ بن جاؤں۔ جنرل! مجھے میرے عمدے سے ہٹانے سے پہلے تم استفادہ کرنے پر مجبور ہوا جاؤ گے۔“

آٹھلی جنس کے چیف نے کہا۔ ”میں ایک دوسرے کو چھیڑ نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ عمدے سے اسے ہٹایا جائے گا جس کی کارکردگی ناقص ہو گئی اور جنرل واسکوڈی مشین کے معاملے میں تمہاری کارکردگی نہایت ناقص ہے۔ تم پر بڑے الزامات ہیں لہذا تم خاموش رہو تو بہتر ہے۔“
جنرل نے کہا۔ ”آج کے اجلاس میں تم سب یہ سوچ کر آئے

تھے کہ میرا حاسب کیا جائے گا جب کہ مشین کی خرابی میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔ جلد ہی تم سب کو یقین آ جائے گا کہ کسی سازش کے تحت مشین کو ناکام نہیں بنایا گیا ہے۔ اس یوڈے تجویز کی پیش گوئی کے مطابق تم لوگ بھی برسوں تک اسے درست نہیں کر سکو گے۔“

دوسرے نے کہا۔ ”بے شک، جنرل واسکوڈی کا درجہ ہماری نظروں میں بہت بلند ہے۔ آپ جتنے یوگا کے ماہرین یہاں موجود ہیں اپنے اگلے اجلاس کی تاریخ اور وقت مقرر کر لیں تاکہ نرائنا مر مشین کو جلد سے جلد کارآمد بنایا جاسکے۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”اگلے اجلاس میں یہ بھی طے کیا جائے گا کہ فارمولے کے دس عدد کا کثرت یا یودیوں سے حاصل کرنے کے لیے مؤثر پلاننگ کی جائے گی اور باقی دو کثرت افراد اور اس کی فیملی سے حاصل کیے جائیں گے؟“

وہ سب ان موضوعات پر تھوڑی دیر بحث کرتے رہے پھر دوسرے دن یوگا کے ماہرین کی میننگ کا وقت مقرر کر کے وہ اجلاس برخواست کر دیا گیا۔ مرتانے بجرے کہا۔ ”ہیلو، میں مرتا ہوں رہی ہوں۔ ابھی کسی کو میری موجودگی کے متعلق نہ بتاؤ۔“
بجمرے نے کہا۔ ”مرتنا! تمہاری آمد سے مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے، یہ تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتی ہو۔“

”بے شک، تم مجھے دل سے چاہتے ہو۔ اسی لیے آئی ہوں۔ ایک کام کرو۔ جنرل واسکوڈی کو اپنے ہنگامے میں روک لو، میں بہت ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔“

اجلاس میں شریک ہونے والے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران اس ہنگامے سے جا رہے تھے۔ بجمرے جنرل کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ ”آپ چند منٹ کے لیے رک جائیں۔ میں تمہاری باتیں کہنا چاہتا ہوں۔“

وہ بولا۔ ”بجمر! آج کے اجلاس سے میرا موخراب ہو گیا ہے۔ میں کسی سلسلے میں کوئی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔“
وہ کان کے قریب جھک کر بولا۔ ”کیا آپ مرتنا سے بھی بات نہیں کریں گے؟“

اس نے چونک کر پوچھا۔ ”کیا اس سے رابطہ ہوا ہے؟“
”ہاں ہی، یہ ابھی ہمارے درمیان موجود ہے۔ ذرا لوگوں کو چلا جائے دیں۔“

وہ اجلاس بجرے کے ہنگامے میں منتقل ہوا تھا۔ اس نے بجرے تمام اعلیٰ عہدے داران کو دروازے کے باہر آ کر رخصت کیا پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے ڈرائنگ روم میں جنرل واسکوڈی کے پاس آیا۔ اس بار مرتنا نے کہا۔ ”ہیلو جنرل! میں مرتنا ہوں اور بجر کی زبان سے بول رہی ہوں۔“

وہ بولا۔ ”یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ابھی پریشانی کی ذلت تم بہت برا سارا بن کر آئی ہو۔ سپراسٹرن اور چیف آفیسر بجر دوڑنے

میرے خلاف بہت زبردست محاذ بنایا ہے۔“
”میں جانتی ہوں۔ ابھی میں سپراسٹرن کے دماغ میں تھی اور اس کے تمام چور خیالات پڑھ رہی تھی۔“
”کیا سپراسٹرن نے تمہیں اپنے دماغ میں رہنے کی اجازت دی تھی؟“

”اسے پتا ہی نہ چلا کہ میں موجود تھی۔ دراصل مجھ سے پہلے ایک خیال خوانی کرنے والا وہاں تھا۔ اس کی موجودگی کے باعث وہ میری سوچی سمجھی کارروائیوں میں رکھا۔“
”وہ خیال خوانی کرنے والا کون تھا؟“

”اس کا نام جی پی ہاک ہے۔“
”جی پی؟ کیا وہی جی پی جس نے ہماری نرائنا مر مشین سے ٹکلی دیتی کا علم حاصل کیا تھا؟“

”جی ہاں، سپراسٹرن اپنے جس اہم منصوبے کا ذکر کر رہا ہے، وہ یہی ہے کہ اس ملک کے گمشدہ اور ناکام ٹکلی دیتی جاننے والوں کو بجرے کا کارآمد بنایا ہے۔ اس نے جان لیوہذا کے داماد بی بی قہرمان کو بھی کارآمد بنایا ہے۔“

جنرل نے کہا۔ ”پھر تو وہ نرائنا مر مشین کے بغیر بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہا ہے اور میں مشین اپنی تحویل میں رکھ کر اس کے مقابلے میں مصروف کیا ہوں۔“

”کیا بات نہیں ہے۔ سپراسٹرن اس کارنامے کے پیچھے ہمارے ملک کو نقصان پہنچانے کی سازش کی جا رہی ہے۔“
”وہ کیسے؟“

”کیا آپ میٹازم کے ماہر ہے پر گولا کو جانتے ہیں؟“
”اسے کون نہیں جانتا۔ وہ میٹازم کا شیطان ہے۔ اس کی آنکھوں میں ایسی مقناطیسی کشش ہے کہ پہلی نظر میں کسی کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ کیا وہ بھی سازش میں شریک ہے؟“

”وہ ایک خفیہ تنظیم کا سرغنہ ہے۔ پہلے سپراسٹرن نے ذہن تنظیم بنائی تھی۔ جی پی اور قہرمان کو ٹھپ کر کے ان کے برین واش کرانے پھر بجرے پر گولا نے توہم کی عمل کے ذریعے صرف ان دو ٹکلی دیتی جاننے والوں کو ہی نہیں سپراسٹرن بجرے دوڑ اور تنظیم کے دوسرے اہم افراد کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔“

جنرل نے کہا۔ ”اب مجھ میں آ رہا ہے کہ سپراسٹرن میرا زبردست حمایتی تھا، آج اچانک زبردست مخالف کیوں ہو گیا تھا۔“
مرتنا نے کہا۔ ”وہ بجرے پر گولا کا غلام بن چکا ہے۔ ان کا خفیہ منصوبہ یہ ہے کہ نرائنا مر مشین پر قبضہ بنایا جائے۔ اس کی مرمت کر کے وہ اپنے شیطانی مقاصد کے لیے نئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔“

جنرل نے کہا۔ ”مرتنا! ہم ہمیں سلام کرتے ہیں۔ تم نے بڑی نازش اور بہت ہوشی ہونے والی چابی کا سراغ لگایا ہے۔ اگر وہ شیطان بجرے پر گولا اپنے مقصد میں کامیاب ہو گا تو ہماری نرائنا مر مشین کے خلاف بہت زبردست محاذ بنایا ہے۔“
”میں جانتی ہوں۔ ابھی میں سپراسٹرن کے دماغ میں تھی اور اس کے تمام چور خیالات پڑھ رہی تھی۔“
”کیا سپراسٹرن نے تمہیں اپنے دماغ میں رہنے کی اجازت دی تھی؟“

مشین سے ہمارے ہی ملک کے خلاف ٹکلی دیتی جاننے والوں کی فوج بنانے لگے۔“

بجمرے نے پوچھا۔ ”کیا تم نے یہ معلوم کیا ہے کہ بے پر گولا اور دونوں ٹکلی دیتی جاننے والے جی پی اور قہرمان کہاں رہتے ہیں؟“

وہ بولی۔ ”سپراسٹرن بجرے پر گولا کا غلام ہے اور غلام کو یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ آقا اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں کی رہائش گاہ کہاں ہے۔ البتہ سپراسٹرن نے ایک خفیہ اڈا بنایا تھا۔ بے پر گولا اس اڈے کا مالک بن گیا ہے۔ کیوں کہ وہاں برین آپریشن کے لیے ایک جدید طرز کا آپریشن مینیجر بنایا گیا ہے۔ وہیں جی پی اور قہرمان کا برین آپریشن کیا گیا تھا۔“

”میں یہ معلوم کر رہا ہوں کہ وہ سب اس خفیہ اڈے میں کب آ کر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔“

”صرف ایس وقت وہاں جاتے ہیں، جب کسی کا برین آپریشن کیا جاتا ہے یا کسی کو توہم کی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنایا جاتا ہے۔“
”کیا تم سپراسٹرن کے دماغ میں کسی وقت بھی جا سکتی ہو۔“

”ہاں، میں نے جی پی کی موجودہ آواز اور اس کے لیے کوئی یاد رکھ لیا ہے۔ ان کے درمیان ادا ہونے والے کوڈ ورڈز بھی معلوم کر لیے ہیں۔“

بجمرے نے کہا۔ ”کل یوگا کے ماہرین کی میننگ ہے۔ اس کے بعد جنرل واسکوڈی کو نرائنا مر مشین کا خفیہ اڈا بتانا ہو گا پھر بے پر گولا سپراسٹرن کے ذریعے اس مشین کا مالک بن جائے گا۔“

مرتنا نے کہا۔ ”میننگ میں تمہاری پوزیشن بہت کمزور ہوگی۔ تم ملک کے دشمنوں کو قانون کی گرفت میں نہیں لے سکو گے۔“
بجمرے نے کہا۔ ”میری سمجھ میں یہ آ رہا ہے کہ کل کسی طرح میننگ بٹوی کر دی جائے یا پھر سپراسٹرن کی گولی بار دی جائے۔“

جنرل نے کہا۔ ”اس کی نوت اس انداز میں ہوگی تو مجھ پر ہی شبہ کیا جائے گا۔“

مرتنا نے کہا۔ ”بے پر گولا کا غلام صرف سپراسٹرنی نہیں، بلکہ آٹھلی جنس کا چیف بجرے دوڑ اور دو فوجی افسران بھی ہیں۔ بے پر گولا اس مشین پر اپنی گرفت مضبوط کر چکا ہے۔ سوچو کہ اسے کس طرح مشین سے دور رکھا جاسکتا ہے؟“

جنرل واسکوڈی نے کہا۔ ”ایک راستہ ہے کہ میں نرائنا مر مشین کے تقاضوں میں تبدیلی کر دوں اور مشین کے کچھ اہم پرزے غائب کر دوں۔“

”میں تائید کرتی ہوں۔ فوری طور پر یہی کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح وہ دشمن مشین درست کرنے کے لیے نقشہ دیکھیں گے تو نقشہ میں کم شدہ پرزوں کی جگہ دوسرے پرزے نظر آئیں گے۔“
”لیکن تبدیلی ایسی ہو کہ مجھ پر شبہ نہ کیا جاسکے۔“

”کوئی شبہ نہیں کہ گد میں تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ مشین کے خفیہ اڈے میں جو انچارج ہے تم اس سے فون پر بات

کہو۔ میں انجانہ کی آواز سن کر اس کے داغ میں پہنچ جاؤں گی پھر اس کے ذریعے پرزے غائب کر دوں گی اور نقشے میں تبدیلی بھی لے آؤں گی۔“

جزل داسکوڑی نے پوچھا۔ ”مرنا! تم ہمارے بہت کام آری ہو۔ پچھلے روز شی نارا پراسن کے پاس آئی تھی۔ اس نے ہمارا کام کرنے کے لیے شراکت پیش کی تھی۔ کیا تمہاری بھی کچھ شراکت ہوں گی؟“

”شی نارا ہندوستانی ہے اور میں امریکی ہوں۔ وہ ہزار شراکت منوا کر بھی وقار نہیں رہے گی اور میں کوئی شرط اس لیے پیش نہیں کروں گی کہ میں تمہارے لیے نہیں اپنے ملک کے لیے کام کر رہی ہوں۔“

”تمہاری وطن دوستی قابل قدر ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ماضی میں ہمیں محبت وطن تسلیم نہیں کیا گیا۔ میں تمہیں دل سے ملک و قوم کی وقار تسلیم کرتا ہوں۔“

وہ منگھو کے دوران سوچ رہی تھی حب الوطنی اپنی جگہ ہے لیکن میں کسی پر بھروسہ نہیں کروں گی۔ ٹرانساکر مرٹین کے انجانہ کے داغ پر قبضہ ہمارے مرٹین کے صحیح نقشے کو کیلئے ذہن نشین کروں گی۔ اس کے رزوں کو ضائع نہیں ہونے دوں گی۔ ایسی چال چلوں گی کہ آئندہ وہ مرٹین میرے کام آسکے۔

ایک پاشا رہ گیا تھا۔ اسے بھی آزاد کر دیا گیا۔

یہ سب ہی جانتے تھے کہ کوئی بھی اس کے داغ میں گھس کر فارمولوں کی تفصیل معلوم نہیں کر سکے گا کیوں کہ اس نے ان فارمولوں کو ذہن نشین نہیں کیا تھا۔ اگرچہ غیر معمولی دافنی قوت کا حامل تھا خیریت انگیز یادداشت کا مالک تھا۔ تاہم ان فارمولوں کو زبانی یاد نہیں رکھا تاکہ کوئی خیال خرابی کرنے والا انہیں داغ سے چرانے نہ سکے یہی وجہ ہے کہ ان فارمولوں کے لیے اسے صوبالہ تک سفر کرنا پڑا تھا۔

اس نے تو خیمہ نیند سے بیدار ہو کر خود کو ایک انجانہ کرے میں دیکھا۔ سوچنے لگا کہ سونے سے پہلے کہاں تھا اور اب کہاں پہنچا ہوا ہے؟ سوچو وہ کرا بھی نہیں آیا۔ وہ کسی ہوٹل میں تھا۔ ایک بستر پر بڑا ہوا تھا۔ اس نے گھر کا دیکھا، پہلو میں فلاور نہیں تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھا۔ یاد آئے لگا کہ وہ جمیل کنارے پارس کے کابینج میں تھا۔ ایک بیڑہ دم میں فلاور اس کے ساتھ تھی پھر تھیں وہ کیسے گمری نیند سو گیا۔ اٹھ کھٹے پر خود کو ہوٹل کے کمرے میں دیکھ رہا تھا۔

وہ سوچنے لگا۔ ”میں یہاں کیسے آیا؟ کیا مجھے اٹھا کر لایا گیا ہے؟“

یہ بات معکھ خیر لگی۔ وہ بتا رہی تھی۔ اسے چار آدمی اٹھا کر ہوٹل میں نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس نے فون کا ریسور اٹھا کر ہوٹل

کے منیجر سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ ”آپ جانتے ہیں کہ میں کس کمرے سے بول رہا ہوں اور میرا نام کیا ہے؟“

”کی ہاں۔ ہوٹل کے انچیف سے معلوم ہوا ہے۔ آپ کرا نبر چھ سو چار سے بول رہے ہیں اور میں رجسٹر میں آپ کا نام پوسٹ البرہان عرف پاشا لکھا ہوا ہے۔“

پاشا نے پوچھا۔ ”کیا میرے ساتھ کوئی یہاں آیا تھا؟“

”جی نہیں، رجسٹر دیکھ کر مجھے یاد آگیا ہے، آپ پانچ گھنٹے پہلے یہاں کاؤنٹر آئے تھے۔ آپ کے ساتھ ایک اپنی تھی۔ آپ نے ایک کرا لیا۔ رجسٹر اپنے دھچکے پھر ملازم کے ساتھ منبر چھ سو چار میں چلے گئے۔ دیئے بات کیا ہے جناب؟ کوئی پرائیم ہے؟“

”میں گہنی بات نہیں کہہ سکتا۔“

اس نے ریسور رکھ کر اپنی کو دیکھا پھر اسے اٹھا کر کھولا۔ کپڑوں کے اوپر ایک ناپاچہ پورٹ اور دیگر ضروری شاختی کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ کچھ فرانسیسی فالز اور برکش پوز بھی تھے۔ اس نے ایک نہ کیا ہوا کاغذ کھول کر دیکھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ ”آزادی مبارک ہو۔ تم کسی کے شرمی عمل کے زیر اثر نہیں ہو جس ملک میں جانا چاہو۔ فون فور زبرد فور ڈائل کرو اور اپنی خواہش ظاہر کرو۔ ہمیں ایک گھنٹے کے اندر اس ملک کا دراصل جانے گا۔ دیش آل۔“

اس نے جھجکا کر کاغذ کو مٹھی میں پیچھے ہوئے کہا۔ ”تا کچھ لکھا ہوا ہے، فلاور کے متعلق ایک لفظ نہیں لکھا۔ کیا یہ میرا کوئی رقبہ ہے، جو ایسی حرکتیں کر رہا ہے؟ کیا وہ فلاور کو مجھ سے جھین کر لے گیا ہے؟“

اگر فلاور کہیں بولی رہی ہوگی تو وہ اس کی باتیں سن کر اس کی خیریت سے مطمئن ہو سکتا تھا۔ اس نے سر جھکا کر اس کی آواز اور لیے پر توجہ دی۔ کان لگا کر سننے لگا۔ دھیمی دھیمی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ ذریعہ کچھ کہہ رہی تھی۔ یاد آیا کہ وہ میوڈی ہے۔ جبرانی زبان میں کچھ دعا پڑھ رہی تھی۔

پھر کسی بوڑھے کی رزنی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”بھئی! اس عبادت خانے کے پیچھے رہا کئی کمرے ہیں۔ جن یہاں قیام کر سکتی ہو۔ میری دعا ہے کہ جسے تلاش کر رہی ہو، وہ تمہیں جلد مل جائے۔“

پاشا نے کہا۔ ”میری جان! میں ایک ہوٹل میں ہوں۔ مجھے بتاؤ تم میوڈوں کے کون سے پینا کو گھسیں۔“

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ جذبات میں آکر بھول گیا تھا کہ فلاور اس کی آواز نہیں سن سکے گی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ طے کر لیا کہ پہلے محبوبہ کو تلاش کرے گا پھر کسی ملک میں جانے کی بات سوچے گا۔

اس نے جھل و فیو سے قاصر ہو کر لباس تبدیل کیا۔ فرانسیسی ڈالرز کی ایک گڈی جب میں رکھی پھر کمرے سے باہر گیا۔ رات

کے نیچے والے تھے۔ نیچے ڈانگ ہال میں کمانے والوں کو دیکھ کر بھوک لگنے لگی۔ وہ ڈانگ ہال میں داخل ہوا پھر رک گیا۔ سامنے سے ایک حسین عورت آ رہی تھی۔ اس میں اتنی کشش تھی کہ کسی دل بیکٹ عاشق کا راستہ بدل سکتی تھی۔ وہ ڈانگ ہال سے باہر جا رہی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے باہر چلا آیا۔ بھوک اڑتی تھی۔ اس حینہ کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ پاشا نے دل کو سمجھایا کہ وہ مرد اس حینہ کا شوہر نہیں ہوگا۔ محبوب بھی نہیں ہوگا۔ ہال اس کا بھائی ضرور ہے۔ اس رشتے نے حوصلہ دیا کہ حینہ اس کے حصے میں آسکتی ہے۔

اپنے وقت فلاور کا خیال آیا۔ خیال ایسے ہی آیا جیسے وقت آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ اس نے سوچا۔ ”یہ اچھا ہی ہوا، بھاری اپنے کسی بیٹا کو گھسیں پیچھے گئی ہے۔ وہاں عزت آج سے وہ کرسی ٹیک بندے سے شادی کر لے گی جو تکہ وہ صحیح جگہ پہنچی ہوئی ہے اس لیے اب اس کی فکر نہیں کرنا چاہیے۔“

وہ حینہ اپنے ساتھی کے ساتھ ہوٹل سے باہر آئی۔ ساتھی اس کے لیے کار کا دروازہ کھولنے لگا۔ پاشا دوڑتا ہوا ایک ٹیکسی کے پاس آیا پھر پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھے ہوئے ڈرائیور سے بولا۔

”پلو۔“

وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ ”کہاں چلوں؟“

”وہ سامنے سفید کار جاری ہے اس کے پیچھے چلتے رہو۔“

ایسا کہتے ہوئے اس نے سو ڈالر کے دو نوٹ اس کے آگے کر دیے۔ وہ نوٹ لے کر سفید کار کے پیچھے چل پڑا۔ دونوں گاڑیاں شاہراہوں پر ایک گھنٹے تک آگے پیچھے دوڑتی رہیں پھر سفید کار ایک پارک کے سامنے رک گئی۔ وہ دونوں کار سے باہر آئے۔ پاشا نے ٹیکسی سے باہر نکلے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ ”تم کتنا ٹھنڈے کے لیے آگیا ہو کچھ ہو۔ میں اندر جاؤں تو میرا انتظار کرنا۔“

اس نے سوچا تھا کہ حینہ اندر جائے گی تو وہ بھی بارش جائے گا لیکن اس کا ساتھی تنہا رہ گیا۔ وہ بھاری تنہائی کا تھوڑا کچھ کڑی رہی۔ عورت کہیں تنہا ہو تو بھاری اور تعاون کی محتاج لگتی ہے۔

دل نے کہا۔ ”میری موقع ہے۔ لٹ لیتا جاہیے۔“

وہ ایک قدم آگے بڑھا ذرا ہچکچا کہ وہ کہیں اس غصہ کی بیوی نہ ہو۔ دوسرے قدم پر دل نے کہا ”اگر وہ میاں ہو تو تو ہی بھی اس کے ساتھ شراب خانے میں جاتی پس ثابت ہو کہ بن ہے۔ اسے حوصلہ ہو۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا پھر اتنی تیزی سے رک گیا۔ رکنے سے پہلے نوکڑا لایوں کے شراب خانے سے ایک نہایت ہی حسین و جمیل عورت باہر آئی تھی۔ یوں لگا تھا جیسے رات کو آفتاب نکل آیا ہو۔ پاشا حیرت زدہ سا ہو کر کبھی پہلی کو دوسری کو دیکھنے لگا۔ تیزی سے سوچنے لگا۔ ”کسے پکڑے اور کسی چھوڑے۔“

دوسری حینہ ہارے نکل کر ایک کار کی طرف جاری تھی وہ

فورا ہی پلٹ کر ٹیکسی کی طرف جاتے ہوئے بڑبڑایا۔ ”مجھے رسک نہیں لینا چاہیے۔ اس پہلی کے ساتھ جو مرد ہے۔ وہ اس کا بھائی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا عاشق یا شوہر ہے۔ یہ دوسری حینہ اکیلی ہے۔ فری پورٹ ہے۔ کوئی ذہنی یا رکاوٹ نہیں ہے۔“

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھائی۔ پاشا نے کہا۔ ”وہ جو سرخ رنگ کی کاہ۔“

ڈرائیور نے بات کٹ کر کہا۔ ”سرا میں اسی کے پیچھے جا رہا ہوں۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”تم نے کیسے سمجھ لیا؟“

”میں پورے پچاس برس کا ہوں اور پچیس برس سے ٹیکسی چلا رہا ہوں، پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والوں کے ارادے پڑھ لیتا ہوں۔“

سرخ رنگ کی کار تیز رفتاری سے آگے جاری تھی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار بھی اسی کی مناسبت سے رکھی۔ اس نے کہا۔ ”سرا! آپ ہائڈ نہ کریں تو ایک بات پوچھوں؟“

”ہاں ضرور پوچھو۔“

”آپ نے پہلے والی کو کیوں چھوڑ دیا؟ جب کہ وہ بھی حسین تھی۔“

”ہاں حسین تو تھی لیکن میں نے سوچا کہ اگر شوہر والی ہوئی تو وقت ضائع ہوگا۔“

”یہ آپ مجھ سے پوچھ لیتے۔ وہ شوہر والی نہیں ہے۔“

”تو پھر وہ اس کا محبوب ہوگا۔“

”جی نہیں، محبوب بھی نہیں ہے۔“

”اچھا تو پھر میرا پشلا خیال ہی درست نکلا۔ وہ اس کا بھائی تھا۔“

”ایسی عورتوں کے بھائی نہیں ہوتے۔ وہ اس کا ایک گاہک تھا۔ آپ رٹ بڑھاتے تو آپ کو مل جاتی۔“

وہ ناگوار سے بولا۔ ”محنت ہے۔ میں بازاری عورتوں پر لنت بھیتا ہوں۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟“

”میں کنکشن میں تھا۔ آپ کے ذاتی معاملے میں مجھے بولنا چاہیے یا نہیں؟ جب آپ نے پہلی والی کا خیال چھوڑ دیا تب میں نے پوچھنے کی جرات کی ہے۔“

سرخ رنگ کی کار ان پورٹ کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ پاشا نے کہا۔ ”تم مجھے ہوئے ٹیکسی ڈرائیور ہو، اس اگلی کار والی کے متعلق بتاؤ۔ کیا وہ کسی محبوب سے ملے ان پورٹ آئی ہے؟“

”اس کا کوئی محبوب نہیں ہے۔“

”اس کا مطلب ہے یہ بھی بازاری عورت ہے؟“

”عورت؟ تو سرا یہ عورت نہیں ہے۔ ہیرس کا سب سے مشہور اور مٹا خڑا ہے۔“

”مٹ اپ یونان سٹرا۔ وہ مٹ کے کل چچ پڑا۔ ڈرائیور نے سہم کر ایک طرف کار روک دی پھر کہا۔ ”معافی چاہتا ہوں سرا

آپ نے پوچھا تو میں نے سچ کہہ دیا پھر ایک بار معافی چاہتا ہوں۔
پاشا دھوکا کھانے پر شرمندہ سا تھا۔ وہ ذرا نیور کو سوا کر دیتے
ہوئے بولا۔ ”تم بہت بخیر جا رہے ہو۔ آئندہ مجھے پہلے ہی نوک دینا۔
گاڑی پارک کرو میں ابھی آؤں گا۔“

وہ ٹیکسی سے اتر کر ان پورٹ کی عمارت میں داخل ہوا۔ دوبارہ
ناکام ہونے کے باعث بھوک بڑھ گئی تھی۔ وہ رستوران میں آکر
ایک میز کے پاس بیٹھ گیا۔ میرے کو ایک بیئر کین لانے کا آرڈر دے
کر سوچنے لگا۔ ”حسین عورتوں کے انتخاب کے معاملے میں ایسی
حماقتیں پہلے کبھی نہیں ہوئیں۔“ قہقہے ہنسا اور جیسی محبت کرنے
والی کو چھوڑ کر ایک سوسائٹی گرل کے پیچھے دوڑ پڑا۔ وہ بازار
عورت بھی کسی حد تک گوارا تھی لیکن مت ماری تھی کہ ایک
خسرے کے لیے اس حسینہ کو بھی چھوڑ کر چلا آ رہا ہوں۔ ویسے
بیرس کی ہر چیز حسین ہے۔ خسرے بھی اتنے حسین اور نازک
اندام ہوتے ہیں کہ نگاہیں دھوکا کھا جاتی ہیں۔“

وہ بیئر کو گلاس میں انڈیلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ”میں بے وفا
نہیں ہوں۔ میری فلاور میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں ڈرے سے فارغ
ہوئے ہی بیرس کے تمام سینا کو گچ میں اسے تلاش کروں گا۔“
آدھا گلاس پینے کے بعد اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ”آہ!
میری جان حیات! میری فلاور! میں تمہاری محبت کی قسم کھا کر وعدہ
کرتا ہوں۔ آج سے کسی عورت کو ہوس کی نگاہوں سے نہیں
دیکھوں گا۔ آج سے دنیا کی ہر عورت کو ماں۔ بہن۔ بہن۔۔۔۔۔۔“
وہ بولتے بولتے رک گیا۔ عین نگاہوں کے سامنے حسن کا
شاہکار نظر آیا۔ پہلی نظر میں پتا چل گیا کہ وہ ایشیائی دو تیزو ہے۔
اس کا حسن ایسا لاجواب تھا کہ شادو ٹاڈری دیکھنے میں آتا ہے۔ وہ
سامنے ہی ایک میز پر آکر بیٹھ گئی۔ پاشا نے خوب نظر بھر کر اسے
دیکھا لیکن دودھ کا چلا تھا چھوٹا چھوٹا چھوٹا چھوٹا تھا۔ اس
لیے وہاں سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا رستوران کے باہر آیا پھر
عمارت کے باہر آکر ٹیکسی ڈرائیور کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ ”میرے ساتھ
آؤ۔“

اس نے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا بات ہے سرا؟“
وہ بولا۔ ”ایک نہایت ہی حسین و زیبیل دو تیزو ہے۔ اپنے
لباس سے ایشیائی لگتی ہے غالباً پاکستانی ہے۔ ویسے تم بڑے گھاگ
ہو۔ اسے دیکھ کر تعجب تو کرو کہ وہ لڑکی ہے کیوں کہ پاکستان میں بھی
خسرے پائے جاتے ہیں۔“

وہ دونوں رستوران کے دروازے پر ہی رک گئے۔ پاشا نے باہر
سے ہی اندر کی طرف اشارہ کیا۔ ”وہ دیکھو وہاں ایک میز پر تھالڑکی
ہے۔ اس کی شلوار، قمیص اور دوپٹے پر سب رنگ کے چھینٹے ہیں
جیسے قوس قزح کے سب رنگوں کو پس رکھا ہو۔“

ڈرائیور نے کہا۔ ”ہاں“ وہ اس ڈیڑھ میں الگ پھپھانی جاری
ہے۔ کیا آپ کی نظر کمزور ہے وہ سو فیصد لڑکی ہے۔“

”میری نظروں کی بات نہ کرو۔ میں تاریکی میں بھی دیکھ لیتا
ہوں لیکن عشق اندھا ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں لاشعری بنا کر لایا
ہوں۔“ شکر یہ مسئلہ ختمی! اب یہاں سے جاؤ۔“

وہ چلا گیا۔ پاشا رستوران کے اندر آیا پھر حسینہ کے قریب آ
کر بولا۔ ”کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”ضرور۔ پورا مونسٹ ویل کہ سچ پوچھو تو
بور ہو رہی ہوں۔ آؤ گھٹنا پہلے آئی ہوں۔ یہاں آکر پتا چلا فلاٹ
ایک کھنڈے لٹ ہے۔“

وہ سامنے والی میز کے دوسری طرف بیٹھ کر بولا۔ ”بہت
افسوس ہوا کہ فلاٹ صرف ایک گھنٹا تک ہے اسے اور زیادہ لٹ
ہونا چاہیے۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”اور زیادہ کیوں لٹ ہونا
چاہیے؟“

”تاکہ میں زیادہ سے زیادہ تمہارے پاس بیٹھا رہوں اور اپنی
نظروں کی پاس بجاتا رہوں۔“

وہ کھٹکھٹا کر ہنسنے لگی پھر بولی۔ ”تم بہت زندہ دل ہو۔ مجھے
یقین ہے کہ یہ ایک گھنٹا چکی بجاتے ہی گزر جائے گا۔ باقی دیوے
کس ملک سے تعلق ہے؟“

”میں ترک مسلمان ہوں اور مجھے یقین ہے کہ تم پاکستانی
مسلمان ہو۔ یہ شلوار قمیص پاکستان کا شناختی لباس بن گئی ہے۔
ویسے کچھ چٹا پند کوگی؟“

”میں سواری میں کافی بگڑی میں کولڈ ڈرنک اور فٹے میں خون
چھتی ہوں۔ بولو کیا پلاؤ گے؟“

”خون تو جب چاہو ہو لی۔ یہ تمہارے لیے ہے اسی لیے آج
تک اسپتال میں نہیں دیا۔“

وہ پھر کھٹکھٹا کر ہنسنے لگی۔ ”بیرا آیا تو اسے کافی کا آرڈر دیا گیا۔
پاشا نے پوچھا۔ ”کہاں جا رہی ہو؟“

”زیادہ دور نہیں۔ بس میس فریکٹور تک جا رہی ہوں۔ کل
شام تک وہاں آ جاؤں گی۔“

”پھر تو تم مجھ سے ایک ڈالر ادھار لے لو۔“
”وہ کس لیے؟“

”اس لیے کہ قرض وصول کرنے کے بدلے تم سے دوبارہ
ملاقات کر سکوں۔“

وہ پھر ہنسنے لگی۔ اسے ہنسا بولنا بہت پسند تھا۔ ذرا ذرا سی بات
پر گھل کر قہقہے لگاتی تھی۔ کافی کی ٹرے آگئی۔ وہ دو پانیایا تیار
کرنے لگی۔ پاشا نے کہا۔ ”تمہاری زندہ دلانی مجھے متاثر کیا ہے۔
مجھے بتاؤ کل کس وقت واپس ہوگی۔ میں یہاں بھر رہا ہوں گا۔“

”تم انتظار کرو کہ تو مجھے بہت خوش ہوگی، پتا نہیں کیوں تم
پہلی ملاقات میں ہی ایسے لگ رہے ہو۔“

وہ کافی پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ کافی میں اور باتوں

”ہاں، ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے مقابلے میں آئندہ کوئی ٹیلی
بیٹھی جانے والا پیدا ہو۔“
”میں نے سنا تھا، تم دونوں کے دماغوں سے ٹیلی بیٹھی منادی مٹی
ہے پھر یہ علم دوبارہ کیسے حاصل ہو گیا؟“
”میں بھی تھمال کے اور بھی جڑی کے لیے میں بول رہی تھی۔
اس نے کہا۔ ”یہ ہمارے پراسرار اور پٹانم جاننے والے ہے
پروکلا کی مولاہی ہے۔ ہم نے ان دونوں کی محنت اور جدوجہد سے
کھویا ہوا علم حاصل کیا ہے۔“
”یہ کیسی نادانی ہے۔ کل تک پراسرار کو اس مشین کی ذلت
واری سوچ دی جاتی۔ اس مشین سے پراسرار بڑے فائدے
حاصل کر سکتا تھا پھر اسے تباہ کیوں کیا گیا ہے؟“
”اس لیے کہ پراسرار کو ناکام مشین دی جانے والی تھی۔ اس
کی خرابی دور ہوئی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس لیے ہم نے یہ پلاننگ
کی ہے کہ اسے بالکل ہی بگاڑ دیا ہے۔ اس کی تباہی کی ذلت واری
جنرل واسکوڈی ہو گی۔ پراسرار نے آج کے اجلاس میں چیلنج کیا تھا
کہ جنرل واسکوڈی استعفا دینے پر مجبور ہو جائے گا۔ اب اس تباہی
کے بعد اسے استعفا دینا ہی پڑے گا۔“
”وہ چیخ کر بولا۔ ”یہ سازش ہے۔ ملک سے غداری ہے۔ میں
نے جان بوجھ کر جرم نہیں کیا ہے لیکن تم دو شیطانوں نے مجھے مجرم
بنادیا ہے۔“

”وہ چپکا چلاؤ دوڑتا ہوا میز حیاں چڑھنے لگا۔ سٹیج فوٹی جان
اس کی بیچیں سن کر دوڑتے ہوئے میز حیاں پر آئے۔ وہ بولا۔ ”پراسرار
کے دو ٹیلی بیٹھی جاننے والے جبری اور تھمال دشمنی کر رہے
ہیں۔ انہوں نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مشین کو تباہ کر دیا ہے۔“
”میرا نے جبری کے لیے میں کہا۔ ”خاموش رہو، ورنہ دماغ میں
ڈزلر پیدا کر دوں گا۔“

”وہ پہرے والوں سے بولا۔ ”جبری میرے دماغ میں ڈزلر پیدا
کرنے کی دھمکی دے۔“

”اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میرا نے ڈزلر پیدا کیا۔
وہ چیخ مار کر گر اور میز حیاں پر سے لڑھکا ہوا نیچے سے خالے میں چلا
گیا۔ پہرے دار اسے سنبھالنے کے لیے اس کے پاس پہنچے ایک
فوتی جان نے ٹرانسپیر جنرل واسکوڈی سے رابطہ کیا۔ اسی وقت
میرا نے جنرل کے دماغ میں آکر بولی۔ ”ابھی آپ کو مشین کی تباہی کی
اطلاع ملنے والی ہے۔ آپ حکم دیں کہ تباہی کی بات ابھی چھپائی
جائے۔ چیف انجینئر جیرالڈ کو رازداری سے حراست میں رکھا
جائے۔“

”ٹرانسپیر پر اٹھامہ موصول ہو رہا تھا۔ جنرل نے اسے آن کیا۔
میں پہرے دار نے مختصر الفاظ میں رپورٹ دی کہ جیرالڈ کے دماغ پر
ٹیلی بیٹھی جانے والوں نے قبضہ بنایا ہے۔ جنرل نے کہا۔ ”میں
ابھی آ رہا ہوں۔ یہ بات ابھی اس خفیہ آڈے سے باہر نہ جائے۔“

”وہ ٹرانسپیر آف کر کے میجر کے بیچلے پر آیا پھر سٹیج فوٹی گاڑ کے
ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ میرا سوچ کے ذریعے
اسے ساری روداد سناری تھی۔ اس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔
”تم نے میرے حق میں بت بڑا ڈراما لپے کیا ہے۔ کل کے اجلاس
میں پراسرار کی شامت آجائے لیکن مشین کے تباہ ہونے سے
ہمارے ملک کو نقصان پہنچے گا۔“

”وہ بولی۔ ”میں درست ہونے والی نہیں تھی۔ اگر ہو جاتی
تو ملک دشمن تنظیم کا سرخرو بے پروکلا، پراسرار کے ذریعے مشین
سے فائدہ اٹھاتا۔ میں نے ایسے سارے راستے بند کر دیے ہیں۔“
”ہم بھی نے ٹیلی بیٹھی جاننے والے نہیں پیدا کر سکیں گے؟“
”جنرل! تم مجھ سے قہقہے نہیں ہو۔ ایک انکم راز مجھ سے چھا
رہے ہو۔“

”اس نے انہماں بن کر پوچھا۔ ”کیسا انکم راز؟“
”وہ بولی۔ ”کیا تم سمجھ رہے ہو کہ میں تمہارے چور خیالات
نہیں پڑھ رہی ہوں۔“

”وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”وہ میرا! یہ غلط بات ہے۔ میں سانس
روک لوں گا۔“

”اگر مجھے اپنے دماغ سے نکالو گے تو بے پروکلا اور پراسرار کے
مقابلے میں چونے کی راہ ہو جاوے گی۔“
”وہ بے بسی سے بولا۔ ”میں تمہیں دوست بنائے رکھنا چاہتا
ہوں۔“

”تو پھر سنو۔ تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ ٹرانسپیر
مشین کی عبادت کا نقشہ طیارہ پرنٹ کی صورت میں محفوظ ہے اور وہ
نقشہ نیوی کی آبدوز میں یعنی سمندر کی گہرائی میں ہے۔“
”وہ ٹیلی بیٹھی جاننے والوں سے کوئی بات راز رکھنا ممکن
نہیں ہو تا لیکن صرف نقشے سے کیا ہو گا؟“

”ایک نئی مشین تیار ہو گی۔ ابھی ساری دنیا میں یہ خبر پھیلنے دو
کہ مشین تباہ ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ سارے نقشے جلا دیے
گئے ہیں۔“

”جنرل واسکوڈی سوچنے لگا۔ مشین تو تباہ ہو چکی ہے۔ اس کا ماتم
کرنا فضول ہے۔ فی الوقت مخالفین سے نسنے کے لیے میرا نے
دوستی لازمی ہے۔ اس کے بعد اسی مشین کے تباہ شدہ ڈھانچے کی
مرمت کی جائے گی۔ نقشے کے مطابق اسے بنایا جائے گا تو ایک نئی
مشین تیار ہو جائے گی۔ اس کام میں دو چار برس لگیں گے۔ ان
حالات میں اس بوڑھے سمیری کی پیش گوئی درست ثابت ہوتی جا
رہی ہے۔“

”دوسرے دن پوگا کے ماہرین کا خفیہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس
اجلاس میں جنرل واسکوڈی اور پراسرار ایک دوسرے کے حریف
تھے۔ ملٹی انٹیلیجنس کا چیف ریچرڈ ڈورر بڑے پروکلا کا غلام اور
پراسرار کا حمایتی تھی وہاں موجود تھا۔ باقی بیٹھے اعلیٰ عہدے دار تھے۔“

”وہ فریاد مائدہ اڑا رہا تھا۔“

”جنرل واسکوڈی نے کہا۔ ”آج کے اجلاس میں آڈیو ریکارڈنگ
کے انتظامات کیے گئے ہیں تاکہ ہمیں سے کوئی بعد میں اپنے
بیانات سے انکار نہ کر سکے۔ میں نے ٹرانسپیر مشین اور وہ خفیہ
آڈیو پراسرار کے حوالے کرنے کے لیے تمام کافندی تیار کیا
ہیں۔ میرے سامنے رکھی ہوئی فائل میں وہ کافندی ہیں۔ آپ
حضرات مطالعہ کر سکتے ہیں۔“

”اس نے میز پر رکھی ہوئی فائل آگے بڑھا دی۔ وہاں ملک کے
دس اہم افراد تھے۔ انہوں نے باری باری فائل کے کافندی دیکھے
پھر فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”پراسرار! ان کافندی کے
مطابق وہ مشین اور خفیہ آڈیو ہم پوگا کے ماہرین کے حوالے کر دیا
جائے گا۔ اب تم وعدہ پورا کرو۔ تم نے کہا تھا کہ آج کے اجلاس
میں ایک نوٹ کا دینے والے منصوبے کی جھلک پیش کرو گے۔“

”پراسرار نے کہا۔ ”بے شک“ میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔
میرا منصوبہ یہ ہے کہ ہمارے جو ناکام خیال خواتین کرنے والے تھے
اور جن کے دماغوں سے ٹیلی بیٹھی منادی مٹی تھی، ان نوجوانوں کی
برین واشنگ کی جائے اور انہیں دوبارہ کار آمد بنایا جائے۔“
”ایک نے کہا۔ ”یہ نامکن ہے کہ دماغ سے جو علم مٹا دیا گیا ہے
اسے دوبارہ ذہن میں نقش کیا جاسکے۔“

”پراسرار نے خیر سے کہا۔ ”میں نے نامکن کو ممکن بنادیا ہے۔
جبری ہاک اور بی جی تھمال جیسے ناکام جوانوں میں پھر سے ٹیلی بیٹھی
کو زندہ کر دیا ہے۔“

”ایک عہدے دار نے پوچھا۔ ”کیا واقعی ہمارے ملک میں دو
خیال خواتین کرنے والوں کا اضافہ ہو چکا ہے؟“

”ہاں اضافہ ہو چکا ہے۔ وہ دونوں پہلے سے زیادہ ذہین اور
معاہدہ فہم ہو گئے ہیں۔“

”جنرل نے پوچھا۔ ”تم نے اتنے ذہین خیال خواتین کرنے والوں
کو فارمولے حاصل کرنے کے ضمن میں استعمال کیوں نہیں کیا؟“

”مصابیہ کے مشن میں ایک وہی سول کانی تھا۔ ایک ہی مسئلہ
پر تین ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو استعمال کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔“

”جنرل نے پوچھا۔ ”تم نے ان دونوں خیال خواتین کرنے والوں
کو حکومت کے ذلت دار افراد کے سامنے پیش کیوں نہیں کیا۔“

”میں اب تک چپا کر رکھا تھا۔“
”اس لیے کہ میں آج کے اجلاس میں یہ سربراہ رہنا چاہتا
تھا۔“

”جنرل نے کہا۔ ”معزز حاضرین! حقیقت کچھ اور ہے۔ آپ
لوگوں نے پٹانم کے ماہر بے پروکلا کا نام سنا ہے۔ جبری اور تھمال
اس بے پروکلا کے غلام ہیں۔ یہ پراسرار اور ٹیلی جنس کا چیف ریچرڈ
ڈورر بھی اس کے معمول اور تابعدار ہیں۔“

”یہ جھوٹ ہے۔ بکو اس ہے۔ تم ہم پر بھگانہ الزام لگا رہے

”ہو۔“

”وہ دونوں غصہ دکھانے لگے۔ ایک عہدے دار نے پوچھا۔
”جنرل! اس الزام میں کتنی صداقت ہے۔“

”میں ابھی ثبوت پیش کر دوں گا۔ پراسرار اور ریچرڈ ڈورر بظاہر
محب وطن بنے ہیں لیکن انہوں نے کل رات ٹرانسپیر مشین کو
برقی طرح تباہ کر دیا ہے۔ ان کے ٹیلی بیٹھی جاننے والے ماتحت
جبری اور تھمال نے مشین کے انتظامات اور فیر جیرالڈ کے دماغ پر قبضہ
بنالیا تھا اور اسے آڈیو کارڈ پر صرف مشین ہی تباہ نہیں کرائی،
اس کے ساتھ مشین کے نقشے بھی جلا دیے۔ خفیہ آڈے کے
دوسرے افسران اور وہاں کے درجنوں سٹیج فوٹی جوان اس بات
کے گواہ ہیں۔ میں ان سب کو میاں پیش کرنے کی اجازت چاہتا
ہوں۔“

”اجازت دی گئی۔ جنرل نے ٹرانسپیر کے ذریعے رابطہ کر کے
کسی سے کہا۔ ”تمام گواہان کو یہاں بھیج دو۔“

”پراسرار نے کہا۔ ”جنرل! تم میرے خلاف گھناؤنی سازش کر
رہے ہو۔ اس کا نتیجہ برا ہو گا۔ میں نے کل کہا تھا کہ تم استعفا
دینے پر مجبور ہو جاؤ گے اور وہ وقت آ گیا ہے۔“

”جنرل نے کہا۔ ”تمہارے پاس دو ٹیلی بیٹھی جاننے والے ہیں،
تم کسی پر بھی برا دقت لاسکتے ہو۔“

”مشین کے اس خفیہ آڈے میں ڈیوٹی دینے والے افسران اور
سپاہی حاضر ہونے کے سب سے پہلے جیرالڈ نے پوری روداد سنائی
کہ جبری اور تھمال نے کس طرح اس کے دماغ پر قبضہ بنایا تھا اور
اسے غائب دماغ بنا کر مشین اور نقشے کو اس کے ہاتھوں سے تباہ
کر دیا تھا۔“

”دوسرے افسران اور سپاہیوں نے گواہی دی کہ جیرالڈ بیانی
سے کام لے رہا تھا۔ جبری اور تھمال نے اسے بیانی سے روکنے
کے لیے اس کے دماغ میں ڈزلر پیدا کیا تھا۔“

”پراسرار نے کہا۔ ”یہ جھوٹ ہے۔ جبری اور تھمال کو الزام دیا
جا رہا ہے۔ جنرل کے کسی خیال خواتین کرنے والے نے جیرالڈ کو
تابعدار بنا کر ایسا کیا ہے۔“

”ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ ”جنرل! کا کوئی خیال خواتین
کرنے والا نہیں ہے۔ ٹیلی بیٹھی جاننے والا وہی سول میرا ماتحت
ہے۔ وہ میری گہرائی میں رہتا ہے اور وہ کل شام سے ایک انکم
معالے میں مصروف ہے۔“

”ریچرڈ ڈورر نے کہا۔ ”تو پھر جنرل نے شی تارا سے دوستی کی ہو
گی۔“

”جنرل نے کہا۔ ”پراسرار دو دن پہلے سب کے سامنے کہہ چکا
ہے کہ شی تارا سے اس کا رابطہ ہے اور وہ جلد ہی ہمارے لیے کام
کرنے لگے گی پھر وہ میری دوست کیسے بنے گی؟“

”پراسرار نے کہا۔ ”شی تارا اور میرا کے درمیان بھگڑا ہو گیا

279

ہے تم مرنا سے کام لے رہے ہو۔
ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”پراسرار قوت کسی بیوت اور گواہ کے بغیر اہرام لگا رہے ہو جب کہ جہل نے دونوں متبرگہ گواہ پیش کیے ہیں۔“

دوسرے عہدے دار نے کہا۔ ”جہل واسکوڈی کا کوئی خیال خرابی کرنے والا دوست یا تخت نہیں ہے اس کے برعکس پراسرار نے اعتراف کیا ہے کہ جہلی اور قہرمان اس کے ماتحت ہیں۔“
ایک اور عہدے دار نے کہا۔ ”ہم نہیں جانتے کہ وہ شیطان ہے پر گولا کیوں ادا کر رہا ہے لیکن پراسرار نہ جانے کب سے ان دو ٹکلی جتنی جاننے والوں کو ہم سے چھپاتا رہا ہے۔“

”بھتر ہے کہ اس معاملے کی انکوائری مکمل ہونے تک پراسرار اور پریچ دوڈ کو حراست میں رکھا جائے۔“

سج دوڈ نے کہا۔ ”یہ غلط فیصلہ ہے۔ آپ حضرات غور کریں پراسرار کو اس مشین سے فائدہ پہنچنے والا تھا پھر وہ اسے تباہ کیوں کر آئے گا۔“

جبرائیل نے بیان دیا۔ ”جہلی اور قہرمان مجھ سے کہہ رہے تھے کہ پراسرار کو ایک ناکام مشین دی جا رہی ہے اس کی خرابی دور ہوتی نظر نہیں آتی۔ لہذا اسے بالکل ہی تباہ کر دیا جائے تو اس کی تباہی کا اہرام جہل واسکوڈی پر آئے گا پھر پراسرار کے پیچھے کے مطابق جہل استعمال دینے پر مجبور ہو جائے گا۔“

ایک نے کہا۔ ”یہ بڑے شرم کی بات ہے۔“
دوسرے نے کہا۔ ”پراسرار اور سج دوڈ کو حراست میں رکھنے کا فیصلہ معقول ہے۔“

جہلی پراسرار کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے کہا۔ ”میں اپنے پاس ہے پر گولا کو اس شونگ کی روداد سناتا جا رہا ہوں۔ اس نے کہا ہے کہ تم بری طرح بچس گئے ہو۔ اپنی بے گناہی ثابت کیجئے جلدی سے کوئی راستہ بناؤ۔“

جہلی نے کہا۔ ”روا اور نکالو اور جہل واسکوڈی کو زخمی کرو تاکہ میں اس کے چور خیالات پر چر کر معلوم کر سکوں کہ جہل ہمارے پاس ہے پر گولا اور ہم دونوں خیال خرابی کرنے والوں کے متعلق کیسے جانتا ہے؟“

اُدھر قہرمان نے چیخ اُٹھ کر دوڈ سے کہا۔ ”ہمارا پاس ہے پر گولا یہ معلوم کرنے کے لیے ہے جہن ہے کہ جبرائیل کے دماغ میں غصے نے آکر مشین تباہ کی ہے اور جہل کیسی گہری چالیں چل رہا ہے۔ جہل کو زخمی کرو۔ ہم ابھی اس کے دماغ میں گھس کر سب کچھ معلوم کر لیں گے۔“

ادھر جہلی نے پراسرار اور اُدھر قہرمان نے سج دوڈ کو اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر فائر کرنے پر مجبور کیا۔ دونوں نے فائرنگ کی جہل اس سے پہلے ہی کرسی سے گر کر میز کے نیچے چھپ گیا۔ اتنی

دیر میں وہاں گواہ کے طور پر آنے والے فوجی جو انوں نے انہی گولوں سے ان دونوں کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ گولیاں کھا کر فرش پر گرے جہلی نے پراسرار سے کہا۔ ”تم اور پریچ دوڈ ہمارے پاس کے غلام اور وطن کے غدار ثابت ہو گئے ہو اگر زندہ رہتے تھے تب ہمارے کسی کام کے نہ رہتے۔“

اس نے جھپٹے ہوئے دماغ کو ٹکلی جتنی کا ایک جھکا دیا۔ پراسرار کی سانس اکڑ گئی۔ اُدھر پریچ دوڈ بھی حرام موت مر چکا تھا۔ جہل واسکوڈی نے مرنا کو اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ”شبابش مرنا! تم مجھے زوال سے بھر عروج پر لے آئی ہو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔“

یہ بہت بڑی بات تھی۔ مرنا نے اس کی شکست کو فتح میں بدل دیا تھا۔ ورنہ اس اطلاع میں وہ بری طرح ڈبیل ہو کر استعمال دینے والا تھا۔ اتنی بڑی کاسانی نے اسے مرنا کے سامنے جھکا دیا۔ وہ بولی۔ ”آج کے بعد کوئی تمہاری جُت الوطنی پر شبہ نہیں کرے گا۔ تمام اعلیٰ حکام اور فوجی افسران تم پر اسی طرح بھروسہ کریں گے جس طرح جان لیوڑا پر کیا کرتے تھے اب اگلا قدم نرا انتقام مر مشین کے نقشے کی طرف اٹھاؤ گے۔“

”بے شک میں چاہتا ہوں کہ یہی مشین تیار ہو۔ کوشش یہ کی جائے گی کہ اسی پرانے ڈھانچے سے ہی تیار ہو جائے۔“
”پرانہ ڈھانچہ کام آئے تو لاگت کم آئے گی اور مشین کم سے کم وقت میں تیار ہو جائے گی۔“

”میں اس سلسلے میں جلدی بنی کے اعلیٰ افسران سے گفتگو کروں گا۔ ہمیں مشین کے نقشے کا بلو پرنٹ مل جائے گا۔“
اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جہل نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ ”ہیلو کون؟“

دوسری طرف سے اس کی بیوی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ چھوٹے بیٹے کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی اسے لٹری اسپتال میں داخل کیا ہے لہذا وہ شینگ سے فارغ ہوئے ہی اسپتال چلا آئے۔

اگر اس وقت جہل کی بیوی فون نہ کرتی تب بھی مرنا اس عورت کے دماغ میں کسی طرح پہنچ جاتی کیوں کہ بیوی کے ذریعے میاں کو کنٹرول کرنے کا ارادہ تھا تاکہ جہل واسکوڈی بھی اس کے خلاف سر نہ اٹھائے اور بیشہ ابھار دین کر رہا کرے۔

اسے دوسرے دن موقع مل گیا۔ اس نے غوی عمل کے اسی طریقہ کار پر عمل کیا جو ہم سب پیشہ سے کرتے آئے ہیں یعنی اس نے جہل کی بیوی کے ذریعے اسے اعلیٰ کنزروی کی دوا پلائی۔ اسے خیال خرابی کے ذریعے کسی نیند سلا یا پھر اس کے خوابیہ دماغ پر عمل کر کے اسے اپنا معمول اور حکومت بنالیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ جلدی بنی کے اعلیٰ افسران سے مشین کے نقشے کا بلو پرنٹ حاصل کرے گا اور اس کے لیے وہ

میاں شرجے گا۔

دوسرے دن اس نے بھی بیویں چھوڑ دیا وہ بیویں سے اس وقت روانہ ہوئی جب عبداللہ سو رہا تھا۔ جب وہ ہوٹل کے بند پر بیدار ہوا تو مرنا اس کے پہلو میں نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے دماغ میں مرنا کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ ”عبداللہ! میں ہوں مرنا! میں اپنا راستہ الگ کر چکی ہوں۔ اگرچہ تمہیں پسند کرتی ہوں لیکن تمہارا ساتھ میرے لیے مستحسب لائے گا۔ ایک سیاہ قلم تیار کر دیکھتے ہی شبہ ہو گا کہ اس کے ساتھ کوئی چھڑی والی مرنا ہی ہے۔“

”مرنا! میں تو بڑے سارے خواب دیکھ رہا تھا۔ تم نے ایک سی ٹھوکریں الگ کر کے آنکھیں کھول دیں۔ مانتا ہوں کہ میری کالی چھڑی تمہاری شناخت بن جائے گی لیکن میں تمہاری خاطر پیشانی سے ہاس کے انگوٹھے تک اپنی کالی کمال اتروا کر پلاسٹک سر جری کے ذریعے سفید قلم بننے کو تیار ہوں۔“

”ایسا ممکن تو نہیں ہے لیکن دوا ہے ہو شاید ایسا کر سکو۔“
میری مجبوری یہ ہے کہ میں ایک ملک، ایک شہر، ایک گھر اور ایک مرد کی آغوش میں پیشہ نہیں رہ سکتی۔ مجھے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے جگہ اور سامان بدلنے پڑتے ہیں۔“

”پلیز مرنا! اتنی شددل نہ بنو۔ میں کوئی ایسا راستہ اختیار کروں گا کہ۔“

وہ مزید کچھ سنے بغیر اس کے دماغ سے نکل آئی۔ جس کی ضرورت نہ رہی ہو اس کے ساتھ وقت ضائع نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے نیکارک پہنچ کر اپنے چہرے پر ہلکی سی تہی ملی کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے جہل واسکوڈی کی نوجوان سالی نوڈی کو اپنی معمول بنایا تھا اور اسے گھم دیا تھا کہ وہ نیکارک چلی آئے۔

نوڈی نے انرپورٹ پر اس سے ملاقات کی۔ دونوں جہل واسکوڈی کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں آئیں۔ وہاں دونوں نے ایک دوسرے کا چہرہ پایا۔ نوڈی مرنا بن گئی اور مرنا نے نوڈی کا چہرہ اپنا لیا۔ اس کے تمام اہم کاغذات اپنی تحویل میں لیے اپنا پاسپورٹ اور دیگر کاغذات اسے دے کر بیویں جانے والے طیارے میں بٹھا دیا وہ اپنی شناخت بھول چکی تھی۔ مرنا بن کر وہاں سے چلی گئی۔

اس نے سوچ رکھا تھا کہ ہر پندرہویں دن وہ نوڈی پر غوی عمل کیا کرے گی اور اسے مرنا کا گھر گھر گھمائی رہے گی۔ وہ نیکارک سے واپس آئی۔ جہل واسکوڈی اور اس کی بیوی کو اس پر شبہ نہیں ہوا۔ انہوں نے اسے نوڈی ہی سمجھا کیوں کہ وہ دونوں اس کے زیر اثر تھے۔ جہل کی بیوی یعنی نوڈی کی بہن گھر گرہتی اور بچوں میں مصروف رہتی تھی۔ جہل نے اس سے کہا۔ ”میں ایک ضروری کام سے چند دنوں کے لیے میاں جا رہا ہوں۔ نوڈی میرے ساتھ جا رہی ہے تاکہ میری سیکرٹری کے فرائض انجام دیتی

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر
جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں..... جب خون جگر برقاب ہوا
جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی
علی یار خان کی سرگزشت
مجاہد
کتابی محل میں چار سے شائع ہوئے ہیں
قیمت فی حصہ = ۲۵ روپے..... ڈاک خرچ ۱۰ روپے
چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف
کتابیات پبلی کیشنز - پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی نمبر ۷۲۰۰

رہے۔

بیوی نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ خوش ہو کر دودھی کے ساتھ مہائی کے ایک سرکاری جنگلے میں آیا۔ خوشی اس بات کی تھی کہ اسے نوجوان سالی کے ساتھ سیر تفریح کے مواقع نصیب ہوتے رہیں گے۔ اسے معلوم نہیں تھا وہ نہی آئندہ معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے دماغ پر عکراتی کرنے والی مرینا کو ساتھ لے کر کھوم رہا تھا۔

مرینا کو خوش فہمی تھی کہ اپنا بیگانہ کوئی اسے دودھی کے دوپ میں نہیں پہچان سکے گا۔

پارس وہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہ ٹرانسپارمر مشین کی تباہی کے متعلق ابھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ یہ بات بھی اس کے علم میں نہیں تھی کہ مشین کے نقشے ملا دیے گئے ہیں اور اب ان کے بلو پرش پڑی فوج کے پاس محفوظ ہیں لیکن وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ بڑے ممالک اپنے اہم ترین راز سمندر کی تہ میں آبدوز کے اندر چھپا کر رکھتے ہیں۔

اس لیے وہ مہائی پہنچا ہوا تھا۔ وہاں ندی کی ایک بڑی بندرگاہ تھی۔ بحری فوج کا یہ اڈا شہر سے تیس میل کے فاصلے پر تھا۔ ادھر کسی عام آدمی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ بحری فوج کے سپاہی اور افسران ہفتے کی رات اور آدھ گھنٹہ چھٹی منانے کے لیے شہر آتے تھے پھر بحری عیاشی کرنے کے بعد بحریہ کے بیڈ کوارٹرز میں واپس چلے جاتے تھے۔

ہفتے کی رات کو صبح تک شہر میں بڑی رونق رہتی تھی۔ شراب خانے، قمار خانے، تعمیر اور کلب وغیرہ میں حسین عورتوں کا میلہ لگا رہتا تھا اور یہ میلہ لوٹنے کے لیے بڑے بڑے دولتند اور بحری فوج کے افسران آیا کرتے تھے شہر میں ایک ایسا مشہور اور منگاہوئل تھا جس کے ایک فلور پر کھانے اور دوسرے فلور پر باجنے گانے کا انتظام تھا۔ تیسرے فلور پر شرناک کبیرے رقص پیش کیا جاتا تھا۔ چوتھے فلور پر قمار خانہ تھا پانچویں فلور پر امریکی حسینائیں بیٹھتی تھیں۔ ایک رات میں لاکھوں ڈالرز لٹانے والے ہی اس عمارت میں داخل ہوتے تھے۔

باربرائے وہاں کا ماحول دیکھ کر پارس کو ہکا بھکا داری سے گھوڑا پھر کہا۔ ”تمہارے دماغ میں خلاعت بھری ہے۔ اسی لیے ایسی جگہ آئے ہو۔ مجھے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟“

”میں شریف عورتیں آنے سے پرہیز کرتی ہیں اور تم عورت نہیں ہو۔ مرد ہونے کا دعویٰ کرتی ہو تو اعتراض نہ کرو مہربان کرو۔“

”میں پوچھتی ہوں یہاں کیوں آئے ہو؟“

”اور میں پوچھتا ہوں تم میرے ساتھ بڑا دل میل دور کیوں آئی ہو؟ تم نے تیرا صاحب سے کہا تھا کہ ادارے میں رہ کر اپنی

صلاحیتوں میں اضافہ کرو گی۔“

”پاپا نے کہا تھا کہ یہاں تمہارے ساتھ کسی خیال خواتی کرنے والے کو ہونا چاہیے۔“

”انہوں نے خیال خواتی کرنے والا کہا تھا اور تم والا ہونہ والی ہو۔ صاف کیوں نہیں کہیں کہ میرے بغیر نہیں رہ سکتیں؟“

”زیادہ ہوا میں نہ آؤ۔ فضول قسم کی لڑکیاں تمہیں لقمہ دے کر تمہارا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا دیتی ہیں۔ مجھے ایسی دیکھی گئی تو آسمان سے زمین پر گرا دوں گی۔“

”میرے ساتھ گروئی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”کیا فضول باتیں ہی کرو گے؟ یہ نہیں بتاؤ گے کہ یہاں آئے کا مقصد کیا ہے؟“

”بات یہ ہے یہ جگہ بہت سنگی ہے۔ یہاں دو طرح کے عیاش آتے ہیں۔ ایک وہ جو بہت زیادہ دولت مند ہوتے ہیں اور دوسرے عیاش فوجی افسران ہوتے ہیں۔ یہاں جو عیاش نظر نہ آئے، شراب پیتا ہوا دکھائی نہ دے تو سمجھ لیتا کہ وہ بحری فوج کا جاسوس ہے۔“

”ہوں؟ تم میری معلومات میں اضافہ کر رہے ہو۔ یہ جاسوس ہم جیسے غیر ملکیوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔“

”تم ذرا سی کوشش سے بحری فوج کے سراغ رسالوں کو پہچان لو گی۔“

وہ باری ایک میز کے اطراف آکر بیٹھ گئی۔ پارس نے پوچھا۔

”کیا بچو کی؟“

”کیا دماغ چل گیا ہے؟ شراب خانے میں پینے کی بات پوچھ رہے ہو؟“

وہ ان کے پاس آکر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ پارس نے کہا۔

”ایک کولڈ ڈرنک اور ایک دھکی کلا لارنج گلاس۔“

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ میز پر جب کہ آہستگی سے بولی۔

”اگر تم نے شراب کو ہاتھ بھی لگایا تو میں ابھی پاپا سے رابطہ کر دوں گی۔“

وہ مصلحتی جانتی تھی کہ پارس زہر ملا ہے اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ جو زہر کو ہضم کر لیتا ہے اس کے لیے شراب صحت مند ہونی کے برابر ہو گی۔

وہ عاجزی سے بولا۔

”پاپا پاپا سے شکایت نہ کرنا۔ میں تمہارا سا غم غلط کرنا چاہتا ہوں۔“

”تجکوا اس نہ کرو۔ تمہیں کیا غم ہو سکتا ہے؟“

”تم مجھے عیاش سمجھتے ہو مگر یقین نہیں کرو گی کہ میرے اندر ایک محبت کرنے والا دل ہے، جو صرف ایک لڑکی کے لیے دھڑکتا ہے۔“

”کون ہے وہ لڑکی؟“

”میں نے اسے دل کے تہ خانے میں چھپا رکھا ہے۔ اس کا نام

نہ پوچھو۔“

”کیوں نہ پوچھوں؟ تمہیں بتانا ہو گا۔“

وہ کولڈ ڈرنک دھکی اور برف وغیرہ لے آیا۔ وہ سب کچھ میز پر رکھ کر چلا گیا۔ پارس نے دھکی میں برف کے ٹکڑے ڈالے پھر گلاس اٹھا لے لگا۔ باربرائے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بولا۔

”محبت سے ہاتھ پکڑا ہے تو چھوڑ نہ دینا۔“

وہ ہاتھ چھوڑ کر بولی۔

”ٹٹ اپ! اور مجھ سے لفٹ لے رہے ہو اور ادھر کسی لڑکی کے غم میں پی رہے ہو۔ اس نے تمہاری عادتیں دیکھ کر ہی تمہیں ٹھکرایا ہو گا۔“

اس نے گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا پھر ایک ہی سانس میں اسے خالی کر کے میز پر رکھ دیا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

”ایسے پیو گے تو یہاں سے اٹھنے کے قابل بھی نہیں رہو گے میں صاف کہہ دیتی ہوں۔ بٹکنے لگو گے تو چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔“

اس نے ویکر کو بلا کر کہا۔

”دو لارنج گلاس لے آؤ اور ذرا جلدی جلدی آتے جاتے رہا کرو۔“

باربرائے ویکر کے جاتے ہی کہا۔

”بائی گاڈ! تم ہوش میں ہی اپنا پول کھولو گے نظری اٹھلی جس والوں کو اپنے پیچھے لگا لو گے۔“

”ایسا کوئی نازک وقت آئے تو بے وفائی نہ کرنا۔ اپنی باتوں میں مجھے چھپا لیتا۔“

”پارس آدمی ہو۔ تمہاری زبان کچھ لاکھڑانے لگی ہے۔“

”بات یہ ہے میری جان! گدے۔“

”خزدار! اچھے میری جان نہ کہنا۔“

”چلو نہیں کون گا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ اس ماحول میں جینا اور نشے میں نظر آنا ضروری ہے ورنہ جاسوس شہر کرتے ہوئے سوچیں گے کہ ہم نیک بندے یہاں کیلئے آئے ہیں۔“

”اس کے لیے جینا ضروری نہیں ہے۔ یہاں کے قمار خانے میں چل کر جو اکھیلی کوئی شہ نہیں کرے گا۔“

وہ میز پر جب کہ آہستگی سے بولا۔

”میرے اندر آؤ۔“

اس نے فوراً ہی خیال خواتی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں آکر بولی۔

”کیا بات ہے؟“

پارس نے کہا۔

”یہ تمہارے دائیں جانب والی میز پر جو شخص ہے اس پر توجہ دو۔ اس ماحول میں اسے شراب پینا چاہیے۔ یہ تمہاری طرح کولڈ ڈرنک پی رہا ہے۔“

باربرائے کن آنکھیں دیکھا۔ ایک صحت مند شخص ایک کورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کولڈ ڈرنک کی چپکیاں لے رہا تھا۔ دیکھنے والا تماشیا تھا کہ عورت شراب پی رہی تھی اور میز کے نیچے اپنا ایک پیڑ اٹھا کر اس شخص کے ٹخنوں پر رکھ کر اسے چھبیر رہی تھی۔ اس کے جذبات کو بھرا داری تھی۔

ایسے ہی وقت وہ شخص ایک دم سے چونک گیا کرسی پر سیدھا جا کر بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ سے سر پکڑ کر اس پاس دور تک بیٹھے

ہوئے لوگوں کو تماشیا نظروں سے دیکھنے لگا۔ پارس نے میز پر جب کہ باربرائے اسے سرگوشی میں پوچھا۔

”کیا تم اس شخص کے دماغ میں مٹی نہیں؟“

وہ بولی۔

”میں نے اس کی آواز ہی نہیں سنی ہے۔ دماغ میں کیسے جا سکتی ہوں؟“

”تم اس کا انداز دیکھ رہی ہو؟ اس کی حرکتوں سے ہوس لگتا ہے، کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا ہے، وہ سانس روک کر اس آنے والے شخص کو تازے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”اس کا مطلب ہے پارس یہاں کوئی ٹیلی ویژنی جانتے والا موجود ہے۔“

”کون ہو سکتا ہے؟“

یہ سپر مائٹ کی عمری ہے۔ وہی سول کے حلق یہی سوچا جا سکتا ہے اور اگر وہی سول نہیں کوئی اور ہے تو سمجھ لو دوسری تنظیم کے لوگ بھی نقشے کی تلاش میں یہاں آچکے ہیں۔“

”یعنی وہ تمہاری طرح سوچ رہے ہیں کہ پوری ٹرانسپارمر مشین کو تباہ کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ علیٰ نے بھی اس مشین کے بری طرح پرچہ اڑا دیے تھے انہوں نے دوسری تیار کر لی۔“

پارس نے کہا۔

”اصل چیز اس کا نقشہ ہے۔ یہ معلوم کرنا بھی فضول ہے کہ اس نقشے کے کتنے بلو پرش تیار کیے گئے ہیں اور انہیں کہاں کہاں چھپایا گیا ہے۔ جس طرح ایک مشین کی تباہی کے بعد دوسری شیشیں تیار ہوتی رہیں اس طرح درجنوں نقشے جلائے

حسب اسلامی ذمہ داری کے ہر شخص کو اپنا حق و واجب پورا کرنا چاہیے۔

ایک ایسے نوجوان کی داستان عبرت جو حالات کے حال میں چپس کر جہانم کی دلدل میں پھنسا چلا گیا۔

انعامی شہر مسقط جنتا رفوقیہ کا منظر و انداز تحریر

15

اس سیرت

قیمت فی حصہ ۲۵ روپے

ڈاک میں ۱۰ حصے

کتابت علیٰ حق ہے

لیتے قریب ایک سال سے طب فرم نہیں ہے۔ براہ راست خط لکھ کر طلب کریں۔

”تمہیں شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے؟“
 ”اور تمہیں شرم نہیں آتی مرد کھلاتے ہوئے؟ تم میرا مستقبل تاریک بنا رہی ہو۔“

”اٹھو گے یا گریبان پکڑ کر اٹھاؤں؟“
 ”میں نٹے میں لوگڑاؤں گا تو تم تماشا بین جاؤ گی۔“
 مرزا مار کے دوہانے سے بار بار، خمیہ بار بار کو تنہا

اس نے بیٹھے کے لیے کہا بھر پوچھا۔ ”آپ لوگ کیا چاہتا پسند
 لیں گے“

سب رنگ و اجڑت میں پھنسنے والی سلسلے وار کہانی



تکدو کے ساتھ تھی۔
مرتا اندر سے گھبرائے گی۔ اس نے پوچھا۔ ”آپ مرتا کو کیسے جانتے ہیں؟“
”میں تو سیاہ فام عبد اللہ کو بھی جانتا ہوں۔“
”مگر کیسے؟“

”میں ریل کے ڈانٹنگ ہالنگ کھانا کھا رہا تھا۔ میرے ساتھ والی میز پر وہ اس کلوٹے کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسی حسین دوستی کو ایک کالے بھٹی کے ساتھ دیکھ کر میرا دل جل گیا۔ اس نے کسی بات پر ہنسنے ہوئے ایک اور انے ناز سے زلفوں کو پیچھے کی طرف جھکا دیا۔ ہائے کیا شاعرانہ انداز تھا۔ ابھی آپ نے بالکل نئی انداز اختیار کیا تھا۔“

”آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا نام مرتا تھا؟“
”اس کے کلوٹے سامنے نے اسے مرتا کہہ کر مخاطب کیا تھا پھر بیل بوائے نے آکر پوچھا۔ ”کیا تمہارا نام مرتا ہے؟“
”ہاں ہے۔“ وہ اعتراف کرتے ہی چونک گئی۔ پارس نے اس انداز میں اس کی طرف جھک کر اچانک پوچھا کہ بے اختیار زبان سے ”اں“ نکل گئی۔

وہ گھور کر بولی۔ ”کون ہو تم؟“
”میں ابھی بتا چکا ہوں، مجھے وہی براؤن کہتے ہیں۔ عجیب بات ہے میں ہوش کے بلی بوائے کی بات کر رہا تھا اس نے مرتا سے آ کر نام پوچھا تھا اور تم یہاں اعتراف کر رہی ہو۔ کیا واقعی تمہارا نام مرتا بھی ہے؟“

پارس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ جناب علی اسد اللہ حمزوی نے ایک بار دو حاتی لٹنی جیسی کے ذریعے پارس کے دماغ پر عمل کیا تھا جس کے نتیجے میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات پر چڑھ کر اس کی اصلیت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔

مرتا کو کوئی معلوم ہوا کہ اس کا نام وہی براؤن ہے اور وہ اپنی ایک کزن کے ساتھ جیس سے یہاں آیا ہوا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرنے کے بعد اسے یقین کرنا پڑا۔ جنرل واسکوڈی نے مسکرا کر کہا۔ ”مسٹر براؤن! تم نے کچھ زیادہ ہی لپٹی ہے۔ میری سالی روزی کو مرتا کہہ رہے ہو۔“

پارس نے کہا۔ ”جنرل! آپ نے توجہ نہیں دی۔ مس مرتا خود اعتراف کر چکی ہیں۔“

”میں نے کوئی اعتراف نہیں کیا ہے۔“
وہ جنرل سے بولی۔ ”چلو جان! میں نے یہاں آکر وقت ضائع کیا ہے۔“

”مس مرتا! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ مجھ سے کترا رہی ہیں یہ ابھی بات نہیں ہے۔ آپ کی خوبصورت ہنسی کا تصور لے کر جیس سے یہاں تک آیا ہوں آپ کو اپنے قدردان کے سامنے پھر اسی طرح ایک بار منشا چاہیے۔“

وہ جنرل کے ساتھ جھانے لگی۔ جنرل نے کہا۔ ”میں حیران ہوں۔“

”کس بات پر حیران ہو؟“
”میں کہی کہ تم اس انداز میں نہیں ہنسا کرتی تھیں۔“

”اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ میں نے اپنے نصیب ستانداز بدل لیے ہیں۔ میری مرضی ہے۔ میں ہنسنے دینے کے لیے کوئی سماجی اسٹاکل اپنا سکتی ہوں۔“

”لیکن وہ تمہیں مرتا کہہ رہا تھا۔“
”یعنی میں تمہاری سالی نہیں ہوں۔“

”سالی ضرور ہو مگر میں سوچ رہا ہوں کیا اس نے اسی مرتا کا ذکر کیا ہے جو مجھ سے رابطہ کرتی ہے؟“

مرتا اس کے دماغ میں بچھ کڑی۔ اس کی سوچ میں بولی۔ ”مجھے اپنی سالی کے سامنے مرتا اور اس کے رابطے کا ذکر نہیں کرنا چاہیے اور اب مجھے کسی بھی مرتا کی بات نہیں کرنا چاہیے۔ وہی براؤن کی ہر بات کو بھول جانا چاہیے۔“

وہ تباہ ہوا تھا۔ فوراً ہی پارس کی تمام باتیں بھول گیا۔
باربرا نے خیال خواتی کے ذریعے پارس سے پوچھا۔ ”کیا میں مرتا پر نظر رکھوں؟“

”صرف مجھ پر نظر رکھو۔ مجھے نظر لگانا تو رہو اور میرے پاس جلی آؤ۔“

وہ اوپری جنرل سے اتر کر آگئی۔ اس کے پاس بیٹھ کر بولی۔ ”مجھے یقین ہے مرتا نے تمہیں نہیں پہچانا ہو گا۔“

وہ نشے میں لڑکھاتی ہوئی زبان سے بولا ”میں نے مرتا کے سامنے تیرا گلاس خالی کیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کی تلاش میں آئی تھی۔“

”اس کے متعلق کچھ معلوم ہوا؟“
”اس سالی کی بات کیا پوچھتی ہو۔ وہ سالی ایک جنرل کی سالی بنی ہوئی ہے۔“

”یہ سالی سالی کیا چیک رہے ہو۔ کیا شراب دماغ پر چڑھ گئی ہے؟“

دبٹر نے جو تھا لارج گلاس لا کر رکھا۔ وہ غصے سے بولی۔ ”میں یہ گلاس تمہارے سر پر توڑ دوں گی۔ وغیرہ اسے اٹھاؤ اور واپس لے جاؤ۔“

”اس سے پہلے کہ دبٹر اٹھا پارس نے اٹھا کر غٹائی لیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر رہ گئی۔ اس نے نشے میں جموتے ہوئے کہا۔ ”میری جان! اب تم مجھے میری جان کنے سے نہیں روک سکو گی کیوں کہ میں نشے میں ہوں۔“

”وہ گلاس! میں کیا کھوں۔ تم اس حالت میں اپنے پیروں پر چل کر کیسے جاؤ گے۔“

”تو مے ری دہیل چیز ہو۔ مجھے تم ہاری گود میں بیٹھ کر جانا

ہو گا۔“

اس نے پریشان ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر مجھے مخاطب کیا۔ ”پاپا! پارس میرے لیے پراہم بن گیا ہے۔“

”کیا وہ تمہیں پریشان کر رہا ہے؟“
”ہم سب کی پریشانی کا باعث بن رہا ہے۔ یہ اپنے ساتھ مجھے بھی بے قیاب کر دے گا۔ موجودہ مشن میں ہماری ناکامی صاف نظر آ رہی ہے۔“

”جی! پھر تو تم اسے غلط سمجھ رہی ہو۔ وہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا جس سے اس کی کارکردگی پر حرف آئے۔“

”پاپا! یہ ایسی حرکتیں کر رہا ہے۔ یہ آدمی بول سے زیادہ لپٹی چکا ہے۔“

”میں نے ہنسنے ہوئے پوچھا۔ ”کیا لپٹی رہا ہے؟“
”شراب پاپا شراب۔ نشے میں اس کی زبان لڑکھاری ہے ہم ایک بار میں ہیں۔ یہ اپنے پیروں پر چل کر نہیں جا سکے گا۔“

”پاپا! آپ ہنس رہے ہیں؟“
”جی! میں نے پارس کے متعلق تمہیں بت چکا تھا۔ شاید یہ بتا بھول گیا تھا کہ شراب اس کے لیے پانی ہے۔ اس زہر لے کر کوئی نشہ کوئی ملک دو اثر نہیں کرتی ہے۔ وہ تمہیں الو بتا رہا ہے اب جاؤ۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی پھر اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ وہ شرابی کی طرح بولا۔ ”اے۔۔۔ تو مے مونے موت سے کیوں دیکھ رہی ہو؟“

”میں سوچ رہی ہوں، تم بہت زیادہ نشے میں ہو۔ اس وقت تمہیں جتنی بھی گالیاں دوں گی وہ تمہیں سنائی نہیں دیں گی۔ کیوں بے انوکھی دم گدھے کے باپ اور اور کون سی گالی دوں؟ تمہو میں سوچ کر دیتی ہوں۔“

وہ سوچنے کے انداز میں سر جھکا کر اس کے دماغ میں آئی پھر بولی۔ ”جی! میں تمہاری اسی جگہ ہوں۔“

اس نے کہا۔ ”آؤ اب! ایسے آؤ آؤ آؤ!“
”بٹا! میری خبر ہے۔ تمہارے پاپا کو ہارٹ انک ہو چکا ہے۔“

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر گری پر سیدھا ہو گیا۔ ”ای! میرے پاپا کہاں ہیں؟“

”وہ! ہسپتال میں ہیں۔“
”کس ہسپتال میں ہیں؟“

”اس ہسپتال کا نام ہے تمہاری گھوڑی۔ اٹو گدھے! کیا ہوا تمہارا اندھ؟“

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر قدام کر اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”وہ خدا آیا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے پاپا! خیریت سے ہیں۔ میری توجہ جان نکل گئی تھی۔“

پھر اس نے مسکراتے ہوئے باربرا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ ”ویل ڈن۔ تم نے خوب چکڑوایا۔“

وہ جواب مسکرا کر بولی۔ ”آج تمہیں اٹو گدھا کا کہہ کر میں نے دل کی بھڑاس نکال لی۔“

”میں نے برا نہیں مانا کیوں کہ میں گدھا نہیں ہوں لیکن خبردار گدھے کو گدھا نہ کہنا۔ ہماری دنیا کے گدھے برا مان جاتے ہیں۔“

وہ ہنسنے ہوئی بولی۔ ”آج تمہیں بھڑکے متعلق بتاؤ۔“

”اس نے فوج کے ایک جنرل کو چھانٹ لیا ہے۔ یقیناً اسی نقشے کے پکڑ میں یہاں آئی ہے۔“

”وہ جنرل کے دماغ میں رہ کر بھی نقشہ حاصل کر سکتی تھی۔ کیا یہ خود آکر اپنے لیے خطرات کو دعوت نہیں دے رہی ہے؟“

”ہاں! کیا کر رہی ہے خلیہ وہ یہ چاہتی ہے کہ نقشہ سیدھا اسی کے ہاتھ میں آئے۔ جنرل واسکوڈی کو شاید معلوم نہیں ہے کہ مرتا اس کی سالی روزی بنی ہوئی ہے۔ تم معلوم کر سکتی ہو۔“

”جنرل واسکوڈی یوگا کا گاما ہو گا۔“
”ہوئے دو۔ تم مرتا کے پاس جاؤ۔ اس کے سانس روکنے سے پہلے ہی پولو کر دو تمہیں دماغ سے بھگائے گی تو تم بھی اعلان کر دو گی کہ وہ ایک جنرل کی سالی بن کر نقشہ حاصل کرنے آئی ہے۔“

”ہوں! اے! اسی طرح بلک سہل کر کے اس کی مصروفیات پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ میری واپس تک خوب پیو اور جیو۔“

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر مرتا کے دماغ میں پہنچی وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ باربرا نے کہا۔ ”تم خطرات میں گھری ہوئی ہو۔ میری بات سننے بغیر سانس روک لو گی تو میں ابھی سب کے سامنے یہاں تمہیں غا ہر کر دوں گی۔“

مرتا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”کون ہو تم؟“
”دوست ہوں اگر دشمن ہوئی تو تمہیں بے قیاب کر کے قتل کر دیتی ہوں۔“

اس نے کہا۔ ”آؤ اب! ایسے آؤ آؤ آؤ!“
”بٹا! میری خبر ہے۔ تمہارے پاپا کو ہارٹ انک ہو چکا ہے۔“

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر گری پر سیدھا ہو گیا۔ ”ای! میرے پاپا کہاں ہیں؟“

”وہ! ہسپتال میں ہیں۔“
”کس ہسپتال میں ہیں؟“

”اس ہسپتال کا نام ہے تمہاری گھوڑی۔ اٹو گدھے! کیا ہوا تمہارا اندھ؟“

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر قدام کر اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”وہ خدا آیا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے پاپا! خیریت سے ہیں۔ میری توجہ جان نکل گئی تھی۔“

پھر اس نے مسکراتے ہوئے باربرا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ ”ویل ڈن۔ تم نے خوب چکڑوایا۔“

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر قدام کر اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”وہ خدا آیا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے پاپا! خیریت سے ہیں۔ میری توجہ جان نکل گئی تھی۔“

پھر اس نے مسکراتے ہوئے باربرا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ ”ویل ڈن۔ تم نے خوب چکڑوایا۔“

پھر اس نے مسکراتے ہوئے باربرا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ ”ویل ڈن۔ تم نے خوب چکڑوایا۔“

پھر اس نے مسکراتے ہوئے باربرا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ ”ویل ڈن۔ تم نے خوب چکڑوایا۔“

سپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مفروضہ طاہوت

صحت کی یوں کا بیٹا

کتابی شکل میں تیار ہیں

آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں اپنے قریبی بک شال سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ۵ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۷۴

دیکھتی اور معلومات حاصل کرتی کہ اس شرمیں اور اس کلب میں
موت کتنے خیال خوانی کرنے والے تھامری تاک میں ہیں۔
”کیا تم شی تارا ہو؟“

”تم مجھے نہیں جانتی ہو۔ کوئی میرے نام سے اور میری ذات
سے واقف نہیں ہے۔ میں ٹیلی بیٹھی جانے والوں کی دیکھا میں چند ہی
روز پہلے پیدا ہوئی ہوں۔“
”مجھ سے کیا جانتی ہو؟“

”وہی جو تم جزل واسکوزی سے جانتی ہو۔“
”تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں جزل کی سالی بن کر رہتی
ہوں۔“

”میرے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ کہاں کہاں سٹوڈیو اور میں کہاں
تک سٹاؤں گی البتہ اتنا سن لو کہ مجھ سے چھپنے کے لیے یہ جزل کی
سالی کا بیروپ اتار چھینکر تو میں تمہارے آئندہ روپ میں ابھی
تمہیں پہچان لوں گی۔ یقین نہ ہو تو آج کل میں ہمیں بدل کر دیکھ
لیتا۔“

”بائی گاڈ! کیا تم کی براؤن کی ساتھی ہو؟“
”تمہیں وہی براؤن کیوں یاد آ رہا ہے؟“

”اس نے میری جسی کے انداز سے مجھے پہچان لیا تھا۔ تم بھی
میرے کسی انداز سے مجھے پہچان لیتی ہو۔ اس لیے مجھے ہر جیس میں
پہچان لینے کا دعویٰ۔“
”وہ کتنے کہتے جو تک بھی پھرتی۔“ ”اوہ گاڈ! مجھے یہ یاد نہیں رہا تھا
کہ پارس میری بڑے مجھے پہچان لیتا ہے۔ تم مجھے دھوکا نہیں دے
سکتیں۔ تم پارس کی ساتھی ہو۔ باربرا ہو۔ اس ناگ نے یہاں میری
بجلی ہے۔“

”وہ ذرا چپ ہوئی۔ باربرائے کہا۔“ ”ہاں سوچو اور کچھ سوچو۔
تمہاری عقل کیا کہتی ہے؟“

”یہ کہتی ہے کہ میں جزل کو تاجدار بنا کر خوش ہو رہی تھی۔
نقشہ حاصل کرنے کی خوشی تھی اتنے بڑے ملک پر حکومت کرنے
کی خوشی تھی ایسے میں عقل سے کام لینا بھول گئی۔ وہی براؤن کو
شراب پیچہ دیکھ کر بھی یہ یاد نہیں آیا کہ پارس کے لیے شراب پانی
ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے اس کی سائت کھلی ہوئی آنکھیں
دیکھی تھیں۔ اس کی باتوں میں الجھ کر سب کچھ بھول گئی۔“

”باربرائے کہا۔“ ”دراصل تمہیں بہت زیادہ خوش فہمی تھی کہ
ہم میں سے کوئی میاں شہر کارغ نہیں کرے گا۔ تم یہ بھول گئیں کہ
جب تک موت نہیں آتی تب تک شامت کہیں بھی آسکتی ہے اور
دونوں کے آنے کا کوئی وقت اور کوئی جگہ مقرر نہیں ہے۔“

”آہ! آخر تم لوگوں نے مجھے گھیر لیا۔“
”ہمیں یہ خوش فہمی نہیں ہے۔ ہم کسی بھی کامیابی کو عارضی

سمجھتے ہیں۔ تم اپنی بات کرو کہ اب یہ نقشے والا مکمل کیسے کیلیگی؟“
”اب تو اس مکمل میں پارس کو شائل کرنا ہی ہوگا۔“
”شاپاٹ! اور جب تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی، تم مجھے
بے دماغ میں آنے دینا کرو گی۔“

”نہیں باربرا! یہ خیال خوانی والا رابطہ نامناسب ہے۔ جب
ہمارا مقصد اور جزل ایک ہے تو کیوں نہ ہم دیر و طو قات کریں اور
ایک ساتھ رہ کر کام کریں۔“

”ہم ایسے نادان نہیں ہیں کہ اب تمہیں نظر آئیں۔ ہم یہاں
سے ابھی جا رہے ہیں تم سے دور کی دوستی رہے گی۔“

”وہ ٹھیک طور پر حاضر ہو کر پارس سے بولی۔“ ”اس نے تمہیں
پہچان لیا ہے۔ یہاں سے فوراً چلو۔ ورنہ وہ ایک طرح سے خود جزل
بھی ہوئی ہے۔ ہمارے خلاف بہت کچھ کر سکتی ہے۔“

پارس نے بیل ادا کیا۔ اس کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا بولا۔
”کیا بازی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے؟“

”نہیں، مرنا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ خود کو ظاہر کرنا نہیں چاہتی
ہے۔ یہ خوف بھی ہے کہ تم اس کی بڑے ذریعے اسے کسی ہمیں
میں بھی پہچان لو گے۔ ہماری جیت اسی میں ہے کہ ہم ابھی اس کے
ہاتھ نہ آئیں۔“

وہی ہار یا جیت کا وقت تھا۔ مرنا نے بھی یہی سوچا کہ پارس
اور باربرا ابھی یہاں کی چار دیواری میں ہیں۔ اگر یہاں گرفت میں
نہ آئے تو پھر پارس اسے کسی ہمیں میں چھپ کر رہنے نہیں دے
گا۔ اس کی بڑے والی ناگ پیش کے لیے بند کر دی جائے۔

اس نے جزل کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ”میں مرنا بول رہی
ہوں۔ فوراً اس عمارت کے وہ تمام دروازے بند کر دو جو باہر
جانے کے لیے کھلتے ہیں۔ مرد ہو یا عورت ایک شخص کو بھی باہر نہ
جانے دو۔ جلدی کرو۔ اس حکم کی تعمیل کرو۔“

جزل نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس ٹھری اٹھلی جس کے افسر کو
کال کیا جو خاص طور پر اس عمارت کی عمرانی پر مامور تھا کیوں کہ
اس عمارت کے شراب خانے اور قمار خانے میں بحری فوج کے
افسران آیا کرتے تھے۔ جزل نے کہا۔ ”اسی اطلاع ملی ہے کہ ایک
غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹ اس عمارت میں ہے۔ فوراً دروازے بند کرو
اور کسی کو باہر نہ جانے دو۔“

پھر اس نے مرنا کی مزید ہدایات کے مطابق کہا۔ ”میں آ رہا
ہوں۔ تمام سراغ رسانیوں کو سمجھا دو کہ میں جس شخص کی طرف اٹھی
اٹھاؤں۔“ اسے فوراً کوئی مار دیں۔“

مرنا کا ارادہ تھا کہ وہ کی براؤن کو دیکھے ہی جزل کی کھوپڑی
میں گھس کر اسے پارس کی طرف اشارہ کرنے کو کہے گی۔ اس کے
ساتھ ہی اسے کوئی مار دی جائے گی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات انٹیسویں
حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو ۱۵ مارچ ۱۹۹۲ء کو شائع ہوگا۔

برصغیر کے جاؤنگار تاریخی کہانیوں کے واحد مصنف ایسا سیتاپوری

تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پُرانا نہیں ہوگا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پُرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔

انسان! جو بادشاہ تھے وزیر تھے، امیر تھے، فاتح تھے، ظالم تھے، رحم دل تھے انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلت جو آدم میں تھی، وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی، بس ماحول حالات، معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقہ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے۔ حسد، رشک، شہادت، رقابت، دوستی، دشمنی، جفاکاری، وفات شعاری، سادگی، زیبا کاری، ایثار، غدا ری، تسرد، انکساری، بہادری اور فیزدلی۔

افسانوں کی اشرانگیز کہانیوں کے مجموعے



چار کتابیں نام نہان کے پڑاؤں خرق ممان

قیمت فی کتاب ۲۵ روپے ڈاک خزن فی کتاب ۱۰ روپے

سب کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت: ۲۰۰ روپے مع ۵۰ روپے خرچ

آپ ہر کتاب کو ایک روپے کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ کتابیں محدثہ ادب میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پبلی کیشنز ● پتہ: جس روڈ پر سیکشن ٹیلی گراف آفیس ہے، گورنمنٹ روڈ، لاہور